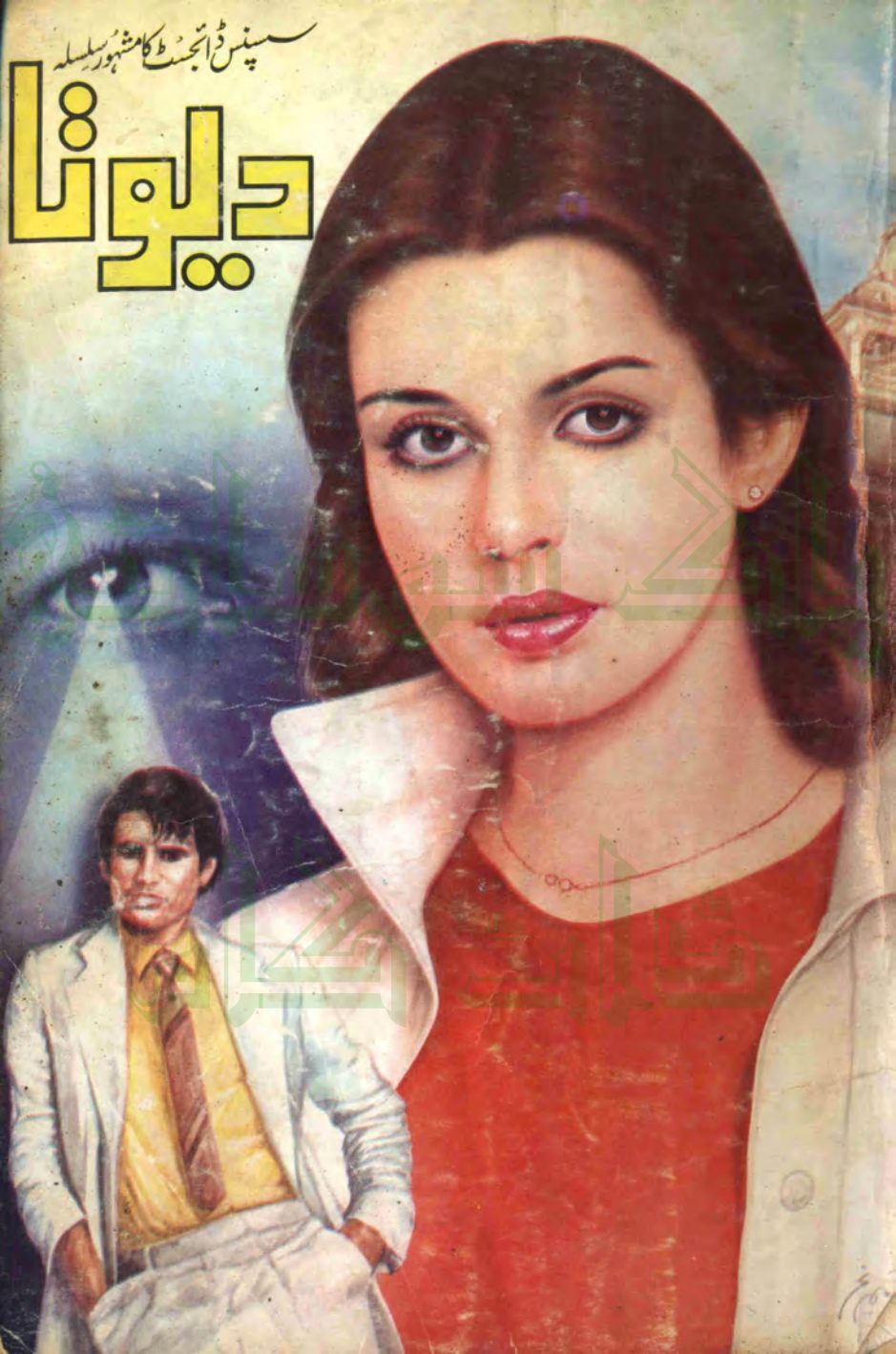


سینٹر ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ

دیونا





ذرا اس کی بات سن لوں۔ پھر تہا کے ڈرائیور کی خبر لیتا ہوں۔
 یہ کہہ کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کسی سے اظہر کردہ نے
 تک آیا پھر اسے کھول دیا۔ بوڑھی صورت اپنے استروں میں مٹھانی سے
 لہری ہوئی تھالی لئے کھڑی تھی۔ وہ مکرے میں آتی ہوئی کچھ کہنے لگی۔
 میں اس کی لہلی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اس کی خوشیاں دیکھ کر سمجھ سکتا تھا
 کہ وہ پیشی کے سہاگن بیٹے کی خوشی میں سیسے لئے مٹھانی لائی ہے۔
 اس نے مٹھانی کی تھالی نکڑوی کے منڈق پر رکھی تھی اس
 جلد از جلد اسے ملانا چاہتا تھا۔ لہذا اسے خوش کرنے کے لئے شکرہ
 ادا کرنے کے انداز میں میں نے اپنا سر جھکا یا۔ پھر ایک مٹھانی کا ٹکڑا
 کھانے کے لئے اٹھا یا بوڑھی صورت نے فوراً ہی میرا ہاتھ پھڑپھڑایا۔ میں
 نے پوچھا۔

”کیا یہ سیسے لئے نہیں ہے؟“

وہ میری بات نہ سمجھ سکی۔ اپنی زبان سے کچھ بولنے لگی۔ بڑی
 مشکل تھی۔ میں سوچا کہ چھوڑ کر اس کے ساتھ وقت مٹانے نہیں کرنا چاہتا
 تھا مجھے سے دھتکار کر اس کی جھونپڑی سے نہیں ٹھیکھا سکتا تھا پھر بڑی
 غیر احتلاقی حرکت تھی، کہ ایک ماں اپنی سہاگن بیٹی کی خوشیوں میں
 مجھے شکرہ کرنے آئے اسے اور میں اس کا احترام نہ کر دوں۔

آخر میں نے اشاروں کی زبان میں اسے سمجھایا کہ مجھے اس
 کی زبان سمجھ نہیں آرہی ہے۔ پھر اس نے بھی سمجھایا کہ ٹھہرو! میں
 سمجھاتی ہوں۔ اس کے بعد اس نے فرمیش پر چٹائی بچھائی پھر اس
 پر مٹھانی کی تھالی رکھی۔ اسی وقت نامودا اور منڈرا دو لہا دہن کے

”نہیں، یہ دو کھلا ڈرائیور ہے۔“

”ابھی بات ہے تم اس سے بات کرو۔ میں اس دوران اس

کے سامنے پرکھ سکے دن کا۔“

”نہیں اب بیٹے دو۔ میں مرنے کے خوف سے شہلی پتیلی جاننے

والے فریڈر کو تسلیم دالوں کے سامنے ڈنڈہ نہیں کرنا چاہتی۔“

”اب شخصے نہ کرو، چلو ڈرائیور کو مخالف کرو۔“

”میں نہیں کروں گی۔“

میں نفس کی سوچ میں ایک جھجکے سے کہا۔ مگر میں ڈرائیور

کو مخالف کر رہی ہوں۔ ڈرائیور سنو.....؟“

یہی بات جیسا نتیجہ اس کی زبان سے نکل گئی۔ ڈرائیور نے

اس سے پوچھا۔

”میں دادا! فرط تھے۔“

”کچھ نہیں۔“ وہ جھکا کر بولی۔ میں نے بہتیں مخالف نہیں کیا

”ہے۔“

ڈرائیور خاموشی سے ڈنڈا اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ میں

نے کہا۔

”سونیا! جھجھلا ناغہ نول ہے۔ میں ڈرائیور کی آواز میں سن چکا

ہوں۔ اور اب اس کے سامنے پرکھ سکے بیٹے.....؟“

میرا بات پر رہی ہونے سے پہلے جھونپڑی کے دوڑنے پر منڈرا

کی ماں کی آواز سنائی دئی۔ وہ مجھے پکار رہی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا۔

”سودی۔ میری تہائی میں ایک بوڑھی صورت آرہی ہے میں

کی سوچ میں کہا۔

”یہ گھاری سونیا۔ جہاز سے باہر نکلنے ہی اس کی تلقین ہم جانتے گی۔“

اس کی سوچ نے کہا۔

”اب اسے گرم کپڑے پہننے دینے جائیں گے۔ ہس کے باوجود وہ سر کی برداشت نہیں کر سکتی۔“

یہ سنے کہا۔ دیکھوں تو جہاز کہاں سے گزر رہی ہے؟

وہ فاصلہ بتانے والے آ کر دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ کبھی کبھی

تمنی کو جہاز نارتھ کی سرحد پار کر چکا ہے۔ اور اب اس لینڈ کی طرف

جلا رہی ہے۔ رات کے ایک بجے وہ آئس لینڈ سے گزری ہے۔ جین جیے

گرین لینڈ کی فضا میں پرواز کریں گے۔ جہاز نارتھ شمال کی طرف جاتے

گا پھر سونیا اور چیپری کو پیرا شرفٹ کے ذریعے۔ یعنی البلاد اور اول البلاد

کے درمیانی علاقہ میں اتارا جائے گا۔

یہ سنے اس کی سوچ میں کہا۔

سونیا کو تو موت کی نوازشینے کے لئے اس سرحد میں پھینکا جائے

گا لیکن ماٹر چیپری بھی تو سو مسو فاصلہ میں جا کر ہوگا۔ کیا وہ ایک ہفتہ تک

وہاں زندہ رہے گا؟

اس نے اس کی سوچ نے کہا۔ ”وہ کیوں زندہ نہیں ہے گا وہاں

ہائے آدمی لے پناہ دے گا۔“

یہ سنے نے بھی المیہ تمنی کو اس رخاوی علاقے میں تھپکے کہ

لوگ پہلے سے موجود ہوں گے۔ میں تو جیسے اس کے ماتھ کوڑھنے لگا۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی۔ کہ اس رخاوی علاقے کے شمال مغرب کی طرف برف

کی تہیں پیچھے ہوتے دو کہیں ہیں۔ ایک کہیں میں پانچ آدمی اور دوسرے

چھوٹے کہیں میں ایک رین نعلی کتے رہتے ہیں۔ جو برف گاڑی کو ایک جگہ

سے دوسری جگہ پہنچنے کو رہتے جاتے ہیں۔

کراس کی خواہش کے مطابق سونیا کو فٹا کرنے کے لئے اس علاقے میں

جھونکا جا رہا ہے۔ پھر ایک ہفتہ لہلہ سے اس کا لیا جائے گا۔

اور اسے وہاں لانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ارادہ ہی تھا کہ اسے

اس سرحد علاقے میں نہ کہ اس کے ماتھ کی گری تھم کی جائے کہ پیرا شرفٹ

بہت ہی ٹھنڈے ماتھ سے اپنے آدروں کو ان کی غلیوں کی سزا دیتا

تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

لیکن ماٹر چیپری جیسا سرحد پار نہ وہاں تو یہی کرن نہیں ہے

گا۔ وہ ہفتے کی حالت میں یہیں کسے نہ پانچوں آدمیوں کو نقصان پہنچنا

سکتا ہے؟

پانٹ اپنے فہم پر سوچنے لگا۔

”وہ نقصان پہنچانے کا یا نہیں، یہ سونیا میرا کام نہیں ہے۔ پیرا شرفٹ

پکڑ سوچ کر اسے اس جہنم میں پھینک لے۔ چہ نہیں، میں یہ سب کچھ

کروں سوچ رہا ہوں۔ نیچا پتی میرا کہ متعلق سوچنا چاہئے۔ وہ میری

واپسی کا اظہار کر رہی ہوگی۔“

یہ سنے فیصلہ ہی دل میں کہا۔

”اگر کے پتے تم میری سونیا کو دیکھو جنہ میں پہنچا کر اپنی میری یا کی

گرم یا نہیں میں نہیں مانا سکوے۔۔۔۔۔“

میں نے آنکھیں کھول کر اپنی جھوپڑی کو دیکھا۔ پیرا شرفٹ پارچ

پر نظر ڈالی۔ رات کے بار بجے والے تھے۔ میں کھولے پیرا شرفٹ گیا پھر

آنکھیں بند کر کے اپنے ماتھ کو پارت دیکر ٹھیک تین بجے میری آنکھ

کھل جائے۔ میں اس معاملے میں عرض غائب ہوں کہ مجھے ہر حال میں نیندا

جاتی ہے اور اس وقت کی پانڈی سے متا اور جاگتا ہوں۔

ٹھیک تین بجے میری آنکھ کھلی۔ جو برفی میں لائین روشن

تمنی سونے سے پہلے میں اسے بھانا بھول گیا تھا۔ جو برفی کے باہر دو

تک رات کی تاریکی اور ستارے تھا۔ میں کھولے سے اتر کر باقرہ دیکھیں

گیا۔ جبے اس سے واپس آیا تو دیکھنے پر دنگ بڑھی تھی۔ میں نے دروازہ

کھول لیا۔ منڈا کی ہل ایک بڑے سے گگ میں گرم چلنے لئے کھڑی

تمنی اس منڈا شوں کی زبان میں کہا۔ کہ میرے میں لائین روشن ہے وہ

یہ سوچ کر کو بیجا گلہ نہیں، میرے لئے چلنے لے آئی۔

واقعہ اس وقت چلنے کی طلب بڑھی تھی۔ میں نے فی رائیڈوں

کی زبان میں اس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اسے سمجھایا کہ میں چلنے بیٹھے

کے بعد چلاؤں گا۔ اور اگر بڑے سنا رہوں گا۔ اس لئے کوئی بھجوانے

ڈاٹے۔ وہ میری باتیں سمجھ کر مٹی گئی۔ میں دوڑنے کو اڈر سے

بند کرنے کے بعد نری چیپری پرا کر دیکھ گیا۔ اس وقت چار بجے میں

سب سے منڈا ہاتھی تھے۔ میں لائین کو سمجھا کر چلنے کی چٹکانی بیٹھے

ہوئے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

وہ اب تک گہری اور گہری سونیا کو نیند کے مزے سے بے بسی تھی میں

نے بڑے ہائے کہا۔

میری جان! اب اس وادے میں خواب نہیں فرما رہے چوٹ

بیلار ہو جاؤ۔“

وہ خواب میں میری آواز سن کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس

نے کہا۔

”فرزاد! تم سے قریب ہو سیکو قریب ہی رہو۔ میں

بیلار نہیں ہونا چاہتی۔ آنکھ کھلتے ہی تم چلے جاؤ گے۔“

جان میں بھڑکی ہے۔ اب جاگتے رہنے کا وقت آ گیا ہے

شاہا کش آنکھیں کھول دو۔“

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ پیرا شرفٹ پر روشن آکا

کو وہ خواب کی جنت میں نہیں بکھر کسی جہنم میں چلنے کے لئے جہاز میں

سفر کر رہی ہے۔ میں نے کہا۔

”سونیا! گھبراؤ نہیں، میں تمہارے پاس ہوں۔“

شکر فرزاد! ”وہ مطمئن ہو کر چیپری کی جانب دیکھنے لگی۔

دن دو جوان اسے جھنجھوڑ کر بیلار کر رہے تھے۔ میں نے اپنے رٹ پارچ

کو دیکھا، ابھی چار بجے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ میں نے اسے اپنا

محوں بنا کر چار بجے تک سونے کے کھمبو یا تھا۔ اچھا وہ پانچ منٹ

سے پہلے بیلار نہیں ہوسکتا تھا۔ کیا کہ دو جوان نے سونیا کی طرف کیا پیالی

کافی بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اوہ! آپ ایک گنڈ کی مہان ہیں۔ کچھ اور کمانے پہنے کی

خواہش ہو تو طلب کریں۔“

سونیا نے مسکرا کر کہا۔

”مشکریہ! یہ کافی، کافی ہے۔“

نوجوان نے بڑھی آہٹکی سے کہا۔

”مام! میں آپ سے بہت متاثر ہوں آپ ایسے وقت

میں زندہ ملی کا مظاہر کر رہی ہیں۔ مجھے یہ قدر میں پسند ہیں۔“

”صرف پسند کرتے ہو، ہاں کے کام میں آئے ہو۔“

”میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ماما! لیکن مجھے ضروری ہے میں اپنے

ماٹر کا دوا دار ہوں۔ آپ کی کوئی دوا نہیں کر سکتا۔“

”کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔“ سونیا کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی

لیکن ٹانگ پر پانٹ کی آواز سنائی دی۔

”ہم وقت مقررہ پر اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے ماما سونیا

اور ماٹر چیپری آپ ہم سے رخصت ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔“

ایک نوجوان سونیا کے پاس ایک بڑا سا ٹیبلٹ لے آیا پھر اسے

کھولتے ہوئے بولا۔

”آپ کے لئے مخصوص چیپری اور گرم لباس ہیں۔ آپ

لے فرما لیں۔“

سونیا نے دو دو چیپری کی طرف دیکھا۔ وہ بیلار ہو گیا تھا۔ اور

لباس بدل لیا تھا۔ وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر لباس پہننے لگی اس

نفاہی چیپروں کے اور ایک اور تیلون پہنی۔ جو برنائی رسی کے کھال

سے بنائی تھی۔ بیٹھ کے اور اس نے ڈاکوٹا پہنا۔ پیرا شرفٹ

کو سوتے انا کر سیں (دو یا تین جگہ سے) کی کھال کے سنے۔ سنے ڈاٹے

پہننے لگی۔

اس لباس کے باعث اس کا بدن اچھی طرح گرم ہو گیا تھا۔

اسے ایک پیالی کافی اور ہی گئی جب وہ کافی پینے لگی۔ تو ایک نوجوان

نفاہی کے پاس ایک ناچھ اور اس کے ایک سلاح رکھتے ہوئے کہا۔

”پیرا شرفٹ کا حکم ہے کہ آپ کوئی ہتھیار نہ دیا جائے۔ صرف

یہ آہنی سلاح اس لئے دی جا رہی ہے کہ فریڈر میں قدم قدم پر

خطرناک ہوتی ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ قدم قدم پر برف

ہوگی یا بھروسہ برف کی تہیں گہری کھائی ہوگی۔ آپ اس آہنی سلاح

سے راستہ ٹھول کر آگے بڑھ سکیں گی۔“

سونیا کی سوچ نے سوجھ سے کہا۔

”سن سے پیرا شرفٹ! مجھے کہیں کچھ پھینکا جا رہا ہے پچھ وہ

دو دن چیپری ہوگا۔ اور اگر قدم قدم پر خطرناک ڈاٹے ہوں گے۔“

”میں سن رہا ہوں سونیا! مگھاس بات کا اعلیٰنا ہے۔ کہ

راستوں کو سمجھنے کے لئے تمہارے پاس ناچھ اور آہنی سلاح ہوگی۔

تم صرف آگے بڑھتے وقت متاثر نہ بنا۔ پیچھے آنے والے چیپری سے

میں ٹھٹ لوں گا۔ اتنے میں پیرا شرفٹ کی آواز سنائی دی۔

”مام! سونیا اور ماٹر چیپری! ٹھیک پیرا شرفٹ بعد آپ

دفعوں کے لئے جہاز کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ آپ پیرا شرفٹ

کے ساتھ تیار رہیں۔“

سونیا نے اسنو ماسک پہن لیا۔ اس ماسک میں وہ سحر گون

تک پہنچ گئی تھی۔ اب اس کا چہرہ اور اس کے کان سرد ہواؤں سے

محفوظ رہ سکتے تھے۔ آنکھوں کو برف کے فکرات سے محفوظ رکھنے کے

لیضاً نفاہی اس کا لائٹ کا چشمہ پہن لیا۔ ناچھ اور آہنی سلاح

کو کمر کے بلیٹ سے باندھ لیا۔ دو نوجوان پیرا شرفٹ کا نوازہ کیا تھا

رٹ اس کی پشت پر رکھ کر اس کے سینے اور کمر سے باندھنے لگے۔

چیپری کے ساتھ بھی نیچا جا رہا تھا۔ لیکن اس کے پاس

سونیا سے زیادہ سامان تھا۔ اس کے پیرا شرفٹ میں ایک ریڈیو تھا۔ اور

کمر کے دوسری طرف ناچھ اور ٹیبلٹ کو پیرا شرفٹ میں لگی ہوئی کن ٹک

رہی تھی۔ اس کے لئے کمانے پہنے اور گھلانے کا سامان آہنی بڑے

اور برف گاڑی کو ایک الگ پیرا شرفٹ کے ذریعے جہاز سے لگانے کا

انتظام کیا گیا تھا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد جہاز کا دروازہ کھولتے ہوئے پیرا شرفٹ

9

کین والوں نے طیارے کے گرنے کی آواز سنی ہوگی وہ ہماری مدد کے لئے آئے ہیں؟

"اور اگر کین کا کوئی شخص یہاں نہ آئے تو؟"

رابرٹ نے ناگہرا سی سے جواب دیا۔

"اتحاد سوال نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ ہم بیرونی مدد کے محتاج ہیں۔ ان کلبوں کو لپیٹ کر باہر نکل سکتے ہیں ایڈیٹر زندہ رہنا ہوگا۔ یا پھر جاننا ہوگا۔ اس کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں کوئی تلخ ہیر ہے تو مجھے بتائے؟"

سب خاموش ہو کر سوچنے لگے۔ سختوڑی دیر بعد ایک نے کہا۔

"اگر چیپزی یہاں تک پہنچ جائے تو ہمارے کام آسکتا ہے۔ وہ کین تک جا کر ہمارے لئے مدد حاصل کرے گا۔"

دوسرے نے کہا: "پتہ نہیں وہ پاؤں کا پتہ کہاں ہوگا۔؟"

"سونیا سے آنکھ چھری کھیل رہا ہوگا۔ وہ چالاک عورت آسانی سے اس کے ہاتھ نہ آئے گی۔"

رابرٹ نے ایک زور کا تبصرہ لگاتے ہوئے کہا۔

"سیرا سٹر کے سامنے بڑے بڑوں کی چالاک دھری رہ جاتی ہے۔ سونیا جیسی چالاک عورت سے یوں بھی نہیں سکتی کہ اس کے ہاتھ میں آہنی سلاح کیوں بھڑائی گئی ہے؟ ایک نے کہا: "مڑھے اور کھانا یہ معلوم کرنے کے لئے..."

"نہیں یہ بہاڑی علاقہ نہیں ہے کہ یہاں مڑھے اور کھانا ہوں گی۔ یہ ملحقہ بارہ شمالی کامیڈا نے علاقہ ہے یہاں کی زمین سطح ہے۔ برف کے اریچے نیچے ٹیلے اور راستے میں مڑھے مڑھے نہیں ہیں چیپسیزی فضا طیس آلے کے ذریعے اس آہنی سلاح تک پہنچ کر سونیا کو برف میں دفن کر چکا ہوگا۔"

آرتھر نے کہا: "واقعہ سیرا سٹر کی ذہانت کا جواب نہیں ہے۔ دیگر وہ چیپسیزی شکار کیلئے کے بعد کین کی طرف جاتے گا۔ شاید اس نے طیارے کے گرنے کی آواز سنی ہو۔"

رابرٹ نے ایک بیک چونک کر کہا۔

"وہ ادھر آسکتا ہے۔ طیارے کا ڈھانچہ نرالا رکھے۔"

فضا طیس آلے کی سوئی ادھر ہوگی تو وہ اس طرف آئے گا۔"

آرتھر نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ شکار کیلئے کے جہاز پاگل نے فضا طیس آلے کو بیکار ہو کر چھینک دیا ہو؟"

ہائیک نے بھوکھو کہا۔

"آرتھر تم ایسی کرنے والی باتیں نہ کرو۔"

"تم سب حوصلہ پیدا کرنے والی باتیں کر رہے ہو۔ کم از کم مجھے تصور یہ کہ دو سوراخ دکھانے دو۔"

ایک نوجوان نے کبل کو اپنے اطراف اچھی طرح پلینے ہوتے کہا۔

"کیا مصیبت ہے۔ پھر سردی لگ رہی ہے۔ گرم کانی پینے کے بعد بھی یوں لگتا ہے جیسے شربت یا ہو۔"

رابرٹ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہنسنے لگا کر کہا۔

"یہ تو کا پتہ ہے۔ ہا ہا ہا۔ میں تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ اس آؤ کی ہنسی اڑاؤ..."

سب اس کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے۔ حالانکہ انہیں بھی سردی لگ رہی تھی۔ وہ اس پر انگلی اٹھا کر کہنے لگے۔

"آؤ... انسانوں کے جھگڑ میں ایک آؤ کو اڑھے بیٹھا ہے۔"

اڑنے ان کی طرف انگلی اٹھا کر ہنسنے ہوئے کہا۔

"لوگ اپنے جیسے آؤ کو دیکھ کر ہی ہنسا کرتے ہیں۔ ہا ہا ہا..."

پھر ایک دم سے ہا ہا ہا شروع ہو گئی۔ وہ ایک دوسرے پر آواز کی کس رہے تھے اور پھر پھڑوں کی پوری قوت سے ہنسنے لگے۔ سردی اور پھڑوں سے گرم...۔۔۔۔۔

سانیں بیکو خارج ہو رہی تھی اور انہیں قدرے حرارت پہنچا رہی تھی۔ انسان پر ایسا وقت بھی آتا ہے۔ جب موت سے بچنے کے لئے کوئی مختار ان کے کام نہیں آتا۔ اپنی حالت ڈار پر صرف نتیجہ دگانے پڑتے ہیں۔

میں سونیا کی طرف واپس آ گیا۔ وہ برف گاڑی پر آرام سے لیٹی ہوئی ستر کر رہی تھی۔ چیپسیزی گاڑی کو برف کی سطح سے چھینتا ہوا اور سردی سے لڑنے کے لئے زور زور سے بے ڈھنگی آواز میں گاتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔

"ہیلو سونیا! کیا حال ہے؟"

وہ سکراتی ہوئی بولی۔

"بڑے آرام سے ہوں اور اپنے بیٹے کا گائونڈ رہی ہوں۔"

میں نے کہا: "بیچارہ سردی سے بچنے کے لئے کب

تک گھاتا رہے گا۔ تم اس سے باتیں کرو۔"

"باتیں کرنے کے لئے اسنو ماسک کا ڈھانچا تیار ہونا پھر برف کے ذرات چبکے پر آکر چسپے لگتے ہیں کوئی بہت ضروری بات کرنی ہو تو بتاؤ۔ میں یہ تکلیف گزارا کر لوں گی؟"

"کوئی ضروری بات نہیں ہے۔ تم آرام سے لیٹی رہو میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحوں میں چیپسیزی کے داغ میں پہنچ گیا۔ وہ کھانا لگتا تھا۔ ادھر ادھر دیکھتا۔ گاڑی کو کھینچتا جا رہا تھا اس کی آنکھوں پر اسکاٹ لائٹ کا چھتر تھا۔ اس کے شیشوں کو برف کے ذرات چھپانا چاہتے تو وہ آئین سے انہیں مٹا کرتا جاتا۔ اس کے چاروں طرف یہاں سے وہاں تک زمین سے آسان تک برف ہی برف تھی۔ وہ دنیا آتی تھگی اور کھلی ہوئی نظر آتی تھی جیسے انہیں سردی میں بند کر دیا گیا ہو۔

وہ آگے بڑھنے کے دوران کسی بھی قلب نہا کر دیکھ رہا تھا۔ اور کین کی سمت معلوم کرتا رہتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

"وہ فضا طیس آلے میں نے کہاں رکھا ہے؟"

"آں... وہ اپنی جبین اور کر ٹورٹلے لگا۔ پھر اس کی سوچ نے کہا۔

"اور یاد آیا۔ میں نے اسے لکڑی کی بیٹی میں رکھ دیا ہے۔ اب اس کی ضرورت ہی کیا رہ گئی ہے؟"

میں سوچنے لگا کہ چیپسیزی اور سونیا کو کین کی طرف جانا چاہیے یا جہاز کی طرف؟ اگر وہ طیارے کی طرف جائیں گے تو رابرٹ اور اس کے ساتھی سونیا کو زندہ دیکھیں گے صرف یہی نہیں بلکہ سونیا اور چیپسیزی کی دوستی کو خطرہ بچ کر پہلی فرصت میں ان پر گولیاں چلا دیں گے۔

اور اگر وہ دریا کی تین کی طرف جائیں گے تو اس وقت تک کین کے کچھ لوگ شاید گرنے والے طیارے کی تلاش میں نکل پڑیں گے۔ رابرٹ سے ملاقات ہوگی تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ سونیا کو موت کی سزا دینے کے لئے وہاں بھیجا گیا تھا۔ ایسی صورت میں کین والے بھی سونیا کو زندہ دیکھ کر چیپسیزی کو کبھی دشمن سمجھیں گے۔

اس علاقہ کی مقررہ آجاری میں جہاں دشمن ہی دشمن تھے، وہاں سونیا ان سے چھپ کر نہیں رہ سکتی تھی۔ لہذا چیپسیزی کو اس خطرے کا احساس دلانا ضروری تھا۔ میں نے

کہا۔ "سونیا! اب اپنے پیر سے اسنو ماسک کا ڈھانچا لے کی زحمت گزارا کہ وہاں یہ معلوم کرو کہ چیپسیزی نے طیارے کے گرنے کی آواز سنی ہے یا نہیں؟"

سونیا سٹیج پر اسٹوکر موبیڈی تھی۔ پھر اس نے بڑھ کر ادھر اٹھا کر آواز دی: "چیپسیزی!"

"میں تمی؟ وہ چلتے چلتے رک گیا۔"

"کیا تم نے طیارے کے گرنے کی آواز سنی ہے؟"

"میں تمی اسی ہے؟"

سونیا نے میری سوچ کے مطابق پوچھا۔

"پھر تم ادھر کیوں نہیں جاتے؟"

"وہاں جا کر کیا ہوگا؟ طیارے کے حادثے میں کوئی زندہ نہیں بچتا۔ اگر وہاں کوئی بچا بھی ہوگا تو سردی سے محفوظ کر دیا ہوگا؟"

سونیا نے کہا: "میں یہ معلوم کرتا ہے کہ وہاں کوئی زندہ بچا ہے یا نہیں؟"

چیپسیزی نے قریب آکر پوچھا۔

"تمی! میں ان کی زندگی اور موت سے کیا لینا ہے؟"

"چیپسیزی اگر وہ مر گئے ہوں تو ہر ہے۔ اگر زندہ ہے تو میرے لئے خطرہ بن جائیں گے؟"

"اے کہ تمہاری ماں سونیا کے جسم میں ہے۔ جب وہ مرنی تھی تو ان کی کسی دشمن..."

اس نے سونیا کا ہاتھ عقیدت سے تھام کر کہا۔

"نہیں تم! اب یہ ہاتھ، یہ صورت اور یہ جسم میرے لئے مٹھلی ہے۔ یہ وجود دشمن نہیں۔ میرے لئے سایہ ہار و رفت ہے۔"

"یہ تم کب رہے ہو۔ مگر تمہارے ساتھی یہ تسلیم نہیں کریں گے کہ سونیا میری ہے اور میں تمہاری ماں ہوں؟"

"جو میری ماں کو تسلیم نہیں کرے گا۔ میں اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

"یہ تو تم بھی کر سکتی ہو۔ سونیا کے جسم میں اگر کبھی یوں لگتا ہے کہ مجھے میں جوڑ کر لے جاتی ہوں۔"

"ہاں تمی! وہ بہت ہی خطرناک فائلز بھی جاتی تھی۔"

"میں صرف فائلز بننے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا طیارے کے لوگ سب نہیں ہوں گے؟"

"ہاں۔ ان کے پاس ریولور اور مین جین ہیں؟"

" تو پھر تمہیں ذرا عقل سے سوچنا چاہیے کہ وہ مجھے سونیا کے روپ میں دیکھ کر ہی تمہیں کئے کہ تم نے سونیا سے دوستی کر لی ہے اور ان کے دشمن بن گئے ہو۔"

" میں انہیں بھانڈوں گا کہ تم میری ہی ہو۔"

" اور پھر پیسہ ہی! تم ملے بیٹے ہو، اس لئے تم نے یقین کر لیا یہی سائین دور میں سائنس لینے والے مادہ پرست لوگ یہ تسلیم نہیں کریں گے کہ تمہاری ماں کی روح سونیا کے جسم میں سمائی ہے۔"

وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ پھر جھٹکا کر لیا۔

" ان کی ایسی کیسی۔ جب وہ آپ کی عزت نہیں کریں گے تو کیا میں انہیں زندہ پھوڑ دوں گا؟"

" نیکی مسلح دشمنوں کے سامنے جانے سے پہلے تمہیں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ وہ ہر حال میں دشمن ہیں اور ان کے لئے معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

" تم! میں دوست اور دشمن کو نہیں جانتا۔ آپ کا حکم سدا آنکھوں پر۔ ان کے لئے معافی کی گنجائش نہیں ہوگی۔"

" تاہم! اب لیاریہ کے طرف چلو۔"

" میں کیا جاؤں لیاریہ کہاں جا کر رہا ہے؟"

" بیٹے! مقتاضی آرنکالو۔ اُس کی سوتی ٹولاری لیاریہ کی بنیاد ہی کرے گی۔"

" اور ہر وہی تو اسے بھول ہی گیا تھا۔ اس نے سونیا کو دروزں بازوؤں میں اٹھا کر کہا۔ تمی آپ ذرا کھڑی ہو جاؤں میں بکھڑی کی بیٹی سے مقتاضی آرنکالوں گا۔"

سونیا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر اٹکی بیٹانی کو چومتے ہوئے کہا

" میرا بیٹا۔ مجھے بھول کی طرح اٹھاتا ہے۔"

" ہا ہا ہا... اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

" میں تمہا ایک بیوی شکر کو ایک طرف سے اٹھا کر دوسری طرف الٹ دیتا ہوں۔ ہا ہا ہا..."

سونیا اُس کے بازوؤں سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ وہ کبلی وغیرہ ایک طرف ہٹا کر کھڑی کی بیٹی سے مقتاضی آرنکالو نکالتے ہوئے بولا۔

" جانتی ہیں تمی؟ سونیا کو بیوقوف بنا کر اُسے اپنی سلاح دہی گئی تھی کہ وہ لاسٹیشن ٹول کر چلے گی۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ میں مقتاضی آرنکالو کے ذریعے اپنی سلاح تک پہنچ سکتا ہوں۔ مگر انوسٹریسک پہنچنے سے پہلے ہی وہ کشتیا

فرمائی۔"

" کیا کہا؟"

" سونیا نے گرج کر کہا۔

" آں۔ میں۔ میں تو سونیا کو کہہ رہا ہوں تمی..."

" بیوقوف! اب یہ ہم سبسا رہے۔ سونیا کو گالی دو گے تو وہ گالی مجھے لگے گی۔"

وہ توبہ کے انداز میں اپنا منہ پھینکے لگا۔ پھر برف پر روزانہ پھر کر اس کے قدموں سے پھینکے ہوئے بولا۔

" مجھے معاف کر دیجئے تمی! میسکے زمانہ میں پھر چہ کرنی بات کہہ رہا ہوں، تب کچھ میں آئی ہے کہ وہ غلط ہے۔ آئندہ میں سونیا کے خلاف کچھ نہیں کہوں گا۔"

" اچھا اب اٹھو۔ آگے بڑھو۔ ہم کب تک اس کھلی فضا میں رہیں گے۔ ہمیں جلد از جلد زمین یا لیاریہ کے اندر پہنچ کر گرم فضا میں سانس لینا چاہیے۔"

تفخری و تبریدہ کا ڈیڑھ بیٹنا ہوا آگے بڑھنے لگا اس بار سونیا اُس کے ساتھ چل رہی تھی۔ اُس اپنی سلاح کو برف میں دفن کر دیا گیا تھا۔ اس لئے مقتاضی آرنکالو سوتی اب اُدھر گھوم گئی تھی، جدھر وہ لیاریہ برف میں دھنسا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔

" سونیا! جب تم لیاریہ کے قریب پہنچ جاؤ تو چیزیں سے کہنا کہ وہ اندر جائے اور ان سے کہے کہ اُس نے سونیا کو تو مار ڈالا ہے۔ مگر اب اس کی روح اس کا پیچھا کر رہی ہے۔"

سونیا نے چیخ کر کہا۔

" دیکھو چیخ پیسہ! اگر لیاریہ کے لوگ زندہ پائے جائیں گے تو میں اُن کا سامنا نہیں کروں گی۔ پہلے تم اُنکے پاس جا کر یہ معلوم کرنا کہ وہ روحانی عمل کرنا تھے ہیں یا نہیں؟"

" ٹھیک ہے۔ پہلے میں جا کر کہوں گا۔ میری تمی سونیا کے روپ میں زندہ ہو گئی ہیں۔ بتاؤ تم لوگ تمی کی عزت کرو گے یا نہیں؟"

" ایسے تو وہ کبھی یقین نہیں کریں گے اور عزت بھی نہیں کریں گے۔ پھر کہیں غصہ آ جائے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ تم اتنے لوگوں سے تنہا ہاٹاؤ شروع کر دو۔"

" پھر میں کیا کروں؟"

" تم ان سے کہو گے کہ تم نے سونیا کو مار ڈالا ہے، مگر اُس کی روح تمہارا پیچھا کر رہی ہے۔"

" آں! وہ ٹھیک کر سونیا کو سوسے پاؤں تک لہکنے لگا۔ اُس کی سوچ کبہر ہو گئی۔

" یہ سوسے پاؤں تک سونیا ہی ہے۔ کہیں یہ میری ماں بن کر مجھے دھوکہ تو نہیں دے رہی ہے؟"

اس کی ذہنی رو پھر سبک گئی۔ میں نے اُس کی ہوتج میں کہا۔

" میں عجیب باہل ہوں۔ اس کے سینے سے لگ کر مجھے مٹا کی جھاڑوں مل جاتی ہے۔ پھر بھی میں نالائق ہوں۔ ایک ماں کی پاکیزہ گود میں جا کر کبھی شہ کر رہا ہوں... ہاں مگر شہ دور ہو جائے تو بہتر ہے۔ میں تمی سے پوچھتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا تھا؟"

میں نے کہا۔ لیکن تمی جو جواب دیں گی۔ اُس کی تصدیق کیسے ہوگی؟ میں خود اپنے متعلق کس حد تک جانتا ہوں؟"

" اس حد تک جانتا ہوں کہ میری پرورش کس لئے والی ایک عورت جس کا نام گریشا تھا، اُس نے مجھے بارہ برس کی عمر تک اپنے پاس رکھا۔ اُس نے بتایا کہ میری ماں نے مجھے...."

وہ سوچ رہا تھا۔ اپنی ماں کے متعلق وہ تمام باتیں یاد کر رہا تھا۔ جنہیں وہ سونیا سے پوچھنے والا تھا۔ وہ اپنی اس لئے یاد کر رہا تھا کہ اپنی ماں اور دوسری عورتوں سے نفرت کرنے کے دوران وہ بہت سی باتیں بھول گیا تھا۔ سونیا نے پوچھا۔

" تم خاموش کیوں ہو گئے؟"

" تمی! میں سوچ رہا ہوں کہ آپ نے مجھے کہاں جنم دیا تھا اور کیوں چھوڑ کر ملی گئی تھیں؟"

سونیا میری سوچ کے ساتھ ساتھ کہنے لگی۔

" بیٹے! جب میں موجود ہوں تو مجھ سے پوچھو۔ سوچنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے بڑے مصائب کا سامنا کرتے ہوئے تمہیں جنم دیا ہے۔ تمہارے باپ کے رشتے دار یہ نہیں چاہتے تھے کہ میں تمہیں جنم دوں۔ تمہارے سوتیلے بھائی اپنے باپ کی جائیداد میں تمہیں حصہ دار نہیں بنانا چاہتے تھے۔ رشتہ داروں کے بہرے پر تمہارا باپ مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا..."

سونیا چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گئی۔ پھر بولی۔

" میں وہاں سے جان بچا کر بھاگی۔ تمہاری پیدائش کا

وقت قریب آچکا تھا۔ تکلیف کی شدت سے ہر حال تھا۔ مگر ہر حال میں تمہیں قاتلوں سے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ جہاں تک میری قوت برداشت ساتھ دے سکتی تھی میں ہر گام چلی تھی۔ آخر ایک تنگ جگہ سے گزرنے کے دوران لوٹھ کر گر پڑی۔ چند لمحوں کے بعد ہی میں نے وہیں گندی نالی کے پاس نہیں جنم دیا تھا۔ میرے بیٹے اور تمہارے رونے کی آواز سن کر ایک قریبی مکان کا دروازہ کھلا۔ پھر ایک عورت باہر آئی۔ اس کا نام گریشا تھا..."

میں نے سونیا کو پھر کھڑی ویر خاموش رہنے کے لئے کہا۔ پھر چیخ کر کہا۔ تاہم اسے معلوم کئے۔ اب وہ سونیا سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ وہی سب کچھ بتا رہی تھی۔ اس نے پوچھا۔

" تمی! آپ مجھے درگیشا کے پاس چھوڑ کر کیوں چلی گئیں؟"

" بیٹے! جس رات میں نے تمہیں جنم دیا۔ اس وقت طوفان اور بارش کا دور تھا۔ محلے والوں کو پتہ چلا کہ میں نے کس بے بسی کے عالم میں تمہیں جنم دیا ہے۔ دوسرے دن گریشا نے اپنے پڑوسیوں کو بتا کر میں اس کی بہن ہوں۔ اس لئے یہ بات تمہارے دشمنوں تک نہ پہنچے سکی کہ ایک فرار ہونے والی عورت نے کسی گلی میں ایک بچہ کو جنم دیا ہے۔ میں دو ماہ تک تمہارے ساتھ گریشا کے ہاں چھپی رہی۔ ایک الزار کو میں چرچ کی طرف جاری تھی کہ تمہارے سوتیلے بھائی نے مجھے رکھ لیا میں چرچ کے دوسرے دروازے سے نکل کر بھاگنے لگی۔ پھر پیسہ نے کہا۔ لیکن درگیشا نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ دشمنوں نے آپ کو چرچ میں دیکھ لیا تھا۔ سونیا نے پوچھا۔ گریشا نے کیا بتایا ہے تمہیں؟"

شہنامیوں (ولیان) کے پراثر واقعہ کا مجموعہ

بزمی شہنامیہ ضیائے بزمی کے قلم سے



قیمت

شائع ہو چکا ہے

اپنے قریبی بک رسالہ سے ہب کریں۔ یا براہ راست میں لکھیں

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۲۲۲ لاہور

" انہوں نے دروغ کی باتیں کہیں۔ پہلے تو وہ آپ کو مظلوم کہتی تھیں لیکن جب آپ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں۔ تو وہ کہنے لگیں کہ کوئی آپ کا اور میرا دشمن نہیں تھا۔ آپ نے گناہ کیا تھا۔ پھر اس گناہ کے بوجھ کو مددگار کی شکل میں مجھ کو بھاگ گئیں۔"

" بیٹے! میں ایسے حالات میں تھا کہ کوئی گمشدہ کا بھروسہ بڑھانا لازمی تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں تمہارے ہاتھ مٹو۔ اس کے لئے تمہارے باپ کو عدالت میں پیش کر دیں۔ میں نے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ مگر دوسرے ہی دن تمہارے سرخیلے بھائی نے جرح سے میرا بیجا کیا۔ اس سے پہلے کہ مجھے فراہم ہونے کے لئے کوئی نہیں ملتی۔ اس کے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا۔ پھر وہ مجھے ایک دریاں میں لے گئے۔ وہاں مجھے ناقابل برداشت اذیتیں دیتے رہے اور دلچسپے رہے کہ کب کہاں ہے؟ آخر میں دروں اور دروازوں تک اذیتیں برداشت کرتے کرتے مر گئی۔"

چیمپیزی دروازوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچنے اور دانت پیسنے لگا۔ پھر بیکارگی کر جانے لگا۔
" میں انہیں ایسی اذیتیں دیکھ کر زندہ رکھوں گا کہ وہ ہر لمحہ آپ سے موت کی بھینک مانگتے رہیں گے۔ تمہاری باتیں۔ وہ دانت کہاں ہے! جہان کی شہ رگ تک جھانسا ہے۔۔۔"

" یوں غصہ دکھانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہمارے پریشانیوں کو برداشت کرتے ہوئے وہاں پہنچ جائیں۔ آخر عدالت کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہم ماں بیٹے مل چکے ہیں۔ ہم اس علاقے سے نکلنے ہی دشمنوں کی قربت پر چھین گئے۔" وہ کسی قدر شائستہ ہو کر آگے بڑھنے لگا۔ " اس کی سوچ کبہر دی تھی۔"

" میں کس قدر کینہ ہوں۔ اپنی ماں کو گناہگار سمجھ رہا تھا۔ اور اب یہی شہ کر رہا تھا کہ میری ماں نہیں ہے مجھ جیسا احمق تو کوئی نہ ہوگا۔ پھر یہ سب کچھ ہوا کہ میں نے زبان سے اپنے تعلق دی باتیں کہیں، جو مجھے معلوم تھیں اب تو میں نشہ کی حالت میں بھی ماں کی متناظر غلطیوں پر شک نہیں کر رہا تھا۔"

اس کے دماغ کی کوئی کل درست نہیں تھی جس میں اتفاقاً وہ اچانک ہی کوئی بات سوچتا اور فراموشی اس پر عمل کرتا تھا اچانک ہی وہ اچھل کر سرینیا کی طرف پلٹ گیا۔ سرینیا گھبرا کر پیچھے ہٹتی ہوئی برلی۔ کیا بات ہے؟

اس کا سوال پورا ہونے سے پہلے وہ ارنلڈ سے ہنسنے لگا۔ پھر اس کے قدموں سے لپٹ کر گر ڈا کر کہنے لگا۔

" تمہاری معاف کر دیجئے۔ میں آپ پر شہ کر رہا تھا کہ آپ میری ممت نہیں ہیں۔"

سرینیا نے دانت پیٹتے ہوئے سوچا۔
" میں نے کس پاگل کے بچے کو پانا بچہ بنایا ہے۔ کینہ نے مجھے ڈرا کر رکھ دیا۔ پتہ نہیں اس کے ساتھ کیسے ہے گی۔۔۔"

پھر وہ جسیرا مسکاتی ہوئی برلی۔
" تم ایک نہیں ہزار بار شہ کر دو۔ میں تمہاری ماں ہوں، ماں ہی رہوں گی۔"

" تمہاری آپ نے مجھے معاف کر دیا۔؟"

" دل و جان سے معاف کیا۔ پورا سٹو۔ اگر تم اس طرح قدم قدم پر قدموں سے پیٹتے رہو گے تو ہم اپنی منزل تک پہنچ سکیں گے۔"

اس نے اٹھ کر اپنے لباس پر سے برف جھاڑی۔ پھر سیلیج کی ٹکڑوں کو تمام کر گئے بڑھنے لگا۔ اس کے دل میں اوساں کی ایک آنکھ دور میں سے لگی ہوئی تھی۔ سرینیا کی طرف سے ایسا یقین اور اعتماد پیدا ہو گیا تھا کہ وہ کبھی اس اٹھنا و گزرتا نہیں کر سکتا تھا۔ سرینیا آگے بڑھنے عبا میں پھر دھندلے سائے متحرک تھے۔ کتوں کی آوازیں کے دوران دور تک دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی۔

کیسی دیرانی اور تازا ہے۔ نہ رات کی تاریکی ہے، نہ نظر آتی ہے، نہ ہوش بیٹھے ہوئے تھے۔

دن کا احوال۔ میں نے سنا تھا کہ دنیا کے اس حصہ میں جو ماں تک رات رہتی ہے اور پھر ماہ تک سورج کی لہکی کی روشنی یہاں پہنچتی ہے۔ شاید ان دنوں جو ماہ کا ایک دن گذر رہا تھا۔ اس سے اندازہ ہے۔ میں کبھی بھی نہیں سکتی تھی کہ زندگی کے کسی لمحہ پر ہمارا وہ لوگ حیارے کی طرف جا رہے ہیں چیمپیزی نے یہاں پہنچ جائی گی؟

واقعی ایسی دیرانی جگہ یوں لگتا ہے جیسے برف کی آبی میں سے گذر رہے ہوں۔ وہاں نہ انسان نظر آتے تھے۔

جانور اور نہ ہی ایک درخت بھی دکھائی دیتا تھا۔ ایسے لگتی۔ پھر وہ برف گاڑی آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگی۔ دوسری دیرانے اور تازے میں اچانک زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔ جانب سے ایک شخص نے پوچھا۔

" ہزاروں۔۔۔ وہاں کون ہے۔ ہے۔ اے۔ اے۔" اب بہت دیر بعد اس دیرانے میں انسانی آوازیں دور دراز سے سننے لگی۔

دور دراز سے سننے لگی۔ سرینیا نے آواز کی جارہی تھی۔ چیمپیزی نے سیلیج کی گام چھوڑ دی۔ ہوسٹر سے ریلوے نکال کر رو کر دیا۔

" تمہاری آپ اسے میں پریشانی احتیاطاً رکھیں میری کوشش یہی ہوگی کہ آپ کو گولی چلانے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ میں آئے دالوں سے منٹ توں گا۔"

اس نے اپنی کرسی چلی کر پکڑ لی۔ ہنسنے لگا۔ آواز کی سمت کا اندازہ کرتے ہوئے دودھین سے دیکھنے لگا۔

دور میں۔ دور تک دکھائی تھی۔ لیکن برف کی سفید دھند میں کبھی پندہ میں قدم کے فاصلے تک ہی دیکھا جا سکتا تھا۔ سرینیا نے پوچھا۔

" کیا اس علاقے میں کتے پائے جاتے ہیں؟"

چیمپیزی نے جواب دیا۔
" پائے جاتے ہیں۔ برف گاڑی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کھینچ کر لے جاتے ہیں۔"

" اس کا مطلب ہے کہ وہ سیلیج کو کھینچتے ہوئے ادھر آجائے ہیں۔ اس سیلیج پر آدمی بھی ہوں گے؟"

" ہاں۔ یہ لوگ یقیناً اپنے کینہ سے نکل کر آ رہے ہیں۔۔۔ وہ دیکھو۔"

چیمپیزی نے اسکاٹی لائٹ کا چشمہ پٹائی پر رکھ لیا تھا۔ اسکاٹی لائٹ کا چشمہ پٹائی پر رکھ لیا تھا۔

گنا گاڑی کے سوا چیمپیزی اور سرینیا کے دائیں طرف نظر آئے تھے اور اب بائیں طرف بڑھتے جا رہے تھے۔

یہاں پہنچتے ہی وہ لوگ حیارے کی طرف جا رہے ہیں چیمپیزی نے یہاں پہنچ جائی گی؟

" ہے۔ یو۔ الٹ۔۔۔"

اس کی آواز گولی کی طرح سنائی ہوئی ڈور تک جاؤ اور نہ ہی ایک درخت بھی دکھائی دیتا تھا۔ ایسے لگتی۔ پھر وہ برف گاڑی آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگی۔ دوسری دیرانے اور تازے میں اچانک زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔ جانب سے ایک شخص نے پوچھا۔

" ہزاروں۔۔۔ وہاں کون ہے۔ ہے۔ اے۔ اے۔" اب بہت دیر بعد اس دیرانے میں انسانی آوازیں دور دراز سے سننے لگی۔

دور دراز سے سننے لگی۔ سرینیا نے آواز کی جارہی تھی۔ چیمپیزی نے سیلیج کی گام چھوڑ دی۔ ہوسٹر سے ریلوے نکال کر رو کر دیا۔

تھا۔ لباس بھی مردوں جیسا تھا۔ اس لئے وہ پہچانی نہیں جاتی تھی۔ میں نے چیمپیزی کی سر میں جو جواب دیا۔

" یہ میرا ایک دوست ہے۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔
" میں اطلاع ملی ہے کہ تم سرینیا نام کی ایک عورت کو ہلاک کرنے کے بعد تمہا کینہ کی طرف آؤ گے۔ مگر ایک دوست کا اضافہ کیسے ہو گیا؟"

چیمپیزی نے کہا۔ " میں قریب آکر تمہارے سوالوں کے جواب دوں گا۔"

" الٹ۔ قریب آنے سے پہلے اپنے ہتھیار چھینک دو۔"

چیمپیزی نے کہا۔ " ہم دوست ہیں اور دونوں سے ہتھیار چھیننے کے لئے نہیں کہا جاتا۔"

" ہزاروں کتوں کی جگمگ سے تمہیں کرو۔ اور ہتھیار چھینک کر ادھر آؤ۔"

میں نے سرینیا سے کہا۔
" چیمپیزی کو سمجھاؤ کہ ہتھیار چھینک دے۔"

سرینیا نے اپنا ریلوے چیمپیزی سے ہونے کہا۔
" ہر ضرور! ان کا حکم مان لو۔ ورنہ وہ خطہ ہوسر کرتے ہی سھاگ جائیں گے۔ پھر اپنی پوری ٹیم کے ساتھ واپس آئیں گے۔"

چیمپیزی ماں کا حکم نہیں مان سکتا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا۔

" تمہاری ماں کا حکم نہیں ہو کر ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ آپ کو سرینیا کے روپ میں دیکھ کر وہ میرے بھی دشمن بن جائیں گے۔"

" دشمن بننے دور۔ جب میں تمہاری پیدائش کے وقت تمہیں دشمنوں سے پہچانتی تھی تو کیا اب تمہاری حفاظت نہیں کر دوں گی؟"

اس نے اپنی گن کو سیلیج پر چھینکے ہوئے کہا۔
" اب میں سچ نہیں ہوں۔ آپ مجھے شرمندہ نہ کریں، اب میں آپ کی حفاظت کر دوں گا۔"

پھر اس نے سیلیج کا اطلاع دی۔
" ہم نے ہتھیار چھینک دیئے ہیں اور اب دروازوں ہاتھ اٹھائے آ رہے ہیں۔"

کہ کہاں چھوڑا ہے۔ میں چھپیزی کی لہر سونگھنا چاہتی ہوں مگر ہوا کی رفتار طوفانی ہے۔ شاید وہ ہوا کی مخالفت محنت میں ہے۔ اس لئے اس کی برہنیں بل رہی ہے۔
 میں نے کہا: "نرا چند قدم ادھر ادھر جا کر دکھو جہاں سے آئی ہو۔ اس راستے پر بہت گاڑی کے نشانات نظر آتے ہیں۔"

اس نے مارن کے کپڑے اور جوتوں کو سلینج پر رکھا پھر حقارتی دور تک برف کی سطح پر ادھر ادھر چلی رہی لئے ایک جگہ گاڑی کے نشانات نظر آئے۔ وہ سلینج پر آکر ٹپٹپٹی چھپرکتوں کی ہنگام حتمام کر گاڑی کو اس راستے پر لوٹ دیا۔ حالانکہ وہ نشانات نظر آ رہے تھے لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھتی گئی، نشانات ٹھنڈے گئے۔ تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ برف کی سطح پر صرف تازہ نشانات نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد فراہ نقش قدم ہوں، خواہ گڑھے ہوں وہ سب برف سے پڑھ جاتے ہیں۔

"اب کیا ہوگا؟" سونیا نے پوچھا۔
 میں نے کہا: "زرا متھرو۔ میں چھپیزی اور سیلبر کی خبر لے کر آتا ہوں۔"
 وہ ایسا علاقہ تھا کہ مسافر ذرا سے بے راہ ہو جاتے تھے۔ مخصوص حالات میں کبھی قطب نما اور کبھی نقشا میں لگے کے ذریعہ منزل کا پتہ معلوم ہو جاتا تھا۔ اور سونیا کے پاس وہ دو دنوں چیز بھی نہیں تھیں۔ میں نے چھپیزی کے دریا میں جھانک کر دیکھا۔ وہ اپنی ٹی کے لئے پریشان تھا۔ تب اب تک واپس نہیں آئی تھی۔ لہذا وہ اپنا غصہ سیلبر پر اتار رہا تھا۔ سیلبر کی ایک ٹانگہ برف گرنی لگی تھی۔ وہ اپنی ٹانگہ پر چڑھے برف پر بیٹھا ہوا تھا۔ چھپیزی نے اسے ایک ٹھکرہ مار لیا ہوتا تھا۔

"میری ٹی ابھی تک واپس نہیں آئی۔ اگر انہیں کوئی نقصان پہنچا تو میں تم سب کا قہر بنا کر رکھ دوں گا۔" سیلبر نے تکلیف سے کہا۔
 "ہاں جیسے۔ وہ لوگ واپس آ جائیں مگر تم انسانیت کا ثبوت دو۔ ہماری سیلج میں فرسٹ ایڈ باس تھا۔ وہ ان کے ساتھ چلا گیا۔ تمہارے سامان میں امداد کی دو اہلیں ضرور ہوں گی۔ فائر اسٹیک سیک وہ دریا میں نکالو۔ میں تکلیف سے مل جا رہا ہوں۔"
 "جب تک می نہیں آئی گی۔ میں تمہارے تڑپنے کا تناشاہہ دیکھتا رہوں گا۔"

میں نے چھپیزی کی سوچ میں کہا۔
 "اگر تڑپ تڑپ کر بڑھ جائے گا تو میں کبھی مارن کے متعلق معلومات حاصل نہیں کر سوں گا۔ اپنا مقصد حاصل ہونے تک اسے زندہ رکھنا چاہیے۔"
 اس نے غصہ سے جھڑک کر کہا۔

"ارے واہ ان علامتوں کی وجہ سے میری ٹی بھوتے پھر گئیں اور میں اس کا علاج کروں اور اس کی تیار داری اور خدمت کروں۔۔۔ کبھی نہیں۔ میں اور پاپا کوشٹ تک تم کا انتظار کروں گا۔ پھر اسے گرلی ماڈوں کا۔"
 وہ عجیب اڑیل جیسا تھا۔ بڑی مشکلوں سے متاثر میں آتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں بھجایا۔
 "مگر میں تم کے لئے آنا نہ کر سکتی ہوں۔ یہاں کی حالتیں نے نہیں دیکھا ہے کہ ان کے پاس روحانی قوتیں ہیں۔ میں بھی پہلے باروشن کرنا نہیں نقصان نہ پہنچا سکا۔ کرنی نہیں دن بن کر ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ وہ مارن جیسے دشمن کو زندہ نہیں چھوڑتی گی۔"

اس خیال سے وہ مطمئن ہو کر سوچنے لگا۔
 "ہاں۔ میری ٹی کا لڑکھائی جواب نہیں ہے۔ مجھے ان کے لئے پریشان نہیں ہرنا چاہیے۔"
 پریشانی دور ہوتے ہی اس نے تہمتہ لگا کر سیلبر سے کہا۔
 "تمہارا ساتھی میری ٹی کے ہاتھوں مر چکا ہوگا۔ اب میں تمہارا اطلاع کروں گا۔"
 وہ تہمتہ لگا ہوا اپنے سامان سے فرسٹ ایڈ باس نکالنے لگا۔ پھر اس نے قریب آکر کہا۔
 "سیلبر! میں اس لئے تمہارے کام آ کر ہوں کہ تم ہمارے کام آؤ گے۔ اگر تم نے ہمارا ساتھ نہ دیا اور کسی مقام پر دھوکہ دینے کی کوشش کی تو میں۔۔۔"

سیلبر نے جلدی سے کہا۔
 "نہن پڑھی۔ میں بھی دھوکہ نہیں دوں گا۔ تم جو کہو گے، وہ کروں گا۔۔۔"
 مگر اس کی سوچ کبہ رہی تھی کہ وہ چھپیزی کو کبھی میں پہنچانے کے بعد انتقام لے گا۔ میں نے اس کی سوچ میں بھجایا۔
 "مارن اگر سونیا کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے گا تو سونیا ادھر واپس کیسے آئے گی۔ اگر نہیں، آہے گی تو یہ پاگل کا پتہ مجھے مار ڈالے گا۔"

"آں۔ ہاں۔" وہ اپنے طور پر گھبرا کر سوچنے لگا۔ اتل تو مارن ایسا کر رہے نہیں ہے کہ ایک عورت سے مار کھا جائے وہ میری مدد کے لئے ضرور آئے گا۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔
 "ہاں ضرور آئے گا لیکن تارک ایک سیلبر بھی نظر رکھنا چاہیے۔ یہ کبھی سونیا چاہیے کہ سونیا مارن پر غالب آسکتی ہے۔"

اس کی سوچ نے کہا: "تو پھر غالب آکر کبھی بری ہوں سمجھنے گی۔ اس علامت میں ہم جیسے لوگوں کو کبھی راستوں کا پلم نہیں ہرنا۔ ہم باہر نکلنے کے بعد کبھی کے ریڈیو آبرو سے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کرتے ہیں اور سب اہلیں کبھی کی طرف واپس جانا ہوتا ہے۔ تو ہم کتوں کی نگاہ ڈھیل چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ کتے اپنی پناہ گاہ میں رکھی ہوئی خرداک کو سونگھ کر کبھی کبھی تک پہنچا دیتے ہیں۔"
 مجھے یہ علم ہو گیا کہ کبھی تک اس طرف پہنچا جاسکتا ہے فی الحال میں سونیا کو کبھی کی طرف جانے کا مشورہ نہیں لے سکتا تھا۔ میں نے سیلبر کی سوچ میں کہا۔
 "سوچ نہ نہیں آتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ اگر سیلج کے کتے سونیا کو کبھی کی طرف لیا جائیں گے۔ تو پھر میں کبھی کا راستہ کیسے معلوم کروں گا؟"

وہ اپنا سر تھپتھپتے ہوئے سوچنے لگا۔
 "میں کبھی اعتماد بائیں سوچ رہا ہوں۔ جبکہ میں جانتا ہوں کہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کبھی مارن کو اطلاع دوں گا تو وہ مجھے واپس لے جانے کے لئے کتوں کی راہنمائی میں میرے پاس پہنچ جائیں گے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے ایک زور کی چیخ ماری پستہ چلا کر چھپیزی پر ڈھکی گئی سے اس کی ٹانگ سے گرنی نکال رہا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر سونیا کو دیکھنے لگا۔ وہ سیلج پر بیٹھی تیزی سے ہمیں چلی جا رہی تھی میں نے پوچھا۔
 "یہ تم کہاں جا رہی ہو؟"

اس نے جواب دیا: "ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی۔ میں نے کتوں کی نگاہ ڈھیل چھوڑ دی ہے۔ یہ خود ہی سمجھانے والے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ سیلبر کو پہنچا سکتے ہیں۔ اس طرف جا رہے ہیں۔"
 "میں سونیا! انہیں فرار روکو۔ انہیں ڈھیل دی جا تو یہ سیدھے کبھی کی طرف جاتے ہیں۔"

وہ نگاہ کھینچ کر انہیں روکنے کی کوشش کرنے لگی گاڑی رکھتے رکھتے ذرا اور دوڑ چلی گئی۔ تب اس نے غصہ سے ایک دیکھتے ہوئے حیرانی سے کہا۔
 "مزاد باریہ تو کمال ہو گیا!"

دوسروں کی دیکھنے والی آنکھیں اور سوچنے والا دماغ مجھے ہلکے بھٹکتے ہی بتا دیتا ہے کہ وہ کیا دیکھ رہے ہیں اور وہ کس بات پر حیران ہیں۔ میں نے استعجاب نہ کر لیا۔
 "کون سا کمال ہو گیا میری جان؟"

وہ جھپٹے انداز میں بولی۔
 "مجھے وہ طیارہ نظر آ رہا ہے۔ میں طیارے کے قریب پہنچ گئی ہوں۔"
 "ویری گڈ۔ ایک منزل طے ہو گئی۔ میں چھپیزی کو وہاں پہنچا دوں گا۔"

"اس کے آگے تک میں کیا کروں؟"
 "میں نے پوچھا ایک راگ آتا ہے۔"
 "اس نے پوچھا۔ یہ وہ ایک راگ کیا ہوتا ہے۔"
 "یہ آگ لگانے والا کا ہے۔ اگر تم تان لگاؤ گی تو چادروں طوفان دے جل اٹھیں گے۔ پھر تمہیں سردی نہیں لگے گی۔"
 "ہاں تم میرا مذاق اڑاؤ گے۔ کیونکہ خود طے آرام سے کہیں بیٹھے یا بیٹھے ہو۔"

"تم نے یاد دلایا تو مجھے یاد آ یا کہ میں نیلا کے گرم علاقے میں ہوں۔ وہ نہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے اور چھپیزی کے درمیان آشیانہ بنانے کے دوران خود کو برفانی علاقہ میں پار رہا ہوں۔ تم لوگوں کے احساسات کو بنا کر خود بھی سردی سے کھٹھڑ رہا ہوں۔ کیونکہ انسان اپنے دماغ سے زمانے کی سردی گرمی محسوس کرتا ہے اور میرا دماغ تم لوگوں کے پاس ہے۔ پس ثبات ہو کر تمہارے خیال کے مطابق میں آرام سے نہیں ہوں۔"

"تم یہ دماغ کے کھیل مجھے نہ سمجھاؤ۔ یہاں میں کب تک نگاہ سمجھنے میں رہوں گی۔ اگر ڈھیل دوں گی تو یہ کتے پھر بھاگنے لگیں گے۔"
 "جان میں! نگاہ کو مضبوطی کے ساتھ سلینج سے باندھ دو۔ تاکہ انہیں ڈھیل نہ لے۔ اگر سلینج میں دریاں یا چرٹے کے تھے ہوں تو کتوں کے پھلے دو دو پاؤں باندھ دو پھر وہ کہیں نہیں جاسکیں گے۔"
 "کیا خوب مشورہ دے رہے ہو۔ کیا وہ مجھے نہیں لائیں"

ہاں کی کیمپوں سے ہوتی ایک جمہوریتی ہی جمہوریتی کے ایک کرے کی ایک دلدار سے دوسری دلدار تک ایک جانی دار جمہوریتا تھا۔ اس جمہورے میں آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ مجھے میاں آ کر لیں لکھا ہے میں ہی اس کی نشاندہ کرے سے نکل کر ہری گرم نغمہ میں سانس لے رہا ہوں ٹیلی جیتی کے موسم اسی طرح پلک جھپکتے ہی بدل جاتے ہیں۔

میں نے سختی دیر اس جمہورے میں لیٹ کر گزارا کیا۔ جو میری منہ لڑنی بہن تھی اور وہیں ہی کراس جمہوریتی سے رخصت ہو چکی تھی۔ پھر میں نے سوچا کہ اس کے ستر نامورا کے دماغ میں جھانک کر دیکھوں۔ شاید وہ مسیحا متعلق اپنا فیصلہ بدل رہا ہو۔ پھر یہ خیال آیا کہ ابھی چھپتی رات منزا اس کی وہیں ہی ہے۔ وہ لوگ بار بھارت منت گذار رہے ہوں گے۔ مجھے ان کے دماغ میں نہیں جھانکنا چاہیے۔

میں جمہورے سے اتر کر کھڑکی کے پاس آیا۔ اُسے کھول کر دیکھا تو باہر دھوپ چمک رہی تھی۔ میری ریش واپ دن کے دس بج رہی تھی میں نے کھڑکی کو دوبارہ بند کر دی۔ وہاں سے چلتا ہوا ہاتھ روم میں گیا۔ پندرہ منٹ بعد ہاتھ روم سے نکل کر دوسرے کمرے میں پہنچا۔ منزا کی لڑھی ماں نے مجھے دیکھتے ہی اشاروں کی زبان میں پوچھا۔

”کچھ کھاؤ گے؟“

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے اُسے پانچ ڈالر نکال کر دیئے۔ تاکہ وہ میسرے لے سکیں منگوا دے اُس نے اشاروں میں بتایا کہ بیروں کی ضرورت نہیں ہے نامورا میری ضرورت کی ہر چیزیں یہاں فراہم کر رکھے گا۔

کے بعد میں نے لڑھی عورت کو اشاروں میں بھیجا کہ اب میں پھر آرام کرنے جا رہا ہوں۔ میسرے کمرے میں کوئی نہ آئے۔

میں ویسے ہی منزا اور نامورا کی طرف سے مطمئن تھا کہ وہ منی مرن مانے میں مصروف رہیں گے۔ شاید دو چار روز اور لاٹھ نہ کریں۔ میں نے اپنے کمرے کے دروازے کے اندر سے بند کیا۔ پھر ایک مگرٹ لٹکا کر ابھی چھپ کر بیوی گیا۔ ذلت بڑا مہربان تھا۔ مجھے دماغ کی اسکین پر تاشے دیکھنے کی اجازت دے رہا تھا۔ لہذا میں آنکھیں بند کر کے اپنی سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

اس بار میں نے سونیا کو اپنی اندکی اطلاع نہیں دی۔ یہ تربیت اچھا ہر امنی کہ آپ کو سونیا کا جسم مل گیا۔ ارادہ یہ تھا کہ چپ چاپ تماشا دیکھا کروں گا۔ سونیا نہیں آپ کی طرف سے مطمئن رہوں گا۔ منکر یہ بات کچھ سے اپنے طور پر کسی طرح منتقل ہے یہ بھی دیکھا کہ لڑھکیوں کی کہ میں پہلے بار آپ کو ہاتھ کیوں نہیں لگا سکتا ملائے میں پہنچتی ہی میں نے سونیا کے دماغ سے چھپسے۔ اور اہ۔ یاد آ گیا۔ میری بھی کھڑکی کیا ہے۔ میں آواز سی۔ وہ دوسرے اپنی تھی کہ بیکار رہا تھا۔ وہ چھپسے کی آواز سن کر چاروں طرف دیکھا۔ وقت اپنی تھی سے گنتاخی کر رہا تھا۔ اب کبھی نہیں کر دل اندازہ کرنے ہی کہ وہ کس سمت سے آ رہا ہے۔ پھر سونیا نے مسک کر پوچھا۔

جواب دیا۔ ”اب تم بتاؤ۔ سید کہاں ہے؟“

”چم چلے زمی... میرے بیٹے! میں طیارے سے گرنے کی نالی تو وہ بہوش موجود ہوں۔ تم شاید طیارے کے دوسری طرف ہو۔ اب ہوش میں ہے اور بیچ پر آرام سے لیٹا ہوا دروازے کی طرف آ جاؤ...“

”میں نے چھپسے کی پاس بیچ کر دیکھا۔ میں نے رکھ لیا ہے۔“

دوست تھا۔ وہ طیارے کے قریب بیچ کر کھٹکا رہا۔ وہ دروازے چھپسے ہی بھے دے دو۔ اور ایک سونیا نے مجھا یا تو اُسے عقل آئی کہ طیارے کے چاروں طرف سے گنت کرنا چاہیے۔ وہ برف گاڑی کو کھینچتا ہوا طیارے چھپسے نے بلا چوں وچرا سب کچھ اُسے دیدیا۔ پھر اگلے حصہ کی طرف سے گھر کر دروازے سے کچھ نالے نہا۔

تو اسے برف کی دھند میں اپنی ہوتی سونیا نظر آئی۔ اب تم طیارے کے دروازے پر جا کر دستک دو۔ ”رومانی ڈارنگ تھی... یہ وہ دور تھا ہوا۔ اب میں یہ بتاؤ کہ تم نے سونیا کو مار ڈالا ہے اور اب اس کو دروازے بازوں میں اٹھا کر تھپے لگا کر ہوا ہوا۔“

میری تھی گنتی دلیریں۔ مجھے بتائی تھی! آپ نے! میں سونیا اور چھپسے کی کو چھوڑ کر طیارے کے اندر کس طرح پہنچا چھڑایا۔ یقیناً آپ نے روحانی قتلہ کیا۔ وہاں رابرٹ، آکر اور ایک کے علاوہ وہ اسے ہلاک کیا ہوگا۔“

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”نہیں بیٹے! ایک ماڑی میں تم مانے کے بعد اسے بائیں کر رہے تھے۔ روحانی قوتوں سے کام نہیں لے سکتی۔ میں حیران ہی بہت حیرت پہنچتی رہے۔ آکر کھڑے اپنی ٹیم کے سونیا کسی خطرناک فائر سقمی۔ دیکھنا، جہم توڑی سے کہا۔

لڑنے والے دستہ پاؤں بھی اس کے میں اور تیز تر رابرٹ! ہم یہاں چھ گھنٹے گزار چکے ہیں۔ اب تک دلاوا دماغ بھی اس کا ہے۔ بس اس دماغ سے دانہ ہمارے دماغ کے لئے نہیں آیا۔ کیا کین دوائی نے گئے۔ یہ دروازے ہاتھ اس کی مرمت کرنے سے بچے بھرنے کی آواز نہیں ملتی ہے؟“

نے مجھے بھیجا کہ مارن کو دروازے کی طرف سے پڑھ کر رابرٹ نے پریشان ہو کر کہا۔

باہر چھپتے وقت اس کی دروازے ناہنگیں چکھ لیں۔ جہاں کین تک ضرور آواز پہنچتی ہوگی۔ مجھ میں نہیں آتا کہ میں نے دماغ کی ہدایت پر عمل کیا تو مارن بیچ کے ہیں نظر انداز کیوں کر رہے ہیں۔ کوئی بات نہیں برف پر اوندھے منہ گھٹنا چلا گیا۔“

براہیک گھٹنا انتظار کروں گا۔ اس کے بعد میں وہ کبھی رہی چھپسے کی منتار کہ مارن برف...“

سلع سے کس طرح رگڑ کھا تا ہوا گیا۔ تمام بائیں کی بات بھری ہونے سے پہلے ہی باہر سے آواز ملی۔ کوئی دروازے کو کھینچ رہا تھا۔ وہ سب چوٹی بھلاسنے کہا۔

سے اچھل پڑے۔ آگئے۔ وہ لوگ آگئے...“

ایک جیب سے چابیاں نکالتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ رابرٹ نے اسٹین گن سنبھال لی۔ ایک لڑجوان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”رابرٹ! اس علاقہ میں ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے کیا تم اسٹین گن سے آئے والے دوستوں کا استقبال کر دے؟“

رابرٹ نے بڑی خمیدگی سے کہا۔

”کون جاتا ہے کہ آنے والا وقت درست ہوتا ہے یا دشمن؟ کیا اپنے علاقے میں؟ اپنے گھر میں اپنے ہی دشمن نہیں ہوتے؟ میری بات مجھ میں نہ آنے کو اتنا ہی بھولا ہوں جتنا ط رہنے کا عادی ہوں۔“

دروازہ کھل گیا۔ اُس کے ساتھ ہی تین ہوا کو بھرنے

اور برف کے ذرات اندر آنے لگے۔ باہر کی دھند میں ایک دلر قاتل انسان نظر آ رہا تھا۔ اسنو ماسک کے باعث وہ چھپسے سے چھپا ناہیں جاتا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے اس کے ڈول ڈول سے اُسے پہچان لیا۔ رابرٹ نے بلند آواز سے پوچھا۔

”چھپسے ہی! تم ہو؟“

اُس نے چھپسے سے بڑا ہٹا کر کہا۔

”ہاں۔ مجھے فرما اندر آنے دو۔ میں بہت عیبیت میں گرفتار ہوں۔“

طیارہ برف میں دھنسا ہوا تھا۔ اس کے باوجود اس کا دروازہ تقریباً پانچ منٹ کی بلندی پر تھا۔ چھپسے اپنی وزنی لباس پہن کر اپنے دوسرا سٹی پونڈ کا وزن لے کر اوپر پہنچ چھڑ سکتا تھا۔ اس کے لئے جہاز کی ایک لائی سیٹ کا تختہ اٹھا ڈالیا۔ پھر اُسے دروازے سے برف کی سطح تک بچھا ڈالیا۔ جب وہ اندر آ گیا تو زرا ہی دروازے کو بند کر دیا گیا۔ کیونکہ باہر سے آنے والی سرد ہوا ناقابل برداشت تھی۔ رابرٹ نے پوچھا۔

”تمہیں کین کی طرف جانا تھا۔ یہاں کیسے آگئے؟“

چھپسے نے مارن کا لباس اور جوئے ان کے اگے پھینکے ہوئے کہا۔

”باہر مت میرا تعاقب کر رہی ہے۔ میں جھنگتا ہوا یہاں آ گیا ہوں۔“

”تم کیا کہہ رہے ہو؟ صاف صاف کہو؟“

”میں کیا کہوں جبکہ میری کچھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔“

مجھے سردی لگ رہی ہے۔ کافی پلاؤ۔
اس کے لئے فرما رہی تھی سہرا سے کافی نکالی گئی۔

رابرٹ نے پرچھا۔
"کیا تم نے سونیا کو ہلاک کر دیا؟"
"کروا۔۔۔" اُس نے کافی کا ایک گھونٹ لیا۔
"پھر تم پریشان کیوں ہو؟ موت کس طرح تمہارا
تعاقب کر رہی ہے؟"
اُس نے ایک اور گھونٹ پینے کے بعد کہا۔

"موت تو بعد میں آئے گی۔ ابھی تو اس کی روح بھیجا
کر رہی ہے۔"
"کیا تک رسد ہو؟" رابرٹ نے ڈانٹ کر پوچھا۔
"چیمپیزی نے کافی کی پیالی کو فریض پر سچ کر غصہ
سے کہا۔
"اے تم مجھے ڈانٹ رہے ہو۔ میں تمہارا منہ تو
دول گا۔"

رابرٹ کو فرما رہی عقل آگئی کہ اس کے سامنے ایک
پاگل بات تھی ہے۔ اسے چالوسی سے لاک کرنا ہوگا۔ اُس نے
فرما رہی عاجزی سے کہا۔

سوریا ماسٹر چیمپیزی! مجھے غلطی ہوگئی۔ مگر
دیکھو نا، تم اسی بات کر رہے ہو، جسے کوئی بھی ذہن آوی
تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ روک ٹوک پیسہ نہیں ہوتی۔"

"سنو نہیں ہوتی ہوگی مگر سونیا کی روح باہر مڑو رہے
کیا مطلب؟" وہ سب ہی چونک کر بند دروازے
کی جانب دیکھنے لگے۔ بند دروازے کے باہر سونیا نظر نہیں
آ سکتی تھی لیکن وہ لوگ تقریریں اس معصیت کو بھڑکاتے
دیکھ رہے تھے۔ رابرٹ نے پھر حرمشا ملانہ بھر میں کہا۔

"ماسٹر چیمپیزی! تم بہت بھگوار ہو رہی معصیت کے
وقت کبھی پریشان نہیں ہوتے۔ اب کبھی نہیں پورے ہوش
حواس کے ساتھ گفتگو کرنی چاہیے۔"

"میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔ یقین نہ ہو تو باہر
جا کر دیکھ لو۔"

"ہم دیکھیں گے۔ اگر سونیا مڑو رہی تو اس کا مطلب
یہی ہوگا کہ تم نے اُسے ہلاک نہیں کیا ہے۔"

"کیا میں جھوٹ کہتا ہوں میں اپنے ان دروازوں کو
اس وقت تک اُس کا گلا گھونٹتا رہا۔ جب تک کہ اُس کا
دم نہیں نکل گیا۔ یہ ہاتھ فرلا دے کہ میں یقین نہ آئے تو کوئی

اپنی گردن پیش کرے۔"
وہ گلا گھونٹنے کے انداز میں اپنے فرلا دی
کو آگے بڑھا کر ایک ایک کا منہ کھنکھنکا۔ مگر سب
گھٹے آ رہے تھے۔

"ماسٹر! ابھی تمہاری طاقت کا اندازہ بند
کبھی ہو سکتا ہے کہ گلا گھونٹنے کے دوران سونیا نے
روک لی ہو۔ اور تمہیں دھوکہ دینے کے لئے مردہ کو
"کبھی نہیں۔ اسے مار ڈالنے کے بعد میں نے
نہیں دیکھی تھی میں اناڑی نہیں ہوں، میں نے اُسے
میں دفن کر دیا تھا۔ پھر آدھ گھنٹہ تک وہاں کھڑا رہا
کی قبر میں آدھ گھنٹہ تک سانس روک سکتی ہے۔"

وہ سب ایک دوسرے کا منہ کھنکھنکے
کے درمیان میں مڑو رہا تھا۔ اس کی سورج کبہ رہی تھی۔
"یہ پاگل کا بچہ ہلا مارا داغ خراب کرنے آ گیا ہے
کیے یقین کروں کہ سونیا کا گلا گھونٹنے کے بعد اور
کرنے کے بعد کبھی وہ زندہ ہوگی۔ اُسے ہلاک کرنا
دوران چیمپیزی سے ضرور کرنی غلطی ہوگی ہے۔"

آ رہے تھے چیمپیزی سے پوچھا۔
"اچھا تو وہ گھنٹے بعد وہ برف کی تہ برف
آئی؟"

چیمپیزی نے جواب دیا۔
"نہیں، میں آدھ گھنٹہ بعد وہاں سے آگے بڑھ
دور جانے کے بعد میں نے دیکھا۔ وہ چند قدموں کا
پروٹیکٹو سامنے کھڑی ہوئی تھی میں اُسے دیکھ کر
وہ میرے قریب آئی ہوئی ہوئی۔"

"تم مجھے نہیں مار سکتے۔ اب تمہیں چھوڑنا پڑا
کے بعد اب میری روح اپنے تمام دشمنوں سے اتنا
لے گی۔"

چیمپیزی نے ٹیس کو پانچ ہوئی تھی کہ وہ ہاتھوں
لے کر کہا۔
"پھر میں نے اپنی یہ رنگ منجھالی لی۔ وہ میرے
تھی۔ میرا نشانہ چونک نہیں سکتا تھا۔ میں نے اُس
کا نشانہ لے کر فرار کیا۔ مگر وہ دیکھ کر میری حیران آ
نہ رہی کہ وہ زندہ کھڑی رہی تھی۔"

رابرٹ کے سوا تمام سننے والوں نے یوں
لی تھیں جیسے یہ واقعہ ان کی نگاہوں کے سامنے
ہو رہا ہے۔

رابرٹ بہت ہی مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا۔ اپنے
نظریات سے ہٹ کر کبھی کسی روح کی موجودگی تسلیم نہیں
کر سکتا تھا۔ اناک نے پوچھا۔
"ماسٹر! ہر سنا ہے کہ تمہارا نشانہ چونک گیا ہو؟"
"ہاں۔ میں نے کبھی کسی سورج کو کبھی بے روپے فارنگ
کی۔ مگر وہ میکس سامنے تھپتھپا رہی۔"

رابرٹ چپ چاپ اُسے بے یقینی سے دیکھ رہا تھا
اُس نے پوچھا۔
"ماسٹر چیمپیزی! تمہارا ریلو اور کہاں ہے؟"
"سونیا کے پاس ہے۔"
"تم نے اُسے دیا ہے؟"
"ہاں۔ ہن۔ نہیں۔ اُس نے مجھے سے یقین لیا۔۔۔"

"اچھا تو وہ روح ریلو اور چلا نا جاتی ہے؟"
"ہاں۔ جاتی ہے۔"
"تو پھر اس نے تمہیں زندہ کیوں چھوڑ دیا؟"
"وہ کبھی ہے کہ پہلے تم سب کو ہلاک کرے گی، آؤ
مجھے مارے گی۔ اس نے مجھے دیا ہے کہ میں لوگوں کو ہلاک
سے باہر نکالوں۔"

"اگر تم باہر جانے سے انکار کر رہی تو؟"
چیمپیزی نے پوچھا۔ مگر ہم یہاں کب تک قید رہ سکتے
ہیں؟"

رابرٹ نے کہا۔ "جب تک کہ میں سے مدد نہ پیچھے"
"اُس امداد کو تو اُس نے باہر ہی تم کر دیا ہے؟"
"کیا مطلب؟" وہ لوگ پھر ایک بار چونک کر چیمپیزی
کو کھنکھنے لگے۔

"مطلب یہ کہ میں سے دشمنیں سلج پر میرے کوا دھر
آ کر ہے۔ سونیا نے ان کا راستہ روک لیا۔ ان میں سے
ایک کا نام سیل ہے اور دوسرے کا نام مارن تھا۔ اُس نے
سیل کی ٹانگ پر گولی چلائی۔ پھر مارن سے مقابلہ کرتے
وقت سلج پر گریڑی۔ وہ دروازے پر لڑتے ہوئے دروازے
چلے گئے میں نے موقع پا کر سیل کی ٹانگ سے گولی نکالی
پھر اسے اپنے سلج پر ڈال کر یہاں بھاگتا چلا آیا۔"

"اچھا تو سونیا، مارن سے لڑتی ہوئی ہمیں دور
چلی گئی ہے؟"
"نہیں۔ وہ تو میرا بچا چھوڑنا ہی نہیں چاہتی بیسی
اُسے سے پہلے ہی وہ یہاں پہنچ گئی۔ اُس نے مارن

کے کپڑے اور جوتے بچے دیکھ کہا کہ یہ میں تم لوگوں
تک بچھا رہی۔"
وہ سب فرس پر پڑے ہوئے کپڑے اور جوتوں کو
پریشانی سے دیکھنے لگے۔ رابرٹ نے بٹ سے ہی ہتھوڑے
ہوئے بیٹھے کہا۔
"ماسٹر چیمپیزی! اروحوں کے متعلق تمہارا اپنا ایک
ہو جاوے گا۔ لہذا میں تمہارے عقیدہ کو تسلیم کرتے ہوئے
اپنے نظریات کے مطابق اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں
کہ سونیا ابھی تک زندہ ہے۔ روح کے متعلق یہ کہا جاتا
ہے کہ وہ نادریدہ شے ہے۔ اُسے کوئی چھو نہیں سکتا جبکہ
سونیا مارن سے باقاعدہ لڑتی رہی تھی پھر حال میں ماسٹر
چیمپیزی کے سامنے اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔
اب ہم میں سے ایک آدمی یہ باہر اس اور جوتے پہن کر باہر
جانے گا۔ ماسٹر چیمپیزی! تم اپنا اسٹرو ماسک اور حوش
ہیں دے دو۔"

چیمپیزی اپنے پیسے سے اسٹرو ماسک اتارنے لگا۔
رابرٹ نے باہر جانے کے لئے آ رہے کا انتخاب کیا۔ آخر
جہاز کے ایک گوشے میں جا کر کپڑے پہننے لگا۔ رابرٹ
نے قریب آ کر سرگرمی میں کہا۔
"آخر تم مجھے شبہ ہے کہ وہ مکار عدوت چیمپیزی کو
بموقوف بنا رہی ہے۔ ہر سنا ہے کہ اُس نے بڑی مکاری
سے اس پاگل کو دوست بنا لیا ہو۔ باہر سونیا سے ماننا ہر
اُسے وحشی بنا کر آ کر وہ تمہیں ہلاک کرے گی تو ہلاکے کے
اندر اس کے دوست چیمپیزی کو ہلاک کر دیا جائے گا۔
ٹھیک اس وحشی سے جہاز کا کام بن جائے اور وہ ہتھیار
لے۔"

پلاشر رابرٹ بہت ذہین تھا کہ چیمپیزی جیسے حق
کی جان بچانے کے لئے سونیا ہتھیار نہیں چھینے گی۔ لیکن وہ
اس سورج کے بغیر پلاننگ کر رہا تھا۔ اور یہ تو میں ہی سمجھ
سکتا تھا کہ سونیا نے آ کر مکاری سے چیمپیزی کو پریشان یا
تھا۔ تاہم اس رشتے کو نبھاتے وقت وہ مکار نہیں بن سکتی
تھی۔ وقت آنے پر چیمپیزی کے لئے ہتھیار بھی بھینٹ
سکتی تھی۔
آخر کھاساں، جوتے اور اسٹرو ماسک پہننے کے بعد
دروازے پر آ گیا۔ اس کے لئے دروازہ کھول دیا گیا

پھر وہ اپنے ایک ساتھی سے اہین گن لے کر باہر جانے لگا
چیمپیزی پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ اہین گن سے اُس کی
مٹی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
"میرے چکر سے پریشانی ظاہر ہو رہی ہے۔ یہ
رابرٹ بہت چالاک ہے۔ میری پریشانی کو سمجھانے
کا۔ مجھے بالکل مطمئن رہنا چاہیے۔ مٹی کوئی نقصان نہیں
پہنچے گا۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وہ اپنے آپ پر تالو پانے
لگا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں طیارے کے باہر اتر کر
کے داغ میں بیٹھ گیا۔ باہر ایسی تیز ہوا میں چل رہی تھی جیسے
کوئی بدروح سنبھستی اور لڑائی ہوئی گذر رہی ہو۔ سونیا
نے شاید اتر کر دیکھ لیا تھا۔ اس نے زب سے ہی ڈراؤنے
انلازمیں آواز میں نکالی تھی۔ "ہو۔ ہو۔ ہو۔ دو۔ دو۔"
اگرچہ سب کڑک گیا۔ نیم تاریکی۔ نیم دھندلی روشنی
وہ ہراسہ سبک نہ رہی تھی۔ بلیکس بدروح کا بلا رہا تھا۔ ہو
او۔ او۔ او۔ او۔ او۔ او۔ او۔"

وہ چند قدم آگے بڑھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا
کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے موت ہفت
کے دھندلے میں بھیجی ہوئی اس کا انتظار کر رہی ہو۔ شکل
یہ تھی کہ برف کی سطح پر موت کے قدموں کی چاب سٹانی
نہیں دے سکتی تھی۔

وہ کچھ اور آگے بڑھا تو اُسے سامان سے بھر اہرایج
نظر آیا۔ اُسے دیکھتے ہی اُس نے بڑکھٹا کر آواز دی
سونیا۔ یا۔ آ۔ آ۔ آ۔"

اُس کی آواز دور تک گونجنے لگی تھی۔ سونیا نظر
نہیں آئی۔ وہ اور آگے بڑھ گیا۔ اب اُس کی بیچ پر کئی لیشا
ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے پھر آواز دی۔

"کرن ہے۔ اٹھ کر سامنے آؤ۔ اور اپنے دونوں ہاتھ
اٹھا کر رکھو۔"

لیکن بیچ پر لیٹنے والے نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی
اگرچہ نے اہین گن کا رخ اس کی جانب کرتے ہوئے۔
قریب آ کر دیکھا۔ چیمپیزی کے بیان کے مطابق وہ ریل
ہی ہو سکتا تھا۔ اُس نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہ سروی سے
اگر کڑھ چکا تھا۔ اور اب اس کی لاش پر آہستہ آہستہ برف
جم رہی تھی۔ اگرچہ نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر سرو جا۔
"بیچارہ زخم کی تاب نہ لاکر مر گیا۔ اب اس کا لباس

اور جھپٹکا کا ماسک وغیرہ اتار لینا چاہیے۔ یہ چیزیں میرے
ساتھیوں کے کام آئیں گی۔"

میں نہیں جا پتا تھا کہ دشمنوں کو روکنا لباس میں اور
بیک وقت دو آدمی سونیا سے مقابلہ کرنے باہر آئیں
میں نے سرو کی ہی جا پتا تھا کہ اچانک اس کے ہاتھ
ایک زبردست ٹھٹھ کر پڑی۔ اہین گن اس کی گرفت سے
نکل کر برف گاڑی کے دوسری طرف چل گئی۔

وہ موت چراپتے قدموں کی چاب نہیں سٹانی، وہ آ
کے دائیں طرف کھڑی ہوئی تھی۔ اگرچہ نے بڑی پھرتی سے
اُس پر چھلانگ لگائی۔ یوں تو انسان نظر نہ ملنے کی طرز
چھلانگ لگاتا ہے لیکن جب وہ یہی میں آیا تو اُس کے پاؤں
اپنے وجود کے بوجھ سے برف میں ٹھٹھوں تک دھنس گئے اور
سے پہلے کہ وہ برف کی سر نہ تھڑوں سے نکلتا۔ اس کی گلا
کے نیچے ایک کرانے کا زبردست ہاتھ بٹھا۔ وہ آگے کی طرز
جھٹکیا۔ پھر تھپتھپ سے ایک لاش بڑی تھڑوں کے قدم اکرا
گئے اور وہ اوندھے منہ برف کی سطح کو چرہنے لگا۔

وہ بزدلی اور کڑھ نہیں تھا۔ لیکن اس کے لڑوٹے
درمیان برف تو تھا کہ موت تقریباً آٹھ گھنٹے سے کھلے ہوا
ماحول کی عادی ہو گئی تھی اور وہ پہلے طیارے سے باہر نکلنے
سے شہر رہا تھا۔ مارکھاتے وقت ایک طرح سے مزہ آرا
تھا کیونکہ بدن میں حرارت پہنچ رہی تھی۔

اب کی بار وہی بھرتی سے عمل کرنے کے لئے اٹھا کر
پنڈے بدل بدل کر چاروں طرف گھومنے لگا۔ مگر وہ جس
کس پر کرتا؟ موت پھر آنکھ چوم لیں رہی تھی۔ کہیں نا
نہیں آ رہی تھی۔ اُس نے سوچا۔ مگر وہ غیبت ہے برف کا
کے دوسری طرف جا کر اپنی اہین گن اٹھالین چاہیے۔ یہ
ہی وہ دوڑتا ہوا انہیز می سے اوجھ گیا۔ اتنی ہی تیزی سے
کی دوسری طرف موت اچھل کر کھڑی ہو گئی اہین گن کا رن
ہمٹوڑے کی طرح اُس کے سینے پر دگا۔ اُس کے لب
ہمٹوڑے پر رہتے ہی چلے گئے۔

طیارے کے اندر رہی خاموشی بھائی ہوئی تھی۔
سب بے چینی سے اتر کر داپس کا انتظار کر رہے تھے
باہر کا منظر دیکھنے کے لئے وہاں مسافر بڑا طیارے کی
طرح کھڑکیاں نہیں تھیں۔ اُس طیارے میں پراثر ٹکے
ذریعہ اترنے کے لئے ایک دروازہ اور گھنٹے سے بچے
کے لئے چھت پر ایک دیشی لیٹ تھا جس پر برف جم چکی تھی

وہاں سے بھی دیکھنے کی کوشش کی جاتی تو صرف آسمان
نظر آتا۔ ساڑھے پروف طیارے میں باہر کی آواز بھی نہیں
آتی تھی اور گھنٹہ بعد ایک زجران نے بے چین ہو کر کہا۔
"کیا بات ہے۔ اگرچہ ابھی تک داپس نہیں آیا؟"
میں چیمپیزی کے داغ سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ
فوری انداز میں سکھانا جا پتا تھا۔ میں نے فوراً ہی کھالیا۔
"میں پھر حاکم کر رہا ہوں۔ مجھے بہت زیادہ محتاط
رہنا چاہیے۔ میری مٹی بازیاں تینوں دریں گی تب بھی پھر تھڑوں
جوڑنے کے بجائے ان لوگوں کے سامنے بھی غصہ اور کبھی
خوف کا اظہار کرنا چاہیے۔"

میرے سمجھانے کا اس پر اثر نہ ہوا۔ وہ پھر سنبھل گیا۔
رابرٹ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔

"ہمیں فرما دو دروازہ کھول کر دیکھنا چاہیے۔۔۔"
اسی وقت دروازے پر دستک سٹانی دی وہ
سب دوڑتے ہوئے دروازے پر آگئے۔ باہر کی سر ہوا
سے بچنے کے لئے انہوں نے اپنے اطراف کبل اچھی طرح
لیٹھ لئے تھے۔ چیمپیزی گھبرا رہا تھا کہ دروازے پر
دستک دینے سونیا نہیں آئے گی۔ اگرچہ مٹی داپس آجائے۔
اور اس کی داپس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ اس کی مٹی
پر غالب آگیا ہے۔

دروازہ کھل گیا چیمپیزی کا خیال درست نکلا۔ دروازے
کے باہر آنکھ کھڑا ہوا تھا۔ جیسا کہ وہ پہن کر گیا تھا۔ اب
وہ پہلے سے تہہ کے جانے کے بعد اس کے دونوں ہاتھوں
پر دکھا ہوا تھا۔ لباس کے اوپر پٹینہ۔ اسنو ماسک اور جوتے
رکھے ہوئے تھے۔ یہ تمام چیزیں وہ اپنے ساتھیوں کی
طرف بڑھا رہا تھا۔ اور خود رنگا کھڑا ہوا تھا۔

وہ نکلا اس لئے تھا کہ زمانے کی سروی گرمی سے
ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گیا تھا۔ موت اس کی آڑھی ہوئی
لاش کو گھنٹوں تک برف میں دھنسا کر لی گئی تھی۔ لباس
اور جوتے وغیرہ اس لئے داپس کئے گئے تھے کہ اب کوئی
دوسرا آئے۔

اگرچہ۔ پھر پھر۔ پھر پھر۔ ایک زجران پھر پھر کانپنے
لگا۔ ایسی غیر ناک موت دیکھ کر سب ہی کے ذہن کو جھٹکا
سہیا تھا۔ چند لمحوں کے لئے سب ہی بھول گئے کہ وہ کھلے
دروازے پر سرد ہواؤں کے مقابل کھڑے ہیں۔ رابرٹ
اچانک ہی غصے سے چلنے لگا۔

"شیطان کی بچی! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"
باہر سے جواب سٹانی آیا۔
"شیطان کے بچے! کیا تم مجھے زندہ چھوڑنے کیلئے
لائے تھے؟ میں تو بک کی طرحی ہوں۔ تمہارا مقصد بڑا
ہو گیا۔ اب میری روح اپنا مقصد پورا کر چکی۔"
رابرٹ بڑی مکاری سے مسکرا رہا تھا۔ اُس نے
وہ سمت معلوم کر لی تھی۔ جہاں سے سونیا کی آواز آئی تھی
اُس نے آہستگی سے کہا۔

"اسٹو چیمپیزی! اپنی گن حملی سے ادھر دو۔
میں نے معلوم کر لیا ہے کہ وہ کہاں کھڑی ہوئی ہے۔"
چیمپیزی نے فرما چوکیا لیکن میں نے اس کے داغ
کو فوراً ہی ٹھٹھ کر لیا۔ پھر میں ججا پتا تھا وہی ہوا چیمپیزی
اُسے اپنی گن دینے کے لئے آگے بڑھا۔ پھر اس سے اچانک
ہی لیٹھ کر طیارے کے باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ دونوں
کھڑی کے تختے پر سے لڑھکتے ہوئے اتر کر کھڑکی لاش
سے ٹھکرائے۔ پھر اُس لاش کے ساتھ برف کی سطح پھر
گئے۔ لاش کا ہاتھ لباس جوتے، پٹینہ اور اسنو ماسک اچھر
اُدھر بکھر گئے۔ میں نے چیمپیزی کے داغ میں کہا۔
"نورا! اسنو ماسک پہننا چاہیے۔۔۔"

اُسے یہ ترغیب دیکر میں نے سونیا سے کہا۔
"ہری اب سونیا! دروازے پر فائر نہ کر دو۔"
اُس نے فائرنگ کی نتیجہ یہ ہوا کہ طیارے کا دروازہ
فوراً ہی بند کر دیا گیا۔ اندر لڑائی جھگڑنے کی آواز آئی شاید
وہاں دو پارٹیاں لڑ رہی تھیں۔ ایک پارٹی اپنے لیڈر رابرٹ
کی مدد کرنا چاہتی تھی۔ دوسری پارٹی اپنی حفاظت کو ترجیح
دے رہی تھی۔ میں ان کے ارادوں کو بعد میں سمجھ سکتا تھا
اس لئے طیارے کے باہر سونیا کے داغ میں موجود رہا۔
جس وقت چیمپیزی رابرٹ سے لیٹھ کر باہر آیا۔ اسی وقت
اس کی گن ہاتھ سے چھٹ کر دوڑ جا پڑی تھی۔ پھر یوں
ہوا کہ چیمپیزی اسنو ماسک کی طرف بھاگا۔ اور رابرٹ
نے گن کی طرف چھلانگ لگائی۔ میں نے سونیا سے کہا۔
"رابرٹ کو دیکھو۔ اُسے گم اٹھانے کا موقع نہ
دو۔"

سونیا نے اہین گن کا بھرٹ مارا۔ رابرٹ گن کے
پاس پہنچ کر اُسے اٹھا رہا تھا۔ پھر پھینچ مار کر دیکھی کی طرف
اٹھ گیا۔ اہین گن کی گویاں دائیں سے بائیں برف کے
ذرات کو ٹھٹھاتے جھاگ کی طرح اڑاتی ہوئی اور رابرٹ

کی دایں کلائی کو چھبیدی تھوڑی چپ ہونگے چند لمحوں کے لئے سناٹا چھا گیا۔

دارٹ میں اب کرانے کی سبھی سکت نہیں تھی۔ ٹپن گن نے تو اُسے صرف ذرا سا زخمی کیا تھا۔ لیکن سردی اُسے مار رہی تھی۔ لپٹا ہوا کبل اُس سے دور جا رہا تھا۔ اُس نے سردی سے بچنے کے لئے کبل کو حاصل کرنے کے بجائے قوتِ ارادی سے کام لیتے ہوئے گن کی طرف چلا گیا۔ لگاؤ کی تھی۔ کبل سے دور ہو گیا تھا اور گن کی ہلکے نہ ہوسکی تھی۔ اور اگر کبل مل بھی جاتا تو ستر درجہ بھار کے بعد ماہی اُسے چچی بھر جارت بھی نہ ملتی۔

سونیا آگے بڑھ کر اُس کے قریب آئی۔ دارٹ کا جسم سرد موت کی آغوش میں اکٹرا رہا تھا۔ اسکی آنکھیں بند تھیں۔ چپکے سے شدید کرب ظاہر ہو رہا تھا۔ سونیا نے انسوؤں کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”سردی دارٹ! میں عورت ہوں۔ میرے اندر متا ہے۔ اس کے باوجود سناپنا کرو وہ نہیں پلاتی۔ میں تم پر نانا احسان کر رہی ہوں کہ زندگی کے آخری لمحات میں تمہیں اس کرب سے نجات دلادی ہوں۔“

یہ کہتے ہی اُس نے اٹھن گن کی گزلیوں سے اٹھ پنی کر دیا۔ یخلم، یہ سنگدلی، یہی سونیا کی بھاناکہ زبیاں تھیں۔ اُس نے دشمنوں سے ہمدردی کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے کہا۔

”اب ذرا انتظار کرو۔ میں لپٹا رہے گا دروازہ کھلواتا ہوں۔“

میں سونیا کو چھوڑ کر پیارے کے اندر جانا چاہتا تھا اسی لمحہ سونیا کی جیب سے ہلکی سی گولی آواز سنانی دینی ٹرانسمٹر سے اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ سونیا نے جیب سے ٹرانسمٹر نکالا۔ میں نے کہا۔

”اے چھپیزی کرو دے دو۔ وہ باقی کریگا۔“ اُس نے ٹرانسمٹر چھپیزی کر دے دیا۔ چھپیزی نے ریسیورنگ میں کوآن کیا تو آواز آئی۔

”بیلو۔ بیلو۔ ریڈیو آپریٹر کا ٹانگہ... بیلو تمہاری طرف سے ابھی تک کوئی اطلاع کیوں نہیں ملی۔ بیلو۔ نرا آج بڑا ہیجانے ہمارے حساب سے اب تمہارے ٹرانسمٹر کی بیڑی سرد ہونے والی ہے۔ اور...“

میں نے چھپیزی کی سوچ میں کہا۔

”اے۔ میں سرگرمی میں لڑوں گا۔“

اُس نے کاٹنگ ہن کو آن کیا پھر میری سوچ سے جنوب کی طرف بڑھتی چلی جاتی۔ پھر کسی انسانی آبادی کے مطابق اس کے طبقے سے آواز نکلتی تھی۔

”ہیلو گھر رنر ٹرانسمٹر گھر رنر اس۔ پی۔ کنگ۔ گم۔ نیچا پہاڑی علاقہ تھا۔ یہ ہم نہیں جانتے تھے کسی گاؤں کے گرد رنر...“

دوسری طرف سے پریشان ہو کر کہا گیا۔

”اوپنی آواز میں برلور تمہاری بائیں بچھ میں نہیں آواز میں سوچا۔ پیر ماٹرنے میری طرف درستی کا اتھ بڑھایا تھا۔ اُسے سونیا کا بھی دوست بنا چاہئے تھا۔ ہیں۔ اور...“

چھپیزی نے پھر اسی انداز میں برلور متروغ کیا یہ ایک نئے سونیا کو بائیں ہلے دست دیا پھر کراس علاقہ میں مرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اُسے لہین تھا کہ آپریشن نے ہزارے سے کہا۔

”کیا مصیبت ہے۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ سناپنا عورت یا تو چھپیزی کے ہاتھوں مر جائے گی یا ڈاؤن پرچی ہوگی۔ اگر میری آواز سنانی دے رہا ہے تو کبھی یہاں سردی میں ٹھہر کر تم ہو جائے گی۔ اور اگر بہت ہے تو تو لوں بیچ کر لوں رہا ہوں۔ فرار لاپس چلے آؤ۔“

ٹرانسمٹر خاموش ہو گیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

”چھپیزی سے ٹرانسمٹر واپس لے لو۔ اگر وہ دروازے کے پاس آجائے گی۔ اب میں کہہ رہی ہوں کہ تمام ماٹرنوں کے دل میں سونیا کی رحمت بھانوں گا۔ وہ لوگ ایک باہر اُس علاقے میں جزیہ کرائی کی عزت ناہی کا منظر دیکھیں گے۔ اور یہ تسلیم کریں گے کہ فراڈ کی طرح سونیا بھی لوہے کا ہنڈرت ہے میری جان! پیارے کے اندر...“

صرف تین ہی مسلح افراد ہیں۔ انہیں خود فیصلہ کرنے دو کہ کبھی ان کے پاس آجائے۔ وہ جہاں مرنا چاہتے ہیں۔ پیارے کے اندر یا باہر...“

میں ایک سگنٹ ملنگا کر بہت دیر تک سوچتا رہا۔ ”ابھی بات ہے۔ تم کتنی دیر میں واپس آؤ گے۔“ میں نے سونیا کی غزلی چھپیزی میں کہہ نہیں سکتا۔ اب میں ایسے کیمین میں بیٹھنے والا کے سلٹن کھانے کے جو سرینڈ ڈیلے تھے وہ کھانے ہوں، جہاں بڑے بڑے ملحوں کے سگنٹ، جینٹ گھروڑے کے ہم کرشموں ہوتے تھے۔ انہیں گرم کرنے کے لئے زہیہ پورج کے۔ تمہاری سہولت کے لئے مجھے وہاں پہنچانی ہرگز کام نہیں کر رہا تھا۔ جب وہاں سے کھانے کے سبھی معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ اُس وقت تک بیڑی گڈا لاکر رہے تھے۔ میں انہیں اُن کے حال پر چھوڑ کر ڈیو کے سامان سے کھانا نکالی کر پیٹ پرا جا کر دو۔ اور کے آپریٹر کے دماغ میں پھونچ گیا۔ سو فار...“

اُس سے رخصت ہو کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اُسی۔ اے ٹرانسمٹر تھا۔ اُس پاس تھیں ابراہاؤ میں اُسی بانس کی چھپیزی میں ایک اینٹی جیب سے بیٹھتی تھیں۔ ایک اُسی سے پتہ ہوا تھا۔ منطقہ بارہ شمالی کے اس حصے کیمین میں جا رہے تھے۔ اُن کے لئے کھانے کی مختلف آلات تھے۔ ایک اُسی سے پتہ چلے مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اپنی دھاک کرنے والے اُنہے۔ وہ ایک راولوٹک جیب سے بیٹھتا ہوا تھا۔ میں نے اُس ساٹنا لڑوں اور ساتنا لڑوں کو چھپیزی کا مناسب ہے۔ اسی سوچ کے دوران آہستہ آہستہ دوسری طرف گھارایا سونیا چپ چاپ اُس علاقے سے دور نکل جائے؟

اُن کی آنکھوں اندر داغ سے اُس کیمین کا جائزہ لے چپ چاپ وہاں سے نکل جانے کا ایک طریقہ تھا۔ یہ تھا کہ وہ کٹوں کی گاڑی میں بیٹھ کر قطب نما کی مدد سے کیمین برف کی سطح سے نیچے زمین کے اندر بنا

سے جنوب کی طرف بڑھتی چلی جاتی۔ پھر کسی انسانی آبادی میں پہنچ جاتی۔ لیکن جنوب کی سمت ہوا میدان تھے یا اونچا نیچا پہاڑی علاقہ تھا۔ یہ ہم نہیں جانتے تھے کسی گاؤں کے گرد رنر...“

اس خیال کو روکنے کے بعد میں نے انتقام لینے کے سیر ماٹرنے میری طرف درستی کا اتھ بڑھایا تھا۔ اُسے سونیا کا بھی دوست بنا چاہئے تھا۔ ہیں۔ اور...“

چھپیزی نے پھر اسی انداز میں برلور متروغ کیا یہ ایک نئے سونیا کو بائیں ہلے دست دیا پھر کراس علاقہ میں مرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ اُسے لہین تھا کہ آپریشن نے ہزارے سے کہا۔

”کیا مصیبت ہے۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ سناپنا عورت یا تو چھپیزی کے ہاتھوں مر جائے گی یا ڈاؤن پرچی ہوگی۔ اگر میری آواز سنانی دے رہا ہے تو کبھی یہاں سردی میں ٹھہر کر تم ہو جائے گی۔ اور اگر بہت ہے تو تو لوں بیچ کر لوں رہا ہوں۔ فرار لاپس چلے آؤ۔“

ٹرانسمٹر خاموش ہو گیا۔ میں نے سونیا سے کہا۔

”چھپیزی سے ٹرانسمٹر واپس لے لو۔ اگر وہ دروازے کے پاس آجائے گی۔ اب میں کہہ رہی ہوں کہ تمام ماٹرنوں کے دل میں سونیا کی رحمت بھانوں گا۔ وہ لوگ ایک باہر اُس علاقے میں جزیہ کرائی کی عزت ناہی کا منظر دیکھیں گے۔ اور یہ تسلیم کریں گے کہ فراڈ کی طرح سونیا بھی لوہے کا ہنڈرت ہے میری جان! پیارے کے اندر...“

صرف تین ہی مسلح افراد ہیں۔ انہیں خود فیصلہ کرنے دو کہ کبھی ان کے پاس آجائے۔ وہ جہاں مرنا چاہتے ہیں۔ پیارے کے اندر یا باہر...“

میں ایک سگنٹ ملنگا کر بہت دیر تک سوچتا رہا۔ ”ابھی بات ہے۔ تم کتنی دیر میں واپس آؤ گے۔“ میں نے سونیا کی غزلی چھپیزی میں کہہ نہیں سکتا۔ اب میں ایسے کیمین میں بیٹھنے والا کے سلٹن کھانے کے جو سرینڈ ڈیلے تھے وہ کھانے ہوں، جہاں بڑے بڑے ملحوں کے سگنٹ، جینٹ گھروڑے کے ہم کرشموں ہوتے تھے۔ انہیں گرم کرنے کے لئے زہیہ پورج کے۔ تمہاری سہولت کے لئے مجھے وہاں پہنچانی ہرگز کام نہیں کر رہا تھا۔ جب وہاں سے کھانے کے سبھی معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ اُس وقت تک بیڑی گڈا لاکر رہے تھے۔ میں انہیں اُن کے حال پر چھوڑ کر ڈیو کے سامان سے کھانا نکالی کر پیٹ پرا جا کر دو۔ اور کے آپریٹر کے دماغ میں پھونچ گیا۔ سو فار...“

ہوا تھا۔ اُس کی دیواریں کلائی کی تھیں۔ اور وہاں کبل کے بلب روشن تھے۔ کیمین بہت دور سے جسنر بڑی تھی

بلی کی آواز سنانی دے رہی تھی۔ جس طرح رل گاڑی میں اور یہی بڑھتا رہتا ہے۔ اسی طرح وہاں جھت کے قریب ایوار کے ساتھ ایک بڑھتا ہوا تھا جس پر بیڑی بھا ہوا تھا۔ بیڑی کے باعث گڑھ کر رہا تھا۔ اس چھوٹے سے کمرے میں وہی ایک شخص نظر آیا۔ میری معلومات کے مطابق وہاں ایک ماہر موسمیات۔ ایک سائنسدان اور تین اس کے باڈی گارڈز موجود رہنا چاہئے تھا۔ میں نے لپٹا رہے کے پادشاہ سے یہی معلوم کیا تھا۔

اب موجودہ حساب یہ تھا کہ مارن اور سیلر مارے گئے تھے۔ شاید وہ دونوں سائنسدان کے باڈی گارڈز تھے اس طرح اُس کیمین میں ایک ہی باڈی گارڈ ہو گا، اور جو ریڈیو آپریٹر تھا، وہی ماہر موسمیات بھی تھا۔ یہ بات خود اس کا دماغ کہہ رہا تھا۔ لیکن میں یہ کیسے معلوم کر سکتا تھا کہ وہ سائنسدان کہاں ہے۔ جب تک اس کا نام معلوم نہ ہوتا۔ میں ریڈیو آپریٹر کے دماغ میں اس کا ذکر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ پتہ نہیں وہ سائنسدان کو کیا کہہ کر مخاطب کرتا تھا؟

آخر میں نے سوچا کہ اُس ریڈیو آپریٹر کو اُس کمرے سے اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جانا چاہئے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

”یہاں کسی تنہائی ہے۔ کوئی بات کرنے والا بھی نہیں ہے۔“

”اور نہہ۔ اُس کے سوچ نے کہا۔“ یہاں تو تنہائی گڑنگا بکر بارہ گھنٹے کی ٹیوٹی دی پڑتی ہے۔ اب چار گھنٹے بعد دوسرا آپریٹر آکر میری جگہ لے گا۔ تب میں اُن کمرے سے نکل سکوں گا۔ اب کی بار اپنی دھاک ہونے کے بعد میں ایک ماہ کی چھٹی لے کر بیٹھ کر جاؤں گا۔“

اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ اس کے علاوہ کبھی ایک اور ریڈیو آپریٹر ہے۔ اور موجودہ آپریٹر چار گھنٹے سے پہلے اُس کمرے سے باہر نہیں جائے گا۔ اب اُسے دوسری طرف سے گھیسرنے کی ضرورت تھی میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

”پتہ نہیں مارن اور سیلر اس وقت کہاں ہوں گے۔ اُن کے ٹرانسمٹر کی بیڑی ڈاؤن ہو گئی ہے۔ اب اُن سے رابطہ کیسے قائم ہو گا؟“

وہ کیمین برف کی سطح سے نیچے زمین کے اندر بنا

"جیسے بھی ہو۔ میں ان کی فکر کیوں کروں؟ میں نے خاک ڈھانڈھ کر اطلاع دے دی ہے۔ اب وہی لکھ کرے گا۔"

اس کے بعد وہ پھر یہ کہہ کر بارے میں سوچنے لگا۔ جہاں کا موسم گرم ہوتا تھا اور اس کی محرابوں پر کم کی گئی اور بڑھا دیتی تھی۔ میں بڑا ہلکا ہوا کرتا تھا۔ وہ لڑکا کبھی کبھی اس طرح میری راہ نہیں لگ رہا ہے۔ اُس کی طرح کمرے سے باہر لے جانا ہوگا۔ یا دوسرے لوگوں کو اس کمرے میں بلانا ہوگا۔ میں نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔

"کافی ترسے دار ہے۔ ایک پیالی اور پیٹی چاہیے۔"

وہ مان گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بیشر کے پاس گیا۔ ہمیشہ پرستشیل کھی ہوئی تھی اس کا سلگنا ہوا تارلیے سرخ تھا۔ جیسے کسی دوشیزہ نے دیکھے ہوئے انگازے جیسی سرخی ہونٹوں پر دکھائی ہو۔ میں نے ریڈیو ریسیٹر سے کہا۔

"یہ میری میچیں محراب کے دیکھے ہونٹ ہیں۔"

اس کی سوچ نے کہا۔

"ہاں۔ محراب آگ ہے۔ ایک دوشیزہ کے لبوں کی طرح جلاتی ہے۔"

میں نے کہا۔ ان لبوں کو چھو لینے میں کیا ہرج ہے؟

اس سے پہلے کہ وہ انکار کرتا۔ میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ میں چپو رہا ہوں۔۔۔"

اور اس نے بے اختیار ہیشہ کی آگ کو کھریا پھر اس کے مطن سے ایک چیخ نکلی۔ وہ پیچھے کی جانب اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ اس کے پیچھے کے چند لمبے اور ایک چھتے سے کمرے کا دروازہ کھلا۔ دو مسلخ افراد کمرے میں آئے۔ ایک نے پوچھا۔

"کیا ہوا مشر مور؟"

ریڈیو پر پھر مور نے اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے سوتھتے ہاتھ کو سٹام کرکرتے ہوئے کہا۔

"میں ہمیشہ پرستشیل اسٹار ہا تھا۔ میرا ہاتھ جل گیا۔"

آنے والوں نے ہیشہ کی جانب دیکھا۔ وہاں کستلی جوں کی توں رکھی ہوئی تھی۔ ایک نے کہا۔

"توب ہے کستلی اپنی جگہ رکھی ہوئی ہے۔ کیا تم اپنی جگہ کی یاد میں تم ہو گئے تھے؟"

رہی ہے۔ یہاں صرف ہم جیسے باصلاحیت لوگوں کو زندہ رہنے دینا چاہیے۔ باقی کیڑے مکوڑوں کو مرنے چاہیے۔" مذاق نہ کرو۔ فرسٹ ایڈ باس نے آواز۔

وہ دواؤں بننے ہوئے دوسرے کمرے میں بنا گیا ہے، وہاں چھپیں دیکھ کر بیٹی دھا کر گیا جائے گا۔ میں بھی ان کے ساتھ ہونگا۔ میں دواؤں میں سے کسی میں آہستہ آہستہ اس کی سوچ کر گریڈ نہ لگا۔ اور آہستہ آہستہ بھی دماغ میں بیٹو کر اس زیر زمین خفیہ اڈے میں آہستہ آہستہ اس کی سوچ کی گریڈ لکھتی علی گئی۔ میری معلوماتیں تھیں۔ ان میں سے ایک فرسٹ ایڈ باس لاسٹے ہوا، اسی نے وہاں آہستہ آہستہ اس کی سوچ نے بنا یا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہیں جن کے ذریعہ وہاں سے ایک ہزار ایل کی ڈوری پر دوسرے کی سوچ نے بنا یا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہیں جن کے ذریعہ وہاں سے ایک ہزار ایل کی ڈوری پر

یہ وہی ڈاکٹر ڈان اسمتھ ہو سکتا تھا۔ جن کا نام میرا گرن آئی لیب ڈاکٹر کے مندر میں دھا کر گیا جائے گا۔

یہ وہی سوچ میں سنا تھا۔

وہ مسلخ کارڈ ایک کین کا دروازہ کھول کر اس سے کسی گرم لاک میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اسی نے اس پھر اس نے کہا۔

"ڈاکٹر! مور لیا کا ہاتھ جل گیا ہے۔ ہم اسے سوچنے کے دوران ان شیڈز کو تصدیق میں آکر بیٹ کر رہا تھا۔ اور تصدیق میں دیکھ رہا تھا کہ مختلف شیڈز کو سولنے چیخ سنی تھی۔"

اور میرے ڈاکٹر ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہے۔ اس کی طرف ایک راکٹ نام زمین روز کو لٹا ہوا ہے۔ اُس نے ڈانٹ کر کہا۔

"ایڈیٹ! پوری بات کہا کرو۔ وہ کیسے ہمارے پرواز کرتا ہے اور اپنے ٹارگٹ پر سب سے پہلے کرسٹ آس ایڈیٹ نے پوری بات بتائی۔ ڈاکٹر ہو جاتا ہے۔"

کہا۔

"یہ مور بھی ایڈیٹ ہے۔ اب وہ کیسے ارف سے متوجہ کیا۔ وہ گرین لینڈ کے شمالی حصہ کا نقشہ کرے گا۔ اُسے ریٹ لینے دو۔ اُس کی ڈریسنگ تھا۔ اُسے دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ جنوب کی سمت پانچسو ایڈیٹ کو رو۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں ڈاکٹر کی دماغی آنکھوں میں ڈانٹاں کا سامان وہاں سے آتا تھا۔ آدھ وقت کے اُس سڑے سے کمرے کو دیکھنے لگا۔ اُس طیارے کے دو سوئل تک برف ٹھاریاں استعمال کی جاتی تھیں۔ پائلٹ کی معلومات غلط تھیں۔ کیونکہ وہ زیر زمین کی برف ایک پتھر ٹرک شروع ہوتی تھی۔ وہاں اڑھ حصے ایک کین نہیں تھا۔ نہ معلوم وہ کہاں تک بڑھا اور ڈیڑھ گراں تھا۔ باقی تین سوئل کا سفر کار کے سرنگ کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اور وہاں تین سوئل کے بعد اُسے دھا کر کے کار سے نکلنے کے لئے دو سوئل تک کا راستہ اچھی نہ جانے کتنے مسلخ ٹارڈز تھے۔ اُس کمرے کی دیواروں کے درمیان کون جانتے تھے۔ اس کے باوجود گاہ میں کی طور پر اپنی بہت سے نقشے آرہیں تھے۔ ایک دنیا کا نقشہ کون نصب کئے گئے تھے۔ جن پر برف جم جاتی تھی اور نقشہ میں کورن آئی لینڈز کے ایک مندر پر پڑا ہوا تھا۔ اسی نقشہ کے بجائے برف کے نیچے دکھائی دیتے تھے سوزیا دائرہ نام ہوا تھا۔ اُس دائرہ کے اندر چھپیں دیکھ کر

میں ڈاکٹر کو سوچنے پر مجبور کیا۔

"فرق کے متعلق معلومات لازمی تھیں۔ اسی لئے میں ڈاکٹر۔"

"چھپیں دیکھ کر سوچ کی پیدائش کا دن ہے؟ ان اسمتھ کی سوچ کے ساتھ اپنا سر کھپا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے وہ بیٹھے ہوئے سوچنے لگا۔

"ہا ہا ہا۔ اسی دن اپنی دھا کر ہوگا۔ میں نے پانچ سوئل کے لئے صلیب پر چڑھا تھا۔ ہم اپنی تحریات کے لئے کے لوگوں کو صلیب پر چڑھائیں گے۔ خواہ مخواہ آواز

یہ لوگ ابھی تک واپس کیوں نہیں آئے؟"

رہی ہے۔ یہاں صرف ہم جیسے باصلاحیت لوگوں کو زندہ رہنے دینا چاہیے۔ باقی کیڑے مکوڑوں کو مرنے چاہیے۔" مذاق نہ کرو۔ فرسٹ ایڈ باس نے آواز۔

وہ دواؤں بننے ہوئے دوسرے کمرے میں بنا گیا ہے، وہاں چھپیں دیکھ کر بیٹی دھا کر گیا جائے گا۔ میں بھی ان کے ساتھ ہونگا۔ میں دواؤں میں سے کسی میں آہستہ آہستہ اس کی سوچ کر گریڈ نہ لگا۔ اور آہستہ آہستہ بھی دماغ میں بیٹو کر اس زیر زمین خفیہ اڈے میں آہستہ آہستہ اس کی سوچ کی گریڈ لکھتی علی گئی۔ میری معلوماتیں تھیں۔ ان میں سے ایک فرسٹ ایڈ باس لاسٹے ہوا، اسی نے وہاں آہستہ آہستہ اس کی سوچ نے بنا یا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہیں جن کے ذریعہ وہاں سے ایک ہزار ایل کی ڈوری پر دوسرے کی سوچ نے بنا یا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہیں جن کے ذریعہ وہاں سے ایک ہزار ایل کی ڈوری پر

یہ وہی ڈاکٹر ڈان اسمتھ ہو سکتا تھا۔ جن کا نام میرا گرن آئی لیب ڈاکٹر کے مندر میں دھا کر گیا جائے گا۔

یہ وہی سوچ میں سنا تھا۔

وہ مسلخ کارڈ ایک کین کا دروازہ کھول کر اس سے کسی گرم لاک میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اسی نے اس پھر اس نے کہا۔

"ڈاکٹر! مور لیا کا ہاتھ جل گیا ہے۔ ہم اسے سوچنے کے دوران ان شیڈز کو تصدیق میں آکر بیٹ کر رہا تھا۔ اور تصدیق میں دیکھ رہا تھا کہ مختلف شیڈز کو سولنے چیخ سنی تھی۔"

اور میرے ڈاکٹر ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہے۔ اس کی طرف ایک راکٹ نام زمین روز کو لٹا ہوا ہے۔ اُس نے ڈانٹ کر کہا۔

"ایڈیٹ! پوری بات کہا کرو۔ وہ کیسے ہمارے پرواز کرتا ہے اور اپنے ٹارگٹ پر سب سے پہلے کرسٹ آس ایڈیٹ نے پوری بات بتائی۔ ڈاکٹر ہو جاتا ہے۔"

کہا۔

"یہ مور بھی ایڈیٹ ہے۔ اب وہ کیسے ارف سے متوجہ کیا۔ وہ گرین لینڈ کے شمالی حصہ کا نقشہ کرے گا۔ اُسے دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ جنوب کی سمت پانچسو ایڈیٹ کو رو۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں ڈاکٹر کی دماغی آنکھوں میں ڈانٹاں کا سامان وہاں سے آتا تھا۔ آدھ وقت کے اُس سڑے سے کمرے کو دیکھنے لگا۔ اُس طیارے کے دو سوئل تک برف ٹھاریاں استعمال کی جاتی تھیں۔ پائلٹ کی معلومات غلط تھیں۔ کیونکہ وہ زیر زمین کی برف ایک پتھر ٹرک شروع ہوتی تھی۔ وہاں اڑھ حصے ایک کین نہیں تھا۔ نہ معلوم وہ کہاں تک بڑھا اور ڈیڑھ گراں تھا۔ باقی تین سوئل کا سفر کار کے سرنگ کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ اور وہاں تین سوئل کے بعد اُسے دھا کر کے کار سے نکلنے کے لئے دو سوئل تک کا راستہ اچھی نہ جانے کتنے مسلخ ٹارڈز تھے۔ اُس کمرے کی دیواروں کے درمیان کون جانتے تھے۔ اس کے باوجود گاہ میں کی طور پر اپنی بہت سے نقشے آرہیں تھے۔ ایک دنیا کا نقشہ کون نصب کئے گئے تھے۔ جن پر برف جم جاتی تھی اور نقشہ میں کورن آئی لینڈز کے ایک مندر پر پڑا ہوا تھا۔ اسی نقشہ کے بجائے برف کے نیچے دکھائی دیتے تھے سوزیا دائرہ نام ہوا تھا۔ اُس دائرہ کے اندر چھپیں دیکھ کر

میں ڈاکٹر کو سوچنے پر مجبور کیا۔

"فرق کے متعلق معلومات لازمی تھیں۔ اسی لئے میں ڈاکٹر۔"

"چھپیں دیکھ کر سوچ کی پیدائش کا دن ہے؟ ان اسمتھ کی سوچ کے ساتھ اپنا سر کھپا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے وہ بیٹھے ہوئے سوچنے لگا۔

"ہا ہا ہا۔ اسی دن اپنی دھا کر ہوگا۔ میں نے پانچ سوئل کے لئے صلیب پر چڑھا تھا۔ ہم اپنی تحریات کے لئے کے لوگوں کو صلیب پر چڑھائیں گے۔ خواہ مخواہ آواز

یہ لوگ ابھی تک واپس کیوں نہیں آئے؟"

اُس نے انٹرکام کا بٹن دبا کر پوچھا۔

"کیا مارن اور سیلر کے متعلق اطلاع مل رہی ہے؟"

"میں سب بہت انٹرسٹنگ اطلاع ہے۔ مارن اور سیلر مارے گئے ہیں۔"

"رہاٹ؟" اُس نے چیخ کر پوچھا۔ مارے گئے سکا مطلب ہوتا ہے کسی نے انہیں مار دیا۔ ایڈیٹ! پوری بات کہا کرو۔"

اطلاع دینے والا ایڈیٹ پوری بات کہنے لگا۔

"سرا ہمارے اسکیٹر کا بیان ہے کہ یہاں بھیجا جانے والا چیمپینزی غدارن گیا ہے۔ سوزیا نام کی جس عورت کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس کا وہ درست بن گیا ہے۔ ان دواؤں نے مارن، سیلر اور طیارے کے دو جوازوں کو لاک کیا ہے۔ اب ہمارے اسکیٹر انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"ایڈیٹ! ان سے کہو کہ انہیں گرفتار کرنے میں وقت ضائع نہ کریں۔ انہیں فوراً گولی مار دیں۔ اپنے مشن کی تکمیل سے پہلے یہاں کسی دشمن کا سایہ دیکھنا بھی پسند نہیں کروں گا۔"

اس کی باتیں سنتے ہی میں فوراً سوزیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ برف گاڑی پر بیٹھ بیٹھ ہوئی تھی اور کئی اس گاڑی کر تیزی سے بھٹکائے لئے جا رہے تھے۔ چیمپینزی اس کی طرف پشت کے آئین گن سے گولیاں برسا رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔

"سوزیا! یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ طنز یہ انداز میں لولی۔

"شکر ہے کہ تم نے ہمیں یاد کیا۔ ہم پر جو گند رہی ہے، یہ تم اب کبھی رہے ہو۔"

"میری جان! تم نادان بھی نہیں ہو کہ ہمیشہ میری انگلی پکھلتی رہو۔"

"تم خود ہی دیکھو۔ دماغ میں آگتے ہو۔ اسی لئے میں تمہارے سہارے کی عادی ہو جاتی ہوں۔ تم انگلی نہ بھجھاؤ۔ تمہیں کبھی انگلی نہ پکھڑوں۔"

میں نے ہنسنے ہوئے کہا۔

"اچھا اب غصہ متھو کہ دو۔ یہ تباہ کر ان لوگوں کو کہاں دوڑائے لئے جا رہی ہو؟"

"میں خود نہیں جانتی کہ یہ کتنے بھگے کہاں لے جا رہے ہیں۔"

میں نے ہنسنے ہوئے کہا۔

"اچھا اب غصہ متھو کہ دو۔ یہ تباہ کر ان لوگوں کو کہاں دوڑائے لئے جا رہی ہو؟"

ہیں۔ چند اسکیتوں نے ہمیں طیارے کے قریب چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ وہ پاؤں میں اسکیت باندھے ہاتھوں میں اسٹاک تھامے برف پر پھلکتے ہوئے ہم کچھ فاصلے پر آکر ٹوک گئے تھے۔ انہوں نے بیچ کے قریب سیلر کی لاش دیکھی تھی۔ ایک نے پوچھا۔
 "مارن کہاں ہے؟ اور وہاں طیارے کے پاس دو لاشیں اور نظر آ رہی ہیں۔ یہ تیرن لوگ تھے اور تم دونوں کون ہو؟"

اب میں ان کی باتوں کا کیا جواب دیتی۔ میں سوچ کے ذریعہ نہیں پکارتی رہی۔ مجھے اور چمپینزی کو خائف دیکھ کر ایک اسکیت نے کہا۔
 "تمہاری خاموشی تاری ہے کہ تم دونوں قائل ہو؟ میں نے سوچا کہ انکار کرنا افضل ہے۔ طیارے کے اندر جڑوگ ہیں۔ وہ ہمارے خلاف گواہی دیں گے میں نہیں گن میدھی کرتی ہوتی ہوں۔"
 "ہاں۔ میں نے اس طرح قتل کیا ہے۔۔۔"

گولیاں چلتے ہی دشمن اندر سے منہ گرے۔ باقی تیزمی سے اسکیت کرتے ہوئے برف کی وھند میں نظروں سے اچھل ہو گئے۔ میں چمپینزی کے ساتھ دوڑتی ہوئی کتوں کے پاس آئی۔ اُسے اسٹین گن دیکھ کر کتوں کے پاؤں کھولے۔ اس کے بعد ہم دونوں اس بیچ پر بیٹھ گئے اب یہ گتے پتہ نہیں ہیں کہاں لے جا رہے ہیں۔ اسکینگ کرنے والے دشمن ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ برف کے وھند میں وہ نظر نہیں آ رہے ہیں کبھی کبھی کسی کی وارننگ سنائی دیتی ہے۔ ہم سے کہا جا رہا ہے کہ ہم خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں۔ اب میں کیا کروں۔ ویسا نہ ہو کہ یہ گتے ہمیں کیوں کی طرف لے جا رہے ہوں۔

سونیا کی باتیں سننے کے بعد میں نے کہا۔
 "تم میرے نظر تک دیکھو اور بتاؤ۔ کیا تمہیں کبھی اپنی سترن نظر آ رہا ہے؟"
 "کبھی بات پوچھ رہے ہو مرزا داد! اس علاقہ میں آہنی سترن ہو سکتا تو برف میں چھپ گیا ہو گا۔"
 "ہاں تو برف کا اور پچا ٹیلہ نظر آئے گا۔"

"ایسے کہو نا۔ ایسے کئی ٹیلے ہمارے قریب سے گذر چکے ہیں۔"
 "سونیا! جسے ہم اب تک کیوں کہتے رہے وہ وہاں

ایک زمین دوز خفیہ اڑہ ہے۔ وہاں سے ایک ایک میل کے فاصلے پر تقریباً دو سو میل یہ برف کے ٹیلے ہر اُس کے بعد ایک ٹوڑھ گراں ہے۔ وہاں سے تین سو دو ایک شہرتاک جانے کا راستہ آسان ہے۔ اسکینر کا مطلب یہ ہے کہ تم برف کے ٹیلوں کے قریب سے گزرتی یا تو زمین دوز اڑے کی طرف جا رہی ہو۔ یا پھر ہر کی سمت سفر کر رہی ہو۔"

سونیا نے جواب دیا۔
 "آخر وہ زمین دوز اڑہ کتنی دور ہے؟ یہ کسے جھاگتے ہی چلے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔ یہ تو۔ اب یہ آواز آ رہی ہے۔ اس طرح تو دشمن پھر میں چاروں طرف سے گھیریں گے۔"

میں نے کہا: "مناظرہ میں تم تعاقب کرنے والا کے درمیان تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بہتر ہے تم بچ کر انہیں غائب کرو۔ میں ان کی آواز سنوں گا۔"
 سونیا نے چمپینزی سے کہا۔
 "بیٹے! دشمن کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ انہیں مناظرہ کر۔ پھر ان کی آواز کی سمت ناز کرو۔"

چمپینزی نے نارادہ دشمنوں کو آواز دی۔ انتظار کرنے لگا۔ جواباً کوئی آواز سنائی نہیں دے سکی۔ میں نے سونیا سے کہا۔
 "اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ مناظرہ کر۔ دوسری طرف سے کوشش کرتا ہوں۔"
 اُسے تسلی دیکھ میں زمین دوز اڑے کے اُس طرف کے درمیان میں پہنچ گیا جس نے ڈاکٹر کو مارن اور کے مرنے کی اطلاع دی تھی۔ وہ شخص دوسرا زمین دوز تھا۔ جو سو روٹی جگہ آ رہا تھا۔ اُس وقت وہ مارنٹا کسی کی رپورٹ سن رہا تھا۔ رپورٹ یہ تھی۔
 "وہ دونوں ہاتھ نہیں آ رہے۔ دراصل کتے کو جنرل کی سمت بھاگ رہے ہیں۔ ہم نے اس کو دیکھ کر بے کھنگتے اپنی عادت کے مطابق دس منٹ آ جانے کے بعد ستانے کے لئے رک جاتے ہیں۔ اب وہ ٹوک گئے ہیں۔ پندرہ میں منٹ سے پہلے آئے نہیں رہیں گے۔ ہمیں فرماتنا یا جانے کہ انہیں

طرف گزار کریں۔ ان کے پاس اسٹین گن ہے اور ہاں راستہ ہیں۔ پھر اسکیننگ کے دوران ہمارے

میں اچسک ہوتی ہیں۔ ہم رانفل پکڑ کر فائرنگ نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ اور۔۔۔"

ریڈیو آپریشن نے کہا کہ ابھی وہ ڈاکٹر سے پوچھ کر جواب دے گا۔ اُس نے اندھا کام کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ پھر ڈاکٹر کو رپورٹ سنائی۔ ڈاکٹر نے کہا۔
 "ایڈیٹ! ان سے کہو کہ مزید تعاقب نہ کریں۔ چمپینزی اور سونیا جیسے مقداروں کو گرفتار کر کے یہاں لانا خطرے والی بات ہوگی۔ میں یہاں کسی دشمن کو برداشت نہیں کر سکتا۔ بہتر ہے کہ وہ دونوں جنرل کی سمت بڑھتے چلے جائیں۔ بورنیو کے موڑ گراں میں اطلاع پہنچاؤ کہ دو قطار وہاں پہنچنے والے ہیں۔ بلکہ وہ گتے انہیں وہاں پہنچانے والے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی شرت کر دیا جائے۔۔۔۔۔ ایڈیٹ!"

ریڈیو آپریشن نے تعاقب کرنے والے اسکیتوں کو ڈاکٹر کا حکم سنایا۔ پھر وہ دل ہی دل میں حساب کرنے لگا کہ سونیا اور چمپینزی کب تک بورنیو کے موڑ گراں تک پہنچ سکیں گے۔ اُس کے بعد وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ پھر دیر بعد اس نے ہیلر نام کے ایک شخص کو کال کیا۔

"ہیلر! میں یہ اندھونک خبر سن رہا ہوں کہ تمہارا بھائی سیریل تھل کر دیا گیا ہے۔ اس کے دو قائل فرار ہو کر تمہاری طرف آ رہے ہیں۔ تقریباً دس گھنٹے کے بعد وہاں پہنچیں گے۔ اپنے مسلح آدمیوں کو تیار کر کہ قاتلوں کے پاس اسٹین گن ہے۔ ان سے مناظرہ نہ کرو! انہیں شکار کریں۔ میں اُس کے جواب میں ہیلر کی آواز سن رہا تھا۔ وہ چیخ پیچ کر اپنے بھائی کے قاتلوں کو گلاباں سے رہا تھا۔ بیچارے کو یہ نہیں معلوم تھا کہ میں سوچ ہی کرنگ سے گذرتا ہوں اُس کے درمیان تک پہنچ رہا ہوں۔ اُس وقت میں نے ہیلر کو پھوڑ دیا۔ وقت آئے پر اُس سے بھاگا جاسکتا تھا۔ میں سونیا کو دیکھنے لگا۔ بیچ کے گتے پھر روڑے لگے تھے۔ سونیا سوچ رہی تھی۔

"فرما دیجو کہاں غائب ہو گیا۔ مجھے یہ تو معلوم ہو کر یہ سفر جاری رکھنا چاہیے۔ باگتوں کو روک دیا جائے تعاقب کرنے والوں کو آواز ہی سنائی نہیں دے رہی ہیں ایسے ہی وقت فرما دیجو غصہ آتا ہے۔"
 غصہ کی بات آتے ہی وہ مسکرا کر سوچنے لگی۔

"اپنے مراد کو غصہ دکھاتے ہوئے کتنا مزہ آتا ہے۔ وہ فرادے تقدیر غصہ نہیں دکھا سکتی۔ وہ میرا غصہ برداشت کر لیتا ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف میں ہی ایک امین عورت ہوں جسے وہ اپنا سمجھتا ہے۔"

میں اُس کی سوچ پر مزہ کر سکا۔ لگا۔ عورتی اپنے مراد کی محکم ضرور ہوتی ہیں مگر کبھی کبھی ان پر حکومت جگر اس نے فز کر تھی کہ یہ ان کا حق ہوتا ہے۔ وہ زیادہ دیر تک زور نہیں لگے۔ چمپینزی نے پوچھا۔
 "میں! یہ گتے نہیں کہاں لے جا رہے ہیں؟"

میں سونیا کو بتا چکا تھا۔ اس نے انجان بھکر کہا۔
 "پتہ نہیں ہم کہاں جا رہے ہیں۔"
 "تو پھر انہیں روکیے۔"

"روکنے کے بعد ہم کہاں جائیں گے۔ نہ جانے دشمن کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ بہتر ہے کہ یہ گتے ہمیں جتن دور لے جاسکتے ہیں لے جائیں۔"

لیکن تم! ہم دور جا کر کہاں گے کیا دکھانے پینے کا سامان تو وہاں طیارے کے پاس رہ گیا ہے۔ سونیا کو مند ہو کر سوچنے لگی۔
 "واقعہ ہم کہاں گے کیا؟ ابھی تو پیٹ بھرا ہے۔ فرادے کہا تھا کہ کسی موڑ گراں تک پہنچنے کے لئے ہمیں دو سو میل کا سفر کرنا ہو گا۔ پتہ نہیں یہ گتے کب تک چلتے رہیں گے اور ہمیں کب تک وہاں پہنچائیں گے۔"

میں نے اُسے مخاطب کیا۔
 "ہیلر سونیا! انکو نہ کر۔ تقریباً دس گھنٹے کے بعد تم وہاں پہنچ جاؤ گی۔ اُس جگہ کا نام بورنیو ہے۔"
 فرزا داد! کیا تم تعاقب کرنے والوں تک پہنچ گئے ہو؟"

"ہاں۔ ان کی بھی فکر نہ کرو۔ وہ واپس چلے گئے ہیں۔"
 "تعب ہے۔ انہوں نے بڑی سزا کا ثبوت دیا ہے۔"

"ہاں۔ سزا کا ثبوت اس طرح دیا ہے کہ جس سیر نام کے آدمی کو تم لوگوں نے مارا ہے اس کا بھائی ہیلر بورنیو میں رہتا ہے۔ اسے اطلاع دیدی گئی ہے کہ اُس کے بھائی کے قاتل وہاں پہنچنے والے ہیں وہ اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ تم دونوں کا استقبال کرے گا۔"
 سونیا نے ناراض ہو کر پوچھا۔

"تم نے انہیں یہ موقع کیوں دیا کہ وہ ہیلن تک ہماری آمد کی اطلاع پہنچاتے؟"

"دیکھو تم پھر غصہ دکھا رہی ہو؟"

"میرے غصے کا اثر تم پر نہیں ہوتا"

"ایسا نہ کہو۔ اتنی بڑی دنیا میں صرف تم ہی ایک عورت ایسی ہو جس کے غصے سے زیادہ ڈرتا ہے؟"

وہ خوش ہو کر مسکرائے لگی۔ میں نے کہا۔

"یہ فرما اس طرح ڈرتا ہے کہ تمہیں غصے کی بجائے مسکرائے پر مجبور کر دیتا ہے؟"

اُسے اچانک ہی خیال آیا کہ وہ مسکرائی ہے اور وہ بھی مسکرت ہو قوت بنانے پر مستعد رہی ہے۔ پہلے تو وہ جھلا گئی۔ پھر بے بسی سے بولی۔

"تم ایک پل میں ادھر کی سوچ کر ادھر کر دیتے ہو۔ اب میں تمہیں کیا کہوں۔ جاؤ یا پھر مجھ کو معاف کر دیا؟"

اُسی وقت جیسی بی بی نے اچانک ہی زور کا تہقیر لگایا۔ سوئیائے حیرانی سے پوچھا۔

"تم کس بات پر نہیں رہے ہو؟"

"ارہ تم! اچھے اکثر فریاد آگیا۔ آپ نے کس طرح اُسے ننگا کر کے برف میں دھنکا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اسی وقت میرا دل جانتا تھا کہ زور کا تہقیر لگاؤں لیکن لڑنے میں یہ بات آئی کہ ہنسوں گا تو رابرٹ وغیرہ پھر پریشہ کریں گے۔ اس لئے بعد میں تہقیر لگاؤں گا اہا اہا..."

وہ کجبت اُس وقت کی روکی ہوئی ہنسی پھیپھڑوں سے نکال رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"سونیا! مبارک ہو۔ تم نے بڑے شاہکار نچے کو جنم دیا ہے۔"

"اے فضول بائیں کرو گے تو اچھا نہ ہوگا۔ تم ہی نے جو جو کیا تھا کہ میں اُسے بیٹا بناؤں؟"

"مجبور تو ہو رہو کر تلبے۔ پیدا کرنے کی ذمہ دار عورت ہوتی ہے؟"

"کیا تم دوسری کوئی بات نہیں کر سکتے؟"

"ہر اچھے والدین کو اپنی اولاد کی ہی بائیں کرنی چاہیے"

"فرار! یہاں سے جاؤ۔ اور ہیلن کی خبر کیوں وقت ضائع کر رہے ہو؟"

"اچھا۔ میں جا رہی ہوں؟"

لیکن میں نہیں گیا۔ وہ چند لمحے تک خاموش رہی پھر بولی۔

"فرار! کیا تم چلے گئے؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ وہ مجھے پھر ایک بار پکارنے کے بعد سوچنے لگی۔

"ادگاؤ! اور جلا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے میں اندر سے خالی ہو گئی ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے وجود سے دنیا بے بیانی ہوتی ہوں۔ مرد نہ ہوتو عورت یہ دنیا بے کر کیا رہے گی... کچھ نہیں؟"

میں مسکرائی ہوا ہوا اس کے دماغ سے نکل گیا۔ ابھی سوئیائے برنر تک ایک طویل فاصلہ طے کرنے والی تھی۔ راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ کوئی دشمن نہیں تھا۔ زمین ٹکڑے ٹکڑے تھے۔ کبھی بڑے بڑے اور کبھی چھوٹے بڑے بڑے منزوں تک پہنچنا جانتے تھے۔ اس لئے میں اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر بائیں کی جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔

اپنے اُس پاس کے حوالے پر بھی نظر رکھنا لازمی تھا۔ پتہ نہیں منزا اور ناموزا کہاں چلے گئے تھے۔ منزل کی پورسی ماں سے کچھ پوچھنا فضول تھا۔ اُس کی زبان کچھ نہیں زبانی ناموزا کے دماغ میں جھانکنا مناسب نہیں تھا۔ پتہ نہیں پتہ جبری کیسا وقت گزار رہے ہوں گے۔ میں اخلاقی حدود میں رہ کر سوچ رہا تھا۔ اور دماغ سمجھا رہا تھا کہ غفلت ہمیشہ مصیبت کا سبب بنتی ہے۔ لہذا کسی کو اپنا کچھ کراں سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

میری زندگی میں اکثر ایسے واقعات پیش آئے کہ جن سے میں ذرا بھی مطمئن ہوا۔ وہی میری بے اطمینانی کا سبب بنتے رہے۔ میں نے اخلاقیات کو بالائے طاق رکھ کر ناموزا کے دماغ میں جھانکا۔ وہ مندر کے کرائے ایک کالج کے کرائے میں کھڑا ہوا منزا کو دیکھ رہا تھا۔ منزا ساحل سمندر تک لہروں سے کھیل رہی تھی۔ جب وہ ناموزا کی طرف دیکھ کر مسکرائی وہ بھی جبراً مسکراتا ہوا سوچنے لگتا۔

"منزا کتنی معصوم ہے۔ یہ نہیں جانتی کہ میں جس زمانہ زندگی گزار رہا ہوں۔ یہ وقت کتنی خوبصورتی سے گذر رہا ہے۔ جھنڈی ہوائیں، سمندر کا کنارہ، منزا کی طرح شوق و شہر میری سرس۔ یہاں کتنا امن ہے۔ جی چاہتا ہے ساری زندگی اسی جگہ منزا کی بانہوں میں گزار دوں۔"

میں نے اُس کے دماغ میں حسرت بھری سرداؤ بھری اور کہا۔

"یہ حسرت کہاں پوری ہوگی؟ ایک ہفتہ بعد پھر حوروں کے حوالے میں پہنچنا ہوگا۔ اور اپنے ساتھ منزا کو بھی لے

جانا ہوگا۔"

اس کے دماغ میں منزا کا نام آتے ہی وہ مسکرت متعلق سوچنے لگا۔ کیونکہ منزا کے روپ میں اس کا عقیدہ حاصل کر رہا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا۔

"بڑھی ماں کہہ رہی تھی کہ منزا دن رات اپنے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند رکھتا ہے۔ کبھی اپنی جیب پر دیکھتا ہے۔ کبھی جھولے میں بیٹا رہتا ہے۔ اُس نے بھی اس بات کی شکایت نہیں کی کہ وہ اُس قید سے بیزار ہو گیا ہے؟"

میں نے اس کے دماغ میں تجسس پیدا کیا۔

"آخر وہ دن رات کمرے میں بند رہ کر کیا کرتا رہتا ہے؟"

اس کی دوسری سوچ نے کہا۔

"یہ چارہ! بند کمرے میں اور کیا کرے گا۔ بیٹھا گرت پڑے گا یا بھولے میں بیٹا رہے گا۔ ویسے میکے کا سنی تھا اُن کی بھانجی کرتے رہتے ہیں کہ وہ جھانک نہ جائے؟"

اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ ناموزا کچھ پھر وہ کرتا ہے۔ صرف اس کے سامنے اختتاماً میرا خیال نکلتے ہیں ان کی طرف سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اس لئے میں پھر ان کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ میں نے جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں آکر منزا کی ماں سے اٹھان میں کہا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اُس نے پھر میکے سامنے جھینگ اور کھانے کا سامن رکھ دیا۔

میں نے کیکوٹے بنا دیئے۔ جھینگ اور روٹیوں سے پیٹ بھرا۔ پھر اتارے سے چائے طلب کی۔ پندرہ منٹ بعد چائے بل گئی۔ میں آرام سے چائے سگریٹ پینے میں رقت ضائع کر رہا تھا۔ کبھی کبھی سوئیائے حوروں سے ہنستا تھا۔ پھر تقریباً آٹھ گھنٹے کے بعد میں نے اپنے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کیا اور جھولے پر آرام سے لیٹ کر پور نیو کے موٹر گیسو سراج میں ہیلن کے پاس پہنچ گیا۔

وہ گراج نہیں بلکہ دستروں سے کافی مٹی شہتیر سے بنا ہوا کالج تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس کے اُس پاس اور کچھ کالج ہیں اور دوسرے گراج ہیں جن میں چار دیوگی کا راج موجود رہتی ہیں۔ اُس وقت میں ہیلن کے دماغ سے صرف ایک آئینے کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ وہ خود آئینے کے سامنے لباس بدل رہا تھا۔ بعض اوقات نہ دیکھنے

والا منظر کبھی دیکھنا پڑتا ہے۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: بڑی بات ہے۔ لباس بدلنے وقت آئینہ نہیں دیکھنا چاہیے۔....."

وہ بے اختیار آئینے کی طرف سے منہ پھیر کر لباس پہننے لگا۔ منہ پھیرتے ہی سوچ بھی پھر گئی۔ اب اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ سامنے ایک آرام دہ پتنگ ہے اور اس پتنگ پر کبھی ایک معینہ لباس پہن رہی ہے۔ دنیا کا کوئی تمام آنا ننگا نہیں ہوتا، جتنا کہ دماغ کا تمام ہر تپا ہے۔ میں اُس کے دماغ سے سنزوری دریر کے لئے باہر چلا گیا میں نے سوئیائے کے پاس پہنچ کر کہا۔

"آٹھ گھنٹے گذر چکے ہیں۔ تم پور نیو کے قریب پہنچ رہی ہو؟"

"فرار! بھوک سے بڑا حال ہے۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ سردی میں بھوک زیادہ ہوتی ہے؟"

"فکون کرو۔ منزل قریب آ رہی ہے۔ کچھ نہ کچھ کھانے پینے کے لئے ٹل جائے گا۔"

"پور نیو کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ تم نے اب تک کیا معلومات حاصل کی ہیں؟"

"ابھی تک آنا ہی جانتا ہوں کہ وہاں ایک کمرے میں ہیلن ہے۔ ایک حسین لڑکی تھی ہے اور دو لڑکیں....."

میں نے بات اور صدمی پھر زوری۔ اُس نے جلدی سے پوچھا۔

"دو لڑکیاں؟ اور۔ اچھا۔ تم آگئی جگہ کیوں پہنچ جاتے ہو؟"

"میں تو معلومات حاصل کرنے گیا تھا۔ اب تم غصہ نہ دکھانا۔"

وہ ہنسی ہوئی بولی۔ "تم دانستہ اُن کی تنہائی میں نہیں گئے تھے۔ اس لئے غصہ نہیں دکھاؤں گی۔ ویسے کتنی دیر کی بات ہے؟"

میں نے جھوٹ کہا۔ بہت دیر ہو چکی ہے۔ اب مجھے وہاں جانا چاہیے۔ یہ تو معلوم ہو کہ وہ نہیں کس طرح گھیرنا چاہتے ہیں۔

میں اُس سے رخصت ہو کر پھر ہیلن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ کالج کے باہر برآمدے میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے برآمدے کے دروازے کے دوسری طرف چار سطح جران تھے۔ ایک کمرہ رہا تھا۔

"مسر بیلر! تمام انتظامات تکمیل ہو چکے ہیں۔ یہاں

سے دریل کے فاصلہ پر بارودی سرنگ بھجوانی تھی ہے
برف گاڑی اس پر سے گزرے گی تران دروزں کے
پچھڑے اڑ جائیں گے۔

”دریل کی گڈ“ ہیلر نے کہا۔ ”ہیں ان کے سپارٹا
فزار کے لئے زرا ہی کئی گنا نہیں کھنی چاہئے۔ زمین کرو
اگر گتے راستے میں بیار جرائیں۔ ایسی وجہ سے وہ سٹیج میں پھل
اوجھرتا آئیں۔ یا وہ برف گاڑی ٹوٹ جائے تو کیا ہوگا؟
دوسرے جہاز نے کہا۔ ”وہ دروزں راستے سے
بھٹک جائیں گے کیونکہ یہ راستہ صرف کتے ہی جانتے
ہیں۔“

ہیلر نے کہا۔ ”ہاں۔ میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ وہ
راستے سے بھٹک کر کسی دوسری سمت سے سپارٹا پورچ
سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ جہاں بارودی سرنگ بھجوائی گئی ہے
وہاں سے چند فرلانگ آگے ہم چاروں اپنا نماز سناؤ
اگر وہ تمہارے ہاتھوں مارے گئے تو صرف گاڑی بارودی
دھماکے سے تباہ نہیں ہوگی۔ کتے بھی ہمارے کام آنے
کے لئے زندہ رہیں گے۔“

پھر اس نے کاٹج کے اندرونی دروازے کی
طرف دیکھ کر کہا۔ ”شیلڈ ہم آں۔ ہم جا رہے ہیں۔“
شیلڈ نام کی وہی جیلڈ تیلڈ اور جیکٹ پہنے اپنے
شانہ سے ایک رافٹل شکائے کاٹج سے باہر آئی۔ وہ
سب ایک دیکھ کر کہیں آگے۔ اس علاقے میں ہوائی
تیز نہیں تھی اور نہ ہی برف کے ذرات اڑتے تھے لیکن
دہاں کا مہلانی علاقہ بھی برف سے ڈھکا رہتا تھا۔
جائزوں کی کھال سے بنے ہوئے کیسے ضروری تھے
مگر اسنو ماسک کی ضرورت پین نہیں آتی تھی۔
ہیلر گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے پاس بیٹھی
ہوئی شیلڈ پر بچھا۔

”ہیلر! کیا وہ دروزں اتنے ہی خطرناک ہیں جتنے
کہ تم لوگ محتاط اور منظم نظر آ رہے ہو؟“

”ہاں۔ پہلے مجھے اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ وہ دروزں
میرے سجائی میلر کے تاق ہیں۔ بعد میں پھر مجھے شہنشاہ
اطلاع دی گئی۔ مجھے ان کے نام بتائے گئے۔ ان میں
سے ایک ہماری تنظیم کا ماسٹر چیپمنڈی ہے۔“
”مائی گڈ من۔“ شیلڈ نے کہا۔ ”ہماری تنظیم کا ماسٹر
ہمارا دشمن ہو گیا؟“
ہیلر نے کہا۔ ”دوسرا نام تو سنو... نہیں بلکہ بوجھو

وہ تمہاری بہت ہی پسندیدہ سٹی ہے۔ تم اس کے گن
گانی رہتی ہو۔ وہی بہت دشمن بن کر آ رہی ہے۔ بوجھو وہ
کون ہے؟“

شیلڈ ذہن پر زور ڈال کر سر جینے لگی۔ ہیلر نے کہا۔
”میں اشارہ دیتا ہوں۔ تقریباً چھپیں گھنٹے پہلے تم نے
اس کا ذکر کیا تھا۔“
شیلڈ حیرانی سے اچھل کر ہیلر سے زرا دور ہو گئی
پھر بے یقین سے بولی۔ ”کیا ادا م سونیا آ رہی ہیں؟“

ہیلر نے ناگہرا ری سے کہا۔
”تنظیم سے بخاری کرنے والی کر مام نہ کہو۔“
”اچھا نہیں کہوں گی۔ میری بات کا جواب دو۔ کیا ادا م
سونیا... نہیں ادا م نہیں۔ صرف سونیا... کیا سونیا آ رہی
ہے؟“

”ہاں اس کی موت اُسے سپارٹا کچھ کر لاری ہے۔“
وہ خاموش رہی۔ میں ہیلر کے داغ سے نکل کر اس
کے داغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ اپنے ماضی کو یاد
کر رہی تھی کہ اب سے دو سال پہلے وہ ادا م سونیا کے
ماتحت کام کرتی تھی۔ اور اس کی صلاحیتوں سے بے حد
متاثر تھی۔ پھر اس کی ادا م ماسٹر لیٹنے کے ساتھ کسی ٹرن
پر چلی گئی۔ کچھ عرصہ بعد جسبلی کو وہ فریڈا دلی تیرور سے
بل گئی ہے۔ پہلے تو فریڈا کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن
جب انہوں نے مزید کوئی کی کرداروں ڈال کر مشینوں کو تباہ
کر دیا تو دنیا کے ایک سر سے دوسرے سر تک تنظیم
افراد میں بے چینی پھیل گئی۔ اب شاید ہی کوئی ایسا ہو جو
سونیا اور فریڈا کا نام نہ جانتا ہو۔

وہ سوچ رہی تھی اور اس کے اندر چھپا چھپا ماحول
اور دلورل پیدا ہو رہا تھا۔ وہ اپنی ادا م کو دوبارہ دیکھنے کے
لئے بے چین ہو رہی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا۔
”ہیلر! سونیا اس علاقے میں کیسے پہنچ گئی۔ جہاں
ہمیں بھی جاننے کی اجازت نہیں ہے؟“

ہیلر نے جواب دیا۔
”ریڈیو آپریشن نے مجھے صرف اتنا بتایا ہے کہ سونیا کو
اس علاقے میں ہلاک کرنے کے لئے ایک طیارے کے ذریعہ
بھیجا گیا تھا۔ وہ طیارہ وہیں گر کر تباہ ہو گیا۔ ماسٹر چیپمنڈی
اُسے موت کی سزا دینا چاہتا تھا۔ مگر وہ بھی اس کے ساتھ
لی کر غدار بن گیا۔ اب وہ دروزں اوجھرتا ہی پھیل کلا دھر
آ رہے ہیں۔“

شیلڈ نے اسٹیوننگ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
”عوازی روکر۔ میں کاٹج واپس جاؤں گی۔“
ہیلر نے گاڑی روک کر پوچھا۔

”کیا بات ہے۔ واپس کیوں جا رہی ہو؟“
وہ دروازہ کھول کر باہر نکلنے ہوئی بولی۔
”اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اپنی سلامتی کے لئے سونیا
سے ڈکڑاؤ تو تم نہیں مانو گے۔ میرا مذاق اڑاؤ گے؟“
اس کی بات سننے ہی گاڑی میں بیٹھے ہوئے تمام اڈاؤ
چلنے لگے۔ ایک نے کہا۔

”ہم نے اپنی تنظیم میں اتنی بزدلی لڑکی اور کئی نہیں
دیکھی۔“
دوسرے نے کہا۔ ”یہ اپنی ادا م کی موت کا نظارہ
نہیں کر سکتی۔ اس لئے جا رہی ہے۔“

ہیلر نے پوچھا۔ ”کیا واقعی تم اپنی جان بچانے کے
لئے بھاگ رہی ہو؟ اسے میں اسے جیونٹی کی طرح
مسل دروں گا۔“

شیلڈ نے باری باری ہر ایک کے چہرے کو دیکھا
پھر بڑے اعتماد سے بولی۔
”میں صرف کھانا تیار کر کے جا رہی ہوں۔ ملاؤ
سونیا میری پیاسی آئیں گی۔“

اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی کے دروازے کو
بند کیا پھر کوئی حجاب سے بغیر کاٹج کی طرف واپس چلی
گئی۔ گاڑی کے اندر پھر ایک بار بیٹھے بند ہوئے ہیلر
نے عقب نما آئینہ میں شیلڈ کو جاتے دیکھ کر زان سن کہا
پھر گاڑی آگے بڑھا دی۔

دریل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ گاڑی سے
اتر گئے۔ ہیلر ایک ماسٹری بتانے لگا کہ اس طرح بارودی
سرنگ بھجوائی گئی ہے۔ جیسے ہی برف گاڑی ٹوٹ کر
اس صفے سے گزرے گی۔ ان کا ایک آدمی بارودی
تار سے منسلک ہونے والے ڈائنامٹس باکس کے
ہینڈل کو پکڑ کر دے گا۔ اس مقصد کے لئے ایک آدمی
دہاں پہنچا دیا گیا۔

دہاں سے دو فرلانگ کے فاصلے پر برف کو کھود کر
ایک مڑا بنا یا گیا تھا جس میں ڈائنامٹس کو پریٹ
کرنے والا چھپ کر بیٹھ سکتا تھا۔ دروزں اس میدان کی علاقہ
میں دور دور تک چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ اس کے آگے
چھ فرلانگ کے فاصلے پر باقی تین مسل جہاز اپنے لئے تھے۔

کھودنے لگے۔ تاکہ وہاں چھپ کر فائرنگ کر سکیں۔
واقعی وہ اپنے لئے گڑھے کھود رہے تھے۔

ہیلر دہاں سے گاڑی واپس لے گیا۔ اس کی موت
تاریخی تھی کہ وہ گاڑی کو گریگ میں واپس لے جائے گا
تاکہ سونیا اور چیپمنڈی کو وہ گاڑی دور سے نظر نہ آئے
پھر وہ گریگ سے واپس ایک میل کے فاصلے سے جب
فائرنگ کی یا بارودی دھماکے کی آواز سانی دے گی
اور دشمنوں کی موت کا یقین ہو جائے گا تو وہ انکی لاشیں
دیکھنے جائے گا۔

میں اُسے چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اور اُسے
بتانے لگا کہ میلر نے اس کے لئے کس طرح جال بچھا یا
سونیا نے تمام باتیں سننے کے بعد پوچھا۔

”فریڈا اچھے کیسے معلوم ہو گا کہ میں ان تین مسل
آدمیوں کے بنائے ہوئے حجاز کے قریب پہنچ گئی ہوں؟“
ان ایریز میں معمول ہی گیا تھا کہ اس برناتی میدان
میں کسی خاص جگہ کی نشاندہی کے لئے کرنی مخصوص نشان
نہیں ہوتا تھا۔ نہ کرنی مکان تھا، نہ درخت نہ پودے تھے
کاٹج دہاں سے دریل کے فاصلے پر تھے، اس لئے سونیا
کو نظر نہیں آسکتے تھے۔ میں نے کہا۔

”سونیا! ابھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تمہیں کون
کاٹج کروں؟ مجھے ذرا سوچنے دو۔ اس وقت تک
گٹھوں کی کھام چھپتی رہو تاکہ وہ تیز رفتاری سے ادھر
نہ آئیں۔“
”ابھی بات ہے۔ میں اب آہستہ آہستہ آ رہی
ہوں۔“

میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ تھوڑی
دیر تک سوچتے رہنے کے بعد سہی بات سمجھ میں آئی کہ کپل
دو ذریعہ سے مجھے ہی نمٹنا چاہیے۔ مدد نہ دور سے برف
گاڑی کو دیکھتے ہی فائرنگ شروع کر دیں گے۔ دشمن
اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں محفوظ رہیں گے۔ سونیا
اور چیپمنڈی کی کھلی میدان میں ادھر سے ادھر بھاگنے کے
سوا کچھ نہ کر سکیں گے۔ وہ جھینے والوں پر فائرنگ بھی
نہ کر سکیں گے۔ بلکہ وہ خود گولیوں کا نشانہ بن جائیں گے
حالات کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے
ہیلر کے داغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ گاڑی کو گریگ
میں رکھنے کے بعد کاٹج کے اندر جا رہا تھا۔ شیلڈ نے جو
فیصلہ سنا یا تھا۔ اس پر بارودی خانہ میں جا کر مل کر رہی تھی

کی بیچ پر سرد پڑ چکا تھا۔

اس کے مرتے ہی براؤن سڑک پر تنہا کھڑا ہو کر ادھر ادھر پریشانی سے دیکھنے لگا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جو اپنے تھے، وہ انہوں کے ہاتھوں کیسے مرتے سب فنا ہو گئے۔ اب وہ تنہا سوینیا اور چھپیسی کا مقابلہ کیسے کرے گا؟

ہاتھوں میں رائل ہو تو تنہا دو جا رہا تھا مگر کیا ہمتا ہے۔ لیکن فریڈ کی موت کے بعد اب ان کے دلوں پر سوینیا کی دہشت طاری تھی۔ پہلے شیلڈ کی بات پر براؤن نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تہقہ لگا دیا تھا۔ اب تنہا مقابلہ کی بات آئی تو وہ اپنے آپ پریشنا چاہتا تھا لیکن اُس نے سوچا کہ فریڈ ہی کا بیچ پر تنہا کھڑا ہے۔ فریڈ نے اپنے ہاتھوں کو اظہار دینی چاہیے۔ اور ہر سڑک پر کھینچ لے کر سے ایک گاڑی لہکر وہاں سے فرار ہو جانا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی وہ کاٹج کی طرف بھاگنے لگا۔

میں نے اُس کی پیروی کا بیچ میں پہنچ کر دیکھا۔ شیلڈ اپنی رائل اٹھانے سے اُدھے ہیں اگر دور سے ہونے والی فائرنگ کی آواز سن رہی تھی۔ اُس نے پہلے زوردار دھماکہ کی آواز سن کر تنہا یہ سوچ کر دل بڑھ گیا تھا کہ سوینیا کی برف گاڑی ہوا کی دھماکہ کی زوہیں آگئی ہے۔ پھر تو وہی دیر بعد اُس نے فائرنگ کی آواز سن کر اس خیال سے اطمینان ہوا کہ سوینیا یقیناً زندہ ہوگی۔ تب ہی فائرنگ ہو رہی ہے۔ شیلڈ بوجھ بھی نہیں سمجھتی تھی کہ اس کے سامنے آئیں ہی میں رائل کی گوریاں ہتیم کر رہے ہیں۔ میں نے اس کی سوزن میں کہا۔

ماما پر قابو پانا ہیلر جیسے لوگوں کے من کی بات نہیں ہے۔ ایسے وقت مجھے ماما کی کچھ مدد کرنی چاہیے۔ شیلڈ کی سوزن لے گیا۔ مگر میں کیسے مدد کر سکتی ہوں۔ میسٹر پاس رائل ہے۔ لیکن میں کھلی جگہ جاؤں گی تو کسی کی گولی کا نشانہ بن جاؤں گی۔

میں نے کہا۔ ہاں۔ آگے جانے میں خطرہ ہے۔ مگر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ماما سے جان بچا کر یہاں اور یہاں کا بیچ میں چھپ کر ماما کو نقصان پہنچانا چاہے۔

ہاں! اس کی سوزن نے ایک ایسی سی ہاں کے ساتھ کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں یہاں کھڑی رہوں گی۔ کوئی یہاں آئے گا تو گولی سے اڑا دوں گی۔"

تھی۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اُس نے کاٹج کے فریڈ پہنچ کر کہا۔ "شیلڈ! بہت بڑی خبر ہے۔ ہمارے تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔"

"تم کیوں زندہ ہو؟"

شیلڈ نے گولی داغ دی۔ یہ پوچھنے کا ضرورت نہیں تھی کہ تمام ساتھی کیسے مارے گئے۔ اُسے یقین تھا کہ کی ماما نے ہی آنا بنا شکار کھیلنا ہے۔ بہر حال میں نے میدان صاف کرنے کے بعد سوینیا سے رابطہ قائم کیا۔ برف گاڑی کی روک لیا تھا۔ اور میرا انتظار کرتی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"ہیلو سوینیا! تم ٹوک کیوں گئیں؟"

"میں آگے کیسے بڑھوں۔ کچھ فاصلے پر دھواں گاڑ دے رہا ہے۔ کیا تم نے ہمیں آگ لگا دی ہے؟"

"ہاں۔ آگے بڑھو۔ دھواں دکھائی دینے کا مظہر یہ ہے کہ تم قریب پہنچ گئی ہو۔"

وہ گفتگو کتنی ہی سے دور ٹرانے لگی۔ میں نے اُسے تنہا دھماکہ دینا کس طرح مارے گئے ہیں اور اب وہ شیلڈ کی طرف کی طرف ہے۔ کاٹج میں اس کا انتظار کر رہی ہے۔ اور بعد وہ جلی ہوئی دیگن کار کے پاس پہنچ گئی۔ میں نے کہا۔

"اب وہاں سے درمیل کے فاصلے پر کاٹج بڑھنا کے باعث راستے میں گڑھا بڑھ گیا ہے۔ اب تم بیچ ان گزوں کو روہیں چھوڑ کر آگے بڑھو۔"

اس نے اور چھپیسی نے درمیل کا سفر پسپا کر لیا۔ شیلڈ نے انہیں دیکھتے ہی خوش ہو کر زور دلوں کا پھیلاتے ہوئے کہا۔ "ماما خوش آمدید۔ اگر آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہیں تو میں آج بھی آپ کے سامنے معمولی ٹوٹی ہوں۔ آپ کی ماتحت ہوں۔"

میرا بچے کھانوں کی خوشبو یہاں تک آ رہی ہے، ویسے فریڈ صاحب اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ جاپان کی ایک سینئر جیل میں انہیں گولی مار دی گئی ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ ان کی موت پر پوری ایک فلم تیار کی گئی ہے۔ وہ فلم میرا سڑک کے پاس ہے۔"

"لیکن ماما! آپ کے چہرے سے فریڈ صاحب کے لئے کچھ ظاہر نہیں ہو رہا ہے۔"

"شیلڈ! اعداوت اپنا تو کھ اپنے دل میں چھپا کر رکھتی ہے۔ جتنی تم بائیں ہی کو رنگی کا کاٹج میں چلنے کے لئے بھی کہو گی۔"

"سوری ماما! تشریف لائے۔ اب تم یہاں آپ کی حکومت ہے۔"

وہ شیلڈ اور چھپیسی کی ساتھ کاٹج میں چلنے لگی۔ میں نے کہا۔ "سوینیا! اس قدر جلد ممکن ہو۔ کھانے پینے سے فارغ ہو جاؤ۔ یہیں وہاں سے بھی فریڈ سمجھا گیا ہو گا۔"

"کیوں؟ تم مجھے آرام نہیں کرنے دو گے۔ کھانے کے بعد نیند ضرور آئے گی۔"

"سوچا جاؤ گی تو پھر ہمیشہ کے لئے سوئی رہ جاؤ گی۔ ہیلر کی طرف سے اطلاع نہیں ملے گی تو وہاں تنظیم کی دوسری ٹیم پہنچے گی۔"

شیلڈ

شیلڈ اور چھپیسی ایک چھوٹی سی مینز کا طرف بیٹھے ہوئے کھانے میں مصروف تھے۔ چھپیسی چپ چپ تھا۔ شاید اس لئے کہ وہ عورتی آپس میں لوٹنا شروع کرتی ہیں تو کبھی کسی سے کوہلوئے کا مروت نہیں دیتیں۔

سوینیا نے کہا۔ "شیلڈ! تم اپنے ہاتھ چھپیسی سے شاید پیسے بھی مل چکی ہو۔"

"نہیں ماما! میں نے ماسٹر کا نام لیا تھا۔ لیکن شے کا آج ہی اتفاق ہوا ہے۔"

وہ پہاڑ جیسے چھپیسی کو کمر لہنی نظروں سے یکسر ہٹا دیتی تھی۔ چھپیسی نے فریڈ کہا۔

"مجھے اس طرح کھو کر نہ دیکھو۔ میں عورتوں کو پسند نہیں کرتا۔ شیلڈ! نام ہی ہو گئی۔ سوینیا نے کہا۔

"چھپیسی! یہ کیا بات ہے؟ کیا تم مجھ کو نہیں کہتے ہو؟"

"میں تو آپ کو دل دجان سے چاہتا ہوں۔ آپ کی بات ایسے ہی میری بات اور کیوں ہے؟ یہی تو حوت ہوتی ہے۔"

"لیکن آپ میری تھی ہیں۔"

شیلڈ چونک کر کہی سوینیا کو ادا کہی چھپیسی کو دیکھنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی ماما سوینیا دیوہیلر چھپیسی کی تھی کیسے ہو سکتی ہے۔ سوینیا ابھی تھی۔

دیکھی کیوں نے ملتا۔ لیکن اس کی دلچسپی تھی تیار ہی اہمیت کا انظار
جو گیا۔ پھر رفتہ رفتہ معلوم ہوا کہ تم نے مصلحتوں کی تنظیم کو کتنا زبردست نقصان
پہنچایا ہے۔

میں نے پوچھا: تم اتنی مصلحتیں حاصل کرنے کے بعد مجھ سے کیا
چاہتے ہو۔

میں ریٹھ پادریوں کو بہت بڑا امیدوار مان کر چاہتا ہوں شاید
تم میں بھی جیتی جلتے ہو۔ پادریوں کے ذریعے دشمنوں کی نیندیں حرام کر دیتے
ہو۔ فرزا د اہمیت اور دولت حاصل کرنا تمہارے لئے معمولی بات ہے
اگر تم میری درگاہ کو قیصری بہت نام پر لگو۔ تمہاری بہن کی زندگی بھی خوش
آرامی سے گزری۔

اس دنیا میں مالے لوگ زیادہ ہیں۔ جو دوسروں کے کاموں پر بند
رکھ کر چلاتے ہیں۔ میں نے کہا۔

بہر حال یہی چاہتا ہے کہ اس کی بہن ہنسی کیسی زندگی گزری
میں اپنی بہن کے قدموں میں دولت کا ڈھیر لگا دوں گا بشرط یہ ہے کہ تم
میرا زندگی سے باز آ جاؤ۔ ریٹھ پادریوں میں بڑا امیدوار مان کرنا کمالی بات
نہیں ہے۔

اس نے سکرانے سے بڑے کہا۔
دوسروں کو نصیحت اور خود کو نصیحت والی بات ہے۔ تم خود مجھ کو

زندگی گزار رہے ہو۔
میں نے ایک سرواٹھ پیر کہا۔

میں دلدار میں حوس گیا ہوں۔ اس لئے دوسروں کو اس دلدار سے
بھلا کر چاہتا ہوں۔ میں نے یہ سلی جیتی کاظم اپنے چچا اور جی سے انتقام لینے
کے لئے حال کیا تھا۔ میں نے بعد میں توبہ کی۔ اس لئے کہ انسان کو دنیا کا کوئی
سوی قسم بخیر نہیں مٹا سکر کے لئے نہیں کھٹا چاہتے۔ میں نے اپنا راستہ بدل دیا۔
لیکن خیال خزانے کے ذریعے تیر چلا کر میری ملک کے جا سوئی جسے ملک
کا ایک لم راز چکر لگا کرے مانا جاتے ہیں۔ یہ علم ہونے کے بعد مجھ کو
بھی محبت وطن ناموش نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ میں جا سوئیوں کے پیچھے چڑھ گیا۔
بعد میں پتھوکر کے ماضیوں کی خاطر نہ کہ تنظیم سے جو دنیا کے بڑے بڑے ملک
کے لئے اپنے خاندانی ماضی بخیر جی کا روائتیاں کرتی رہتی ہے۔

بہر حال میں اب تک ان سے بچھا ہوا ہوں۔ انہیں فریب دینے کے لئے
خود کو مردہ بنا لیا ہے۔ وہ تنظیم جو ان سب ملک میں جنگ اور لڑائی کے
بیچ بڑی ہے، میں اسے ایک نئے جڑ سے اٹھا کر پھینکوں گا۔ اس ملک مقصد
کے لئے اگر میں مجرم ہوں تو مجھ سے کس کا انٹرنس نہیں ہے۔ لیکن نامور
تمہارا مقصد صرف نامور دولت حاصل کرنے ہے۔ اس لئے میں نہیں نصیحت
کرتا ہوں کہ مجھ کو زندگی سے باز آ جاؤ۔

نہروانے کو کسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا۔
تمہاری طرح میں بھی ایک لمحہ تقریر کر سکتا ہوں اور یہ ثابت کر سکتا

ہوں۔ کہ جرم سے جو دولت مجھے حاصل ہوگی میں اس سے بے خبر
مدد کروں گا۔ اور سنی لٹرا کھلاؤں گا۔ اس طرح سے جرم کے لئے
میں ایک ہو گا۔ دیکھو فرزا! ہم دونوں ایک ہی شہر کے دو لڑکے ہیں۔
نصیحت نہ کرو۔

وہ اپنی مندر سے یہ سہارا تھا کہ اس پر نصیحت افزا نہیں کر رہے
گی۔ میں نے کہا۔

ابھی بات ہے۔ اب نصیحت نہیں کروں گا۔ تاؤ تمہارا بڑا
کیا ہے۔

وہ اتنا خفا انداز میں ہنسنے لگا۔
واقعی تم سچا بھروسہ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پھر وہ

فرزا علی تیر کی شہیت کو میرے اندر سے مارتیوں کے علاوہ کوئی اور
پہچان سکے۔

میں نے پوچھا: تمہارے ساتھی اس راز کو تک لپٹے
میں چپکا کر رکھیں گے؟

جب تک کہ میں چاہوں گا۔
وہ دیکھو بن کر بائیں کر لہتا۔ میں نے کہا۔

چلو ٹیکے آگے کہو۔
اس نے کہا: وہ ریٹھ پادری تنظیم میں مجھے بڑا امیدوار مان کر

اس کے اقتدار کو اس بات کو گرتے ہیں۔ وہ جا ہے اس
ہیں۔ ایک باس کی طرف سے مجھے حکم لگا ہے کہ میں یہاں ایک

دو دن گزار دیکھوں۔ اب چونکہ بعد میں یہاں سے ایک ملک
گے تم اپنا چہرہ بدل دو۔ تاکہ تمہیں کوئی پہچان نہ سکے۔ وہاں تم تنظیم

اور دنیا کے ساتھ رہو گے۔ اس طرح کہ لوگ تمہیں ایک معمولی اور
سا آدھی سمجھتے رہیں۔ تاکہ میں کی طرف سے مجھے جو بھی اہم کام

کاظم پس پردہ وہ کرو گے۔ کامیابی کے بعد وہ کل نامور مجھے سے
گا۔ دیکھو میں اپنے لئے نہیں۔ تمہاری بہن کی بہتری کے لئے کہہ رہی ہوں۔

میں نے اثبات میں سر ہل کر کہا۔
اوں۔ میں سب سمجھ رہا ہوں۔ میں منظر کی بہتری کے لئے

کا کام کروں گا۔ تم میری ایک چھوٹا سا کام کرو گے جہی زبان
گفتی ہے۔ یہ مجھے کھادو۔

یہ کہیں ہی بڑی بات ہے۔ تم آج ہی سے کچھ شروع کرو۔
اس نے اپنے چاؤں ساتھیوں کو کر کے یہ مطلب کیا کہ

سے کہا کہ تمہارا کام میرے لئے ایک اپ کا سامان اور چینی زبان
کے لئے کافی تسلیم ہے۔ میں نے اس سے کہا۔

تم اپنے چاؤں ساتھیوں کا تعارف کرو۔ تاکہ تمہیں
دوسرے کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

نامورانے باہمی باہمی ان سے تعارف کرایا۔ چہ چکر لگاؤں

دوسرا سنی انگریزی جلتے ہیں اور وہ بالکل کہنے ہیں۔ نامورانے کہا۔
فرزا! وہ اپنے شہر کی جیتی کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ لیکن اس

میں نے کہا: وہ شہر میں جیتی کو اتنا بڑا چارو کا بیان کرتے ہیں
میں نے اپنے منہ سے کہنے کے لئے اسنا زب جا تا ہے۔ جیتی یہ کوئی مادہ نہیں ہے

وہ منظر چھوٹا اور ڈوٹا تھا۔ منہ کی باتیں اس کوں۔ کسی کا
کیسے تمہاریاں؟ ان لوگوں کی دلچسپی بڑھ گئی۔

میں نے بات بنائی۔ تم نے تمہارا کام کہنا شروع کیا ہے
اوں۔ جیسے سنا ہے۔

ابھی میں سنا ہو گا کہ شمال سے مقامی سپر اچھی ہوتی ہیں۔
چنی ا یہ ہم نہیں جانتے۔

ماننا چاہئے۔ یہ تو عامی بات ہے۔ تلب سنا کی سنی ہی لئے
بال کی جانب ہنسنے کے دوران سے مقامی سپر اچھی اس کوئی کو اپنی

رف کھینچی ہیں۔ بہر حال یہ کسی کے مانے کو بڑھنے کے لئے پہلے کسی کہے
باندھنا چاہئے۔ پھر شمال کی جانب ہنسنے مار کر بیٹھ جاتا ہوں پھر

بطنی کرتا ہوں۔ اس کی کو بڑھنے میں ہادیات ہیں۔ اس کے بعد اس شخص
دھان کرتا ہوں۔ جس کے منہ تک کھینچنا ہوتا ہے۔

میں نے خیال خزانے کا ایک لہجہ سنا دیا۔ تاکہ وہ مجھ پر شہ نہ
ہیں کوئی بد وقت ان کی سوچ کو بڑھتا رہتا ہوں۔ نامورانے کہا۔

میں نے تمہارے لئے نرم بتیاں منگوا دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک
جی میں تمہیں دوں گا۔ آج تم اپنی شہر جیتی کا مال ہیں۔ کھانا دیکھو

اور اس کے ساتھ رہو گے۔ اس طرح کہ لوگ تمہیں ایک معمولی اور
سا آدھی سمجھتے رہیں۔ تاکہ میں کی طرف سے مجھے جو بھی اہم کام

کاظم پس پردہ وہ کرو گے۔ کامیابی کے بعد وہ کل نامور مجھے سے
گا۔ دیکھو میں اپنے لئے نہیں۔ تمہاری بہن کی بہتری کے لئے کہہ رہی ہوں۔

میں نے اثبات میں سر ہل کر کہا۔
اوں۔ میں سب سمجھ رہا ہوں۔ میں منظر کی بہتری کے لئے

کا کام کروں گا۔ تم میری ایک چھوٹا سا کام کرو گے جہی زبان
گفتی ہے۔ یہ مجھے کھادو۔

یہ کہیں ہی بڑی بات ہے۔ تم آج ہی سے کچھ شروع کرو۔
اس نے اپنے چاؤں ساتھیوں کو کر کے یہ مطلب کیا کہ

سے کہا کہ تمہارا کام میرے لئے ایک اپ کا سامان اور چینی زبان
کے لئے کافی تسلیم ہے۔ میں نے اس سے کہا۔

تم اپنے چاؤں ساتھیوں کا تعارف کرو۔ تاکہ تمہیں
دوسرے کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

نامورانے باہمی باہمی ان سے تعارف کرایا۔ چہ چکر لگاؤں

59

اپنی اپنی جگہ ہے۔ میں دوستی کرتا ہوں۔ تم اسے غلامی
کہتے ہو۔ اب یہ جو کچھ بھی ہو۔ تم ہمارا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔ اس لئے

کہ جی۔ جی ہی۔ تم اپنی بہن کا کچھ نہیں کر سکتے۔
میں نے شکست تسلیم کرنے کے انداز میں ایک گہری سانس

لی۔ پھر منتر کے سر پر محبت سے ہاتھ پڑھتے ہوئے کہا۔
اب تک میری کوئی بہن نہیں تھی۔ لے بہن بنانے کے لئے

ہاں لہجے کے مطابق کتنے مجبور ہوتے ہیں۔ اب میں تم سے بحث نہیں کروں
گا۔ تم بھی بار بار میری بہن کا حوالہ نہ دو۔ میں چپ چاپ تمہارے

حکم کی تعمیل کروں گا۔
اس نے غور سے پوچھا کہ میرے رشتے پر تمہارا کیا ہے۔

شبابی ا اب ہماری دوستی کا تیلہ سوئی۔
پھر اس نے منتر کے کہا کہ میرے لئے آشتی لگے۔ میں اس کو

میں چوگا۔ اور اس دوران نامور کی سوچ کو بڑھتا رہا۔ وہ اپنے دو
ساتھیوں کو بڑھتا رہا۔ اس طرح اس ہٹ میں باقی دو ساتھی جو جاتے

دوسرے نہیں جاتا تھا۔ اس طرح اس ہٹ میں باقی دو ساتھی جو جاتے
ان میں بھی ایک انگریزی زبان سے واقف تھا۔ اور دوسرے مقامی

زبان جانتا تھا۔ جب میں اس دفعہ سے فارغ ہو کر گئے تو آیا تو نامور
نے دوسرے لباس پہننے کے لئے کہا۔ لباس پہننے کے بعد منتر آشتی لے آئی

پھر آشتی کرنے کے دوران میں نے سرت سناؤ دشمنوں کی خبر لی۔
نامور کے دونوں ساتھی ہٹ کے بڑے میں بیٹھے تاش کھیل رہے

تھے۔ تاش کھیل کھڑو دکان انداز میں شروع ہوا ہے اور کم دیش
دشمنی پر فخر ہوتا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن نہیں بن سکتے

تھے۔ لیکن میں نے نیا دیا۔ جو دشمن انگریزی جانتا تھا اس کے منہ
میں یہ بات چھٹا رہا کہ اس کا ساتھی میں نے پہلی پہلی کر رہے۔ وہ اپنے

ساتھی کو بات بات پر گالیاں دینے لگا۔ جو اب اسے بھی گالیاں سننی پڑیں۔
غیر یہ ہوا کہ بات بات نامور پانی تک پہنچے۔

میں کمرے میں ناشتر کر رہا تھا اور نامور میرے پاس بیٹھا ہوا
تھا اس نے کمرے سے ڈانٹ کر کہا کہ وہ اولیٰ حیدر گاہ میں

اس وقت تک جھگڑا اٹھا جس کو پہنچ گیا تھا ایک نے حاقو نکال یا
تھا۔ دوسرے نے چھوڑنے کے لئے ریلوے نکال یا۔ میں نے ریلوے والے کے

دماغ میں چھڑک کر کہا۔
مجھے حاقو کے حملے سے بچنے کے لئے فائر کرنا چاہئے۔۔۔ فائر

اسی کو شیش کی زور دار آواز سنائی دی۔ نامور کے ساتھ میں
بھی اچھل کر کھڑا ہوا۔ اور گھر کر رہا۔

یہ کس نے فائر کیا ہے؟
نامور داد دیا ہوا تھا۔ اس نے میں پہنچا۔ وہاں مقامی زبان جانتے

والا مردہ پڑا ہوا تھا۔ دوسرے نے گھر کر کہا۔

لئے پہنچ جاؤ گے۔

ہم تینوں ہتھیار بیک کرنا کٹھ سے باز رکھئے۔ انہوں نے گراچ سے تین گاڑیاں نکالیں۔ ہم تینوں کے اترتہیت پر بانڈھ کر میں ایک لاک گاڑی میں بیٹھا۔ پھر جو مسٹر جان ہیں وہاں سے تعلقہ جانا چاہیں میل کے فاصلے پر گئے۔ اس کے بعد وہاں سے تعلقہ کو اس فاصلے میں بیٹھے لاکھوں۔ ایک بار میری سرچ کے فیصلے کے لیے دیکھ کر۔ اس فاصلے میں صرف ایک ٹریکس ہے۔ باقی لوگ اس کی طرف داپس چلے گئے ہیں جب فیاد لوبدی پر پڑا کرنے لگا تو میں نظائر پرشس سے پوچھا۔

تم ہم کہاں لے جا رہی ہو؟

اس نے جواب دیا: منتری جرمی۔ فریکٹرف.....

یعنی دنیا گول ہے۔ جہاں سے میں موت کی سزا پانے کے لئے پہلی تھی پھر ایسی جگہ داپس جا رہی ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا۔

کیا تم مجھے جانتی ہو؟

وہ مسکرا کر کہی: سو نیا اور فراد کو تنظیم کا ہر فرد جانتا ہے۔ پھر تو تم یہ میں جانتی ہو گی کہ مجھے موت کی سزا دی گئی تھی۔ وہاں جانتی ہوں۔

پھر تم لوگ مجھے زندہ داپس کیوں لے جا رہے ہو؟ جبکہ موت کی سزا دی جا چکی ہے۔ تمھے تو کٹھ سے نکلتے ہی گولی مار دی جاتی تھی۔ ماسٹر کا حکم تھا کہ تین اور چیمپری کو زندہ داپس لیا جائے۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم نے موت کی سزا سے بچنے کے لئے چیمپری سے دوشے کو دوست کیسے بنایا؟ اور جہاں جہاز اس پر نکلے علاقہ میں کیسے تیار ہو گیا؟

جہاز کیسے تیار ہو گیا۔ یہ تو جہاز میں بیٹھے والے ہی بتا سکتے ہیں اس کی تباہی سے بہت پہلے میں نے اور چیمپری نے پورا مشورٹ بانڈھ کر چلا لگ گائی تھی۔ یہ تو ماسٹر ہی جانتے ہیں کہ تم دونوں نے پہلے چھو لگ گائی ہے اسی لئے تو بعد میں ان لوگوں کو چاک کیلے۔ جو جہاز سے میں زندہ بچ گئے تھے۔

میں نے صرف وہ آدمیوں کو چاک کیا۔ وہ ملیا سے سے باہر سے مقابلہ پر آئے تھے۔

میں جانتی ہوں۔ میں فریکٹرف کے ماسٹر کی اسٹنٹ ہوں ہتھیار متعلق تمام رپورٹ ماسٹر کے پہنچ گئی۔ میں صاف گوئی سے لاکوں کی اور یہ کہوں گی کہ ہتھے زندہ بچنے کے لیے میں چیمپری کا کام کر رہی ہے۔

میں نے صرف سزا ہی سے بچتے ہوئے پوچھا۔

کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں چیمپری جانتی ہوں؟

اس نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ نامکون تو نہیں ہے۔ تم تقریباً دو سال تک مزاد کے ساتھ دن

رات وقت گزرتی رہی ہو۔ اتنی لمبی مدت میں کیا تم نے اس سے یہ

علم نہیں لیکھا ہو گا۔؟

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

میں نے فی لاکوں سا کا نام لکھا ہے۔ بس میں یہ بتا رہا ہوں

ماسٹر کو سنبہ پور ہے۔؟

ایک نہیں کئی کارنہ ہیں۔ اس فاصلے میں کوئی خرابی نہیں تھی اور طیارے کا ایک ہندو برس کی فلائنگ کا تجربہ رکھتا تھا۔ چیمپری نے اتنی قوت پائی ہے کہ وہاں میں خرابی پیدا کر دی۔ اس طرح تم نے ٹیلی چیمپری کے ذریعے چیمپری سے یہ فرما کر کے انداز لپنے لئے محبت اور دوستی پیدا کر دی۔

بہت خوب! میں نے کہا کسی بہت بڑے معاملے کی وجہ سے میں جو آئے تو یہی کہتی رہنا کسی ٹیلی چیمپری جاننے والی خرابی ہے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ جہاز سے ماسٹروں کو فرار کی موت کا ڈھکوسلہ ٹری خیرت لے گیا ہے ورنہ یہ کہا جانا کہ فراد کہیں چھپ کر رہتا ہے کہ وہ ہے۔ بہر حال اس سے چھپنے کو تو اب کوئی زندہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس کی صلاحیتوں کو مجھ سے منسوب کیا جا رہا ہے۔

اگر یہ جھوٹ ہے تو بتاؤ چیمپری تمہارا دوست کیسے بن گیا؟

وہ دوست نہیں میرا بیٹا ہے۔

اگر چیمپری نے ناگوری سے کہا۔

میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔

میں نے اسے یقین دلانے کے لئے چیمپری کو جواب دیا۔ اس نے

بولتا پوچھا۔ میں تمھی۔

وہ دھرا ایک چھٹی سیٹ پر۔

میں نے کہا۔

بھیلے! یہ بی بی یقین نہیں کر رہی ہے کہ میں ہتھیاروں میں پڑا ہوں چیمپری کے بھیلنے کیلئے جواب دیا۔

یہ ہم انسانوں کی بہت بڑی شہسورچی ہے کسی جواں صورت کو دانتہ نیا تو یقین کر لیتے ہیں۔ اسے ماں یا بہن بناؤ تو اس کی نیک نیتی پر شہسور کرتے ہیں۔

اگر پرشس نے کہا: سو نیا اور چیمپری دونوں ہم عمر ہیں کوئی

پاگل ہی اسے ماں بیٹا سمجھ سکتا ہے۔ چیمپری! کیا تمہیں اس لئے ماسٹر

نیا گیا تھا کہ تم سو نیا کے اعتراف سے وقوف ہوئے۔؟

چیمپری نے تھوکر لگاتے ہوئے کہا۔

بڑے قوت تم سو کو میری تھی کہ سو نیا سمجھ رہی ہو۔ سو نیا تو برفانی

مسلا تو میں پہنچتی ہی مر گئی تھی۔

اگر پرشس نے چونک کر بڑے غصے سے سو نیا کو دیکھا پھر پوچھا۔

کیا تم کوئی اور ہو؟ سو نیا کے ایک آپ ہیں ہو۔؟

نہیں! چیمپری نے کہا۔ جسے تم غصے سے دیکھ رہی ہو، وہ سچ سچ سو نیا کا جسم ہے۔ وہ برفانی علاقے میں مزہ ہو چکا تھا۔ پھر اس میں میری ماں کی روح سما گئی۔ تم سو نیا سمجھ کر دھوکھا کھا رہی ہو۔ دراصل یہ میری تھی۔

چیمپری! تمہیں جو سمجھا جا چکا ہے، تم ہی سمجھ لیتے ہو یہ نہیں سہراٹھے کیا سوچے کہ تمہیں ماسٹر بنا دیا تھا۔ سو نیا! ٹیلی چیمپری کے علم میں اتنی قوت پائی ہے کہ وہاں میں قوت لڑائی کے مالک کو بھی یہ علم باگل بنا دیتا ہے۔ تم نے سوچ کے فیصلے اس کے مانع میں یہ بات چھادی ہے کہ سو نیا کو یہ مالک کرنا چاہتا تھا، وہ مر چکی ہے۔ اب اس کے مزہ میں ہی اس کی ماں آکر بیٹھ گئی ہے۔

سو نیا! تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم انسانی نفسیات کو خوب سمجھتی ہو۔ تم نے کہا کہ چیمپری ہر ان صورتوں سے متاثر نہیں ہوتا۔ اس لئے تم نے ماں ہی کو متاثر کیا۔ اسے چیمپری! ہتھے پاس ٹھوس ٹری سماجی مسئلے سے تو سوچ کر متاثر ہوا ہے۔ تم نے تو یہ سب لکھی ماں کیسے بن گئی ہے۔؟

چیمپری نے تقریباً جانتے ہوئے جواب دیا۔

روح کا کوئی عنصر نہیں ہوتی۔ تم اس پیشے کے رشتہ پر اعتراض نہ کرو

ورنہ مجھے اتنا پاؤں کا فائدہ آجائے گا۔

میں نظائر پرشس سے پوچھا۔

تم ہائے درمیان تمہارا کیا تہیں ہم سے ڈر نہیں لگتا۔؟

اس نے کہا: ہاں اس کا جواب میرے دوام کی تھی پر دکھا ہے۔ تم

ٹیلی چیمپری کے ذریعے بڑھو۔

وہ مسرے پیچے چڑھی تھی کہ میں ٹیلی چیمپری جانتی ہوں۔ میں نے فرار بنا سکتے تھے اس کے پیچھے کو غصے سے دیکھا اور پھر چاک وہ ہائے ہاں تمہا کوں بھی گئی ہے۔ چونکہ میں اس تنظیم میں دو تھی تھی اس لئے ان کے لائن آف ایکشن کو سمجھتی تھی۔ پھر یہی سب تجربہ تھا کہ وہ چیمپری چھپتا ہوا

ایشی خفیہ مالک کے ذریعے سنتے اور ریکارڈ کرتے ہیں۔ لہذا میں نے کہا۔

جب تم مندر کر رہی ہو تو سو نیا! تمہارے ماسٹر نے تمہیں سمجھا یا ہے کہ سو نیا اور فراد کو کمر و ضرورت کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ سوراہی سلامتی کے لئے لوگوں کو زخمی نہیں بناتے، جن کی کوئی اہمیت نہیں ہو۔ تو تنظیم میں تمہاری اہمیت صرف اتنی ہے کہ تم اپنے ماسٹر کی

دوستی ہو۔

وہ مسکرا کر کہی۔

آخر تم نے میری سوچ بڑھادی۔ آگے بڑھو۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

آگے کیا کہوں۔ میری یہ شام! میں پانٹ دم میں ریکارڈ ہو رہی ہوں۔

انتا کہہ کر سو نیا کی سوچ ذرا سمجھی۔ پھر اس نے پوچھا۔

فراد! تم اس لیے ہرنا۔؟

میں میری جان! میں تمہارے ماں میں موجود ہوں۔ تم سوچتی رہو۔ میں سنا جا رہا ہوں۔ ویسے یہ عجیب لگتا ہے کہ میں یہ نہیں

ٹیلی چیمپری کی ماں سمجھنے لگی۔

آگے تو سو فراد! میں ہر شہادت کر رہی تھی، وہ ان کے لئے سنبھل گئی تھی کہ وہی سو تو یوں ہوتا ہے کہ لپنڈے ماٹھے سے کوئی بات سوچ کر کہو تو پتہ چھو کہ ہر جاتی ہے میں نے نظائر پرشس سے پوچھی کہہ دیا۔

پانٹ دم میں تمہارا ماسٹر جو ہے۔

یہ بات اس لئے ہی کہ میری خیال خرابی سمجھتی ہو رہا ہے۔ مگر یہ بات سچ تھی تو میری اور لپنڈے پانٹ دم کا دواڑہ کھلا۔ پھر فریکٹرف کا وہی ماسٹر نظر آیا، جس کے متعلق ابھی میں نے خیال خرابی کا مظاہرہ کیا تھا

اس نے لپنڈے کو مار کر شہسورچی جانب کرتے ہوئے کہا۔

سو نیا! آخر تمہاری اہمیت ظاہر ہو گئی۔ میں پہلے ہی اس پہلو پر غور کرنا چاہتے تھا، کہ تم نے سو برس تک فراد کی کوئی نہیں کیلئے ٹیلی چیمپری کا علم کر لیا ہو گا۔ تم نے اسی علم کے جوڑ پر پورا مشورے کہا تھا کہ تم اپنی پرسنل کی موت نہ چاہتی ہو۔ یعنی تمہیں سرکار کے فاصلے تک فرار ہونے کا موقع نہ ملتا تھا اس کے لئے تنظیم کے افراد تمہیں نکال کر تے

تمہیں تو یقین تھا کہ تم ٹیلی چیمپری کے ذریعے تمہارے دلوں کا کبارا

کر دیتے۔

لپنڈے قتل سے پھر شہسورچی ذہانت کا ثبوت دیا۔ تمہاری بات مان لی۔ مگر برفانی علاقے میں تمہیں فکا کرنے کے لئے چیمپری کو بھیجا دیا ہوں

تم نے چیمپری کی کوئی گتھی کر پوچھ لیا۔ اس کی سوچ کے ذریعے اس کی تمام ہر شہسورچی بڑھادی کہ اس کی ماں نے اسے کس طرح زندہ ہوا اور اب تک

حورقوں سے نفرت کرنے کے باوجود وہاں کی محبت کا پیرا سا ہے۔

یہ نکتہ ہمارے لئے قابل غور ہے کہ چیمپری کے متعلق تم کچھ نہیں جانتی تھیں پھر اس کی یہ کمزوری تم نے کیسے جان لی کہ تمہارے ماں کا پیار سے کہہ جانا تھا کہ فراد ناسکتی ہو۔؟ چیمپری کے ہائی کے متعلق صرف چند گڑ جانتے ہیں۔ اتنی ڈھکی چھپی بات تم نے خیال خرابی کے ذریعے ہی معلوم

کی ہے۔

دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ سو نیا کے علم میں تمہیں سزا سے موت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وہ باکل ٹھیک تھا۔ اس کا پانٹ تجربہ کار اور چھپاؤ

تھا تم نے خیال خرابی کے ذریعے اس کا راز خراب کر دیا اس طرح وہ جہاز

اس برفانی علاقے میں لگ گیا۔

اور تو ابھی کی بات ہے کہ میں تمہاری نظروں کے سامنے نہیں آیا تھا، پانٹ دم میں چھپا ہوا تھا۔ مگر اس صورت حال کے نتیجے میں تمہیں بتا دیا کہ میں موجود ہوں اور تمہاری باتیں ریکارڈ کر رہا ہوں۔

اب میں جو ہو کر رہا ہے سنانے لگا ہوں۔ تم میرے درناخ کو
 بچھو بیچھا کر کے ڈالتے رہو۔ دلدادہ گرا سکتی ہو۔ مجھ اور میری عورت کو بھل
 بنا سکتی ہو، لیکن یہ یقین کر لو کہ اس جہاز کے پاؤں کو مانا آ کر نہیں
 بنا سکتی کیونکہ وہ اپنی آواز نہیں سن سکتے گا۔ نہ ہی پاؤں دم کا
 پردہ اٹھانے کو کہے گا۔ یہ دیا وہ جہاں ایسٹروٹ کے گا۔ وہاں لٹنے سے جان بچ
 گئے کہ تم بیک وقت تمام جہازوں کے درناخ سے نہیں کھیل سکتی۔ وہاں نہیں بچا
 فرج کے حملے کو دیکھنا ہے گا۔

جیسے تہااری خیال خزانے کے متعلق شہ ہوا ہے۔ تب سے پرہیز کرنے سے
 نے تہااری ذات میں دوپہلے سے ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ تم نہیں کوئی
 زرداری۔ پہلے تہااری خیال خزانے کی تصدیق کریں پھر کسی کے سامنے نہیں
 حاضر کریں۔

اس بات سے تو قہقہے کہ تم کوئی مہنگا مر نہیں کرو گی۔ میں بہت یقین
 دلاتا ہوں۔ اب تم نزلے موت ہانے کے لئے نہیں بکھر رہا سڑنے دہنی
 کا صحابہ کرنے جا رہی ہو۔ اب ہیں دوست بن کر یہ سڑنے کرنا چاہئے۔

یہ کبھی لڑنے لڑاؤ کو پوسٹ میں رکھ لیا۔ پھر جاسے دو مہمان
 کافی کا دفتر چلنے لگا میں ٹیلی فون سے کھلے میں داخل خاموش رہی۔ میں سوچ
 رہی تھی کہ جب یہ لوگ غلط نہیں ہیں۔ مثلاً میں تو کبھی نہ آئے ہیں وہاں
 کھلائے۔ میں تھے مشورہ کرنے کے لئے بہت میرے تہاارا انتظار کر
 رہی تھی۔ اب تیار کر تم کیا چاہتے ہو۔

سونیا یہ کبھی خاموش ہو گئی میں نے کہا۔

سونیا! تہاارے دیکھنے کے پاؤں سے میں دعائی لاطرہ قائم نہیں
 کر سکتا۔ وہ دیرانہ کھول کر نہ تہاارے سامنے آئے گا۔ نہ اپنی آواز سنانے
 گا اور نہ ہی میں تہاارے ذہنی اس کم نبت تک پہنچ سکوں گا۔

میں ماشرو اور اس کی عورت کو ذہنی آڈین بیچاؤں گا، تب ہی
 پاؤں اٹھانے کے لئے مشورہ کر رہی ہوں کہ وہاں آئے گا۔ ایسی صورت میں
 یہ بات یقینی ہے کہ وہ نہیں اپنی منزل تک نہ پہنچائیں گے۔ وہاں لڑے گا
 فرج کے کئی جہازوں کے۔ وہ ٹیلی فون کے اخراجات سے بچنے ہوئے
 تو ہیں پھر ماشرو تک پہنچا دیں گے۔

اب بھی ایک راستہ رہ گیا ہے کہ ان کی غلط فہمیوں سے فائدہ
 اٹھایا جائے۔ یہ ان کی ٹیلی فون سے کئی کلین جاؤ۔ اب میری کوشش یہی
 ہو گی کہ میں تہاارے ماش سے زیادہ دیر کے لئے دور جاؤں۔ جب
 پہلے ماش کے سامنے تم جاؤ گی تو میں تہااری طرف سے ٹیلی فون سے ایسا
 مظاہرہ کروں گا کہ وہ بچے پچھتے سے وہی کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ایسا
 اب تم ماش کو مخالف کر دو۔ میں اس کی سوچ بڑھ کر معلوم کروں گا کہ اس
 نے دوستی کے متعلق کہاں کہاں سے رست کھلے ہے۔

سونیا نے کہا کہ ماشرو ٹکٹ میں گیا ہے۔ میں اس کی عورت کو
 مخالف کوئی ہوں۔

اس نے ماشرو کو مخالف کیا۔
 سونا تہاارا نام کیا ہے۔؟
 وہ مسکرائی کہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میری سوجھ بچھ
 کو معلوم کر لو۔
 ماشرو کی آواز سننے ہی میں نے اس کے درناخ تک پہنچا کر
 لگائی۔ پھر اس کی سوچ میں کہا۔
 میں سونیا کو کہیں بتاؤں کہ میرا نام.....
 اس کی سوچ نے جب اختیار ڈالنے میں کہا ہے میرا نام ہے۔۔۔
 میرا نام اسٹاک.....
 میں نے سونیا کو بتا دیا۔ سونیا نے مسکرائے کہا۔
 اچھا تو تہاارا نام میرا اسٹاک ہے۔؟
 میرا نام فریڈ سے تالی بجا کر کہا۔
 میرا نام سونیا! یہ کتنا عجیب ہے۔ تم نے کتنی آسانی سے میرا
 نام معلوم کر لیا۔
 سونیا نے کہا کہ میں پتھر کسی کی سوچ نہیں پڑھ سکتا۔ آئندہ
 میرے علم کو نہ آڑنا۔
 اتنے میں ماشرو ٹکٹ سے آ گیا۔ میرا نام ہے۔
 ماشرو مزیل! ایسی سونیا نے میری سوچ بڑھ کر میرا نام بتا دیا۔
 ماشرو مزیل! سکرانے ہوئے ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر ایک
 گھڑی نکال کر لگاتے ہوئے بولا۔
 اسی صلاحیت کے باعث سونیا ہمارا ایک منظم میں پھرا کر آئے
 والے ہے۔
 یہ کبھی کوئی نے گھڑی کا کبھی نہ لگایا۔ اس کی سوچ کبھی نہ ہی
 میں نے سونیا کی چپاتی ہوئی صلاحیت کو لہر کر کے ایک آج
 کا زامہ انجام دیا ہے۔ منظم میں میرا ریکارڈ بہتر ہو تا مگر یہ پڑھنے
 بات ہے کہ ماشرو سونیا کی اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے
 اسے داد کا عملہ لگا۔ یہ ٹیلی فون سے بہت ہی خطرناک چیز ہے۔ آج
 تو بھول ہی گیا۔ کہیں یہ سونیا میری سوچ تو نہیں پڑھ رہی ہے۔
 اس نے جو تک کہ سونیا کی جانب کیا۔ میں نے سونیا کی سوچ میں
 مہلکہ وہ فریڈ ہی مسکرائی۔
 ماشرو گھبراؤ نہیں۔ اب میں تہااری سوچ نہیں پڑھوں گا۔
 ماشرو مزیل! حینین کر سکتے لگا۔ میں نے سونیا سے کہا۔
 اسی ماشرو منڈی کے سوچ رہتا کہ پھر ماشرو نہیں پھر
 داد کا نلے گا۔ اب تم اطمینان سے سفر کرو۔ اور اس سے پوچھ کر لیا
 کب منزل پر پہنچے گا۔؟
 سونیا نے ماشرو سے پوچھا۔ اس نے اپنی رٹ داؤچ دیکھے
 ہوئے کہا۔

میں نے ان کے مطابق ہم تمنا گھنٹے کے اندر وہاں پہنچ جائیں
 گے۔ کیا تمہیں عموگ لگتی ہے۔؟
 چینی نے ہنسنے کہا۔
 ماشرو اگلے کی بات مجھ سے پوچھو۔ کیا مجھ سے اسٹاک بچا
 کر کے گا۔؟
 اس کی فرمائش پر سب ہی قہقہے لگانے لگے۔ میں نے کہا۔
 سونیا! میں گھنٹے تک تم اطمینان سے رہو گی اس لئے مجھے اجازت
 دو۔ اس وقت میں تہااری خبر لیتا سنا رہوں گا۔
 میں اس سے رخصت ہو کر سڑک کے کنارے ناموڈ کے سڑک میں
 آ گیا۔ باہر لوہوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ میرے کمرے میں بڑھ کر وہ خاموش
 تھی۔ دوسرے کمرے سے میری آواز نہیں آ رہی تھی۔ میں نے ناموڈ کی سوچ
 پڑھی۔ پتھر چلا کہ وہ میرے کمرے کے باہر دیوار سے لگا کھڑا ہے۔ دیوار میں
 ہانک کی کھینچوں سے بنائی گئی تھیں۔ اندر ایک چھوٹے سوراخ سے کمرے
 میں جھانک کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔
 یہ بہت دیر سے بستر پر ساکت بیٹھا ہوا سامنے والی دیوار کو گھور رہا
 تھا۔ وہ بے حرکت نہیں کر رہا ہے۔ کیا پتھر عمل میں مصروف ہے۔؟
 واقعی میں بہت دیر سے بستر پر ساکت دو جا رہا تھا۔ سوچ کے
 ذہن نے سونیا کے ساتھ لیا ہے میں سفر کر رہا تھا۔ اور یہ بھول گیا تھا کہ ناموڈ
 دفتر کے اس حال میں دیکھ کر میرے متعلق شہ میں شہلا ہو سکتے ہیں پھر
 میں ناموڈ کے درناخ میں موجود تھا۔ وہ میرے کمرے کی دیوار سے دوسرے
 کمرے کے کمرے میں چلا گیا۔ وہاں اس کا سامنے چائے پی رہا تھا۔ اس
 نے پوچھا۔
 منزا کہاں ہے۔؟
 وہ معاملہ پر پہل قدمی کے لئے گئی ہے۔ یہ بتاؤ فریڈ کیا کر رہا ہے؟
 ناموڈ نے تشریحیں بھرے پوچھیں کہا۔
 یہ شخص بہت ہی پڑھتا ہے۔ میں بیس منٹ تک چھپ کر لے۔
 دیکھتا رہا ہوں۔ میں نے لگا کہ وہ مراقبہ میں ہے اور کوئی عمل کر رہا ہے۔
 ناموڈ! یہ کبھی آ رہی ہے۔ ہم سے بہت کچھ چھپا رہا ہے پھر
 ہے کہ سوچنے کے لئے ٹیلی فون کوئی عمل کر رہا ہے۔
 لیکن وہ تو کہتا ہے کہ وہ جی کہ فریڈ نے عمل نہیں پڑھتا
 مشا پراس نے ہی بے وقوف بنایا ہو۔
 ناموڈ نے غصے سے کہا۔
 اگر وہ بے وقوف بنا رہا ہے تو میں اسے زور نہیں پھونڈوں گا۔
 اس کے سامنے نے جاؤں گا کہ اسے پتہ ہے کہ۔
 اس سے پہلے کہ وہ ہیں بے وقوف بنا کر کسی صحبت میں مبتلا
 کر لے لے ٹھکانے لگا دینا چاہئے۔
 ناموڈ جاؤں گا تو تمہیں اسے نہ پوچھنے گا۔

فریڈ اپنی خاموشی اور تہااری کے چھپے لپٹنا کوئی گہری
 حال پہل پہل ہو گا۔ پھر سکتا ہے کہ وہ منزا سے بہت زیادہ متاثر
 سبانی بن کر صحبت نہ کرنا ہو۔ عورت ہلے پاس دھنکی طور پر چھپ
 کر رہنے کے لئے سبانی بہن کی صحبت کا ٹھکانہ کھیل گیا ہو۔ مجھے اس
 غصے کو نہیں پالنا چاہئے۔
 میں اس کی سوچ بڑھ کر ناموڈ سے متاثر ہونے لگا۔ وہ کئی دنوں کے
 لوگ میری ٹیلی فون سے متعلق سوچتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ فریڈ
 ان کی سوچ بڑھ کر ہو گا۔ یا وہ خود کو اپنا پیش قدمی کی چیز سمجھتے ہیں
 جن کے درناخ تک میں پہنچ نہیں سکتا۔ یا پھر آپ ہی آپ سوچ کی
 دہائی میں بہر جاتے ہیں۔ وہ دعویٰ سوچ میں اپنی قوت ہے کہ ان کی خیال
 میں ڈوب کر اپنے آپ کی اس کے دینا سے غافل ہو جاتا ہے۔
 میں نے ناموڈ کی سوچ میں کہا۔
 واقعی فریڈ کا زور نہاں میرے لئے خطرناک ہے۔ اس کی
 ٹیلی فون کی اس کی تیسری.....
 اس کی سوچ نے کہا۔
 عورت ایک بات کا انوسر ہو گا کہ میں اس کی ٹیلی فون کے ذریعہ
 دولت حاصل نہیں کر سکتا۔
 وہ مجھے قتل کرنے سے بچ چکا رہا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ وہ
 میرا قاتل بن جانے کا فیصلہ کرے۔ میں اسے سوچ کے ذریعے ٹھیک لگانا۔
 عیبہ وہ میری جان لینے پر بائبل تیار ہو گیا تو میں نے اس کی سوچ میں
 کہا۔.....
 یہ اچھا موقع ہے منزا باہر گئی ہوئی ہے۔ فریڈ کو مارنے کے بعد
 فریڈ نے ذہن کو زبیا جانے گا۔ پھر میں منزا سے کہوں گا کہ وہ تہاارا بیگانی
 ہونے کا ہاتھ لگا۔ میں ہونے کے لئے فریڈ ہو گیا۔
 ناموڈ کی سوچ نے قتل کی ہو کر کہا۔
 ہاں! یہ اچھی تدبیر ہے۔ منزا اپنے فریڈ سبانی کے لئے
 انوسر کرے گی۔ پھر اسے میرا بیگانی گا۔
 میں نے اس کی سوچ میں کہا۔
 بہتر ہے کہ فریڈ کو مارنے سے پہلے ہی گڑھا دو بار کھود لیا
 جائے۔ جہاں ابھی ہونے ایک لاش دفن کی ہے۔ لاش کو مارنے کے
 کتبہ کو تو وقت دینا پڑے گا پتہ نہیں لگنے میں ہے۔
 یہ شرور معقول تھا۔ وہ اپنے سامنے کو لے کر کھٹ کے پچھلے
 حصہ میں گیا۔ پھر تشریح کے تختے اٹھا لے گا۔ میں نے منزا کے لاش
 میں چھپ کر دیکھا اس کی سوچ اپنی تھی۔ اس کے لاش کو اس
 کے حوالے کا پتہ چل گیا۔ وہ سامنے لاش ڈھونڈنے میں بیٹھی چائے رہی
 تھی۔ اور سندر کا نظارہ کر رہی تھی۔ وہ بے جا چری بھی سوچے ہی نہیں
 سکتی تھی کہ اس کا شہر اس کے سبانی کے لئے کتبہ کو مار رہا ہے۔

کیا تم سچوئی کرتے ہو؟

میں نے چپکاتے ہوئے سر جھکا کر کہا۔

بس جناب! آپ جیسے مہربانوں کی خدمت کرتا ہوں۔ آپ یقین کریں ایسی چیز آپ نے پہلے بھی نہیں دیکھی ہوگی۔

کہاں ہے؟ دو دنوں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

ابھی آجائے گا۔ کیا آپ اسے نہر لے جائیں گے؟

ہاں! اسے آؤ۔

اتنے میں سامنے والے ہٹ سے ایک نوجوان لڑکی نے پوچھا۔

ٹوٹری! آپ ابھی تک نہیں گئے۔

کار کے اسٹیزنگ پر بیٹھتے ہوئے شخص نے کہا۔

بیٹی! بس اب جا رہی ہوں۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔ آؤ

گاڑی میں بیٹھ کر چلو۔ پہلے مہربانوں کے کہہ دینی ہے۔؟

میں نے کہا۔ دیکھنا کیا ہے۔ بس آپ کی بیٹی جیسی ہے۔

کیا جانتے ہو؟

بجٹا نہیں پڑھتا کرتا ہوں۔ آپ اتنی حسین بیٹی رکھ کر دوسرے

کی بیٹی کو پہلو میں بٹھا کر کیوں لے جانا چاہتے ہیں۔؟ دیکھئے نا، اپنی

چیز تو.....؟

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ کارٹھارٹ کو پکا تھا۔

پھر وہ کارٹھیری سے آگے بڑھ گئی۔ میں اس کی سوچ بڑھ رہا تھا۔ ڈبھے

گامیاں بٹھا جا رہا تھا۔ میں نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا۔ کیونکہ جتنی بڑی

گالی کھا چکا تھا اس کے سامنے تمام گالیاں بے اثر ہو جاتی ہیں۔

جانے والے کی لڑکی ہٹ کے برآمدے میں کھڑی مجھے کچھ کہی

تھی۔ میں اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا۔ دو ہفتوں کے بعد تیسرے

ہٹ کے برآمدے میں ایک بوڑھی عورت پریشان حال کھڑی سوتی

تھی۔ دو تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی۔ پھر مجھ سے بولی۔

بیٹے! یہاں کوئی ڈاکٹر مل سکتا ہے۔ میرے شوہر کی طبیعت

بہت خراب ہے۔ ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔

میں نے کہا۔ ماں جی! یہاں تو شاید کوئی ڈاکٹر ہے۔ مجھے

اپنے شوہر کے پاس لے جائیں۔

میں اس کے ساتھ اس کے ہٹ میں پہنچا۔ ایک بوڑھی شخص بستر

پر لیٹا ہوا تکلیف سے بے چین ہر لمبا تھا میرے پوچھنے پر اس نے

تباہی کا اسے السکی بیماری ہے۔ ناف کے پاس درد کی جیسی اٹھ

رہی ہیں میں نے کہا۔

میں مسلمان ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے ہتھاری تکلیف

میں کمی کر سکتا ہوں۔

وہ مجھے احسان مندی سے دیکھنے لگا۔ میں نے انھیں بذکرے

دل ہی دل میں کہا۔

بیسے معدوم تو بڑے حلال والے بڑی شان والے

والا اور بڑی رحمت والا ہے۔ تو رحمان ہے، رحیم ہے، اکریم

سب سے عظیم ہے۔ تو تے جباریاں دہی میں تو جباروں کا علاج

تو نے مجھے ایسا سجانا ہے کہ میں جبار خیا لوں کی نہیں تو

میں تیرا نام لے کر اس بوڑھے کے کام آ رہی ہوں۔

یہ کہہ کر میں نے اس بوڑھے کے رخ سے رابطہ قائم

کے یہی سماجی تکلیف ہو اس تکلیف کو دماغ محسوس کرتا ہے

پوچھتے تو تکلیف کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے

میں ڈاکٹر بننے کا انجکشن دے کر مر لیوں کو سلا تیتے ہیں۔

میں نے خیال فرمائی کہ انجکشن لگانے لگا۔ اس کا

گرفت میں لے کر اس کی سوچ میں کہنے لگا۔

مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ مگر اب کم ہے۔ ہاں پہلے

لیکن یہ امر سرکوں پکڑا رہا ہے۔ اہہ الہا لگ رہا ہے جیسے

اس کا سر تو نے پکڑا رہا تھا۔ اس نے انجکشن

میں نے کہا۔

ہاں مجھے انجکشن بند کرنا چاہیے۔ مجھے شاید نیند

ہاں۔ نیند آ رہی ہے۔ میرے ذمہ یادوں ڈھیلے پڑ گئے

کی طرح جگا ہو گیا ہوں۔ میں سلا ہوں۔ میں سلا ہوں۔

سات، چھ، پانچ، چار، چار، چار۔ چا۔۔۔۔۔ چا۔۔۔۔۔

وہ سو گیا۔ میں نے بوڑھی عورت کو کمرے سے باہر

کیا۔ پھر باہر آ کر اس سے کہا۔

آپ کے شوہر سرکوں سے صوبے ہیں۔ السکی

انہیں دوایں ساتھ رکھنی چاہئیں۔

مہربانیں لاتے تھے۔ ان میں سے کچھ ختم ہو گئیں،

تو کمال کر دیا۔ ہتھارا اسلام مذہب ہے یا جاو۔؟

نہیں ماں جی! امام سے مذہب میں جاو جو حرام ہے

آخری رسول پر عقیدہ رکھنی چھانی کا نام اسلام ہے۔

بیٹے! شہر میں میرا بیٹا ڈاکٹر ہے۔ وہی اپنے باپ

کرت ہے۔ مجھے کار بھلائی نہیں آتی۔ دینہ میں لے لاکر یہاں

ماں جی! میری بہن اور بہنوں نے شوہر مانا چاہتے ہیں

اپنے بیٹے کا پتہ تہاں۔ اگر آپ مجھ پر بھروسہ کریں تو وہ

گاڑی لے جائیں گے۔ پھر آپ کا بیٹا اس گاڑی میں بیٹا

چلے۔ بیٹے! تم تو فرشتہ بن کر آئے ہو۔ میں تم پر سب

گی تو پھر کس پر کون گی۔؟ جاؤ اپنی بہن اور بہنوں کو

میں نے دو کھڑے ہوئے نمودار اشارہ کیا۔

ساتھ آئے لگا۔ ماں جی نے پوچھا۔

کون سے ہٹ میں کہتے ہو۔؟

مولانا کے برٹ میں۔
 اسے وہ برٹ جا رہی ہے ہم نے تو انہماک کے آدمی کو لائے
 پڑیا ہے۔ ان : یہ بڑا ہنسی جی کے ساتھ آ رہا ہے۔ یہی ہمارا گراہو کا
 منزا اور نامور قریب آگئے۔ ماں ہی نے منزل سے کہا۔
 بیٹی مجھے نہیں معلوم تھا کہ غیر شہرت تہا را جہاں ہے تم میری
 گاڑی لے جاؤ۔
 پھر وہ نامور اپنے ڈاکٹر ٹیٹے کا پتہ بتانے لگی۔ مٹوٹی دیر بڑا نوا
 منزا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ میں نے کہا۔
 "ماں! میں جا رہا ہوں۔ یہیں آس پاس رہوں گا۔ آپ کے
 شہر کو کوئی تکلیف تو مجھے فوراً بلائیں۔
 میں جانے لگا تو اس نے کہا۔
 "اب میں برٹ کا کارپہ نہیں لوں گی۔ تم میرے بہت اچھے بیٹے ہو
 میں سزا کرنا شروع کروا کر ہوا تو ڈر مٹا گیا۔ ریشورٹ کے
 سامنے پہنچ کر خیال آیا کہ پھر کے کمانے کا وقت ہو چکا ہے۔ سوکھ لگ
 رہی تھی۔ اس لئے میں ریشورٹ کے لان میں ایک میز کے پاس بیٹھ گیا
 میرے نے ایک میز سامنے رکھا۔ میں نے اسے کھول کر کھانے کا انتخاب کیا۔ وہ
 آڑھنے کر چلا گیا۔
 میرے سامنے آسمان کے آخری کنارے سے کوئی سوز پھول اٹھا۔ بڑی ہی
 لطیف اور بک بک ہوتی ہوئی آئیں۔ دھڑ دھڑ تک نائیل کے قد آؤں
 صوبہ ہے۔ بڑا۔ جو میں تو اس کے نازل تو اس کا شہر اچھا جانی پانی
 ہے۔ انگریز، جا پانی اور سپی وک شہزادیں صرف انڈیا کے اندر ہی نہیں
 پہنچنے سزا کی لہروں سے کھیل ہی نہیں۔ پھر لوگ ملٹی کوری جنرلوں کے
 سامنے ہیں بھگت منا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے بڑا ہی رنگین ادر
 دھانی منظر تھا۔ اور ایسے دن پورا ہل میں میں باکل تنہا تھا۔
 میں نے تہائی سے ساگ کر سونا کی کار۔ وہ طیسے میں بیزیت
 تھی۔ اور میں سزا کی میل کی ڈوٹی سے اسے پیچ نہیں سکتا تھا۔ میں باس
 ہو کر پھر سزا کے ساحل پر واپس آ گیا۔ میرا جسے سامنے ڈھیس لکھ رہا تھا
 میں کھانے سے پہلے لگا۔
 کما نہایت عدا اور لڑنے تھا۔ اگر کوئی سامتی ہوتی تو کما نادر بھی
 لڑنے ہو جاتا۔ اس دھانی مائل کا لٹھا رکھنا اور حسین ہوجاتا۔ اندر بھونکی
 ہوتی ہوں اپنا لہو بدل کر گیت لگاتے تھے۔ میں اگر گرم کا ٹانہ ڈی ٹوٹی
 آہوں کے ساتھ کما نادر۔
 آخری فقرہ جیتے تھے میں نے سزا کی جانب دیکھا۔ اسی وقت
 چٹھی ہوئی لہروں کی گرد سے ایک چٹھی ہوئی دو شینہ ابھری۔ یوں لگا جیسے
 سزا نے اسے پھینکے ہے جنم دیا ہے۔ وہ دھڑکی ہوئی میری طرف آنے
 لگی۔ یا حیرت : وہ واقعی میری طرف آ رہی تھی۔ میں سیدھا سو کر بیٹھ
 گیا۔ وہ میری منہ کے پاس آئی۔ پھر میرے پاس آئی۔ پھر میرے پیچھے سے

گوم کرو دھری میز پر ایک نوجوان کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔
 جت تیرے کسی کی تیس سی۔ میں نے اسے کھنکھن سے
 دھڑک آنے کے ساتھ اس کا سینہ نہ چپ اٹھا۔ نوجوان نے کہا
 اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
 "تم سزا سے ڈرتی ہو۔ اسی لئے اس سال پر سے صباگ کر رہی ہو۔
 وہ زمین کی لہروں کے کوئی۔
 "ہائے! میں تھی ڈر تک گئی تھی۔ دیکھتے نہیں پوری لگا
 بیگ گئی ہوں۔
 "اسیے تو تم کھنکھے کے پانی سے بھی بیگ سکتی ہو۔ جیسے ان
 تم میری طرح سزا میں۔ دو رنگ نہیں جا سکتیں۔
 وہ ناراض ہو کر بولی۔
 "مہنہ توڑ نہیں لٹنگی عادت ہے۔ اگر تم ہے تو ہا
 تک تم کو رکھا۔"
 "تم مجھے جیسے کر رہی ہو۔ وہ میز پر گلے سے لگا کر بولی۔
 "میں لکھی دکھانا ہوں کر کیا ہوں۔؟"
 وہ جانتے لگا۔ "میں نے تم کو اس کا بازو تھام
 "دین! میں خفا کر رہی تھی۔ وہ جاؤ ڈھو لگتا ہے۔
 "تم عورت ہو اس لئے مٹی ہو۔ میں نہیں دکھانا ہوں۔ میں نے
 طرح سزا کا سینہ پیرتے ہیں۔
 وہ ہاتھ جھٹک کر چلا گیا۔ لڑکی اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہتی
 کہ طرف جلتے دیکھ رہی تھی۔ میرے سامنے اس کا سر اٹھا۔ اور تھم
 سرا پا
 شہ وار تھا۔
 ایک خیال آیا کہ اگر اس کا نوجوان سامتی ڈوب جانے کا تو پتہ پانچے ہوئے کہا۔
 عین کی میری دوستی ہو جاتے گی۔ وہ اتنی حسین تھی کہ اس کے
 اپنے رقبہ کو کتنی کرکتا تھا۔ اس کا عجب سزا سے لڑنے کے
 پہنچ گیا تھا۔ میں خیال خزانے کے لیے اس کے لہو کی ہونٹیں
 جس طرح دل ہی دل میں لپٹے عجب کی سلامتی کھنکھے دھانسی
 تھی اس سے تیر چن تھا کہ وہ دل اور دماغ کی لہروں سے لپٹے ہوئے تھے۔
 میں اس کے عجب کے ماض میں پہنچ گیا۔ وہ جوں کہہ تھیں آئے۔
 گھبرا رہا تھا۔ وہ تیر جا جاتا تھا۔ مگر تیرا نادر بات ہے اور سزا
 تک جانا اور بات ہے اس کے لئے ہمارے اور میرے کے ماض تھا۔ اس نے
 اس نوجوان میں حوصلہ نہیں تھا۔
 مجھوٹی بیٹی کروہ عجب پر کے سامنے دھس کر چکا تھا اور
 نعلوں میں بزل نہیں بنا جاتا تھا۔ اس نے ہلٹ کر عجب کو
 جبراً سزا کے تھے ہاتھ لایا۔ اس کے کھنکھے کے ہاتھ چلا گیا۔
 سزا کا زیا و دور نہیں جانے گا۔ میں کسی حد تک چاہتا ہوں

کا۔ ایک نوجوان اس سے بہت اگے جا کر سزا کے کھنکھے لہو تھا۔ اگر وہ
 اتنی ڈوٹی نہ ماتا تو دلہی میں عجب کے لٹنے سنے پڑتے۔ اس لئے وہ
 اگے بڑھ گیا۔
 تب بڑوں کا ایک بڑا سا لٹا اس کی طرف سے ہاتھ آیا اور اسے
 اچھال کر اتنی ڈرتے لگا کہ اس کے ہاتھ پاؤں چھو گئے۔ وہ گہرے باقی
 میں ڈوبا، پھر ابرو ادر ہاتھ پاؤں ملانے لگا۔ لڑکی ہنسنے جی سزا کی طرف
 بھاگنے لگی۔
 "دو۔ سزا۔ سبیل۔ میرا سنی ڈوب رہے۔"
 میں ہوا تھا کہ وہ لپٹے حواس کو سمجھ بیٹھے۔ اگر لڑکی کوئی دیکھے
 لپٹے۔ یہی تو سزا کی لاش میں نہیں لے گی۔ ایک قیامت اور سنی کو اتنی
 دور کوئی بھی دیکھے لئے فراری نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اور میں بھی اپنی جگہ جم کر
 بیٹھا ہوا تھا۔
 اپنی جگہ سے اٹھا ضروری نہیں تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو
 گرفت میں لے کر کہا۔
 "میں ڈوب نہیں رہا۔ تیرا ہوں۔ میں لپٹے پھوش دھاس میں ہوں
 تیرا لپٹے مکمل تو اس کے مطابق ہاتھ پاؤں چلا رہا ہوں۔ ہاتھ اٹھ کر
 اور ہاتھ پاؤں اس طرح۔۔۔۔۔"
 میں نے اس کے پھوش دھاس بجالا کر کیے۔ اور ماض سے خوف نہ
 "تم عورت ہو اس لئے مٹی ہو۔ میں نہیں دکھانا ہوں۔ میں نے
 لگا جو لوگ اس کی دیکھے کے لئے جانے والے تھے وہ رک گئے۔ ایک منظر اور لہر
 اسے ہاتھ پھوش دھاس پھینچی تھی۔
 لڑکی خوش ہو کر ڈوٹی ہوئی اس کے پاس گئی اور اس سے لپٹ
 فریب پڑا تھا۔ لپٹی۔ مجھے اس لڑکی کو حال کے اتنی خوش نہ ہوتی، جتنی کہ اب پوری
 تھی۔ مگر لڑکیوں کو واپس لا کر اسے ایک عجب کا ساتھ دینے لگا۔ وہ دن
 ایک خیال آیا کہ اگر اس کا نوجوان سامتی ڈوب جانے کا تو پتہ پانچے ہوئے کہا۔
 عین کی میری دوستی ہو جاتے گی۔ وہ اتنی حسین تھی کہ اس کے
 اپنے رقبہ کو کتنی کرکتا تھا۔ اس کا عجب سزا سے لڑنے کے
 پہنچ گیا تھا۔ میں خیال خزانے کے لیے اس کے لہو کی ہونٹیں
 جس طرح دل ہی دل میں لپٹے عجب کی سلامتی کھنکھے دھانسی
 تھی اس سے تیر چن تھا کہ وہ دل اور دماغ کی لہروں سے لپٹے ہوئے تھے۔
 میں اس کے عجب کے ماض میں پہنچ گیا۔ وہ جوں کہہ تھیں آئے۔
 گھبرا رہا تھا۔ وہ تیر جا جاتا تھا۔ مگر تیرا نادر بات ہے اور سزا
 تک جانا اور بات ہے اس کے لئے ہمارے اور میرے کے ماض تھا۔ اس نے
 اس نوجوان میں حوصلہ نہیں تھا۔
 مجھوٹی بیٹی کروہ عجب پر کے سامنے دھس کر چکا تھا اور
 نعلوں میں بزل نہیں بنا جاتا تھا۔ اس نے ہلٹ کر عجب کو
 جبراً سزا کے تھے ہاتھ لایا۔ اس کے کھنکھے کے ہاتھ چلا گیا۔
 سزا کا زیا و دور نہیں جانے گا۔ میں کسی حد تک چاہتا ہوں

"کچھ اور شوق کریں گے؟"
 "آہ۔ میں نے اسے جو تک دیکھا پھر کہا۔ نہیں، صرف
 کافی کا شوق ہے۔"
 وہ ہلکے سے ہنسی لگا۔ میں سر اٹھا کر اس کا ہاتھ لگا کر کہا
 دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک میں بھرا چلے۔ کوئی شخص ضرورت
 کے بازار میں تک جاتا ہے۔ اور کوئی شخص ایسا تمہارے کو دنیا کی ماری
 دولت بھی لے خرید نہیں سکتی۔ اسے دہن بیسے غرض غیبوں کی محبت
 ہی خرید سکتی ہے۔
 دہن کی بھرا چھٹی گئی۔ دوسری میز پر دوسری آگئی۔ دوسری
 چین کی گویا تھی۔ وہ پاؤں سزا کی دو شینہ نارنجی رنگ کے پاؤں اور
 سیاہ اسکرٹ میں تازہ ہاتھ پھول کی طرح تھی۔ اس کا
 قد اس کا چہرہ اور اس کی جوانی، سب ہی کچھ پاؤں سزا کا تھی۔ وہ شہزاد
 لڑکی جی ہوئی ہیں، مگر زردی مائل ہوتی ہیں۔ وہ زرد پھول بیزبات
 کے گلزار میں جھانکنے کے قابل تھا۔
 لیکن وہ سینہ بھی تنہا نہیں تھی۔ اس کے سامنے میز کے دوسری
 طرف ایک تدارا عجز بڑ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ فیسی تیلون اور زرد لکڑی
 بنیایا پہنچے ہوئے تھا۔ اس کے ٹھوس جسم، چہرے کی سختی اور پیلے
 ہونے جڑے دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ وہ بڑا ہی بے رحم اور کینہ پورا انسان
 ہے۔ اس نے ایک بار کچھ کمری جاب رشک کمری جی نظر سے
 دیکھا۔ کیونکہ میں بھی اس کے قدم کے برابر تھا اور ڈول میں اس سے
 کم نہیں تھا۔ جب اس سے میری نظریں ٹکرائیں تو وہ حقارت سے
 "پتھر۔ کبہرا چینی سین سامتی کی طرف متوجہ ہو گیا۔
 چاہی میزوں کے درمیان تقریباً اس قدم کا نام لگتا۔ ان
 کی باتیں سنا ہی نہیں دے سکتی تھیں۔ لیکن میں سن سکتا تھا۔ وہ میز پر
 جبکہ کمرٹ اتنی ہوتی مگر سزا میں لڑکی سے کہہ رہا تھا۔
 "سے یون! میں ایک بات بار بار سمجھانے کا عادی نہیں
 ہوں اس طرح ذہنی صورت بنا کر نہ بیٹھو۔ فوراً مگر آؤ۔"
 وہ آستور مجھے سے پیچھے میں بولی۔
 "اگر تم پر کوئی معصیت آئے تو کیا تم سزا سکتے ہو؟"
 "مجھ پر معصیت لانے والا اور کوئی پیدا نہیں ہوا ہے مجھے سزا
 زکوہ، دہن دہنوں دھنوں سے تین پھوسے کی طرح پتھر کو رکھ
 دوں گا۔"
 اس نے ہاتھ بڑھا کر اپنے فریادی پہنچے کھلے۔ وہ خوفزدہ ہو
 کر جبراً مگر لپٹے لگی۔ اسی وقت ایک بڑا ایک ٹرے میں تیر کی بڑی
 ایک گلاس اور لڑکی کے لئے دو گلاس میں اور پتھر کو رکھنے
 آیا میرے سامنے بھی کافی آگئی تھی۔ میں تیرے سے کہا کہ لے آئے
 چہ کافی کی چکیاں لینے لگا۔

گا یا جسے مالا کھجور سے در میا ہوا تھا۔
 پورہ لولی۔ مٹرز پر! میں تمہاری احسان مندوں کے تم سے
 میری چوری چھوٹی کیا آپ میری ایک بات سنا لیں گے؟
 "موترو! آؤ ہم یہاں بیٹھ کر بات کریں۔"
 میں تم سے یہی بات نہ کرنا چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے بائیں نہ کرو۔
 میرے قریب نہ آؤ۔ جتنی حدی ممکن ہو یہ جگہ چھوڑ کر کہیں ڈھونڈ لیتے ہو۔
 اگر مجھے یہاں پرانا تو میں تمہارے قریب نہ آتا۔ مجھے اپنی
 عیب داریاں تھیں۔"
 "میں نہیں تاؤں گی۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔
 یہ کہتے ہی وہ تیزی سے ہٹ کر چلے گئی۔ اس کی سوچ کوری گئی
 اڑاں، میں ہی وہی ذریعہ اختیار کروں گی۔ فریڈریک سلم بنائے
 ملک کے ایک بیرون چار کے گاہ میں اس سے کئی اڑوں کی اور ڈاکٹر کا
 ساتھ دھلی تو یہ میرا خیال چھوڑنے لگا۔"
 اس نے ذرا دور چلنے کے بعد ہٹ کر مجھے دیکھا۔ میں اپنی جگہ کھڑا
 ہوا تھا۔ میرا یہ دیکھنا اس کی طرف سے کھلا تھا۔ مگر اس نے اپنے نظریے
 میرے متفق سوچا۔
 "یہ خود دار ہے۔ میں نے ایک بار لاکھ لیا تو اس نے شے فنی منہ
 پھیر لیا۔ چلا گیا ہے۔ اگر ایسی طرح منہ پھیر کر کہیں چلا جائے تو ڈاکٹر
 سے سخت خرابی ہے۔"
 مجھ سے گون کی یاد ابھرتی تھی۔ وہ میری صوفائی کے لئے مجھ
 سے پیچھا چھوڑا ہی تھی۔ مگر پیچھا چھوڑا لیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں
 اس کے دماغ میں موجود رہتا۔ لیکن ابھی وقت نہیں تھا۔ سو نیا کے سفر کے
 قین گھنے گور چکے تھے۔ مجھے اس کی خبر لینی تھی۔ میں بل ادا کرنے کا کوئی
 پر گیا۔ کا ڈاکٹر لڑنے لگا کرتے ہوئے سر اڑا کر کہا۔
 "باس کا حکم ہے کہ تم سے کمانے کی قیمت ڈلی جلتے۔ تمہارا
 ناک کیا ہے؟"
 میں نے نام بتایا۔ وہ بولی۔
 "مٹرز پر! میں تمہارے ساتھ وقت گزار سکتی ہوں۔ شام کو
 میری ڈوبی ختم ہو جائے گی۔"
 میں نے اسے ہلکے سے کئے کہا۔
 "اگر فرصت ملی تو میں شام کو نہیں لینے آؤں گا۔ باقی....."
 میں نے سوچ کر ہٹ کر باہر آکر منہ کے اسے پینے لگا۔ پھر آگے
 جا کر میں نے سو نیا کے ماتھ میں صبا تک کر دکھا۔ وہ مٹرز لڑ کر دیکھ
 رہی تھی۔ اور مٹرز لڑنے اپنی رشتہ واچ کر دیکھ کر کہہ رہا تھا۔
 "سو نیا تم گھنے گور چکے ہو۔ اب تک میں فریکٹرٹ ہو چکا
 جانا چاہیے تھا۔"
 سو نیا نے مٹرز کی کے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

باہر آسمان صاف ہے۔ اگر وہ مٹرز ہوتا تو یہ سبھی لیا جاتا کہ
 پانڈ نے رفتار درست کر دی ہے۔ یار راستہ بدل کر ایک لمبا چکر کاٹ
 کر منزل تک پہنچنا چاہتا ہے۔ لیکن پرانے میں موسم ٹھیک ہو تو سب ٹھیک
 ہے۔ پھر دیکھیں پوری ہے؟"
 مٹرز منڈل پریشانی سے پانڈ روم کے ڈولنے کو دیکھنے لگا۔
 وہ سوچ رہا تھا کہ پانڈ کو مخالف کیا گیا تو وہ جواب نہیں دے گا کہ
 سو نیا اس کے ماتھ میں بیٹھ چلے گی۔
 میں نے سو نیا کو بتایا کہ مٹرز کا سوچ رہا ہے۔ سو نیا نے کہا۔
 "مٹرز! میں پانڈ کے لئے تمہیں نہیں جاؤں گی۔ تم اس سے بھر
 کر ایک کاغذ پر صرف اتنا لکھو کہ میں منزل تک پہنچنے میں دیر کیوں
 رہی ہے۔ پھر وہ کاغذ کسی طرح ڈولنے کا دھڑکے گا۔"
 مٹرز نے ڈولنے پر جا کر رستہ کی، پھر وہی بات پانڈ سے
 کی۔ اس کا لہجہ وہ سب انتظار کرنے لگے۔ میں بھی سڑک کے کنارے پرچھٹنا
 سوا انتظار کر رہا تھا۔ پندہ مٹرز گئے۔ لیکن پانڈ روم سے کوئی کچھ
 موصول نہ ہوا۔ مٹرز نے واہ بیٹھ بیٹھ کر کہا۔
 "مٹرز! تم فائنل میں کیوں ہو۔ تم اگر لکھو کہ وہ گے تو سو نیا
 تمہارے ماتھ تک نہیں پہنچے گی۔ فزوا جواب دے۔
 وہ میرا انتظار کرنے لگا۔ میں نے کہا۔
 "سو نیا! کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔"
 "ہاں مٹرز! پانڈ ڈارڈ نے کسی خاص وجہ سے غامضی
 اختیار کی ہے۔"
 اتنے میں ایک تہرکیا ہوا کاغذ ڈولنے کے نیچے سے رنگ کر
 آیا۔ مٹرز نے اسے بندہ آواز سے پڑھا۔
 "اور دو گھنٹے انتظار کرو۔"
 آنا کھڑا مٹرز بڑھانے لگا۔
 "اس کا مطلب کیا ہوا۔ فریکٹرٹ پہنچنے کے لئے کبھی شادقت
 نہیں ہو سکتا۔"
 وہ پھر وہاں بیٹھنے لگا۔
 "مٹرز! یہ کیا مذاق ہے۔ دو گھنٹے لیٹ پہنچنے کی وجہ لکھ
 کر بھیجو۔"
 مٹرز گھٹکے۔ پندہ مٹرز گور گئے۔ کوئی جواب نہ آیا۔
 سو نیا نے ہر حیا۔
 "مٹرز! یہ ڈارڈ تمہاری تعلیم میں کتنے حوصلہ ہے؟"
 "پانچ برس سے۔ اس کا لیکچر ڈیپنڈہ اچھا رہا ہے۔"
 سو نیا نے سر ہٹ کر کہا۔
 "اب اس کے ریکارڈ کو سنبھالو۔ کچھ تنظیم میں میرا لیکچر
 چاہتا ہے۔ مٹرز کی خاطر بنا دتے گی۔ یہ ڈارڈ کسی سوچی کے

نے راستہ بدل چکا ہے۔
 "نہیں! ڈارڈ کو ڈایا نہیں کر سکتا۔ مٹرز پھر ڈولنے پر بیٹھ
 بیٹھنے لگا۔
 میں نے کہا: سو نیا! یہ بہت پرانی کہادت ہے کہ آسمان کے گرا
 کر زمین آسکا، اب یہ طے ہے کہ تم پھر مٹرز کی طرف نہیں جا رہی
 سو نیا! اس کی کسی منہ می لالتے میں کچھ نہ بگلائے تمہارا انتظار کر رہے ہیں
 ہاں مٹرز! آئے اللہ وقت کیسا ہی ہو، اس سے گزرا ہی پڑتا
 ہے۔ تم آرا کو۔ ابھی دو گھنٹے تک تم سب بجز تیر رہ گئے۔
 میں اس سے زحمت ہو کر منہ کے کنارے کھل پر جا کر بیٹھ گیا۔ میں سوچ
 کی عموماً سے گزرتے گزرتے منہ کے کنارے بہت دور تک نکل آیا تھا تمام
 جہاں اور لسانی آباد کی پیچھے وہی تھی۔ میں ایک نایل کے وقت سے
 ٹھیک لگا کر تیر پر بیٹھ گیا۔ وہاں تمہاری تھی، سکون تھا، کوئی مداخلت
 کرنے والا نہیں تھا۔ میں سے گون کے ماتھ میں جا کر بیٹھ گیا۔
 وہ ایک ہٹ کے کمرے میں ایک بستہ کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔
 لیٹر پر ڈاکٹر نے پڑھا اور اقلہ اس کا چہرہ چہرے سے اس طرح چھپا ہوا تھا کہ
 صرف آنکھیں دیکھنے کے لئے، ناک اس لئے لہنے کے لئے، اور منہ کمانے کے
 لئے کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں پھر میری سے گون ایک کینڈر
 کی طرح چپ چاپ وہاں کھڑی ہوئی تھی اور سوچ رہی تھی۔
 "پتہ نہیں یہ شیطاں آنکھ کھول کر مجھ سے کیا پوچھے گا کہیں باہر
 شکت کا سارا قصہ چھوڑنا ہے۔"
 میں نے اس کی سوچ میں پڑھا۔
 "آخر میں اس شیطاں سے اتنا ڈرتی کیوں ہوں؟"
 "اؤں۔؟" اس کی سوچ نے کہا: "کیوں ڈرتی ہوں؟ اگر میں نے
 اس کے کسی حکم سے نکارا تو یہ سب گڑبڑ سے باپ کو قتل کر دیا میری
 جہوں کی زندگی برباد کرنے لگا۔"
 انسان جو پتلا ہے، اس سوچ کا قصور قائم ہوتا ہے۔ واقعی
 آنکھوں کے سامنے وہ نظر آجاتا ہے۔ سے گون کی دماغ کی اس کوئی ہر
 سوچ کی نظر پینے لگی۔ ہانگ کا ٹک کے مٹرز میں کوئی دن کا ہڈیا ہراس کے
 ہاں لگا رہی کسی نظر آ رہی تھی۔ وہ کشتی اس کا کارن کا سوی تھی۔ سراسی
 ملاقوں میں یہ شمار تھی، باشندے اپنی زندگی کے دن رات کشتی میں
 گولتے ہیں۔ ہانگ کا ٹک کی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ وہاں انسان کیڑے
 مٹرز کی طرح دیکھتے نظر آتے ہیں۔ زمین پر پھرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔
 اس لئے انہوں نے منہ کے کھینے پر کشتیوں کے مکانات بنائے ہیں۔
 سے گون کا باپ وقت سے پہلے اس لئے ڈر رہا ہو گیا کہ اس کا
 کوئی بیٹا نہیں تھا۔ تین بیٹیاں تھیں۔ بڑی کا نام سے گون، چھٹی کا نام
 سے گون تھا۔ چھٹی بہن کو وہ لوگ پیاسے ہونا چاہتے تھے سے گون،
 ملازمت کرنے اور سے گون پڑھنے کے لئے شہر جاتی تھیں۔ اس کی تعلیم کے

اخراجات بڑی بہت بڑا شت کرتی تھی۔ وہ چھ ماہ سا خاندان سک کی
 اچھا بڑوں میں شریک ہوتا تھا اور ہاتھوں سے وہ سہارا تھا جو کھانے
 اچانک ہی سے گون پر انکشاف ہوا کہ اتنی خدمت اور نگرانی کے باوجود
 اس کی بڑی بہن اس کی تعلیم کے اخراجات کہاں سے لے کر رہی ہے۔
 سے گون انگریزی کی کس مانتیں پاس کر چکی تھی اور اسے گون
 کی شادی ہونے والی تھی۔ ایسے ہی وقت سے گون کے رشتے میں ڈاکٹر
 آگیا۔ وہ دوسریں جا مت کی کسندے کے لاکھوں سے پاس آ رہی تھی کہ
 ڈاکٹر نے پیچھے سے اس کو لایا۔
 "بڑی! بسنو، میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"
 "میں اس اجنبی سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔"
 یہ کہہ کر وہ آگے بڑھنے لگی۔ ڈاکٹر شطرنج کا بازو پھڑکا رہی
 طرف دیکھنے لیا۔ وہ دیکھنے لے چھا پھینا تھی، مگر اس کی آواز سن کر وہ نہیں
 کر رہی تھی۔ کیونکہ ڈاکٹر نے اسے دوسرا رستہ سے لے کر تھوڑا سا دور
 میں اس کی بہن سے گون ایک مرد کے ساتھ باس نظر آ رہی تھی ڈاکٹر
 نے کہا۔
 "تمہارا نام سے گون ہے اور اس تصور میں تمہاری ایک بہن ہے
 میں سب کچھ جانتا ہوں۔ کیونکہ ایک بلیک مین کے سب کچھ جانتا پڑھنے
 تمہاری بہن کی ایسی دھڑن تصور میں میری جیب میں ہیں۔ یہ میل خیال
 ہے کہ اب تمہیں عمل آگئی ہوگی۔ اور تم سے سارا کس لہجے ہوئی
 میں بیٹھ کر باتیں کرو گی۔"
 سے گون کا سر کھرا کر ڈاکٹر وہ سوچ میں نہیں تھی کہ اس کی
 بہن اس قدر سے بیانی بڑا کرتے گی۔ لے سے گون پر غصہ ڈالنا تھا
 یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ سے گون کے بچنے والے شوہر کے ہاتھوں میں یہ
 تصور میں نہیں ہی تو پھر اس خاندان کی نیک نامی خاک میں مل
 جائے گی۔ مٹرز، بہن رشتوں کے نشانہ میں۔ دن بام زندگی گولتی ہیں گی
 اور پڑھا باپ مدد سے سے چلنے لگا۔
 ایک خاندان مٹرز کے کہیں میں پہنچ کر ڈاکٹر نے تمام تصویبی
 اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔
 "انہیں غصے سے دیکھو، یہ جیلا تصور میں نہیں ہیں۔ ان تمام کے
 نیگو میس سے پاس ہو جو ہیں۔"
 سے گون کہ بہن کی ایسی تصور میں دیکھتے ہوئے شرم آ رہی تھی۔
 مگر وہ دیکھنا پڑا کہ مٹرز میں واقعی اس کی بہن ہے، یا کسی خاص شے کے
 بدل پر سے گون کی تصویر کی گون جو بڑی تھی ہے۔ مگر تصور میں باکل
 صاف اور واضح تھیں۔ اس کی اپنی بہن کی تھیں۔ سے گون نے پڑھا۔
 "تم کوئی ہو؟" اور تم نے یہ تصور میں کہاں سے ماہ کی ہو؟
 ڈاکٹر نے کہا: "ان تصویبوں میں جو مٹرز آ رہا ہے۔ وہ
 ماہ کا ایک دولت مند بننا سکتا ہے۔ اس کا نام ایک چند ہے پھر شریک

رنگ میں پیش میں ہونے میں اور اپنی دنیا ہی سے بھی ڈرتے ہیں۔ مجھ جیسا ایک سیر لہے جانوں کی ناک میں رہتا ہے۔ یہ تہااری بہن کو جیسا کہ ایک کالج میں لے گیا۔ میں جتن دقت پر مجبور ہے کہ بیچ گیا۔ وہ جیسا چاہتے تھے۔ میں نے یوں رو کر دکھا کہ بیٹے دو دنوں کی اچھی طرح پٹائی کی پھر اپنی دھمکی دہی کر کہہ میری مرضی کے مطابق تصویریں نہیں پھانسیں گے تو میں اپنی قتل کر دوں گا۔

”تک چند خوف سے ترسنا کانپے ہوا تھا۔ اس نے مجھے بڑی سے بڑی رقم کا لالچ دیا۔ میں نے کہا میں دین کی بات لے رہی ہوں پلے میرے علم پر عمل کرو۔ اگر تصویریں ذرا بھی خوف یا شرم کا اظہار جاتا تو میں دو دنوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مختصر یہ کہ میں نے اپنی زندگی بھری کر لی۔ یہ تمام تصویریں اتاریں۔ اس کے بعد میں نے ان سے پوچھا۔ پولو کیا کہتے ہو؟ تک چند نے کہا۔

”تم یہ تصویریں منانے کو رو۔ میں تمہیں کہیں بڑا روڈ بولوں گا۔“ میں نے کہا۔ یہ رقم تو تمہیں یوں ہی ہوا دیتے ہو گے۔ وہ نہ میں ان رنگین تصویروں کی اہم شائع کے خیاٹوں کے چورا بازار میں فروخت کر دوں گا۔“

تہااری بہن نے یوں جیسے تو صلی پر گر کر کہنے لگی۔

”میں بازاری عورت نہیں ہوں۔ یہ دولت منہ مجھے کھڑا تانا سکو میں نہیں جاتی تھی۔ پھر اس نے ناراض ہو کر مجھے وزارت سے نکال دیا۔ میں دل برداشتہ اپنی کشتی میں پہنچی تو باپ سخت بیمار تھا۔ میری بہن امتحان کی فیس کے لئے پیسے مانگے تھی تھی۔ میں نے نہیں دینے سبب تیار کیا کہ میری وزارت ختم ہو گئی ہے۔ میں انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن میری خاموشی سے بھوکے جیاری اور دوسری جیاری ضرورتوں کا علاج نہیں ہو سکتا تھا۔ ان سب کا علاج میرے پاس تک چند کے پاس تھا اس لئے دو سے دن لینی آج میں اس کے پاس آکر چیک ٹی یہ میری زندگی کی پہلی بھاری ہے۔ خدا کے لئے اسے کالج سے باہر نہ جاؤ۔“

وہ پھر ٹک پھر ٹک کر رٹنے لگی۔ میں نے کہا۔

”میں فولادی انسان ہوں۔ مجھ پر کس اثر نہیں کر سکتے تم نے مجھ کو ہوا اور مجھ پر۔ اس لئے اتنی مہربانی کر دوں گا کہ تمہیں ایک میل نہیں کر دوں گا۔“

ڈاکٹر نے پھر کھانا کوشش ہو گیا۔ سے یوں نے تصویریں واپس کرتے ہوئے پوچھا۔

”اب تم کیا چاہتے ہو۔“

لی تجواریاں کھول سکتی ہو۔۔۔۔“

”جیوں مت کرو! میں اپنی اولیٰ نہیں ہوں۔“

پہلے ہی کوئی نہیں ہوتی، حالات کے جوتے پڑتے تھے تو اس پر جاتی تھی۔ میں اب تک مری سے باقی کر رہا ہوں۔ بہتیں رنڈے رنڈے پتے پتے گاؤں میں کتنا سخت اور سنگدل ہوں۔ تم میری طرح تیار ہو کر میرے ساتھ چلو گی تہااری بہن کی شادی روک دوں۔ تمہارے باپ کی قتل کر دوں اور تہااری چھوٹی بہن کو جیسی بنا کر ڈھالنا پڑے گا۔

پھر ایک بار سے یوں کھڑکھڑانے لگا۔ وہ اپنے حالات پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہی تھی۔ پہلے بہن پر غصہ آیا تھا۔ اب اس کی عزت بڑھ گئی تھی۔ اس نے بہن کو جس حالت میں پاس لانے کے لئے تیار ہوا ہے کے علاج کے لئے چپ چاپ کشتی پر بیٹھی قرانی دی تھی۔ قرانی اس کو کہتے ہیں کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ کب سے اپنی گردن کٹائی، اپنا بیعت لٹا دی۔

”اچھا تم نے یوں نے فیصلہ کیا کہ وہ میری خاموشی سے قرانی لے لے اس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔“

”اگر میں تمہارے ساتھ رہنے کے لئے چوں تو کیا تم میری دونوں بہنوں کا پیچھا چھوڑ دو گے؟“

”میں زبان کا دھتی ہوں جب تک تم میرے ایشوں پر چڑھی ہو گی میں تہااری بہنوں پر اپنا ساما بھی نہیں پڑنے دوں گا۔ انکار کی صورت میں میں تمہیں بھول کر گیا کروں گا۔“

”تمہیں ہوں سے جاؤ گے۔“

”یوں کہنے سے اس سوال کا جواب مل چکا تھا۔ ڈاکٹر نے ہلکا ہلکا سے لالا لایا۔ پڑوں سے یہاں ستنکے کا سے لے آیا۔ اس کے ساتھ وہ سے یوں بیٹھے ڈوری رہتی تھی کہ پتہ نہیں وہ کب اس کی عزت پر حملہ کرے اور وہ اس کا کچھ نہیں بنا کر لے گی۔“

لیکن اس معاملے میں ڈاکٹر نے بڑی شرافت کا ثبوت دیا تھا اس نے سے یوں کو بھی اپنے پہلو میں دقت گزارنے پر مجبور نہیں کیا۔ اس کی وہ یہ بھی کہ اسے صرف شراب اور تمار بازی سے دلچسپی تھی۔ سے یوں کے لئے وہ کسی بہت ہی بزدل دولت مند کو بھانسنے کے لئے وہاں آیا تھا۔ اور ان خوف اور شرم سے سوچ رہی تھی کہ وہ گھری کسی قیامت کی پوگی جب کوئی اس کی عزت کی طرف ہاتھ بڑھائے گا۔

ہر وہ اپنے باپ کی نیک نہی اور بہنوں کی عزت بجال رکھنے کے لئے چپ کا زہر لاری رہتی تھی۔ اس نے بھی نہیں بتایا کہ وہ کن حالات سے گذر رہی ہے اور کن تدریج پر گرا اپنی عزت کے سبب اس پر شے کو لٹانے والی ہے۔ اور اس کے لئے سے ہی وہ ازرا اندر ترقی رہتی تھی۔

اس دقت بٹھک کر سے میں گہری خاموشی میں ڈاکٹر سے پوچھا ہے۔

”بذعاہا البتر پر پڑا تھا۔ اور سے یوں ایک زرخیز لڑائی کی طرح بستر کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے سٹوڈی ریکر کے لئے لے جھڑایا اور ڈاکٹر کے رخ میں بھاگنے لگا۔“

اس کی آنکھیں بند تھیں مگر وہ جاگ رہا تھا۔ یہ سمجھا گیا تھا کہ سے یوں اس کے قریب کھڑی ہوئی ہے۔ وہ نہ مات اور غصے سے آنکھیں نہیں کھول رہا تھا۔ کوئی زندگی میں بھی باکس عورت کے سامنے اس کی بروی طرح چٹائی ہوئی تھی وہ غصے میں بند آنکھوں کے پیچھے جھکے بندھا تھا۔ اور خیال ہی خیال میں میری چٹائی کر رہا تھا۔ خیالوں کی دنیا میں دشمن بہت کمزور نظر آتا ہے۔ اس لئے وہ بڑی آسانی سے میرا گلا گھونٹ کر مجھے مار رہا تھا میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

”میں سے سوچنے سے نہ ہوں میرے گا۔ کہ بہت بہت پتہ پتہ ہے ایک بولی چھری سے اس نے کتنا زبردست کام دکھایا ہے۔“

اس کی سوچ نے کہا۔ میں خوب سمجھ گیا ہوں۔ وہ جسمانی طور پر یہی طرح طاقتور نہیں ہے۔ صرف پتہ پتہ ہے۔ اسی لئے میرے عمل سے بہتر رہا مگر اب نہیں ہے گا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ صہاری رشوت کے کراچی جان چڑھا ہے۔ اور ان سے یہ معلوم کر لیا ہے کہ وہ دشمن سولہ نر کے ہٹ میں رہتا ہے۔ اب عزت جب وہ کچھ میں سوتا ہے گا تو ایسے دقت اس میں پھرنی نہیں ہوگی۔ میں نے سنا ہے کہ وہ سولہ نر کے ہٹ میں رہتا ہے۔

”یہ پوچھتے ہوئے اس نے آنکھیں کھول کر سے یوں کو دیکھا یہ خوف سے لڑنے لگی۔ اس نے تکلیف سے کہتا ہے ہر سے پوچھا۔“

”وہ کہاں ہے۔“

”کون ہے؟“ سے یوں نے انجان بن کر پوچھا۔

”وہی دشمن، جس کی موت میں لینے اتنے سولے نکھوں گا۔“

تہااری بہنوں تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ میں بہت سخت جان ہوں۔ پتہ نہیں، ابھی سے اتنے کٹنڈوں کی موت تکھی ہوئی ہے۔ تم مجھے سے بحث نہ کرو۔ وہ سولہ نر کے ہٹ میں رہتا ہے۔ آج رات سے تمہارے ساتھ اسی ہٹ میں رہنا چاہتے ہیں اب یہاں سے جاؤ۔“

وہ سر جھکا کر باہر نکل گئی۔ میں نے ڈاکٹر کی سوچ میں کہا۔

”کہیں یہ لڑائی میں سے خوف ہو کر دشمن سے نکل جائے۔“

اس کی سوچ نے طنز بہ انداز میں کہا۔

”جب تک ایک سنگ کا مواز سے وقتہ میں ہے یہ میری سختی نہیں کر سے گی۔ میرے قدموں میں لوثی ہے گی۔“

وہ سوچنے لگا۔ دماغ کی اسکرین پر دیکھنے لگا کہ سے یوں کی تمام تصویریں اور نیکو نیکو لگا وہ دھروں کے خلاف ایک سنگ کا دوسرا مواز میں ایک بلیف کیس میں موجود ہیں۔ اور وہ بلیف کیس اس سجان پر کھنا پڑے جو اس کے کمرے میں بستر کے اوپر چھت سے ڈرا نیچے ہوئی ہے۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ میں اس کے سامنے سے نکل گیا اور سے یوں کو دیکھنے لگا۔ وہ اپنے ہٹ کے باہر کھڑی سوچ رہی تھی کہ کہاں کاش کرے گی۔ اسے بھت کر فی بھی نہیں آتی، وہ مجھے کسی طرح بھت کے مجال میں بھانسنے لگی۔ مجھ اس کی مصروفیت پر پڑا ہمارا آیا۔ میں نے اس کی سوچ کے نیچے سے اس کی طرف لکھا یا۔ تاکہ وہ سٹوڈی کے ہٹ کا نمبر پڑے اور اس نے غرور منہ سے ہونے کا جو دو دو والے بڑھ گیا۔

مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک میٹر پہنچ کر کے ہٹ میں آرام فرما رہا ہے۔ میں اس طرف بڑھنے لگا۔ سے یوں میری کاش میں ریلوے ٹرک کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے اسے جانے دیا۔ اسے چھوڑ کر ڈاکٹر کی خبر لی اس کی سوچ میں کہا۔

”تو ڈری ویر لیشام ہونے والی ہے۔ پھر رات ہوگی۔ وہ دشمن شاید آج رات سے پہلے نہیں سوتے گا۔ اسی لئے ہلاک کرنے کے لئے بہت دقت ہے۔ میں خشک گیا ہوں۔ کیوں نہ تو ڈری ویر کے لئے سو جاؤں۔“

وہ فانی ہو گیا۔ کیونکہ واقعی اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ میں اس کے ہٹ کے پیچھے پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ اور خیال تو ان کی لوری کے کراسے سلانے لگا۔ کیونکہ وہ خود ہی سنا جاتا تھا۔ اس لئے جلدی بند میں ڈوب گیا۔ میں ہٹ کے پیچھے سے گھوم کر برآمدے میں آیا پھر اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے بستر پر بے سے حرکت پڑا تھا۔ میں پھرتا تو اسے قتل کر کے عیش کے لئے قہہ شام کر دیتا۔

یہ تو میں نے کر لیا تھا کہ سے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بسکین سوتے ہوئے دشمن پر حملہ کرنا مرزا نہیں ہوتی۔ اگر وہ جاگتا تو بہت ہی میں سے دشمن نے تیار کیا کیونکہ وہ گری طرح زخمی تھا۔ پھر دشمن کو کاش سے زیادہ غلطی بات پر آتا ہے کہ وہ زور دے کر مجھ پر ہٹ میں مبتلا ہے۔ رات کو میرے ہٹ میں جانے تو میں زخموں۔ جہاں پر نظر ڈالے، تو کیوں کیس نہ لے۔ سے یوں کو آواز سے قہہ ظلم لڑکی میری چناہ میں ہو۔

پلے وقت اس کی رحمت اور درواری قابل درود تھی۔

میں نے اس کے لہجہ پر پردہ کر جان پر غم ڈالا۔ میرا بلیٹ کس
اشکارا لہجہ سے آ رہا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ میں اس کمرے سے نکل کر
برآمدے میں آیا۔ پھر سیڑھوں پر نکل کر طرف جانے لگا۔ گویا کوئی سے یوں اصرار
گئی تھی۔ راستے میں مجھے خیال آیا کہ میں ناخوشی طرف سے باہر نکل گیا
پوچھا ہوں اور بہت بڑی حماقت ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کی سوچ پر ٹھوس
وہ کارڈ راجو کرنا اور شہر پہنچ گیا تھا۔ منزل اس کے ساتھ دالی سیٹ
پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسباب وہ دونوں چار لوگوں کے ڈاکٹر بیٹے کے مکان
کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے دو چار مہینے سوئے ہیں تو کوہرا۔ اس کے
دماغ میں اپنے غم کو سوچیں پیدا ہیں۔ مجھ سے اس قدر دشت وہ
شکار اس نے ہر محافل سوچ کر شکار کیا۔ وہ دلی ہی دل میں تو بڑا کرتا رہا۔
اور سوچ کے ذریعے مجھ سے حافی ناگہی را۔

میں نے ملٹن بومرک سے آزاد حیرت و دباہاری فری سونا کو آزاد ہی اس
نے کہہ کر ایک گھنٹہ اندر بس منٹ گزر چکے ہیں ابھی گھر تیرت ہے۔
چالیس منٹ کے بعد پتے چلے گا کہ پانٹ اور وہ جہن میں منزل پر پہنچا ہے۔
ابھی بات ہے سونیا! میں شیک چالیس منٹ پر تھکے ہیں

پہنچ جاؤں گا۔
”سفر فراد! یہ چیمپری ابھی تاہو سے باہر ہو گیا تھا۔ پانٹ دم
کارڈ اور توڑنا چاہتا تھا۔ میں نے فری شکل سے ڈانٹ ڈپٹ کر اپنے
پاس بیٹھا ہے۔“

”ہاں! وہ صرف مل کی ہی ڈانٹ میں کو آ رہی تھی کہتا ہے پانٹ ہم
کارڈ اور نہیں ڈرنا چاہتا ہے۔ اور وہ خود کو خطے میں دیکھ کر طے کے
تباہی کی طرف لے جائے گا۔ تم اپنے حشری بچے کو اپنے پاس چالاکو
اچھا سدا محافظ۔“

اس وقت تک میرا لہجہ ٹرنٹ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہاں
کان میں سے یوں نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچ کے ریلے سے موم
وہ لہجہ ٹرنٹ کے اندر تھی جسے میں مجھے کاشی کرنے لگی تھی میں سر
کھٹکا کرتی رہے پتیا ہمارا لہجہ ٹرنٹ سے ڈانٹ کے نکل گیا۔ یہ کوہرا
کی کاؤڈر ٹرنٹ کے سے شام کو لٹنا چاہتی تھی اور شام چوٹی تھی میں ناگے
جا کر لہجہ ٹرنٹ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ تاکہ میں یوں بڑھ چکے۔
ایسا ہی ہاگاس نے فلان میں آ کر دو گھنٹے نظر دوڑائی تو میں
لے نظر آ گیا۔ میں اس کی طرف سے انجان بنا رہا تھا۔ وہ میری طرف آنے
لگی۔ میں بلیٹ کو جانے لگا۔ پھر اس نے تیزی سے قدم بڑھائے، لیکن اس
کے پاؤں جو تھے اندر میں لانے لائے ڈگ بڑھا تھا۔ اس طرح ہم
رہے ٹرنٹ سے بہت دور نکل آئے اس نے ہانپتے ہوئے آواز دی
”سفر فراد۔“

میں نے ہٹ کر اسے دیکھا پھر ہٹ کر بیٹھے لگا۔ اس کے ساتھ
ہی میں نے اس کے دماغ میں لکھا۔

”وہ میں نے فری سے کہا تھا کہ مجھے اس کی بھڑکی لگتی ہے
بہنیں ہے۔ اسی لئے وہ ناامنی ہے۔ پہلے میں اس سے نہ پھر لگتی
اب وہ مجھ سے منہ پیر کر جا رہا ہے۔“
اس کے دماغ میں یہ بات آتی ہے وہ زور زور سے کہتا ہے
”مظفر فراد! مجھے صاف کوہرا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں پتیا
میں نظر گیا۔ وہ مجھے دھتے دھتے دھتے حلق کی تھی
آہٹ آہٹ آنے لگی۔ میرے قریب پہنچتے ہی وہ ہاہہ بلیٹ کس کو
شک گئی۔ اس نے جیڑنی ہے۔

”یہ۔ یہ ڈانٹ کا بلیٹ کس ہے۔ یہ بہتیں کہاں سے
میں ڈانٹ کی مزاج پر ہی کر گیا تھا۔ وہ سرد تھا ہمار
چلانے سے بلیٹ کس کو دل دیکھا تو اس میں ایک میٹک کا لڑا
تھرا آیا۔۔۔۔۔۔“

”ایک میٹک۔“ وہ چونک کر بولی۔ اسی۔ اس میں کیا
کیا کچھ تویری ہیں۔“
”ہاں۔ اس میں بہت سی ٹنگی تویری ہیں۔“
”ادہ۔“ وہ دونوں اہقروں سے تر تپا کر رہنے لگی۔

میں نے کہا۔ اس بلیٹ کس میں تھکے غم کو
ہے۔ تم کیوں ڈری رہو۔؟ وہ رفتی ہوئی سوچ رہی تھی
میں اس شخص کو کیسے تباہ کر اس بلیٹ کس میں سب کو
ہی خوف ہے۔ کیونکہ میری ہی عزت میری عزت ہے۔ میرا
خانہ کی عزت ہے۔ میں فری سے کس منہ سے بولوں گا اس میں
بہن کی تویری ہیں۔“

میں نے اس کی سوچ پڑھنے کے بعد کہا۔
”یوں، تم مجھ سے منہ پیر کر اس نے مل گئی تھی
کہ نہیں تانا چاہتی تھی۔ مغراب میں بہت کچھ سوچا ہوں۔“
”کیا۔؟“ اس نے گھبراہٹ سے منہ سے ہاتھ نکال دیا۔
چہرہ اسٹون سے بیگم ہوا تھا۔

میں نے کہا۔ تم مجھ سے ڈانٹ دے بیٹھے مگر ہاگے ہاگے سے
جانے کاشوڑ سے ہی تھیں۔ اس سے میں نے سوچا کہ تم بہت ہی
ہو۔ وہ غم کو ظہارت اور صاف سے بچا رہی ہو۔ شاید اس
میں تباہی کسی سہیلی کی تویری ہیں۔ تم اسے جانی سے بچانے لگے
کی شرم کرنے لگے۔ آہ بہاری ہو۔ کیوں ہی بات ہے۔ اس
اس نے طے کی سے شام میں سر ہلا کر کہا۔
”ہاں۔ ہاں۔ میں کسی کی برادری نہیں چاہتی۔ مجھ سے بڑا
کا نا نہ پوچھو۔ اگر تم ہی ایک مل نہیں ہو۔ ایک ایسے انسان
بلیٹ کس کو آگ لگا دو۔“

”ہاں آگ لگانی چاہئے گی تو لوگ شہر کریں گے۔ اور تم
دعیں نہ تو پہل سے دور ہیں۔ میں تباہی خواہش پوری کر

اس نے مجھے حیرت اور سرت سے دیکھا۔ پھر میرے ساتھ چلے
بھی بس کچھ دماغ میں یہ شبہ کوٹ لے لیا تھا، کہ شاید میں لے لے ہو کر
نے کوہرہ کی طرف لے مارا ہوں۔ وہ یہ سوچ رہی تھی۔
”بلیٹ کس میں جو کچھ ہے اس سے فری انہوں نے ڈپے لکھتا
ہے۔ لیکن مجھ سے کوئی صاف مطلب نہیں کر رہا ہے۔ کیا میں اسے فرشتہ
سمجھوں۔“
اس نے سرتے ہوئے پیچے ہٹ کر دیکھا اب وہ پوچھ کر ڈوبی
تھی اور ہاتھ بچھا کرتے ہوئے نہ پہنچ جائے۔ اس نے کہا۔
”مظفر فراد! ذرا جلدی سہلو۔ کہیں وہ شیطان نہ آجائے۔“

”مظفر فراد! وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اگر چاہے گلاب بھی اس کے
دماغ میں یہ بات نہیں آئے گی کوئی اس کے کمرے میں کس کو اس کے
رہنے پر چڑھ کر چمان سے بلیٹ کس لے جا سکتا ہے۔ وہ صرف تھیں
عاشق کے گے گا۔
مجھے کاش نہیں کرے گا۔ وہ بہت کہتا ہے۔ اس نے مجھے تھک
پس خودی بھیجا ہے کہ آج رات میں کسی طرح تھیں تھکے ہٹ میں
لے جاؤں۔ وہاں تھیں بولوں میں اچھا ڈن۔ مجھ سے تھیں کئی فٹ وہاں
آئے گا۔“

”میر تو تھیں المیہاں ہونا چاہئے کہ وہ ہر میں آئے گا۔“
”یہ کہہ کر میں نے گھڑی دیکھی۔ چالیس منٹ پاسے ہو چکے تھے۔
میں نے فری کو سونیا کے دماغ کو پتھر لیا۔ اس کی سوچ تاریکی میں لگیا
کچھ اڑنے کے لئے چکر کاٹ رہا ہے۔ سب لوگ سوئی حلیٹ ہائڈ
چلے ہوئے تھے۔ اب مجھے سونیا کے ساتھ رہنا تھا۔ میں نے لہجہ سے
کہا۔ ہم ایک دوسرے آگے ہیں۔ چنانچہ کوئی نظر نہیں آ رہا ہے تم یہ بلیٹ
کے کارڈ میں دوسرا سستی ہو رہی جاؤ۔ میں ہاں بیٹھ کر آنا ہی کی طرف
دیکھتا ہوں گا۔ کوئی آئے گا تو میں تھیں فوراً خبر کو دوں گا۔“

میں نے اسے بلیٹ کس سے یا۔ آگ لگانے کے لئے جا پس دی۔
بلیٹ کس کی چابی نہیں تھی۔ یوں کہنے کے چابی جان میں کرنا بولوں گیا تھا
میں نے سب سے پہلے کاٹے کا یا تو نکال کر اسے یاد دلا دیا۔

چابی نہیں ہے۔ شاید کہیں کو گئی ہے۔ وہی چاقو سے بلیٹ کس
کی چھڑکے چاؤ ڈوبی آسانی سے کٹ جائے گی۔ اب تم جاؤ۔“
وہ تھکا چڑھنے کے آگے بڑھ گئی۔ میں ریت پر بیٹھ کر سونیا
دیکھنے لگا۔

ایک لمحہ بڑا بڑا کے بعد طیارہ زمین پر اتر گیا تھا۔ سب
لوگ بلیٹ کس کو لے کر یہ طیارے کے یہ مختلف کھڑکیوں سے جا
کے بڑا بڑا کھڑکیوں سے۔
میں نے فری سے روت نظر آئے تھے۔ طیارے کے دوسری طرف میدان اور
سبز پہاڑ دکھائی دے رہے تھے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون
بلیٹ کس کو آگ لگا دو۔“

”ہاں آگ لگانی چاہئے گی تو لوگ شہر کریں گے۔ اور تم
دعیں نہ تو پہل سے دور ہیں۔ میں تباہی خواہش پوری کر
کے بڑا بڑا کھڑکیوں سے۔
میں نے فری سے روت نظر آئے تھے۔ طیارے کے دوسری طرف میدان اور
سبز پہاڑ دکھائی دے رہے تھے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون
بلیٹ کس کو آگ لگا دو۔“

کھ میں ہوتے ہیں میں نے کہا۔
”سونیا کہاں پہنچ گئی ہو؟ مظفر فراد سے پوچھو۔ کیا وہ اس
بچے کو پہچان سکتا ہے؟“
سونیا نے مٹھے سے پوچھا اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا
”مجھ کو میں نہیں آتا۔ یہ کہ بہت ڈانٹ بھی طے کے سے باہر تھیں
نکل رہے۔ اور میں بولوں گیا تھا اب تو اور وہ بھی طے کے سے
باہر نہیں نکل سکتا۔“

”کیوں؟“ سونیا نے پوچھا وہ کیوں نہیں نکل سکتا؟“
”مٹھے کہا۔ جہاں سے طے کے نے پرواز فری کی تھی
وہاں اس کے بیڑی فری دروازے سے نکل گئے تھے ان بیڑی دروازوں
کی دوسری چابیاں فری کی طرف کھٹا پورٹ پر ہیں۔ جہاں یہ دروازے
کھل نہیں سکتے۔“

سونیا نے مجھ سے کہا۔ اب کھو فراد۔؟“
میں نے کہا۔ پانٹ اور وہ کو بھی یہ بات معلوم ہو گی کہ وہ
دروازے سے فری کی طرف کھٹا پورٹ پر کھل سکتے ہیں۔ لہذا وہ جان
تو بھرا کر اسی طے کے میں قید ہونے کے لئے اس دیرانے میں لہجہ ڈن کرنا
وہ میں خاموشی اور صبر سے بیٹھا ہوا اس سے اعزاز ہوتا ہے۔ کہ
اسے اپنے لوگوں کا انتظام ہے۔ جو کہتا ہے کہ ہر شہر کے ذریعے۔
کسی کو دل پہنچنے کی اطلاع دے چکا ہو۔“

سونیا نے تائیدی۔ مجھے چیمپری کی آواز سنائی دی۔
”تمی! آپ مجھے عزت کیوں نہیں دیتی۔ میں دوڑاؤں کو
توڑ دوں گا۔ میں آپ کو کھانا چاہتا ہوں کہ آپ کا بیٹا کتنا خاموش
میں جانتی ہوں۔ تم دوڑاؤں کو توڑ سکتے ہو۔ جو کچھ خاموش
بیٹھے رہے۔“

”آپ مجھے بڑی نارہری ہیں۔“
”نہیں۔ میں چاہتی ہوں جب میں پر کوئی معیبت آئے تب
بیٹا اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے۔ ابھی مجھ پر کوئی معیبت نہیں
آئی ہے۔“

”تمی! آپ عجیب ہیں۔ معیبت کو معیبت نہیں سمجھ رہی
ہیں۔ اچھا تو پھر میں کسی آپ کا بیٹا ہوں۔ معیبت کو معیبت نہیں
سمجھوں گا۔“

”شاباش! اب خاموش رہو۔ مجھے ذرا سچے ددے
مظفر فراد! یہ تو عجیب چوہنیش ہے۔ نہ یہ مجھ کو سمجھ آتی ہے
نہ دشمن مجھ میں آتے ہیں۔“ سونیا نے مجھ سے کہا۔

میں نے کہا۔ تمہارا سفر افسانہ تھا۔ تمہاری منزل اندھی ہے
پتہ نہیں نقد یہ نہیں دیکھ کے کسی خطے میں لے آتی ہے۔ میں خیال تھی
ہے ان دنوں کا سفر فری بڑھ سکتا ہوں اس خطے کا سفر فری نہیں
بڑھ سکتا۔ ڈرامہ کو اور دیکھو کہ کیا انہوں میں آتا ہے۔“

پانچے کو میں لے کر اس طرح شیطان سے دوڑے جا سکتی ہوں کہ اس طرح اس شریف آدمی کو زندہ سلامت رکھتی ہوں۔

وہ متوڑی درنگ رہتی رہی پھر لیٹا کہ آہستہ آہستہ میری طرف آنے لگی۔ اب وہ مجھے ہلا گیا اس سلامت سے دوڑے مانا جا پاتا ہی میں ریت پر چاڑھن شانے چت لیٹ گیا۔ چاندنی راتوں میں سندر کی لہریں بہت زیادہ چلتی ہیں اور اچھلتی ہیں اور سال پر بہت درنگ لہرائی پٹی جاتی ہے۔ وہ لہر اس میں بھی جھپکتی ہے کہ وہوں تک آتی نہیں۔ پھر مجھے ننگے پاؤں کو جھک کر دایس طرف مانتی تھیں۔

سے یوں مجھے قریب آ کر طرہی ہوئی۔ وہ کچھ کہنے سے پہلے کچھ یہی سنتی کہ اپنی بات اس طرح کہے جاوے کہ اس کی پشت پر تھا اور اس کا سایہ مجھ پر آ رہا تھا۔ وہ ریت پر دروازہ پر کھڑی ہوئی۔

وہ تیاری بات مانتی تھی۔ ڈرامہ نگار کے پاس نہیں جاؤں گی۔ بلکہ فریڈ! ہم یہاں سے کہیں دوڑے جاتے ہیں۔ میں نے کہا ہے ہاں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ یہاں سے الگ الگ ہلا جاؤں تو ہوگی؟

وہ قہر لگتی کیونکہ ڈرامہ نگار سے یہاں نہ پارہ الگ الگ جاتا۔ تاکہ اس کے باپ کو اور بہنوں کو پریشان کرے۔ میں بھی وہاں جانے کے لئے کھڑی رہا تھا۔ ایسے میں اس ہمارا شہزادہ لازمی تھا۔ وہ پرفیشن رہ کر رہی تھی۔

فریڈ! ابھی ہم اپنی دور نہیں جاتے گے۔ کچھ عرصہ صبر کرو۔

فادوسا میں نہیں گے۔

”بھی بات ہے۔ میرا آج کی رات کہاں کر آ رہی گے؟“

”آں؟“ وہ سوچنے لگی۔ چاندنی رات میں متنی دوڑے لگتا تھا۔

تھراستی دور تک پہنچنے کی ایک طرف بہت دور نہیں کی ٹھٹھائی ہوئی ریشمیاں نظر آ رہی تھیں۔ دوسری طرف بیری اور ستانا تھا۔

میں نے کہا۔

”ہم روکشیل کے شہر جاتے ہیں تو ڈرامہ نگار سے ضرور سامنا ہو گا لہذا ہیں دیرانی کی طرف جانا چاہئے۔ پھر کتا ہے آگے نہیں جاتے کیوں کی سبستی ہو۔“

وہ سوچنے لگی۔ اسے بیری کی طرف جانے سے ڈر لگے۔

اس نے کہا۔

”ہم اس جگہ رات گزاریں گے۔ صبح کجا سبستی کی تلاش میں جائیں گے۔ کیا یہاں ڈرامہ نگار آئے گا؟“

”نہیں، تم تو جانتے ہو کہ وہ بڑی طرح نرمی ہے۔ وہ تنہا سے ہٹ کر اتھنا جاتا ہے۔ سبستی سے متنی دور نہیں آ سکتا۔ پھر یہ کہیں جا سکتی ہے کہ تم آؤ گے۔ کوئی خطو پیش آیا تو میں ہتھیں جگا دوں گی۔“

میں نے جیسے ہوتے کہا۔

”تم تو مجھے بچتا بچھڑی ہو۔ کبھی مجھے دشمن سے دوڑ گئی ہو کبھی اپنی بناہ میں سلا دینا جا پاتا ہو۔ آئندہ تم کبھی بلانے سے کہ میں بڑی تو وہ بچہ بچہ مثالی ماں کی گود پانے گا۔“

وہ سر جھکا کر شہنشاہی۔ فخری لڑکیوں کے سامنے سچے کی بات ہوئی۔ ان کے تئیں فرما دینے کا ہونے والا باپ آجاتا ہے۔ سے لوگ کے تئیں میں بھی کوئی آئیٹیل کرنے والا تھا۔ اس نے جلدی سے کہ جھک کر کچھ فریڈ پھنٹوں گھا کر سندر کو دیکھنے لگی۔

اپنی زندگی میں آنے والا عجیب یا شہر سندر کی طرح دشال ہونا ہے۔ ذہن پر اس طرح جیسا مانے کہ اس کے تھکا دیکھ کر اتنا نہ نظر نہیں آتا۔ اسے ایک ناسے سے بچا رہ تو لہریں کی طرح ٹھٹھکتا اور گول گول سطر اپنی وسعت میں گم کر دیتا ہے۔ وہ خواب زدہ نظروں سے چاندنی میں جھپکتے ہوئے سندر کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ سولے سے یوں کہ اپنی جیسے خیالی سندر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ہر حال میں اس کا ہاتھ تھام کر پوچھنے والا کیا تم نے کبھی کھلے سنان کے نیچے کئی پرانے میں رات گزارا ہے؟

اس نے سر جھکا کر لہریں میں سلا تے ہوئے کہا۔

”نہیں! میں نے کسی بھی اجنبی کے ساتھ کبھی اپنی زندگی کا ایک دن بھی نہیں گزارا۔ اور آج یہ۔ یہ رات۔۔۔۔۔۔“

وہ کہتے کہتے لگتی تھی۔ وہ شہر ماری تھی، مجھ سے خوفزدہ بھی تھی اور مجھ سے متاثر بھی تھی۔ وہ سوچتی تھی کہ کہیں میں اس کی کسی ایک بڑا زمان جاؤں۔ اس نے بچھانے سے پتہ چلتا تھا اپنی بات پر ہی کی۔

”یہ رات میں۔ تنہا سے قریب۔ گزارنے والی ہوں۔ میں کیا کیا تم پر بھروسہ کروں؟“

”یہ جواب تو سب ہی لوگوں کے ہاں بھروسہ کرو۔ اس کا صحیح جواب مجھے ملے گا۔ صبح یہ رات گزر رہی ہوگی“

سندر کی لہریں تیزی سے آئیں اور مجھے پاؤں جھوک کر چلی گئیں ہر دوڑوں اٹھ کر فرار دور چھو گئے۔ پھر چاندنی کی کشش کے باعث سندر غضب ناک ہو گیا تھا اور لہریں ساحل پر دوڑ کر وہاں لہریں ہی تھیں۔ سندر ایک جگہ ریت پر بیٹھی تھی۔ میں نے کہا۔

”تم یہاں اٹھنا سے لہریں۔ میں متبانی نظروں میں ہوں گا اور دوڑ رہوں گا۔“

یہ کہہ کر میں اس سے سین قدم کے فاصلے پر چلا گیا۔ اب سونیا کے پاس جانے کا وقت ہو گیا تھا۔ میں آؤ گے ریت پر لیٹ گیا۔ ایک طرف سے یوں پر ڈالی۔ وہ بھی طہنیں ہو کر لیٹ گئی تھی۔ پھر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ طہنوں کے سرفریڈ نے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سوج سے پتہ چلا کہ باہر سے کوئی ڈرل شین کے ذریعہ وہاں کے قفل عہد کو کٹنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا۔

میں نے سونیا بکیا تھتہ ہے؟“

اس نے جواب دیا۔

”بڈا ڈر ڈر کے دوڑا کرتے ہیں۔ وہ دھلیا کے کے چاؤں طرف اسٹین گینے کوڑے ہیں۔ وہ دیکھو دروازہ کھل رہا ہے۔“

میں اس کی سوج کے ذریعہ وہاں کے حالات سمجھنے لگا۔ طہنوں کے دروازے ہی باہر سے کھلے گئے۔

”ماشرفز! ہمارے حالات کے مطابق تنہا سے پاس ایک لہراڑ ہے اسے ہائے آدمی کے حوالے کر دو۔“

سونیا نے کہا۔ ”میں پھینسی! ماشرفز! لہراڑ کے حوالے کر دو۔“

پھینسی نے ماں کے حکم کی تھیں گی۔ دو آدمیوں نے سب کی ہاتھ پائی لی عرف سونیا کو جھڑپ لیا گیا۔ کوئی اس کے قریب نہیں گیا۔ پھر ان کا ایک لہراڑ طہنوں میں آیا اس نے سونیا کے سامنے پہنچ کر اسے کہا۔

”مادام سونیا! میں ریڈ پارک کے عظیم سربراہ ماں گین کی جانب سے روکھا گیا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ہائے دوستانہ مزے کی قدر کریں گی۔“

سونیا نے فکر عالم کے انداز میں فخر سے گردن اونچائی کی پھر کہا۔

”سونیا! دشمن کی بدین دشمن اور دوستوں کی بہترین دوست ثابت ہوتی رہی ہے۔ جب تک کہ مجھ سے رسالتوں کو کوئی شکایت نہیں ہوتی۔ میں تنہا سے ماں گین کی دوست بن کر رہوں گی۔“

لیڈ نے کہا۔ ”آپ اپنے ساتھیوں کے نام بتائیں۔ ہم انہیں کبھی شکریت کا موقع نہیں دیں گے۔“

سونیا نے جواب دیا۔ ”ماشرفز! وہ سارے سے اپنے ہیں۔ لیڈر کا اٹھا جاتے ہی دو آدمی ماشرفز کو پکڑ کر باہر لے گئے۔ اس کے بعد لیڈ نے فخر سے جھک کر کہا۔

”اب ہم واپس کر سونیا پر آپ کو فخر آمدیہ کہتے ہیں۔“

شرفز نے لہرائے۔

سونیا بڑی شان سے نیازی سے چلتی ہوئی دوڑنے پر آئی۔ پھر لہراڑ اسے لگی۔ اس پاس کھڑے تھے۔ تلخ جوان فوجی انداز میں الٹ ہو گئے تھے۔ سونیا کے پیچھے شہلا لہریں اور چھتری میل رہے تھے ان تئیں۔ ایک ایک گاڑی میں جھٹایا گیا۔ چھتری نے کہا۔

”میں میں آپ کو اجنبی لوگوں میں تنہا نہیں چھڑوں گا۔“

”بھئی! نکرہ کر دو۔ کوئی خطو پیش آنے سے پہلے ہی پہاں لیٹے لہراڑ لگا۔ گاڑی شہلا اور لہریں کے ساتھ جھٹھ جاتے۔

پھینسی کوڑوں کا کھنکھانا ہی پڑتا تھا۔ یکوہ لیڈر تھرائی سے کبھی کوئی اور کبھی چھتری کو دیکھنے لگا۔ اور سوچنے لگا۔

”یہ کرا تا تھا ہے؟ کیا مادام سونیا واقعی اس بڑے بیکل جوان کی ہلا ہے؟ مجھے آرام سے زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ورنہ

میں یہ سوال منور کرتا۔۔۔۔۔۔“

اس نے سونیا کے لئے اڑ کر کھینڈ لگا لگا کا پھیلا دروازہ کھول دیا۔ کار کے اندر فوجی کون کی خوشبو بچی ہوئی تھی۔ ریڈ پارک پھینسی سے پہلی پہلی مشرقی کی آواز ابھری تھی۔ پھینسی پر لہراڑ کا فخر ایک طرف رات ہو گیا۔ میں لیڈر کی سوج پر ہٹتا جا رہا تھا۔ اور سونیا کو تھانا جا رہا تھا۔ وہ ”کھلی“ نامی ملازم سے زور سے پتے اور ان کی منزل لہراڑ کا دار الحکومت تھی۔ اس شہر کا نام کھلیٹ تھا۔

صبح وہ کچھ دور چل کر آئے تو ایک کنڈیشنڈ کار کی موٹی موٹی ٹیم گئی اس کے بعد کھلیٹ پارک سے ایک روٹی آواز ابھرنے لگی۔

”مادام سونیا! ریڈ پارک کے ماں گین کا کھڑے سلا! آج کل دن ریڈ پارک کی تاریخ میں یادگار دن ہو گا۔ آپ کی آمد سے ہماری ایک نرینہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔ جیسے ماں گین میں فرار کو سچلنے کی آخری حد تک کوششیں کیں۔ ماشرفز کی تنظیم کے جواڑوں نے اسپتال کو گھیر رکھا تھا اور مجھے جواڑوں نے سٹرل سٹرل کے طرف لہراڑ بچھڑایا تھا۔ دن رات یہ بڑی تنظیمیں فرار کو اپنے طور پر زندہ سلامت رکھا اور اس سے دستبردار کرنا جا پاتا تھیں۔ پھر انہیں جاپان کے فوجی سٹیجی کو پھینسی جیل کے اندر لے گئے۔ ہماری فائزنگ اور ہنگاموں کے باوجود فرار کو کوڑے کر دیا گیا۔ ہیں انہیں ہے۔

ہم فرار کو کبھی اپنا سنانہ نہ لگے۔ لیکن مادام سونیا کے روبرو میں فرار کو آج بھی زندہ ہے۔ آج ہی آڑوڑنے طہنوں کو اٹھا کر اسے کے وہاں اس بات کا اکتفا کیا کہ فرار کے ساتھ ایک طویل عرصہ گولڈنے کے وہاں آٹھنٹی تھیجا کا علم کیا ہے۔ اس علم کے ذریعے آپ نے سہراشرفز کی ہی سونیا نے موت سے خود کو محفوظ رکھا ہے اور یہ کہ آپ طہنوں میں بھی اس علم کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔

مادام! آٹھنٹی سہراشرفز کی خود غرضی اور طوطا چھی دیکھی کہ اس نے آپ کی تہ نہیں کی۔ آج سے آپ ہماری سہا ہوں۔ ویسے تو۔۔۔۔۔۔“

قیدیوں کو بھی طنز بہ انداز میں سہا ہاں کہا جاتا ہے کہ ہم آپ کو تہی بنا کر لے کر احاطہ نہیں کریں گے۔ آپ سب چاہیں گی۔ پھری آزادی سے دنیا کے ایک سر سے سے دو سر سے ہمک جا سکیں گی۔

میں گل بیس دی بجے اسے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اپنی خوشی سے وقت لے سکیں تو تھیں ہی سہی کے ذریعے مطلع فرمائیں فائز ش ہوگی۔ فقط آپ کے جواب کا منتظر۔ ماں گین۔۔۔۔۔۔“

میں نے ماں گین کی آواز سننے کے بعد اپنی سوج کی لہریں کو اس کے دماغ تک پہنچا دیا۔ پھر ایک جھپٹے، ایک ایک اڑ کر کھینڈ کھڑے میں پہنچ گیا۔ ماں گین دوسری مشراب داؤڈ کا سے اپنے دماغ کو گری بنچا رہا تھا۔ اس کے سامنے مختلف سونوں پر پانچ اور پھیر کے افراد نظر آ رہے تھے۔ کوئی مشراب پی سلا کوئی گائے کے کش لگا رہا

تھے ہو۔؟
میں نے کہا۔ لیڈی سارا سے میری دوستی ہو چکی ہے۔ یہ
موتیوں ہنگ کامک پہنچا دے گی۔
میں نہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔
میں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ پھر تم ڈانڈو سے بہت
دوستی چاہیں گے۔

وہ راضی ہو کر میرے بازو سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اب
منزل اور نانا کا خیال تھا۔ نانا کو وہاں چھوڑ کر جانا دشمنی
نہیں تھی۔ کیونکہ وہ فراد کی شخصیت سے واقف ہو گیا تھا۔ اگرچہ
اب تک فرزانہ واری دکھا رہا تھا، تاہم میں اس پر بھروسہ نہیں
کر سکتا تھا۔

لیڈی سارا نے پوچھا تو کیا سوچتے ہو؟
میں نے کہا وہ یہاں میری ایک بہن اور بیوی ہیں۔ میں ان
کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ تم نے جو آفر دیا ہے۔ اس کے متعلق بھی مجھے
کچھ سوچنے کا وقت دو۔
وہ اپنی رشتہ دلچسپی کو دیکھتی ہوئی بولی۔

ابھی ایک بج رہا ہے۔ ہماری لاپٹھ بہاں سے تین گھنٹے کے بعد
وہاں ہرگی۔ اچھی طرح سوچ لو۔ آؤ ہم لاپٹھ کی طرف چلتے ہیں۔
سے یون نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ہم دونوں لیڈی سارا کی ٹیم
کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ میں تیزی سے سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا
چاہئے۔ سے یون کو ہنگ کامک پہنچانے کا یہاں جو موقع ملتا ہے وہ آیا
نہاں لیکن اس طرح نانا چھوڑ جاتا۔ اگر نانا کے لئے وہاں تک
جاتا تو سے یون بھی میرا ساتھ نہ چھوڑتی۔ اور اس کے ساتھ بہتے چہرے
ڈر لگتا تھا کہ پتہ نہیں کہ اس کی قربت سے بربک جاؤں۔ اور میں
لے اپنی قربت کا ایسا روگ نہیں لگانا چاہتا تھا کہ مجھے وہ
کبھی نہ بھلا سکے۔

آخر میں نے فیصلہ کیا کہ وہ عیبی یہاں رہتی تھی، ویسی
ہی صورتیت کے ساتھ میں نے وہاں پس پہنچاؤں گا۔ اور نانا کو
سوچ کے ذریعے دیکھا اور پرکھتا ہوں گا۔ اس نے کسی کو میری
اعلیٰ تینا چاہی تو اسے سخت سزا دیں دوں گا۔ ویسے بھی وہ پہلی بار
سزا پر کاررواست ہو گیا تھا۔ شاید آئندہ سزا پانے کی حالت نہ
کرے۔۔۔۔۔
ایک خیال آیا کہ اس کے ہاتھ پر دتکے دل اور اس کے چہرہ
خیالات پر صدموں کی جو مناسبت نہیں تھا۔ کیونکہ وہ منظر کے ساتھ
تعلق اور رات کے وقت میں ان کی تنہائی میں نہیں جانا چاہتا تھا۔
لیڈی سارا نے پوچھا۔
میں کے متعلق تم سوچ رہے ہو۔ کیا وہ تمہارے سگے بہن

بیوی ہیں۔؟

”نہیں، اس دنیا میں کوئی میرا سگ نہیں ہے۔ ان سے
زبان کا رشتہ ہے۔“
”تعب ہے تم زبان کے رشتوں کے لئے اتنی سیدھی لہجہ
سوچ رہے ہو۔“

”ایک باہول انسان کے آگے سے زیادہ اہمیت زبان کی
ہوتی ہے۔ اگر میں زبان کا رشتہ توڑوں گا تو میں نے تمہارے ساتھ
میں کام کرنے کے لئے زبان دکھا ہے۔ یہاں میں زبان سے پھر جاؤں
گا۔ کیا تم اسے پسند کر دو گی۔؟“
وہ جھینپ کر بولی۔

”تم نے مجھے لا جواب کر دیا۔ واقعی میں نے بڑی بے نیکی بات
کہی تھی۔ اچھا جلدی سے فیصلہ سناؤ۔ کیا اس میں چھوڑ کر میرے
ساتھ چل رہے ہو۔؟“
”ہاں، میں ساری زندگی یہاں نہیں گزار سکتا۔ کبھی تو انہیں
چھوڑ کر جانا ہی پڑتا۔ میں خط و کتابت کے ذریعے ان سے رابطہ
قائم رکھوں گا۔“

”ویری لگاؤ! تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ میرے پیارے
سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔“
”تمہارے پتا کہاں ہیں۔؟“
وہ شوشی سے سکوا کر بولی۔
”ابھی نہیں بتاؤں گی۔ میرے پتے پتے گریٹ ہیں کہ ان سے
اچانک ہی مل کر نہیں خوشی ہوگی۔“

وہ پہلے سے نہیں تانا چاہتی تھی۔ اس کا تو باپ بھی بتائے
پر مجھ پر جاتا۔ میں آٹھ کا انحصار بن کر سٹانی منزل کی طرف نہیں
سکتا تھا۔ میں خاموش ہو کر اس کی سوچ کو اپنی مرضی کے مطابق
موڑنے لگا۔ چند لمحے بعد وہ بڑے فخر سے اپنے پتا کے متعلق سوچ کر
تھی اور میں سن رہا تھا۔

اس کے پتا کی زندگی دنیا کے مختلف سمنڈوں میں گوری تھی
پہلے وہ برٹش بڑی میں تھا۔ پھر وہ ایک پرائیویٹ کمپنی کے ہجاز میں
کیتان بن گیا۔ ایک بار ٹیل ایٹ کی تبلیغ سے سنا اسٹائل کرنا پورا
پڑ گیا۔ لیکن سزا پانے سے پہلے ہی فرار ہو گیا۔ اس دوران وہ چھٹی
دولت کا چکا تھا۔ اس کے سہانے اس نے ایک لایٹ خریدی۔ اپنے
چارہ نشاؤں کی ایک ٹیم بنائی۔ پھر اسٹائلنگ کے دھندے میں نکل پڑا۔
چھپس برس کے عرصہ میں، وہ صرف دو بار گرفتار ہوا۔ ایک بار ایک
سال اور دوسری بار تین سال کی قید بامقصد کی سزائیں پائیں۔ سزا
پانے کے دوران بھی اس کی لاپٹھیں سمنڈوں میں دوڑتی رہیں۔ اس کی
بیوی جسے وہ ایران سے اسٹائل کر کے لایا تھا، بہت ہی حسین اور

تیز رفتاری تھی۔ اور اس کے مزاج کے مطابق دوسری بھی تھی۔ وہ اپنے
شہر کی تمام موجودگی میں بحری پولیس کو پریشان کرتی رہتی تھی۔
وہ تمام مالک کی بحری پولیس کے ریکارڈوں میں سبھی خفاہ
کہلاتا تھا۔ دوسری بار سزا پانے کے بعد پھر وہ بھی لافظ نہ آیا۔ کیونکہ
اس عرصہ میں اس نے ہر بڑا گاہ کے زشت خور چلی ہیں اس فیصلے سے
دوڑتی رہی تھی۔ سب سے زیادہ سہولت ہنگ کامک کی بڑا گاہ یعنی
اس لئے وہ اپنی بیٹی مارکو ہنگ کامک سے فارموسا مالک سنگلنگ کی
ڈیننگ کے ساتھ سارا کی ماں سرچھی تھی۔ اپنے بیٹی کو بچپن ہی سے
بیٹا بنا کر پرورش کی تھی۔ لے جوڑو کرانے، رائل ٹرنگ، اور
غزنی ڈیڑھ کھانے کے لئے بہن کے نامور استادوں کی غنات مال
کی تھیں۔ اور یہی وہ کچھ ہی چکا تھا کہ تھی زبردست فلائنگ کالٹی
ہے۔ وہ تو یہ خیال خرافی کے ذریعے بچ گیا تھا۔ ورنہ اس کے ہم یہی
بیجاں بحری تھیں۔ جیسا سنگلنگ کی مٹھیں کرنے والے دن کے بچے جرم
قابل دیتے۔

وہ میری مرضی کے مطابق اپنے پتا کے باسے میں سوچنے کے
دوران آگے نکل گئی تھی۔ سے یون براہرے ساتھ چل رہی تھی وہ
آہستگی سے بولی۔
”یہ لیڈی سارا تمہیں ابھی لگے ہی ہے نا۔؟“
سے یون کے ساتھ لہجے سے تبادلا کہ وہ جیسے ساتھ کسی دوسری
صورت کو برداشت نہیں کر سکتی۔ میں نے کہا۔
”ہاں۔ سارا اچھے لگتی ہے۔ جب تک کسی بھی کوئی برائی نظر نہ
آئے، لے اچھا ہی کہنا چاہئے۔“
”تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر یہ اچھی نہیں ہے۔“
”تم نے کیسے سمجھا لیا کہ یہ بری ہے۔ مجھے بھی بتاؤ نا کہ میں۔“
”ہنسنا شروع ہوں۔“
وہ چند لے سوچ کر بولی۔

”دنیا کی ہر صورت اس حد تک سٹی پیجی جاتی ہے کہ وہ اپنے
عیبی دوسری صورت کے ہاتھ کو پڑھ لیتی ہے۔ یا اس کے ارادوں
کو اپنا پتی ہے۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ یہ لیڈی سارا انتہائی طرف
جھک رہی ہے۔“
کمال ہے، میں سٹی پیجی بیٹنے والا، سارا کے ہاتھ کو اس
زار سے نہیں پڑھتا تھا۔ اور وہ سے یون مجھ سے پہلے پڑھ چکی
تھا۔ وہ کہاں تک رست ہے۔ یہ میں نہیں سارا کی سوچ
سے اٹھاتی تھی۔ فی الحال میں سے یون سے بائیں کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ
میں سے متعلق غلط فہمی نہیں مستحق رہے۔ میں نے کہا۔
”ملاوی طرف ہاں ہوگی تو میں لے سے مجھ دوں گا۔ اگر وہ تمہاری
طرف ہر دوڑی ہوگی تو میرا خیال دل سے نکال دے گی۔ ورنہ میں بھی ایک

انسان ہوں اور تنہائی میں ایک وقتی ساتھی کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔
سے یون کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ جب میں نے اپنے وقتی
ساتھی کی بات کہی تو وہ تقریباً ساتھی بن کر میری خیالی تنہائی میں
پہنچ گئی۔ انسان تقریباً کہاں کہاں پہنچ جاتا ہے۔ جس عرصہ میں
سے اور اخلاقی بائبل میں رو کر سزا پانے ہے۔ تقریباً ستاہا بنڈیوں
کو توڑ کر مجبور کی آفر میں خرد کو پاتا ہے۔

جب وہ تقریباً دیکھنے لگی تو اسے میری بات بہت بری لگی۔
اس نے کہا۔
”فریڈ! تم نے جو وقتی ساتھی کی بات کہی۔ ایسا عاقلانہ طبیعت
کے لوگ کہتے ہیں۔ تم دیکھتا ہو، تمہیں کسی ایک کا ہاتھ تمام کاروبار
ساتھ نبھانا چاہئے۔“

”تم مجھے دیکھتا کہتی ہو اور بھول جاتی ہو کہ میں کسی اور دنیا کے
درمیان سے گزرنے والا انسان ہوں۔ میری نیکی ہے کہ میں تمہاری
جیسی بیک لڑکوں کو نہیں پرکھتا۔ میرا بڑا بھلور ہے کہ کبھی بھی حالات
اور ضروریات سے مجھ پر ہو جاتا ہوں۔ لے وقت بھی میں اتنی نیکی
صن کر کرتا ہوں کہ بدلہ فو کہوں کہ کبھی اس کا خدا نہیں پڑھتا۔ ہاں
لغاؤ کھلا ہر تو پڑھ لیتے تھو۔“

وہ چپ رہ کر سوچنے لگی۔
”میں کیا جواب دوں۔ میں لڑکی ہوں، لے وہ مزاحیہ لہجہ کر
بحث نہیں کر سکتی۔ مزید ایک بات کے پیچھے سزاؤں کو دھکی چھپی بائیں
کہ جاتا ہے۔ مجھے ایسی بائیں کرنی نہیں آتیں۔“
اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

”مزید! بعض لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے دل اور عزت
صرف ایک ہی مرد کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر وہ مرد ایسی کسی لڑکی کی قدر
کیوں نہیں کرنا۔“

”قدر کرنا لے کہتے ہیں کہ وہ ایسی لڑکی کو کھلنا نہ سمجھے۔ لے
سمجھتے کہ وہ کسی پر ویسی یا کسی غاندیش کو اپنا محبوب نہ بنے۔
جیسا کہ میں نے تمہیں بھیجا ہے۔ تمہیں اس رستے پر آگے بڑھنے سے
پہلے وہاں جانے کا راستہ دکھایا ہے۔ کیا میں نے بحیثیت مرد، تمہاری
قدر نہیں کی ہے۔؟“

اگر لڑکیاں اپنی قدر کسی اور طرح کرنا چاہتی ہیں۔ میں
سے یون کے دل کی وہ بات سمجھتا تھا۔ جیسے وہ زبان سے سمجھا نہیں
سکتی تھی۔ لے چارہ عزت اور اخلاقیات کے درمیان اچھ کر رہتی
تھی۔

بائیں کہنے اور خیالات پڑھنے میں پتہ تیز تھا کہ ہم کتنی ڈر
نکل آتے ہیں۔ ہم ایسی کچھ ٹرک گئے، جہاں کچھ کشتیاں سمنڈ میں جا رہی
تھیں اور کچھ سمنڈ سے وہاں آ رہی تھیں۔ ساحل پر پہلے ہنرین خفیناک

میں سے ابھی کیوں قتل کیا۔؟
 میرے چہنچے سے اس کے ماغ میں مجھنا ہٹ سی ہوئی۔
 وہ لوگ کھلا کر بولا۔
 ہاں۔ آس میں نے قتل کیوں کیا۔ وہ دونوں میں بڑی
 لہستہ پر تھے۔ اندھیرے میں میں نے کہا کہ وہ میرا دشمن ہے اور
 اس کے ساتھ سے بڑن لٹی ہوئی ہے۔ جو جب میں نے اس مرد کو قتل کر دیا
 تو موت کے چہنچے سے مجھے اپنی غلطی کا پتہ چل گیا۔ میں نے اس خلوت
 کو خاموش کرنے کے لئے مجبوراً اسے ہی قتل کر دیا۔
 میں نے فقرے سے کہتے ہوئے کہا۔
 ہمشیطان کی اولاد! میں تجھے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ یکہ آہری
 باراس دینا کو دیکھ تیری موت تیرے سر پر آ چکی ہے۔
 وہ دونوں آہریوں سے سر تھا کہ سوچنے لگا۔
 یہ۔ یہ سے زماغ میں کیوں بول رہے ہے؟ کون مجھے چوبلیخ
 کر رہا ہے۔؟
 میں نے اس کی سوچ میں چہنچہ چہنچ کر کہا۔
 لوگو! اسنو سناؤ۔ میں قاتل ہوں۔ میں نے مولہ نمبر ہٹ کی طرف
 ایک زونان جوڑے کو قتل کر دیا ہے۔ ادا ادا۔ میں قاتل ہوں۔ میں
 تم سب کو قتل کر دوں گا۔
 وہ میری سوچ کے مطابق چہنچہ چہنچ کر کہہ رہا تھا۔ اب لے سے ہی
 کرنا تھا، جو میرا دماغ سنا کر ہلکا تھا۔ میں نے لے سے مولہ نمبر ہٹ کی طرف
 دھڑایا۔ وہ دوڑتے ہوئے چہنچنے لگا۔
 لوگو! آؤ میرے سجھے آؤ۔ میں مولہ نمبر ہٹ میں ہوں وہ لاشیں
 دکھا گا۔ میں ثابت کر دوں گا کہ میں قاتل ہوں۔
 کچھ منچلے زونان اس کے پیچھے گئے۔ مولہ نمبر کے آس پاس ہی
 بولو گئے، انہوں نے میری اذکار ان لاشوں کو دیکھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ
 لوگوں کو مطمئن کر جائے اور منشا اور ناموہا کے لئے آخری زبانت ادا
 کر دی جائیں۔ لاشیں دیکھتے ہی ایک نیکار مگر باہر گیا۔ مورخیں چہنچنے لگیں
 دوسرے تیار ہوا کہ اس ہٹ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے گئے۔ وہاں ایک
 بہت بڑا لیگ لک گیا تھا۔ اس بیٹھریں قانون کے محافظ بھی تھے۔
 ڈاؤ اسٹریڈ اس ہٹ کے سامنے ذرا آؤد بختیر سے بدل کر خاتہ ۱۱
 کوئی جے گرفتار نہیں کر سکتا۔ جزیسے سامنے آئے گا۔ میں اسے قتل
 کر دوں گا۔
 پلیس اسپن کھڑے کہا۔ لے گرفتار کرلو۔ وہاں سے بھاگنے
 نہ پاتے۔
 سپا ہی لے گھیرنے لگے۔ ڈاؤ سٹریڈ کی کھڑکی میں اس وقت میرا
 دماغ تھا میں نہیں جانتا تھا کہ وہ گرفتار ہو۔ اس لئے اس نے دو سپاہیوں
 کی پٹائی کی۔ باقی بچھے ہٹ گئے۔ پھر تو سب ہی لکھوی، ڈاؤ سٹریڈ کی
 اور لاشیاں لے کر نکل پڑے۔ میں نے اس کے دماغ کو آواز کر دیا۔ تاکہ
 وہ دکھانے کی انڈیشنیں ہوتا ہے۔ اس کا دماغ آواز ہوا تو اس نے

مرد جھٹک کر اپنے آس پاس جرتا رہنے دیکھا۔ پھر سوچنے لگا۔
 یہ۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ لوگ مجھے اس طرح کیوں گھبر
 ہیں۔؟
 میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ وہ میں سمجھا گیا۔ میں نے
 کے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ ادا رہا رکھ گیا ہے کہ میں قاتل ہوں۔
 وہ چاروں طرف سے گھیرنے والوں کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔
 میں ابھی کچھ خواب کی سی کیفیت تھی، یا مینوہا تھا میں
 تھا اور پیچھے رہا تھا۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو۔ یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑ
 گے۔ مجھے بھاگنا پانا ہے۔
 وہ ایک طرف سے بچ کر بھاگنا چاہتا تھا۔ اس کو اس کے
 ایک لاشی پڑی۔ وہ چہنچتا ہوا لڑکھٹایا تو پیچھے سے میں نے
 دابین طرف بھاگنے لگا۔ پھر بائیں طرف موٹا گیا۔ خزار کا راز
 تھا۔ پھر طرف سے ایسے ٹوٹے پڑے تھے کہ خدا یاد آ کر
 وہ مارکھتا تھا تے ڈھال ہو گیا۔ ادا برداشت کی قوت نہ رہی
 نے سوچ کے ذریعے اور منشا لالا۔ سنسکرت طرف بھاگنے کے لئے کہا
 بھی دیکھنے والے موجود تھے۔ لیکن وہ مارکھتا ہوا ان کے درمیان
 نکلتا ہوا گیا۔
 لوگ اب ڈوڈ ڈوڈ کہہ رہے تھے۔ لے سنسکرت طرف
 کھٹے پھر دیا کر کو کو دھکتے تھے کہ وہ واپس آئے گا یا پھر لڑیں
 سال پر پہنچا گی۔ اس وقت لہریں ساحل سے واپس
 تھیں۔ وہ میری ہدایت کے مطابق دونوں انھوں سے گڑھا کر
 رستی ہی زمین کو کھرنے میں وقت ہی لگ گیا ہے۔ یہ ٹیڑھا
 گرائی تک کھود کر اس نے اپنا سر اس طرف سے ڈالا۔ پھر دونوں
 آہن کی طرف اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ سنسکرت کی منہ زور لہریں چنگلی لٹی
 اس پر سے گزرتی۔ سنسکرت لہریں میں کتنی قوت ہوتی ہے
 کا اندازہ اس طرح لگا جا سکتا ہے کہ میں نے اس کے ماتھے میں
 آخری بار گردن کی ہڈی ٹوٹنے کا کرب محسوس کیا۔ پھر اس کی کمر
 ابدی سا تھا آچھا گیا۔
 میرے دماغ کی اس کو میں پر سے ساحل کا منظر سجھ گیا
 کیا تو سناؤ؟ میں نے نہیں دیکھا کیونکہ میں اپنی آنکھیں بند کر
 کے مرد سہاگ کی آخری زبانت میں شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ میں
 تھوڑے سے جتا ہوا کہ میں سے باہر آیا۔ پھر ریگ کے پاس آ کر کھڑا
 چھاڑ میں کافی چل پہل تھی۔ وہاں مردوں کے لہہ جوان مورخیں
 رہی تھیں۔ مگو میں سے نظریں پھیر کر سنسکرت کیلے گئے۔ باقی
 رہے۔
 بہت دیر تک منشا میری نگاہوں کے سامنے گھومتی رہی۔
 دھکے سے وہ گیا تھا کہ وہ شادی کے بعد پہلی بار اس کے پاس
 ایک رات گزار کر دو سے دن بے سنگی بناؤ لے میں ہی کہا
 میرے وہ دم دگان میں بھی رہے تھے کہ وہ ایک تیار لوٹھے کی

بچانے کے لئے رات ہی کو داپس آ جائیں گے۔ یہ سچ ہے۔ تھا
 یہ آتی ہے تو کوئی ٹیڑھی چہنچتی جانے والا بھی لے نہیں نکال سکتا۔
 میرے دماغ پر ایک پوجہ رہا تھا۔ دماغ کو ہدایت دینے
 کے بعد ہر منہ کسی وقت بھی آسکتی تھی۔ مگو میں سونا نہیں چاہتا
 تھا کسی کا پناہ اس طرح بچنے کے لئے کہ کبھی ہاتھ سے لے میں منشا
 کی مدد سے سمجھا اور سمجھا جانتا تھا میں مرد ہوں میری آٹھ نہیں رو
 سکتی تھی۔ بگول اس کے لئے رو رہا تھا۔
 یہ فریڈ! مارا میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے
 ریگ سے ٹیک لگا کر سیکے چہنچے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ لے تم ابھی
 تک پڑا تان ہو۔ نکوڑ کرو۔ میں نے سے بڑن کو سٹو دیا ہے۔
 میں نے کبھی بنیدگی سے کہا۔
 مارا! میں نے فارموں میں جس لڑکی کو بہن بنا یا تھا، وہ
 مر چکی ہے۔
 ہاں کب؟ تم تو ساحل پر کبہرے تھے کہ ہتھ لے جاتی بہن
 زندہ ہیں۔
 ہاں۔ میں یہی سمجھ رہا تھا، مگو ابھی پتہ چلا ہے کہ وہ دونوں
 اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔
 ہتھیں ابھی کپتے پتہ چلا ہے؟ اس نے تیرانی سے پوچھا۔

تم بہت سمجھدار ہو۔ پہلے مجھے بھی شادی کی عادت میں
 کوئی بار سبتلا کرنا چاہا مگو میں نے سختی سے انکار کر دیا۔
 میں نے کہا۔ اب میں کسی کو بہن نہیں بناؤں گا۔ جس لڑکی
 سے عہد ہی ہوگی، میں دور ہی سے اس کے کام آؤں گا۔ مگر رشتہ
 کوئی نامی رشتہ ہو۔ بہت دکھ پہنچا تا ہے۔
 سارے میرے بازو پر لاف لاف مار کر لڑکوں کے نرازمں کہا۔
 یار! تم زورت سے زیادہ سنجیدہ ہو ہے۔ ہر میرے سامنے آؤ
 میں ہتھارا ختم غلط کروں گی۔
 اس نے میرا بازو پکڑ کر دوسری طرف گھا دیا۔ پھر بولی۔
 تم شراب نہیں پیتے۔ میں ابھی چیزوں سے نفرت کرتی
 ہوں لگا کہ مجھے یہ لوگ چانے کی پیالی میں عزم غلط نہیں کر سکتے کم آن۔
 وہ پہلی بازو سے لے کر قریب آئی کہ میرے بازو میں بازو
 ڈال کر چلنے لگی۔ اپنی عادت کے خلاف زیادہ بولنے لگی تاکہ مجھے سمجھنے
 کا موقع نہ ملے۔ وہاں ایک ادا بھر تھی اور میری بولی کی پہلی
 یہ ہمارا جہاز کتنا خوبصورت ہے۔ یہاں کا ہر فرد تم سے محبت
 کرتا ہے اور ہم پر جان لینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ یہاں نہیں کتنی ہی
 خوبصورت لڑکیاں نظر آئیں گی۔ اگر تم دل بھلا نا چا ہو تو وہ ہتھارے
 سامنے ابھی تم سے پیش کرے گی۔
 میں نے انکار کر دیا۔ ایک طرف ادا چھا سگتے سے ارا بیٹھے ناہوا

بہنیں ان کی موت کی اطلاع ہیچ سنو میں کیسے مل گئی؟
 ایسے سنجیدہ موقع پر میں مجھے محوٹ بولنا پڑا۔ میں نے کہا۔
 مجھے ان دونوں کی بڑ نہیں لی رہی ہے۔ ہر ان کی ایک تصویر
 بڑھوتی ہے۔ یہ بڑ اس وقت ختم ہو جاتی ہے۔ جب وہ مر جاتا ہے۔
 ادا! اس نے فوسس کا انہار کیا۔ پھر سستی دی۔ ہر سکتا
 ہے کہ تو ذہنی کی کوئی اور وجہ ہو۔
 کئی اور وجہ نہیں ہو سکتی۔ مجھے ان کی موت کا یقین ہو چکا ہے۔
 بیک وقت دونوں کی موت کا مطلب یہ ہے کہ حادثاتی
 موت ہے۔
 ہاں یہی بات تمہیں آتی ہے۔ میرے دل کی حالت کچھ عجیب
 کا ہے سارا۔ یہ بیان نہیں کر سکتا۔
 یقیناً تمہیں مدد ہو گا۔ لیکن تمہارے جیسے چٹان کو انفرود کے
 کورجیب ساگت ہے۔
 میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
 سارا۔ تم بہت ہی زندگی گزارتے ہیں۔ میں کسی سے اتنا پیار
 نہیں کرنا چاہتا کہ کسی انہیں جیسے چھوڑ کر آگے بڑھنے وقت ہمیں
 ناقابل برداشت تکلیف پہنچے۔ اسی لئے میں نے اب تک شادی
 نہیں کی۔

ڈاکٹر ذی ایم ستان
 کتبہ مشرق آفاق کتاب
ازدواجی نفسیات
 کچھ کھلیاں بولنے اسٹاک سے مل گئی ہیں۔
 یہ وہ کتاب ہے جس سے کتنے ہی بچے تنگ ہو چکے ہیں۔ اس کتاب میں
 کئی دھکے کا تذکرہ ہوا ہے۔ لڑکیوں کی طرف سے ان کا تذکرہ
 ہے۔ ازدواجی نفسیات اور ان کے علاج میں مسلمانوں کے لئے
 کتاب پر مشتمل ہے۔ وہ مزہباً لائق شادی اور ترقی یافتہ
 چند ہی کامیاب موجود ہیں۔ آج ہی آؤ رڈو جی میں
 قیمت = ۱۰ روپے
 مکمل طور پر ۱۰ روپے
 مکمل طور پر ۱۰ روپے

”تم میرے کہین میں سو جاؤ۔ سے یوں ماہر نہیں آسکی گی“
 میں نے کہا ”مجھے بستر پر بیٹھتے ہی پسند نہیں آتی میں سوچتا
 رہتا ہوں۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد نیند آتی ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ
 ہار دیکھے سوڑن کا اور شام پانچ بجے اٹھوں گا۔ اس سے پہلے کوئی ڈرانے
 پر دسکتے نہ۔“

میں دوڑا نہ بند کرنے لگا۔ اس نے پوچھا۔
 ”ابھی بستر پر لیٹ کر کیا سوچ رہے گے؟“
 میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔
 ”تعمیر میں اپنی روزانہ سے باقی کرتا رہوں گا۔“
 پھر اس سے پہلے کہ وہ حمل کرتی، میں نے ایک دھڑاکے سے
 دوڑا نہ بند کر لیا۔ وہ نیند ڈرانے کے سامنے سوتوری دیدیکھ کر ٹھہری
 اس کی سوچ کبھی نہ تھی۔

”یہ بہت اچھا ہے۔ جو اس کا مذاق اچھا نہیں ہے۔ یہ روزانہ سے
 کیوں دلچسپی لے رہے۔ روزانہ تو میں..... میں ہی ہوں۔ یہ بڑا چالاک
 ہے۔ براہ راست مجھ سے نہیں کہتا۔ روزانہ کے توتلے سے کہتا ہے۔۔۔
 میں ہانگ کا لنگ پہننے کے بعد روزانہ کے دل میں اس کے سامنے کبھی
 نہیں آؤں گی۔“

وہ سوچتی ہوئی لپٹنے باپ کے کہین کے سامنے گئی۔ سپورٹس ڈان
 دستک دے کر بولی۔

”پتیا! اب اڑ جائے میسے سونے کا وقت پور ہے۔“
 ”اور کے مانی سن! جاؤ آرام سے سو جاؤ۔“
 عقاب نے روزانہ کو کھول دیا۔ سارا نہ کہا۔

”پتیا! امیر بکر پانچ بجے سے پہلے نہ اٹھائیں۔ وہ میرے
 کہین میں سوتا ہے گا۔“

”تمہارے کہین میں؟“ عقاب نے فرشتی سے چیخ کا ہاتھ نکال کر
 اندر لایا اور کہا۔ ”میں بیٹے ہی سمجھا گیا تھا کہ تم لے پسند کرتی ہو۔“
 ”ہاں پتیا! وہ بہت ہی بلامعاہیت انسان ہے۔“

”سارا تم نے مجھے ترشوں کو بلی ہے۔ جو ایک بات کہوں گا، بڑا
 نہ ماننا شادی سے پہلے اسے لپٹنے کہین میں سنانا ابھی بات نہیں ہے۔“
 ”شادی.....؟“ سارا نے طنز کے لہجے میں پوچھا۔ ”پتیا! میں

ایک ہی گھنٹہ میں آپ کا منہ گھما دوں گی۔“
 ”اس..... کیا میں نے کچھ غلط کہا ہے۔؟“

”ہاں! پھر وہ چیخ کر بولی۔ ”آپ تو خواتین میں ہی مجھے نہیں جانتے
 لیتے ہیں۔ میں سزا باری پھینچوں کہ جو اپنی زندگی سے سزا باری کا وہی مجھ
 سے شادی کا ارادہ کرے گا۔“

وہ دفعہ سے طنز لاتی ہوئی پتیا کے کہین سے نکلی۔ پھر لپٹنے کہین کے
 سامنے سے گزرتے ہوئے ڈرانے کو یوں گھور کر دیکھا جیسے مجھے آنکھیں

دکھا رہی ہو۔ اس کے لپٹنے کہین میں پہنچ کر اس نے ڈرانے کو اڑ
 سے بند کر لیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

”میں اتنا منہ کیوں دکھا رہی ہوں۔ جب میں خود کو مرد کو پتھی
 ہوں تو مجھے مردوں کی طرح بہتات کو نہیں کرنا چاہیے۔“

وہ دیکھتے ہوئے انداز میں بستر پر آکر گر پڑی۔ اور سونے لگی
 ”ہاں۔ میں آئندہ فریڈ کے مذاق کو نہیں میں اڑا دوں گی تو

اس کا مذاق بے اثر ہو جائے گا۔ پتہ نہیں کیسے میں اتنی جلدی اس
 سے بے تکلف ہو گئی۔ رشتہ یہ میری ہی غلطی ہے۔“

بڑی خوبصورت غلطی ہے۔ میں نے اس کے سامنے
 سر گھولی۔

”آں۔“ وہ گھبرا کر اڑھوڑ دیکھنے لگی۔
 میں نے کہا۔ ”میں پتھر ہی۔۔۔ جگہ جو میری موت کے لاٹھرو

میں بڑا چور فرما رہا ہے۔ ایک کبھی کسی ایک رشتے سے تکلف بنا چاہیے
 وہ شوہر اور لاشعری گفتگو میں الجھ گئی۔ لیسے بتلا میں آسانی
 اچھا نہ کافی تھا۔ میں اس کے سامنے سے نکل آیا اپنی گھولی دیکھی

دس بج کر تیس منٹ ہو چکے تھے۔ اب مجھے سو جانا چاہیے تھا۔ بڑا
 یہ تھا کہیں ڈیڑھ بجے تک سوتا رہوں گا۔ دو بجے تک مجھے سونیا کے
 پاس پہنچا تھا۔ پتہ نہیں دل کتنا وقت صرف ہوتا۔ اسی لئے میں نے

سارا سے کہو دیا تھا کہ میں پانچ بجے تک سوتا رہوں گا۔
 میں نے اپنے سامنے کے ٹائم پیس میں ایک بج کر تیس منٹ
 کا الٹ لگایا۔ اس کے بعد آگ سے سو گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو سباز کے اجنب کا ہلکا ہلکا سا شور
 سنائی دینے لگا۔ میں دو چار منٹ تک بستر پر ہی سے حرکت پڑا
 رہا پھر مارش کی اسکرین پر عقاب کو دیکھنے لگا۔ وہ ملنے ہاتھوں کو

جہاز کی صفائی کرتے دیکھ رہا تھا۔ جہاز کا رنگ پہلے کا سبز تھا۔ کئی
 لوگ رستے کی بیڑھیوں سے باہر نکل کر سبز رنگ کو کواٹھ کر ڈٹک
 دھکے دے رہے تھے۔ سبز رنگ پچھوٹا ہوا تھا اور اس کی تہ سے نیلا رنگ باہر

رہا تھا۔ جو اس جہاز کا اہلی اور گھڑنگ تھا۔
 اس کے ساتھ ہی جہاز کے دو لوگوں طرف چلی حرفوں میں ”روزانہ“

کا نام اظہر تھا۔ عقاب نے اپنی جگہ کے نام پر اس جہاز کا نام روزانہ
 رکھا تھا۔ پائپرز نام کی سفیدی کو دوبارہ سفید رنگ سے چمکانے سے
 جہاز کے اونچے سٹول پر اب پرنگ لگائی پھر اہل ہوا تھا۔ گویا اب وہ جہاز

کسی اسکول کا نہیں، بلکہ ایک پرنگ لگائی سٹول پر روزانہ کا تھا۔
 میں روزانہ کو عرف سندی عقاب کے سامنے لگا۔ وہ
 اب اس کہین میں پہنچ گیا تھا۔ جہاں تک اب کا سامان، وہ کہیں اور

چہرے کے مختلف ماکہ تھے۔ اس نے فیڈ دیوار کے ایک خانے سے

کا فذات نکالے۔ ان پر ایک نظر ڈالی۔ پھر انہیں برہنہ کیس میں
 رکھ لیا۔ وہ جلی کا فذات اس بات کا ثبوت تھے کہ سٹر فذو پرائڈ
 دوسری شادی کی غرض سے لڑکی پسند کرنے فارموسا گئے

تھے۔ وہاں مشرقی نیند گاہ میں ان کا جہاز ”روزانہ“ اڑنا نہیں گھنٹے
 بہن گنگا نازرا۔ پھر پچھلے دن شام کو وہ جہاز واپس ہانگ کا لنگ
 کے لئے روانہ ہو گیا۔

وہ کا فذات ایسی مہارت سے تیار کئے گئے تھے کہ کوئی
 انہیں جلی نہیں کہہ سکتا تھا۔ فارموسا جانے کی وجہ بڑی مشکل تھی

میں کسٹر پرائڈ لڑکی پسند کرنے گئے تھے۔ لیکن بعد میں پتہ
 چلا کہ وہ ڈور کے کتے ہی ماکہ میں یہ بات منہور ہے کہ خاندانی
 رئیس روزانہ پرائڈ اپنی پسند کی لڑکی تلاش کرنے کے لئے

بڑا چالاک ہوتے ہیں اور پاسپورٹ اور ڈھونڈی اجازت ناموں میں
 بات اور وہ دہرے کھلتے ہیں۔
 ”فوس مانی ڈوڈی والف (اپنی ہونے والی بڑی دیکھنے؟“

پہر حال وہ روزانہ عقاب قانون کے ساتھ ہی بڑی خوبصورتی
 سے مذاق کر رہا تھا۔ وہ برہنہ کیس کو بند کرنے کے بعد آئینے کے
 سامنے آیا۔ پہلے اس نے لپٹنے سے سفید بالوں کی ڈگ اتاری۔

پھر لپٹے پچھلے سے آہستہ آہستہ سندی عقاب کا ماسک
 اتارنے لگا۔
 میں اس کے سامنے سے نکل آیا۔ کیونکہ آج پانچ بجے کے

بعد اس سے ملاقات ہونے والی تھی۔ میں نے سارا کو دیکھا تو
 وہ سو رہی تھی۔ پھر میں نے یوں کی خبر لی۔ وہ مجھے نکالیں کر پھر
 رہی تھی۔ بعد میں عقاب نے اسے سمجھا دیا کہ فریڈ سے پانچ بجے

کے بعد ملاقات ہوگی۔ اب وہ جھک مار کر ڈانگ لہل میں دوپہر
 لگانا دکھا رہی تھی۔
 لپٹے آس پاس کے محل سے ملنے ہونے کے بعد میں سونیا

کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی خواب گاہ سے باہر جانے کے لئے تیار ہو
 ہانگ تھا۔ بڑے سے بڑگ پر مختلف قسم کے عموماٹ اور زلوٹات
 لٹکے ہوئے تھے۔ فرشتی کوئی بڑے سے بڑے، میڈلس، اور جلیپیں

نظر آ رہی تھیں۔ بالوں کی سٹیف کے لئے ایک نامور ہیڈ ڈریسیر کی
 فذات حامل کی گئی تھیں۔
 سونیا نے جدید تراش کی میکسی پہنی تھی۔ جس پر گلابی اور

بغیر زئی کر کے شہباز تھے۔ گلے میں بیڑوں کا لہر جگ لہر تھا۔ کانوں
 میں بڑے جوتوں کے ٹاپس تھے۔ کلا بڑوں کے برسلیٹ پر بگنیے جڑے
 ہوتے تھے۔ سر کے بال اتنے خوبصورتی سے سیٹ کئے گئے تھے کہ

بالوں کی کتھی ہی دیکھ لیں اس کے شانوں پر سونیا کی طرح ہی
 لگتی تھیں۔ اور اپنی اڑی کی سٹیف نے اس کے راز قند کو اور

کجا

آپ جانتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت
 کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
 آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل
 کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک متناہی قوت
 ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا
 کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے
 کے لئے کسی پیٹھ اور ہینڈلزم کی طرح
 متقیق نہیں کرنا پڑتیں؛



جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

آپ کی شخصیت میں اتنا نکھار پیدا کر دیں
 آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

اس کتاب کا مطالعہ کیجئے
 اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت ۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
 پوسٹ بکس ۴۴۴ وکراچی

دراز کر دیا تھا۔ تھی ہوئی مغزوں، ابراہی ہوئی گردن، چہرے پر سبب
حسنِ عارضی تھا۔ اندر لاپا شباب کی مزاجی تصویر تھا۔

میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
"یا حیرت! کیا تم اپنا کلامِ طرحوں نے جا رہی ہو؟"
وہ مسکاتی ہوئی بولی۔

"ان لوگوں نے میرے سامنے پروا بازار لاکر رکھ دیا ہے۔
میں بھی سو جا چلو، بہت دلائل سے سنا کر نہیں کیا ہے۔ اس نے
میں تمہاری سوچ کے آئینے میں تمہیں اپنا یہ رعب دکھا دیا۔
کیسی لگتے ہی ہوں؟"

"کچھ نہ پوچھو تم پس ہر جہت تو تمہارے حسن کے
ذائقے ذائقے کو چوم کر لٹریں کرتا ہے
وہ آئینے کے سامنے خوشی سے مل لگا کر محو مٹی۔ میں
نے پوچھا۔

"یہ تمہیں کیا ٹوٹھی ہے؟ جیسی تم زیب کی دوسری
خطرات کو حکم کے سنا آندوں سے ملنے جا رہی ہو۔
"یاد دلائل کا شکر یہ! میں نے مٹھکے کے اندر پتوں اور
جسمان پختی ہے اور دستوں کی جیب میں اشتہار یہ تین اسٹل
کارڈ لاد رہے۔ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہتھیار میرے ماتھ
میں ہے اور وہ ہے ہر مرم فرد کی مشلی ہتھی....."

وہ اٹھ اٹھ تازے ملتی ہوئی خواب گاہ سے باہر آئی
کوٹھی کے باہر اس کے لئے کار کا چھوٹا ڈواڑھ کھولا گیا میں نے پوچھا۔
"پچھڑی دغیر کہاں ہیں؟"
وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میں نے اسے شیشیا اور مین کے ساتھ شہر میں تفریح کے
لئے پیسے دیا ہے۔
کارڈ اشارت پر کر کوٹھی کے احاطے سے باہر جانے لگی۔ اس
نے پوچھا۔

"مزاد! کیا خیال ہے، دہان ماک مین سے ملاقات
پر لگی۔؟"
"نہیں۔ میں نے کہا ہے ظاہر ہوا بات ہے کہ وہ مجھاری
خیال خرافی کا شکار ہونے کے لئے نہ تمہارے سامنے آئے گا
اور نہ ہی اپنی آواز سنائے گا۔ اچھا سونیا! تم جولو، میں تم سے پہلے
تمہاری منزل پر پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ دل میں کیا ہو رہا ہے۔؟"

زود پچھ نامی جس شخص نے ماک مین کو سونیا کو خوش امید
کہا تھا۔ میں اسی شخص کے ماتھ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک بہت بڑے
دل کی باگونی میں کھڑا ہوا ایک نوجوان عورت سے بائیں کر رہا تھا
دل میں ادا بھی بہت سی عورتوں کے ساتھ بہت سے مرد و عورت تک

نظر آ رہے تھے۔ کوئی کافی سے اور کوئی دہسکی وغیرہ کھاتے
کر رہا تھا۔

میں ایک طرف سے باہر لاری سبکے نمازن تک پہنچ
کا راستہ بنانے لگا۔ پہلے اس نوجوان عورت کی سوچ پر مٹی
زور دینے سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ مادام سونیا! ہماری تعلیم میں کوئی نئی نگرش
پہنچی ہے یہ۔؟"
"جلیجیجی نے کہا ہے! مادام! بہت خطرناک برسوں لڑی
وہ ہے جا میں کھڑے کھڑے بیچ دیتی ہیں۔ ابھی آئینی کی تو دیکھیں۔
اس نے طنز یہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا: دیکھیں گار
میں نے اس کی سوچ میں کہا ہے۔ دیکھو لو۔ کیا یہ (میرا نام)
اس نے پتا نام لیا ہے۔ مادام لڑی ہے....."

مادام وہاں سے پلٹ کر دوڑا۔ ایک سیاہ فام نوجوان کو
گھٹا۔ وہ سبکروانہ لڑی کے کسی حصے سے آیا تھا۔ تعلیم میں شاہکار
کی بہت زیادہ اہمیت تھی کیونکہ بہت سے مزاد عورتیں لکھنے
ہو سکتے تھے۔ لیکن سب ہی اس سے نفرت لانا سے سزا
تھے۔ حالانکہ وہ سیاہ پتھر بننے والے تھے۔ اس کے باوجود وہ
سرمجھا کر یا دوسری طرف دیکھ کر اس سے باتیں کرتے تھے مادام
اس سے سونیا کے بارے میں پوچھ کر پتا چلتی تھی۔ اور اس کے
بھی سونیا کا ہی ذکر ہو رہا تھا۔ مادام لڑی سوچ رہی تھی۔

"مادام سونیا! اگر یہی ہی خطرناک ہے تو میری کو براہین
کے لئے کافی ہوگا۔ اس سے ذرا پھڑپھاڑ ہو تو مزہ آئے گا۔
کو برا زہریلے ناک کو کھینچتے ہیں۔ اگر اسے کو برا میں کہا
تھا تو لڑی سنا وہ زہر لا آدی ہوگا۔ میں بڑی سہولت سے
مادام لڑی کو کو برا میں کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر رہا ہوں۔
سوچنی جا رہی تھی۔ کو برا میں کا نام انٹونی تھا۔ اس کے پاس
بارے میں شاید ناک میں جانا ہوگا۔ دوسرے وقت سنا
جاتے تھے کہ انٹونی کا بچپن مغربی افریقہ کے جنگلوں میں گذرا
تھا۔ اور پھر سائیل کے دریاں اس کی پرورش ہوئی تھی،
کوئی بھی زہر لا سانپ اسے کاٹ لے تو اسے نہیں ہرانا تھا۔ اس
کی آنکھوں میں ایسی زہریلے ششیں تھی کہ کوئی اس سے نظر
نہیں لاسکتا تھا۔ اسی لئے وہ تعلیم میں کو برا میں کھاتا تھا۔
مادام لڑی اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ اور جو
اس حلقہ کی عورتوں کو جانا چاہتے تھے۔ وہ یہ تھا کہ کو برا میں کی
زہریلے شخصیت بڑھاپی ہی پرکشش تھی۔ وہ سیاہ فام تھا۔
کے باوجود عورتیں بے اختیار اس کی طرف کھینچی جاتی تھیں۔
نے مادام کو کو برا میں کی طرف پٹا دیا۔ وہ بولی۔

میرا انٹونی! سونیا کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"
انٹونی نے سر گھما کر ماریہ کو دیکھا تو اس نے فوراً نظریں
جھکیں۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"مادام لڑی! میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں سب ہی اپنے
ظہر ہر اس آئے والی کو جو یہ یا خطرناک سمجھتے ہیں اور ہم سب
کے ماتھ میں یہی اثر بٹھا گیا تھا۔ ہر حال میں ایک بات ماننا
ہو۔ وہ کسی ہی خطرناک ہے۔ ہمیں سامنے نظریں کھلنا
بات کرنے کی۔"

اب میں کو برا میں کے ماتھ میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔
"سانہ ہے، سونیا حسین بھی ہے جی جی ہی ہی۔ حسین عورتیں
زور دینے والی جانب کھینچی جاتی ہیں۔ یہ سب
لئے آج کی خراب آ رہی ہے۔ یہی جی جی ہی....."

یہ سانپ کی فطرت ہے۔ کوئی اسے چھوٹے یا بڑے
دہانے سامنے آنے والوں کو ڈرنے کے لئے کھینچتا ہے
میں اور زہریلے ماتھ سے متعارف ہونے کے بعد جوزف و سکی
کے ماتھ میں پہنچ گیا۔ وہ شام انفرادی طرح بڑے دل میں جو
نہیں تھا۔ اسی عمارت کے کوریڈور سے گزر رہا تھا۔ ابھی مال میں
بہت سے لوگوں سے متعارف ہونا تھا۔ شاید یہی جوزف و سکی
کے ماتھ سے واپس چلا جاتا۔ مگر اس کی سوچ نے پوکا دیا۔

وہ ماک مین سے بائیں کرنے جا رہا تھا۔ اسے یہ اطلاع
ملی تھی کہ سونیا وہاں آنے کے لئے اپنی راتش گاہ سے مل پڑی ہے۔
وہ ماک مین کو یہ اطلاع لینے جا رہا تھا۔ ایک کو ریڈیو سے گزرنے کے
بڑے وہ سے کو ریڈیو کی طرف مڑ گیا۔ پھر ایک دروازے کے سامنے
اگر اس نے کال بیل کے ٹپن کو دیا۔

دروازے کے اندر مریض رنگ کا لب ملنے بچنے لگا۔ پھر وہ
دروازہ کھلتا چلا گیا۔ جوزف و سکی کمرے میں داخل ہوا تو وہ دروازہ
بند ہو گیا۔ اس نے آگے والے دوسرے دروازے کے پاس پہنچ کر
پہاں جیب سے ایک کارڈ نکالا۔ اور اسے دروازے کے لیڈ بکس نما
ملنے میں ڈال دیا۔ پھر انتظار کرنے لگا۔

بیس سیکنڈ بڑے دروازہ کھل گیا۔ کھلے دروازے سے
ایک بہت وسیع درختوں کو نظر آ رہا تھا۔ درمیان میں بہت بڑی
گول میز تھی جس کے اطراف خالی گریاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک سٹج
گارڈ نے جوزف و سکی کو اس کا کارڈ واپس کیا۔ وہ آگے بڑھتا
ہلکے کمرے کی طرف گیا۔ وہاں دیوار کے ساتھ ایک بہت بڑی
مٹین رکھی ہوئی تھی۔

مٹین پر توڑا مٹھی۔ اور اس کی بناوٹ بھی انسانی جسم کی
طرح تھی۔ اس کا سر سے گردن تک کا حصہ چور تھا۔ گردن سے

کو تک کا حصہ لمبائی میں منطیل تھا۔ پھر اس کے نیچے دو پیروں
کی طرح دو ستون تھے۔ سر کے چکر گھومتے ہیں دو آنکھوں کی جگہ
دو بیکارڈ اپنول تھے۔ ناک کی جگہ آواز دہانے والے نالی
تھا۔ اور منہ..... اس کا منہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ جیسے وہ
کچھ کہنے والا ہو۔

جوزف و سکی نے مٹین کے سامنے اپنے شیشیہ ہو کر کہا۔
"مائی لارڈ! ماک مین! مادام سونیا اپنی راتش گاہ سے
روانہ ہو چکی ہیں۔ پینتالیس منٹ میں یہاں پہنچ جائیں گی۔ آپ
کے سامنے کس وقت حاضر کیا جائے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دونوں بیکارڈ اپنول گھومنے
لگے پھر مٹین کے منہ سے سفید کاغذ کی رین نکلنے لگی۔ اس کے
لیو دونوں اپنول ختم گئے۔ کاغذ کی رین بھی رگ گئی.....
جوزف و سکی نے اپنا ہتھ پڑھا کہ اس رین کو شام کو پڑھا اس
پر رکھا تھا۔

"مادام سونیا کو ہلکے باصلاحیت لوگوں سے متعارف کراؤ
گیا وہ بیچ کر تیس منٹ پر ہم اپنے شام کا تھنوں کو یہاں دیکھنا
چاہتے ہیں....."

میں جوزف و سکی کے ماتھ سے ایک مین تک پہنچ گیا تھا۔
مگر وہ اسے سونیا دیکھ سکتی تھی، نہ میں اس کی آواز سن سکتا
تھا۔ اور نہ میری خیال خرافی کی پرواز اس کی مشینی داغ تک پہنچ
سکتی تھی۔

اس گھڑی سے سچے کا مقام تھا۔ کہ ماک مین ایک انسان
ہے یا محض ایک کپڑوں.....؟

ساتھی بھڑے اس سے وہ میں جس مقام پر انسان
کا داغ تھا جانتا ہے، اس مقام سے آگے
کیوں پوٹھ لیتے ہیں۔

وہاں وہ کپڑوں مٹین تھی اس نے جوزف و سکی کی باتیں سنی
تھیں اور فوراً ہی ان باتوں کا جواب تحریر کی خاموش زبان سے یا تھا
بے شک وہ کپڑوں کھانا تھا جو جواب دیا گیا تھا، وہ جواب کسی
انسان کے ماتھ سے نکلا تھا کیونکہ مٹین بول سکتی ہے مگر خود نہیں
بول سکتی۔ اس کے پیچھے کسی نامی گوشہ سے انسانی داغ کو پونا پہنچے
بلاؤت و سکی مٹین سے رخصت ہو کر جانے لگا تو میں نے

اس کے داغ میں سوچ بیدار کرتے ہوئے کہا۔
"ماک مین واقعی اب ہی پردوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ کوئی
اس مٹین کے ذہن لیا اس سے ہی تک نہیں پہنچ سکتا۔
اس کی سوچ نے کہا۔"

یہ

”ہاں نہیں پہنچ سکتا۔ پتہ نہیں دہ کہاں ہے اور کتنی دُور بیٹھا ہوا ہے۔ میں تو یہ سمجھنے لگا ہوں کہ وہ انسان نہیں ایک کیپوٹر ہے۔ آج مادام سونیا کو تیرے لیے گا کہ یہ کیپوٹر مشین کی جی پی پی جی ہانے والوں کی طرح دو مڑوں کی سوچ کی لہریں وصول کرتی ہے اور اس کا جواب دیتی ہے۔“

جو زت و سکی کی یہ بات سن کر میں الجھ گیا۔ وہ ناقابل یقین بات سوچ رہا تھا۔ جیلا مشین سوچ کی لہروں کو کس طرح ایسی سوچ سکتی ہے؟

اس سوال کا جواب بھی سمجھ میں نہ آیا تھا کہ مشین کی پیچھے جو ماسک میں ہے وہ کئی پستی جانتا ہے۔

لیکن یہ بات بھی ذہن قبول نہیں کر رہا تھا۔ اگر ٹیلی مشین کا ماسک میں کی کتنی بھی ہو تو وہ کم از کم سونیا سے اپنی آواز نہ چھپا سکے۔ اسے علم کے ذریعے اس بات سے معلوم ہو جاتا کہ سونیا کئی پستی نہیں جانتی ہے اور جو اس کے ساتھ رابطہ قائم کر رہا ہے وہ دراصل فرما رہے۔

اگر ٹیلی پستی جانتے والے ماسک میں کو یہ حقیقت معلوم ہو جاتی تو وہ سونیا کی بجائے واہ راست میری خدمات حاصل کرنا یا جتان سہاقت کے پیش نظر میں یقین سے کر سکتا تھا کہ ماسک میں کا باپ بھی ٹیلی پستی نہیں جانتا تھا۔

میں جو زت و سکی کے دماغ سے نکل کر سونیا کے دماغ میں پہنچا۔ وہ ابھی تک مارکیٹ کی چھیل سیٹ پر بیٹھی جوتی کھڑکی کے پار دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

”میری جان! میں ماسک میں سے مل کر آ رہا ہوں۔“

”کیا واقعی تو اس نے میری رائے سے پوچھا۔“

”ہاں۔ وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے تم کو اس سے مل رہی ہیں۔“

”ابھی ہو گی۔“

”کیوں ہے کیا وہ تمہاری طرح گلغلام نہیں ہے؟“

میں نے جواب دیا۔

”وہ آہے چارہ گلغلام نہ جوتا۔ عیسائیت انسان ہی جوتا مگر وہ ایک کیپوٹر ہے۔“

”کیوں مذاق کر رہے ہو؟“

”یہ مذاق نہیں ہے جب تم وہاں جاؤ تو اس ماسک میں سے کہنا۔۔۔“

وہ مسکراتی ہوئی یہ ماسک مشین کیا جوتی ہے؟

”بھی کیا بتاؤں۔ ابھی تو میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہا ہے کہ اسے ماسک میں کیوں ایک کیپوٹر مشین ہے اس لیے ماسک مشین کہہ رہا ہوں۔ بہر حال تو تم اس مشین کے مٹانے پہنچ کر کہنا کہ تم

سوچ کے ذریعے گفتگو کرنا چاہتی ہو۔“

”کیا مطلب ہے کیا وہ مشین میری سوچ پڑھے گی؟“

”ہاں۔ اب تک کی معلومات یہی ہیں۔ تم وہاں کیپوٹر کی تو ساری حقیقت سنانے آجائے گی۔“

”میں اس سے کیا باتیں کروں گی پتہ؟“

”میری طرف سے جو سوچیں تمہارے دماغ میں آتی ہیں گی تم وہی بولتی رہو گی۔“

”اچھا یہ بتاؤ، وہاں اور کون لوگ ہیں؟“

”ذرا سوچو اور جو زت و سکی کے ہائے میں تمہارا جی ہوا۔“

کے علاوہ ایک مادام مارے ہوئے جو تین اپنے سے اجنبی مادام کیپوٹر کے لیے تیار نہیں ہے۔ ایک بہت ہی زہریلا مگر وہ جو ان کے ساتھ کام اتوتی ہے۔ مگر کو براہین کہلاتا ہے کیونکہ اس کی پرورش کھڑکی کے چھٹکوں میں کیپوٹوں کے درمیان ہوتی ہے۔ اس پر کسی صاحب کا ذرا اثر نہیں کرتا۔۔۔“

”مائی گاڈ! سونیا نے پوچھا۔“ پھر تو وہ خود بھی زہریلا ہو گا۔“

”پتہ نہیں، وہ سیاہ فام ہے مگر اس کی شخصیت میں ایسی نشانی کشش ہے کہ عورتیں خود بخود اس کی طرف کھینچی جاتی ہیں۔ اس نے تمہارے متعلق دو دعوے کیے ہیں۔“

”اچھا ذرا میں بھی سنوں۔“

”اس کی آنکھوں میں ذرا نہری کشش ہے۔ کوئی اس سے نظریں ملا کر باتیں نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا ہے کہ سونیا کسی ہی حرکت پر وہ میرے سامنے نظریں جھکا کر بات کرے گی۔“

”بلکہ چارہ۔۔۔“ سونیا نے اس سے ہر دو کی۔

”دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ تم آج رات اس کی خواب گاہ کی زینت بنو گی۔“

”پھر ایک بار اسے چارہ کہوں گی۔ اب تم کسی دوسرا ذکر کرو۔“

اسی وقت اس کی کار ایک عمارت کے احاطہ میں داخل ہو گی۔ میں نے کہا۔

”تم منزل تک پہنچ گئی ہو۔ میں عمارت کے اندر جاتا ہوں۔“

میں نے اس سے کہا۔

”میں وہاں سے سیدھا کو براہین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ آج رات ذرا سوچو اور اطلاع دے رہا تھا کہ مادام سونیا شریف لا رہی ہیں۔ سب اپنی باتیں اور پستی سمجھ کر وہاں سے کی طرف دیکھنے کو براہین جو مڑنے سے کہہ کر بال کے ایک گوشہ میں چلا گیا۔ وہاں تھا کہ سونیا سے سب سے آخر میں اس کا تعارف ہو۔“

نور سچ دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ سونیا کے آتے ہی وہ

سے ایک طرف ہٹ گیا۔ سونیا لگا ہوں کے سامنے آ کر دو دانے سے زور دیا۔ اس کی تصویر کی طرح جڑ گئی۔ کیا مڑ گیا عورتیں، سب ہی کی نظریں اس پر جم گئیں کیونکہ سونیا اس وقت دیکھنے کی چیز تھی۔

اس نے صدر تراش کی میسکی ہنسی جس میں ہر لگائی اور فریڈی ہگ کے شینڈل تھے گئے ہیں ہڑوں کا ہار لگا کر ہاتھ کالوں میں پیچے ہوتوں کے ناپ سنے۔ کلاہیوں کے برسٹل پر کھینچے جوڑے ہوتے تھے۔ سر کے بال اتنی خوبصورتی سے سیوٹ کیے گئے تھے کہ ہاؤں کی کتنی ہی ڈیزائنیں اس کے منہ پر سراپوں کی طرح مل گئی تھیں۔ اجنبی لڑکی کے سینڈل نے اس کے درازہ قدر گزار ہار ڈرا گیا تھا۔ تنی ہوئی ہنسیوں، اکثری ہوئی گردن چہرے پر عجب شگفتگی تھی اور ہار پاپا، شباب کی مندی تو تصویر تھا۔

بال کے فقدا آقا وہ گوشہ میں کھڑا ہوا اتنی عرف کو براہین سے بول دیکھ رہا تھا جسے پہلے کبھی عورت دیکھی نہ ہو اس کی جو سنس ہری سوچ ساپ کی طرح چمکانا رہی تھی کہ کبھی یہ عورت چاہیے۔

پتہ نہ عورت چاہیے۔

وہ زہریلے نظروں سے دیکھ رہا تھا اور ادانت پر ادانت جہانے مسکراتے جا رہا تھا۔ اس کی سوچ کو ابھی کبھی وہ سیاہ چمکانا کہ سونیا کو دیکھنے کا وہ زہریلے کشش کے تحت کھینچی جاسکتی آتے گی۔

بال کے دوسرے لوگ سونیا کو دیکھنے کے بعد اب ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے تھے۔ ان کے ذہنوں میں جو ایک خطرناک سونیا کا تھا، وہ ختم ہو گیا تھا کیونکہ سونیا کی سچ و سچ اور بڑی نزاکت کھڑے ہونے کا اندازہ تیار ہوا تھا کہ ایسی سینڈل کو صرف نراری میاہ کی تقریبات میں شریک ہونا چاہیے۔ یہاں تو کوئی بھی نیچلا اس ملکہ زناکت کو اٹھا کر

جو زت و سکی نے اسے بڑھ کر ادب سے کہا۔

”لام! یہاں آپ کی موجودگی تمہارے لیے فخر کا باعث ہے۔ یہ تمام لڑکے زیادہ فضیلت میں تمہاری تنظیم کے ہم ستون ہیں۔ ماسک میں لکھنے کو یہ جیلانے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکولنے والے میری تنظیم کی جان ہیں اور ان سے میری برتری قائم ہے۔“

اور لڈی زیادہ فضیلت میں ہے۔ میں مادام سونیا۔ مارٹوں کی تنظیم کی سر سے خطرناک مادام۔۔۔۔۔ مادام سے متعلق آننا کہہ دینا کافی ہے۔ جب تک یہ سانس تھی رہیں گی، تب تک پھر مارٹوں کی نظر کو رہے گی وہ بھی سکون کی نیند نہیں سو سکے گا۔۔۔۔۔“

سب لوگ سونیا کو گری تو مٹی ہوتی نظروں سے دیکھنے لگے کہ وہ لنگھ کر کرنے والی میں آنکھوں کی ساری بات ہے جس سے

113

پھر مارٹوں کا لہر رہتا ہے۔ مادام مارے کے پاس کھڑی ہوئی ایک جوان عورت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مطر جو زت و سکی! میں بتاؤں کہ پھر مارٹوں کے سیکوں نہیں سو سکتا ہے، ٹوٹی اور پوری فرینک۔ مادام سونیا کا سخن و جمال ایسا ہے کہ کھڑے کے عشق میں رات بھر کوٹیں بے تدار بہتا ہو گا۔“

اس بات پر سب ہی ہنسنے لگے۔ سونیا فریڈی سے مسکراتی تھی۔ میں نے اس زوجان کی عورت کی سوچ پڑھی اس نے یہ بات مذاقاً ہی سمجھی۔ اس کا مقصد سونیا کا مذاق اڑانا نہیں تھا۔ وہ دو مڑوں کی صلاحیتوں سے بھلنے کڑھنے والی عورت نہیں تھی۔ اس کے دل میں سونیا کے لیے عزت تھی۔

میں نے اس کا نام معلوم کرنے کے بعد سونیا کو اس کے متعلق بتا دیا۔ سونیا نے اسے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”میلو مادام دیر! میں لوگوں کے ہنسنے کا برا نہیں مناناں گی کیونکہ تم نے یہ بات شخص مذاقاً ہی ہے۔“

وہ میرا رائے سے بولی۔ ”اب میرا نام کیسے جانتی ہیں؟ کیا ہم سب کے متعلق آپ کو پہلے سے بتا دیا گیا ہے؟“

”بالکل نہیں۔ سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔“ میں دُنیا کے ہر انسان کو کسی تعارف کے بغیر پہچان لیتی ہوں۔“

اس کا یہ دعویٰ سب ہی سن رہے تھے۔ جو زت و سکی نے بلند آواز سے کہا۔

”لڈی زیادہ فضیلت میں! مادام سونیا کا یہ دعویٰ درست ہے یہ آپ لوگوں کے اندر جھانک کر آپ کے دلوں کا حال معلوم کر کے تعارف کے بغیر آپ کو پہچان میں گی۔“

”یہ کیسے ممکن ہے؟“

”جیلا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟“

”اگر ایسا ممکن ہے تو پھر یہ جا دو گی ہے۔۔۔۔۔“

تمام لوگ اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے اہل آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ پھر ایک صحت مند اور خوب دوجان نے کہا۔

”ہاتھ کھنکھن کر آ کر کیا ہے میں ابھی آ رہا ہوں۔“

وہ سوچتے ہوئے آگے بڑھا۔ میں سونیا سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاؤں گا۔ جب وہ مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے گی تو میں اپنا ہاتھ ہٹاؤں گا۔ پھر ان کا تعارف کرواؤں گا کہ میں ہنکاک کا بیوی ویٹ چھوٹی ہوں اور مشر ہنکاک کہلاتا ہوں۔

میں نے سونیا سے کہا۔ ”اس سے مصافحہ نہ کرو اور میری سوچ کے مطابق بولتی جانا۔۔۔۔۔“

مشر ہنکاک نے سامنے آ کر مسکراتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ سونیا نے تمام لوگوں کا مطلب کرتے ہوئے کہا۔

112

اس حوالہ دہی کی تلاش کے لوگ رہا ہوں۔
جوڑت دکھانے لگا اچھا مزہ لے رہے ہیں۔
"اتوئی، تم اصول کے خلاف بات کر رہے ہو۔ یہاں سب
ہی آئیں میں ایک دوسرے کی صلاحیتوں کو آزماتے رہتے ہیں۔
مگر کوئی احساس کمتری میں مبتلا ہو کر کسی کا دشمن نہیں کر رہا۔"
اتوئی، اہم سب آپس میں دوست ہیں۔

"ہاں ہم سب دوست ہیں مگر یہ....
کو برا میں چھوڑ سونیا کو گالی دینا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی
میں نے اس کی کھوپڑی اٹا دی۔ وہ مجھے ایک دیوار سے جا کر ٹکرا
گیا۔ جوڑت وہی سونیا کو انجی آئین نظروں سے دیکھا سونیا
نے کہا، "جوڑت دکھی ہیں جو رہ رہے ہیں۔ یہاں سب دیکھ رہے
ہیں۔ میں نے کسی پر حملہ نہیں کیا۔ صرف جو ابھی گلے کر رہی ہوں کیا
تم چاہتے ہو کہ میں قسمت تسلیم کروں؟"
وہ ہلانہ مادام اس وقت صحت سے کام لیا جا سکتا ہے
آپ جیت کر با رہاں ہیں۔ اس میں آپ کی بڑائی ہے۔"
سونیا نے تمام لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"میں مصلحتاً ہارنا مانتی ہوں مگر یہ سناپ کا بچہ دیکھنے
آج کی رات میرے ساتھ گزارنا چاہتا ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ
رات گزاروں؟"

کسی نے جواب نہیں دیا۔ سب خاموش رہے۔ کو برا میں
کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا۔ اس کے جوتوں سے کالج کے کورٹ
اور زیادہ ٹوٹ ٹوٹ کر گڑھے تھے۔ اس نے چند قدم کے فاصلہ پر
ٹک کر سونیا کو بڑے ہی دوستانہ انداز میں مخاطب کیا۔ "مصدقہ تھا
کہ سونیا بے اختیار دیکھنے لگی تو وہ اپنے زہریلی نگاہوں کی گرفت
میں لے لے گا۔
ایسا ہی ہوا۔ سونیا کو خیال نہ رہا کہ اس کی طرف دیکھنا نہیں
چاہیے۔ اس نے بے اختیار سر گھما کر اسے دیکھا مگر میں نے کو برا میں کی
گردن دائیں طرف گھمادی۔ سونیا کو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہو
گیا۔ اس نے کہا۔

"تم مکاری سے مجھے نگاہوں کی گرفت میں لینا چاہتے ہو مگر یہ
حسرت تمہارے دل ہی میں رہ جائے گی۔ میں اب بھی نہیں سمجھتی
ہوں۔ اگر کچھ ہڈیاں دینا کو دیکھنا چاہتے ہو تو مجھ سے وعدہ کرو۔"
کو برا میں نے اچانک ہی اس پر پھلپھلنگ لگائی لیکن جس
دماغ نے اسے چھلانگ لگانے کی ترغیب دی تھی وہاں میں بیٹھا
ہوا تھا۔ وہ جیسے ہی سونیا کو دیکھنے کے لیے فضا میں اچھلا گیا۔
اس کے دماغ کی ایئر ٹیک دایں طرف گھمادی۔ سونیا کے بائیں
طرف ستون تھا۔ وہ ستون سے جا کر لپٹ گیا۔ چوٹ لگنے پر اسے

پتہ چلا کہ وہ سونیا نہیں ہے۔
"لوگو! سونیا نے کہا، "دیکھو اس باگل کے نیچے کوڑا فوارہ
مجھ پر چلے کے جا رہا ہے۔ اس کے جسم میں سانپوں کا زہر ہے اس
کی فطرت میں سانپوں جیسی انتقام لینے والی ضد ہے۔ اس میں
اسے نہیں چھوڑوں گی۔
موت کے لہرے پر بلا رہی ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے کو برا میں کو گھٹایا اور
میز کی طرف جانے اور لوٹی ہوئی بوتل سے سونیا کا چہرہ بگڑائے وہ
تیزی سے میز کی طرف گیا۔ اس نے اپنے ایک ایک ہاتھ میں تیز
کی ایک ایک بوتل کی گردن پکڑ لی، پھر انہیں زور سے میز کے
کنارے مار کر توڑ دیا۔ تیز تیز دھڑک تھقی مٹی گئی۔ اب اس کا
دو ہاتھوں میں دو ٹوٹی ہوئی بوتلیں تھیں۔

وہ خود بخود روندنے کی طرح سونیا کی طرف لپٹ گیا۔ چہرہ
پینترے رہتے ہوئے دو دو ہاتھوں کو بھی اس کے کبھی چھوئے حرکت
دینے لگا۔ اس کے ساتھ ہی ٹوٹی ہوئی بوتلوں کا رعب بھی سونیا کی
طرف اور بھی خوراس کی طرف ہوتا تھا۔ اس
طرح پینترے رہنے اور اس کے چھوئے ہاتھ چلانے کے دوران اس کے
دماغ کو جھٹکا پنچا۔ دونوں ہاتھ تیزی سے اس کے اپنے چہرے
کی طرف آئے۔ پھر ٹوٹی ہوئی بوتلیں اس کی دونوں آنکھوں میں
کھب گئیں۔

اس کی فلک شگفتہ چیخوں سے ہال کے دروازے اور گنج بے
تھے۔ اس کی زندگی میں ہمیشہ کے لیے رات آگئی تھی اور وہ اندر
میں ادھر ادھر بیٹھ رہا تھا۔ جن زہریلی آنکھوں سے وہ کسی کو
مسور کر دیتا تھا، کسی کو ہوش کر دیتا تھا اور کسی کو زہریلی مرض بنا دیتا
تھا، وہ آنکھیں کھلتے تھیں اور وہاں سے ہمتا ہوا ہوسے کو لڑتی
اور جھپٹا تک بنا رہا تھا۔ وہ ڈھنگا ہوا ادھر ادھر گھٹکتا ہوا لڑکتا
کوفرش پر گزرا۔ اس کے بعد بے ہوش ہو گیا۔
تمام لوگ سونیا کو لڑکے دیکھ رہے تھے جیسے موت کا چہرہ دیکھ
رہے ہوں۔ اب سے پہلے انہوں نے کبھی سنا تھا، نہ دیکھا تھا اور نہ
اس طرح سے سولہ لنگا کر کے آئی ہے۔ میں نے کہا۔

"سونیا! سناپ کا سر گھمایا پڑتا ہے مگر وہاں سب
تم سے خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم ہاسک میں سے ملاقات
کا وقت بدل دو۔ ان سے کہو کہ اب تم رات کے آٹھ بجے ہاسک
سے بائیں کو روگی۔"
سونیا نے کہا، تم وقت کیوں بدل رہے ہو چکیا یہ جاننے
پر چھٹی نہیں ہے کہ ہاسک میں کھپوڑے یا آدمی کا بچہ اور وہ ہمارا
سوچ جس طرح پڑھ سکتا ہے؟

"ہاں۔ یہ بائیں میں جلداز جلد معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن
یہاں میری اپنی مصروفیات پھر لسی ہیں کچھ مجھے یہاں بھی تو رہنی ہوگی۔
"ہاں نہیں اپنے آس پاس کی بھی خبر دہنی چاہیے۔ ٹھیک
ہے میں ان لوگوں سے منٹ رہی ہوں۔
یہ کہہ کر اس نے جوڑت وہی اور زور دیکھتے ہوئے کہا۔
"اب میں دایں جا رہی ہوں۔"

"آں! وہ دونوں پریشان ہو کر تیزی سے اس کے سامنے آئے
اور اچھا کرنے لگے کہ اسے ہاسک میں سے بائیں کرنے کے بعد عینا چاہیے
اس نے کہا۔
"مجھے افسوس ہے۔ میرا جو خطاب ہو چکا ہے۔ ہاسک میں
سے کو برا میں رات کے آٹھ بجے ملاقات کر سکتی ہوں۔"
یہ کہہ کر وہ دروازے کے پاس گئی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر تمام
لوگوں کو مخاطب کرتی ہوئی بولی۔

"دوستو! میں یہاں دوستی کرنے آئی ہوں، ہمیں اور تمہارے
ہاسک میں کو دوستی ہی اس آئی ہے۔ اگر اب بھی کسی کے دل میں
کھٹ ہے تو وہ اپنے دل سے دشمنی کا سوا نکال لے۔ میں دشمنوں کو
صاف نہیں کرتی لیکن کسی نے سانپوں کو دوڑھ پلانا نہیں سیکھا ہے۔"
وہ پلٹ کر مٹی گئی۔ باہر اس کے لیے ایک کنڈر لائسنڈ کنڈر لاک
کھلی ہوئی تھی۔ میں اسے پھوڑ کر ہال میں جوڑت وہی کے پاس پہنچ
گیا۔ کو برا میں کو اسٹریچر پر ڈال کر لے جایا جا رہا تھا۔ اسے جوڑت تک
مڑا تھا اس پر تمام لوگ بھروسہ کرتے تھے اور سونیا کی حمایت میں
بل رہے تھے۔

میں بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ سونیا کے متعلق کیا راز تھے
لکھے ہیں۔ وہ سب اس ہال سے نکل کر تین منٹ بعد اس کے
کھینچ گئے جہاں ہاسک میں عرف پکیر پوران کا منتظر تھا۔ تمام لوگ
اگل میز کے اطراف کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جوڑت وہی مینٹن کے سامنے
بلاٹ پیش کرنے لگا۔ وہاں بھی تمام لوگ سونیا کی حمایت کرتے
تھے۔ آخر کچھ ٹوٹے جواب موصول ہوئے۔ سونیا کا غدی لابی رن پر
گھا ہوا تھا۔
"کو برا میں بہت کام آدمی تھا۔ اسی لیے میں اس کی ضد
اور ضد کو برداشت کرنا پڑا۔ ہر حال اسے سزا مل چکی ہے۔ تم لوگوں
کے عیادت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مادام سونیا کا روبرو شرس سے
لاستاد رہا تھا۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ مادام سونیا سے محبت
کرنا بہتر ہے۔ دوست ثابت ہوں گی۔"

ایک بات کا میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ سراسر کی طرح میں آدم
کو برا میں نے اس کی طاقت انہیں کروں گا۔ اس وقت جبکہ سب
بے خبر پڑھ رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ مادام بھی تمہارے دماغوں کے

دیکھنے کھول کر میری باتیں سن رہی ہوں گی۔ میں مادام سے دوستی
کرنا ہوں کہ وہ ہاسک میں کی دوستی کو بھی آرا کر دیکھیں۔ انہیں
کبھی شکایت نہیں ہوگی۔ میں ان کے مقرر کردہ وقت پر ان کا نظر
رہوں گا.... فقط۔ ہاسک میں۔
ہاسک میں کا تجربہ میری جواب پڑھ کر میں مطمئن ہو گیا کہ فی الحال
وہاں کوئی سونیا کا دشمن نہیں ہے۔

پرنکال کے پاس اعظم روز دوا بنڈو کا بھری جہاز رو مانہ
سمندر کے سینے کو چیرتا ہوا بانگ کا بانگ کی طرف جا رہا تھا۔
معدوہ برا بنڈو نے اپنی لاٹھی بیڑی رو مانہ بنڈو کے نام پر جہاز
کا نام رو مانہ رکھا ہوا تھا۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں دونوں باپ
بیٹی کے دو روپ تھے۔ معدوہ برا بنڈو جب سمندر کی گولہ میں قانون سے
کھینچا رہتا تو اس وقت وہ سمندری عقاب کے بہرے میں ہوتا تھا۔
اس کی بیٹی اصلی رپ میں ہوتی تھی کوڑا کوڑا سمندری ہنگاموں کے
دوران ایک باپ میں رہتا پسند نہیں کرتی تھی لہذا اس کا چہرہ اصلی
ہوتا تھا۔ تمام فراموشی ہوتا تھا اور وہ نام تھا لیدی سارا۔

رو مانہ عرف سارا ایک بھر پور جوان و خوشنور تھی۔ سمندری
عقاب نے اسے بچپن ہی سے چوڑھ کر لے، سو تنگ کر لیا، اور اٹھل
شوٹنگ اور جہاز میں کی تربیت دی تھی۔ اس کے لیے عین کے نام
استادوں کی خدمت حاصل کی تھیں۔ اسے ابتدائے ہی خطوط سے
کھینچا اور سمندر سے لڑنا سکھایا تھا۔ باپ جاتا تھا کہ کوئی ت
کوڑا لڑکی نہ تھی۔ جب وہ جوان ہوئی تو یہ پتہ چلا کہ وہ لڑکی نہیں ہی
عادتاً لڑکیاں لگتی ہے۔ خود کو مرد سمجھتی ہے اور وہاں باس بنتی ہے۔
سارا نے میری ہی دستخطی کر کے لڑکیوں کا لباس پہننا چاہیے
لیکن وہ خود کو ایک عورت سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ مسسری
بہترین دوست لگتی تھی خوش و خرم و محبت کے ذکر پر ایسا غصہ آتا کہ
مجھ سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاتی تھی۔ دراصل یہ اس کے باپ کا
قصور تھا۔ اس نے کبھی کی ٹیکہ کو بارود ڈکی پر بنا دیا تھا۔ جو ہر وقت
دھماکے سے چوٹ پڑتی تھی۔

میں اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ اس کے بہرے کے
نفوس لے لے تھے کہ اسے سمجھ کر قصور کی طرح دیکھنا ہاں تھے۔ جلد
کارنگ اچھا اور کھن کی طرح جھلسا ہوا تھا۔ جہاز میں تربیت ہی
ہوتی ہے کہ جسم کے خطوط اپنی بھر پور رعنائیوں کے ساتھ نمایاں ہو
جائے ہیں۔ کسری بن کی یہی عیون سارا کے وجود میں تھیں۔ بدن
کے نشیب و فراز ایسے جذاب نظر آ رہے تھے کہ کبھی چھلے والے تھے
کہ کوئی ادھر کھینچا چلا جاتا تو ان نشیب و فراز کے سائے سائے جو ڈو
کڑوں کی باد میں جھپک کر دایں آتا تھا۔

اس وقت میں سارا کے کہیں میں اس کے بسر پر لٹا ہوا تھا۔ اور وہ میرے کہیں میں بھی تاکے ہوئے تھے پریشان ذکر سے وہ مجھے تلاش کر رہی تھی۔ سمندری عقاب نے اسے مجھ دیا تھا کہ مزہ سے پانچ بجے کے بعد ملاقات ہوگی لہذا وہ بڑی بے چینی سے پانچ بجنے کا انتظار کر رہی تھی۔

میں نے اپنی راسٹ واچ بھی چار بجنے کے لیے ابھی دس منٹ باقی تھے۔ میں نے آخری بار سمندری عقاب کے بارش میں جھانک کر اس وقت دیکھا تھا جب وہ گرم روم میں آئینے کے سامنے بیٹھا اپنے اصلی روپ میں آ رہا تھا۔ یعنی اپنے پیرے پرست سمندری عقاب کا ماسک اتار رہا تھا۔ اب تو فریسا سواد گھسنے کے بعد میں نے پھر اس کے بارش میں جھانک کر دیکھا تو وہ گرم روم سے بہت پستلے میں نکل چکا تھا۔ اچھا جہاز کے پتلے حصے میں آجین ڈھم کے پاس آکھیر سے بائیں کر رہا تھا۔

اب اس کا جہاز ابھی اس کی شخصیت بدل چکی تھی۔ وہ بڑے نکل کار میں اعلیٰ درجہ و براؤن جھکا تھا اور اس کے جہاز کے ستوں پر پرتنگائی پر چمک رہا تھا۔ اب بھری یولیس یا کوئی دشمن یہ ثابت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کسی اسمگلر کا جہاز ہے۔ میں اس کے بارش سے نکل کر سارا کے پاس پہنچ گیا۔

وہ میرے کہیں میں تھی۔ اس کے خوابیہ ذہن نے تباہ کار وہ گہری نیند میں ہے اور بڑے ہی اچھے جوئے خواب دیکھ رہی ہے جو لوگ دوبہری شخصیت کے حامل ہوتے ہیں وہ اکثر اچھے سوئے خواب دیکھتے ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد انہیں یاد نہیں آتا کہ وہ نیند کی حالت میں کیا دیکھ رہے ہیں۔

سارا کی بھی دوبہری شخصیت تھی۔ وہ بیدار تھی ظہر پر لڑکی تھی مگر عادتاً لڑکانہ لگتی تھی۔ ایسے میں وہ خواب دیکھ رہی تھی کہ آفتاب غروب سے طلوع ہو رہا ہے اور جس بھری جہاز میں وہ سفر کر رہی ہے وہ فضا میں ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر رہا ہے جو کوئی لڑکی ہو کر دکانے کی اٹی بات کرتی تھی اس لیے ایسے ہی لٹے خواب دیکھتی تھی۔

میں نے ایک بلاس سے کہا تھا۔ تمہارے انکار کرنے سے قدرت کی صنائی میں فرق نہیں آئے گا۔ یہ بھری جہاز ہے۔ تم اسے ہوائی جہاز کوئی تو کوئی سیم نہیں کر سکتے گا۔

میرے یہی بات اس کے ذہن میں آئی تھی اور وہ اپنے بھری جہاز کو فضا میں پرواز کرتے دیکھ رہی تھی۔ ایسے وقت میں اس کے خواب میں ترمیم واقعہ ذکر سے لگا۔ میں نے اس کی خوابیہ سوچ میں لکھ

”ایسی لٹی پرواز ہوتی جس سے جاتی ہے“

پنجم ذہن میں خواب کا منظر بدل گیا۔ وہ خود کو گہری نیند میں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ ”فریڈ نے تو وہ کا ہاتھ دکھا کیونکہ ایسے رنگ میں چھینک دیا ہے۔“

میں اسے ایک بار رنگ میں چھینک چکا تھا وہ بی منظرہ دیکھنے لگی۔ وہ میرا ہاتھ تمام کر رنگ کے گتے پر اسے اتھ رہی تھی۔ میں نے پانچ ایک ہاتھ اس کی گردن کے گتے سے لجا کر اس کے شانہ پر رکھ دیا، وہ بولی۔

”آج تک کوئی میرے اتھے قریب آکر مجھے اس طرح ہاتھ لگانے کی جرأت نہ کر سکا مگر میں تمہارا غم غلط کرنے کے لیے اس جرأت کو برداشت کر لیتی ہوں۔“

میں اس کی سوچ میں جھول جھول رہا تھا۔ اس کی انگلیوں سے تراشے ہوئے اس کے بدن کی تمام لہریں ہر حال میں میرے لیے تھیں۔ وہ بھرا رہی تھی مجھ سے کترانا چاہتی تھی مگر خواب میں اپنی مرضی نہیں دیتی

خواب میں پلتی پلتی وہ جھول گئیں پہنچ گئی۔ چاروں طرف قدرتی فک خوش رنگ جھول کھلے ہوئے تھے اور اس کے سامنوں کے لیے خوشبو ٹاٹا رہتے تھے۔ وہ پیچھے ہٹے رنگوں کا بلاؤ اور اکوٹ بنے ہوئے تھی۔ لڑکیوں کا وہ رنگ پتہ تھا۔ لڑکیوں

رنگ میں گس گیا تھا۔ انکھوں میں خواب اترا تھے تھے نمازوں پر گلاب کھل رہے تھے۔ سینے میں ہرک تھی۔ ہوں پر کوئی کی کوئی تھی۔ وہ بیکار رہی تھی اور میں اس کے سامنے آ گیا تھا۔ میں نے نماز کے اصل روپ کو اجاگر کرنے کیلئے کہا۔

”رومانہ مجھے تمہارا جین روپ پہننے سے جب سے میں نے تمہاری تصویر دیکھی ہے تب سے سدا کو بھول گیا ہوں۔“

وہ نیند کی حالت میں ذرا کسمانے لگی مگر وہ آنکھ نہیں کھول سکتی تھی۔ اس کی آنکھیں اس کا داغ اس کی سوچ اور اس کے خواب سب کے سب میرے کنٹرول میں تھے۔ میں نے کہا۔

”رومانہ وہ جھول رہی کیونکہ کوئی نہ کھنکھار کر نہ کرے لیا جھول سدا ہے۔ تم ایسی لٹی ہو چکھنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔“

جھٹک ایسے ہی وقت میں نے اچانک ہی اسے خواب کی زنجیروں سے آزاد کر دیا۔ وہ ہر طرف اڑنے لگی۔ اس کا دل دندند سے ڈھک رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس انداز سے ڈھک رہا تھا۔ ہر بڑے خطرات سے بچنے کے وقت بھی دل کی دھڑکنیں بڑھتی ہیں ہوتی تھیں۔ وہ بوکھلائی ہوئی تھی اس پاس دیکھ رہی تھی۔ جب

اسے نیند چھو گیا کہ کہیں میں ہے، پھروں کی دوا دی میں نہیں ہے تو وہ الجھنا سے ساتیں لینے لگی۔

صرف اس بات کا الجھنا تھا کہ اس بند کین میں کوئی اس کی کردی کیٹنے والا نہیں ہے۔ ویسے اس کا سکون لٹ چکا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی ”اٹھ! یہ میں کیسا خواب دیکھ رہی تھی۔ یہ سب کیا تھا۔ مجھے ایسا خواب نہیں دیکھنا چاہیے میں کیوں ہ؟“

میں نے کہا ”میں کچھ نہیں کر سکتی۔ خواب تو خود بخود انکھوں میں اترتے ہیں۔ ویسے مار نفسیات کہتے ہیں کہ انسان جو کچھ چاہتا ہے، اودھ سوچتی ہوئی بات حقیقی زندگی میں پوری نہیں ہوتی تو خواب میں اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔“

اس سوچ کے ساتھ ہی پھر اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

”کیا میں فریڈ کو اس طرح دوست بنانے کے لیے سوچ رہی تھی وہ نہیں... کبھی نہیں...“

میں نے جواب دیا ”ہاں... ہاں۔ میں نظارہ ایک مرد کی طرح اس سے دوستی کر رہی ہوں مگر میرے لاشوں پر بیدار تھی عورت چھٹی ہے وہ فریڈ کے لاشوں میں جا کر ڈوٹ جانا چاہتی ہے بالکل خواب کی طرح...“

”تو مجھے سوچئے اس کا بدن ڈھٹنے لگا۔ ذہنہ اندر سے جھول کی طرح گھٹنے ہیں، باہر سے پتھر کی طرح بن توڑ کر کھڑتے ہیں۔ اس نے پھر پورا کھڑائی کی۔ جسے کمان کی طرح کھینچ گیا۔ درد میں کی ہوئی۔ ذرا سکون ملا۔ پھر بدن کو دیکھنا چھوڑتے ہی وہ سوچیں لکھوں کی طرح جھینھنے لگیں۔

”کیا ہوا ہو کیوں ہوا ہو کیلئے ہوا ہو میں فریڈ کے بارے میں اب نہیں سوچوں گی۔ سوچتے رہنے سے ہی ایسے خواب آتے ہیں۔“

وہ بستر سے ہاتھ روم کی طرف جانے کے لیے اٹھی تو سامنے دروازہ پر لگے ہوئے آئینے سے روک لیا۔ وہ اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ شانوں تک تراشیدہ رافین خواب پریشان کی طرح کھڑی ہوئی تھیں۔ انکھوں میں اب نیند نہیں تھی۔ مگر غار تھا۔ وہ طرفی سے سوچنے لگی کہ اس کی تیل نیلی آنکھیں پتلے اتنی حسین نہیں تھیں جیسا کہ اب لگ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔

”آنکھیں اس لیے حسین لگ رہی ہیں کہ ان کے پیچھے کی کچھ چھپا سکتا ہے۔“

وہ تو ناکس کوز سے اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ میں نے پھر کہا۔ ”ہاتھی آگ کے پیر نہیں کبھی۔ جب تک مرد کی سوچیں

آج انہیں دیتیں عورت کا حسن نہیں بکھرتا۔“

وہ جھانکتی ہوئی ہاتھ روم میں جا کر کھس گئی۔ ڈھانڈے کو ایک زوردار آواز کے ساتھ منگوا دیا۔ میں فوراً ہی اس کے بارش سے نکل گیا۔ مگر ہمارے وہاں شرح و حیا کی دیوار کھڑی ہو گئی تھی۔ میں پچھلی رات سمندری عقاب کے کپڑے پہنے اور شوٹنگ ڈھوکا سامان لے آیا تھا لہذا میں بھی بستر سے اٹھ کر ہاتھ روم میں جھانک رہا تھا۔

شوٹنگ کے اور مثل و غیرہ سے خارج ہونے میں نے وہاں بڑھ کر زیادہ وقت صرف کیا۔ سارا کہیں سے نکل کر اپنے کپڑے مہماز کے برے ہوتے طے کر دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ اپنے باپ سے ملنے گئی تو اسے رنڈو براؤن ڈک کے روپ میں دیکھ کر بولی۔

”اودھ پتا آیا کیا آپ نے پورا گرام بدل دیا ہے؟“

”ہاں۔ اب ہم موز شہری بن کر وہاں جائیں گے۔“

”مگر کیوں پتہ کیا آپ پرنس خودی کو اس آئیفسر کی لاش کا کھنڈہ نہیں چھینیں گے؟“

”نہیں میں نے اس آئیفسر کی لاش سمندر میں چھینکوا دی ہے فریڈ نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں اس آئیفسر کی لاش کے ساتھ نہیں جانے دوں۔ پرنس سوڈی مجھے گا کہ تم اپنے باپ کی لاش سے جا رہی ہو۔ اس کے آدمی تمہیں اغوا کرینگے۔ پھر فریڈ تمہاری پورے شوٹنگ سہاراں کا بیچھا کرے گا اور اس کے خفیہ آڈے تک پہنچ جانے گا۔“

”اودھ پتا امارا نے خوش ہو کر کہا۔ کتنا شاندار منصوبہ ہے۔ ایک م فل آف ایڈ وچر۔ فریڈ اگرمیری اہمیت پر ہوگا تو میں پرنس سوڈی کے جیسے پھر اددوں گی۔“

فریڈ کا نام لینے وقت اس کی زبان ذرا سا اڑھڑا گئی تھی

میں اس کے تصور میں پلا آیا تھا۔ مجھے سے چھینا چھلانے کے لیے وہ باپ کی باتیں تو جبر سے سننے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”سازا تو جوان ہو۔ اپنی غرار لو کی طورت کے مطابق دشمنوں کا بیچھا کرنے انہیں گھرنے ان سے لڑنے چھوڑنے اور انہیں نیچا دکھانے کی باتیں سوچتی ہو۔ فریڈ جی جان سے وہ بھی ایسے ہی منصوبے بنا رہا ہے مگر میں بڑھا ہوں۔ میرے تجربہ بات کھلتے ہیں کہ سامنے آگ ہے تو اس سے جان بچا کر نکل جاؤ۔“

”پتا۔ آپ تو ایس کر رہے ہیں۔“

”بیٹے! یہ بلا ہی نہیں دانائی کی باتیں ہیں۔ میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ پرنس سوڈی تمہارے خلاف کسے منصوبے بنا سکتا ہے وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ آئیفسر نے تو عقاب کو ذہر سے کو ہلاک کر دیا ہوگا۔ اب یہ جہاز سارا کے کمانڈ کے تحت آ رہا ہوگا کیوں نا اسے سمند میں گھر لیا جائے۔ وہ بھری یولیس کرے کہ یہاں آئے

کا۔ اسمگلنگ کا مال چڑھانے گا۔ پھر تم پر احسان کرنے کیسے نہیں
 ضمانت پروردگار کے اپنے ساتھ لے جانے گا۔ وہ تو ہی بھٹا ہے
 ناکہ میں مرکبا ہوں لہذا وہ اس قسم کی بہت سی تدبیریں کرے گا۔
 سارا اس کی باتوں سے قائل ہو رہی تھی۔ میں بھی استیغاب
 کر رہا تھا کہ بڑے عقاب کا تجربہ مجھ سے زیادہ ہے۔ وہ مجھ سے زیادہ
 اپنے دشمنوں کی چالوں کو سمجھتا ہے۔ وہ سارا کے ساتھ آگے بڑھتے
 ہوتے کہ رہا تھا۔
 ”اب حالات کے تحت ہمیں اپنا ایلہ بدلنا ہو گا۔ اوہیں
 نہیں رو مانا بنا دوں...“
 ”آل راسٹل پتا؟ وہ خوش ہو کر بولی۔ پھر ایک دم سے چونک
 گئی کیونکہ خواب میں اس نے رومان کو دیکھا تھا
 اسے خواب سے پہلے کسی بھی باتیں یاد آئیں۔ میں
 نے اب ہمیں رومان کی تصویر دیکھ کر اس سے گھاٹ کا اظہار کیا
 تھا اس لیے اب وہ سوچ رہی تھی۔
 ”میں رومان کے روپ میں فریڈ کا سامنا نہیں کروں گی۔
 وہ خواب یاد آتا ہے گا؟
 وہ چلتے چلتے لوگ گئی۔ باپنے پوچھا۔
 کیا بات ہے؟
 ”میں رومان کا میک اپ نہیں کروں گی؟
 کیوں نہیں کر دو گی؟
 ”مجھے صورتوں والا لباس پہننا پڑے گا؟
 ”یہ تو مجبور ہے۔ پہلے بھی تم پہنتی تھیں؟“
 ”ہاں، مگر میں اس لباس میں فریڈ کے سامنے نہیں
 جاؤں گی؟“
 ”اوہ بیٹے! وہ تمہیں ایسے لباس میں دیکھنا چاہتا ہے
 اسے دیکھنے دو۔ تو سوچو کہ اس نے میری جان پکائی ہے۔ کیا تم
 اس کی آندھ پوری نہیں کر سکتیں؟
 وہ پریشان ہو کر بولنے لگی۔
 ”میں کیا کر لیتی ہوں؟ مجھ کو فریڈ نے مجھے بلاؤنا کرٹ میں
 دیکھنے کی چھوٹی سی آندھ کی بھی امد میں سونے سوتے آندھوں کے
 شہر میں چلی گئی تھی۔ پھر کچھ بھی ہو وہ ایک خواب تھا۔ میں سچ
 سچ مدعا نہ بن کر اس کے سامنے نہیں جاؤں گی؟
 وہ مدعا لسی ہو کر بولی۔
 ”پاپا! مجھے بڑی غلطی ہوئی۔ میں نے فریڈ کو رومان کی صورت
 دکھادی تھی۔ وہ پچھان لے گا کہ رومان کے چہرے میں میں ہوتی ہوں
 ”غلطی تم نے ہی امد پریشان مجھے کر دی ہو۔ چلو رومان کو
 میں مدعو براؤں ہوں کیا میں میری بیٹی رومان کو ہونا چاہتی ہے۔“

کیا تم نہیں جانتیں کہ تمہیں سارا کے روپ میں بھری پڑیں کہ
 تمام چھوٹے بڑے افسر پہناتے ہیں؟
 ”اگر میں چھپ جاؤں تو؟“
 ”کیسے چھپو گی؟ وہ کہاں چھپو گی؟“
 ”دیکھتے تیا! یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کے ساتھ آپ
 کی بیٹی مدعا سفر کر رہی ہو۔ اس لیے میں یہاں زور دانا نہ کر
 رہوں گی اور نہ ہی سارا بن کر۔ میں کسی اجنبی لڑکی کے میک اپ
 میں چھپ جاؤں گی۔“
 ”امداد فریڈ نے پوچھا کہ سارا کہاں ہے؟
 وہ باتوں پر سچ کر بولی۔
 ”آپ کوئی بہانہ نہ کر دیں۔ آپ یہ کہہ دیں کہ آپ سارا کے
 لیے آگے خطرہ محسوس کر رہے تھے اس لیے ایک موٹر بوٹ کے
 ذریعہ اسے دوسری جگہ بھیج دیا گیا ہے۔“
 ”اچھا چلو کسی اجنبی لڑکی کے میک اپ میں چھپ
 جاؤں میں نہیں چاہتا کہ بھری پڑیں کے آئی میں سارا کے روپ
 میں یہاں رکھیں؟“
 ”وہ دونوں گرین روم کی طرف جانے لگے۔ مجھے تعجب ہوا
 کہ عقاب جیسے جہانگیرہ شخص نے بیٹی کا وہ فضول شہرہ کیسے مان
 لیا۔ میں اپنی جراتی دور کرنے کے لیے عقاب کے دماغ سے
 چپک گیا۔ وہ سوچتا جا رہا تھا۔
 ”سارا پہلے ایسی نہیں تھی۔ کچھ بدل گئی ہے۔ میں ناواں
 نہیں ہوں کہ اس تبدیلی کو مجھ نہ سکوں۔ فریڈ اس لڑکی کی زندگی
 میں کوئی ایسا اہم رول ادا کر رہا ہے جس کی توقع خود اس لڑکی
 کو نہیں تھی۔ اچھی بات ہے میں فریڈ سے تعاون کروں گا۔ اسے
 میک اپ میں چھپنے دو۔ میں چپکے سے فریڈ کو سب کچھ بتا
 دوں گا۔“
 میں اس کی سوچ پڑھ کر مسکونے لگا۔ وہ گرین روم میں
 پہنچ گئے تھے ادب سارا کا میک اپ شروع ہونے لگا تھا۔
 میں وہاں سے واپس آ گیا۔ میری گھڑی میں پوسٹ چھپے تھے
 مجھے اس کیبن میں ایک گھنٹہ ادا کرنا تھا۔ سارا میک اپ
 سے فارغ ہو چلا۔
 وقت گزارنے کے لیے لوگ سارا کے ادا خدات پر بیٹھے
 ہیں۔ میں دو مزل کے دماغوں کی کتابیں کھول کر بیٹھ جاتا
 ہوں۔ یہی میرا مشغول ہے۔ میں ایک گھنٹہ کے لیے رومان کو
 چھوڑ کر مدعا نے پہنچ گیا جس کے شہزادہ میں سونیا ہر لڑکی
 منتظر رہتی تھی۔
 لیکن میں سونیا کے ساتھ زیادہ وقت نہ گزار سکا کیونکہ

رات کے آٹھ بجے تک فرصت تھی۔ سرد و فرسح کا موڈ بنا
 تھا۔ وہ کبھی کبھی گھوم رہی تھی کبھی جھپٹی چیزیں کھا
 تی تھی۔ اسے کھاتے بیٹے دیکھ کر مجھے بھوک لگنے لگی مگر سوچ
 لیٹ میں کھانا آجاتا تو میں سونیا کے ساتھ ہر ناول و ہر پیرا
 پڑھا کرتی تھی۔ لیکن نہیں تھا اس لیے میں بھری جہاز میں
 اپس آ گیا۔
 میں نے صبح سارا کے ساتھ ہلکا ناشتہ کیا تھا اب شام
 کی تھی ایلہ پیٹ روٹی مانگ رہا تھا۔ میں نے سوچا اب
 میں نے کھانا چاہیے۔ سارا اپنے باپ کے ساتھ گرین روم میں
 بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔ میں اس کا میک اپ کر رہی تھی۔
 ”یہ سیدھا ڈانٹنگ ہال میں جا کر بیٹھ سکتا تھا۔ یہ
 کچھ نہیں نے کیوں سے نکلنے کے لیے دروازہ کھول دیا اس
 کے ساتھ ہی وہ دروازے کے سامنے تھک گئی۔
 بعض اتفاق ہی تھا کہ میں نے وہاں سے گزر رہی
 تھی۔ دروازہ کھلا تو مجھے دیکھ کر چونک گئی۔ چند لمحوں تک ہم
 دونوں نے کھانا کھاتے تھے۔ ہم کھیلے رات سے کھیلے
 رہتے تھے۔ وہ میرے لیے جاگتی رہی تھی۔ مجھے تلاش کرنی ہی تھی
 یہ اس نے دیکھا تو پہلے لعین نہ آیا کہ اس نے سچ سچ کچھ
 فونڈنگ لگا لگا ہے۔ پھر ایک دم سے آگے بڑھی اور مجھ سے لیٹ
 رہنے لگی۔
 ”تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔ میں مجھ گئی ہوں۔ تم مجھ سے
 دو جاگ ہے ہو؟“
 ”جینی وہ شہزادہ کا مدھی جینی کے دلنے یا میرے کی کئی جیسا
 نا ا اس کا سر میرے پیٹ سے لگ رہا تھا اور میرے پیٹ
 ان کو لگ رہی تھی۔ میں نے اسے نرمی سے سمجھایا۔
 ”تم قلعہ چھو رہی ہو۔ میں نے جس جنت اور خلوس سے
 نڈا ساتھ دیا ہے۔ اس کے پیش نظر تمہیں کہہ سکتی ہو کہ میں تم
 غفلت کرتا ہوں؟“
 ”پھر تم نے میری خبر کیوں نہیں لی؟“
 میں نے اس کی ٹھوڑی پڑھ کر چہرے کو ادا پڑھا دیا اور مال
 حال کے آندھ پوچھنے لگا۔ میں نے غصوں کیا کہ اس کے حسین
 اور بھری پیری انگلیں کا تب رہی ہیں اور میری دھڑکنیں
 بالکل ہی ہیں۔ وہ جینی دوشیزا آؤں کا لباس جو تک سام پہنے
 اور تھی۔ یہ لباس غصوں سے گردن تک ہوتا ہے ادا ایسے
 پہنے تو اس جاتا ہے کہ بدن کے زاویے چھپ کر کبھی نہ
 سے اڈتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ اسے دیکھ کر میں پھر ڈوبنے
 لگتی تھی۔ حالات کہہ رہے تھے کہ لڑکی فریڈ مجھے ڈوبنے لگی۔
 لہذا فونڈنگ ہلانے کے لیے باتوں کا سہارا لیا اس سے کہا۔

”میں تم سے ملنے کے لیے صبح تمہارے کیبن کی طرف جا رہا
 تھا مگر وہاں تمہارے ساتھ سارا کو دیکھ کر واپس آ گیا۔“
 وہ خوش ہو کر بولی۔ ”سچ، تم آتے تھے؟“
 ”کیا میری سچائی اس بات سے ثابت نہیں ہوتی کہ سارا
 وہاں بہت دیر تک تمہارے پاس رہی امد میں بہت دیر تک
 بیٹھنے کے بعد یہاں آ کر ہو گیا۔“
 میری اس بات سے اس کے تمام گلے ٹھکے اور وہ بگڑے
 میں اس کا ہاتھ تمام کر ڈانٹنگ ہال کی طرف جانے لگا۔ اس
 نے کہا۔ ”میرے کیبن میں چلوں میں تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں
 ”مجھے بہت دیر تک بھوک لگ رہی ہے۔ آؤ ہم کھانے
 کے دوران باتیں کر سکتے۔“
 وہ تنہائی چاہتی تھی کچھ ڈانٹنگ ہال میں تنہائی نہیں
 تھی۔ ہم ایک چھوٹی سی میز کے اطراف بیٹھے تھے۔ میں نے کھانے
 اور دیر دینے کے بعد سونے سے پوچھا۔
 ”یہ ہمیں چینی لباس کہاں سے مل گیا ہے؟“
 ”یہاں جہاز میں بہت سی مزدور لڑکیاں ہیں۔ ایک
 جینی لڑکی بھی ہے۔ اس نے مجھے یہ لباس دیا ہے۔ میں نے سوچا
 تمہیں بہن کر دکھاؤں گی کسی گھڑی گئی ہوں؟“
 ”تم ہر لباس میں جینی گئی ہو؟“
 ”جینی زبان میں سے یوں کے معنی ہیں جن کی انتہا یہ کہتے
 ہی وہ سر جھکا کر شرماتے لگی۔
 ”واقعی تمہیں دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ یوں صرف تمہیں
 ہی کہنا چاہیے۔ یہ نام کسی امد لڑکی پر نہیں سنے گا؟“
 وہ یہ سوسور جھکا کے آہستہ آہستہ کہنے لگی۔
 ”فریڈ! اکل سے اب تک کوئی گھڑی ایسی نہیں گزری
 کہ میں نے تمہارے باپ سے میں سوچا ہو۔ پہلوں کو تو کھینچنے کی
 کوشش کرتی رہی کہ میں تم سے متاثر نہ کروں۔۔۔ جو رہی ہوں۔
 آج تک میں نے کبھی جینڈنگ سے یہ نہیں سوچا تھا کہ مجھ جیسی
 لڑکیوں کی زندگی میں کوئی خوب بھی آتا ہے۔ میں جھپٹی تھی کہ
 صرف شوہر آتا ہے۔ اس سے پہلے مجھے کسی کے متعلق نہیں سوچنا
 چاہیے۔
 لیکن جب تم نے میرے لیے ڈانڈھڑے جھکا لیا، پرانی
 لڑکیوں کو بدنامی سے پکارتے کے لیے ان کی شرمناک تصویریں
 بلاؤ ایں تو میں اپنے من کے مندر میں آپ ہی آپ تمہارے
 آگے جھکتی چلی گئی۔ تم مجھ سے کزلنے لگے تو مجھے اپنی ذہن کا
 احساس ہوا۔ مجھے تم پر جینی غصہ آ رہا تھا۔ تمہارے بھولنے کے
 باوجود میں مجھ نہیں پاتا تھی کہ سچائی کیا ہے۔“

عظیم بڑھانے دس دیا تھا کہ خود اقدار غصہ انسان کو کھائی تک پہنچنے نہیں دیتا۔ میں نے خود کو جنگی سے ٹھٹھا تو معلوم ہوا کہ میرے اندر چھاپچھاپ سا غور ہے کہ میں نے حد میں ہوں اور غصہ اس بات کا ہے کہ تم اس کی قدر نہیں کر رہے ہو۔ اپنے دل کی گراہی میں جھانکنے کے بعد گیان حاصل ہوا کہ بے شک میں حین ہوں اور بے شک تم قدر دان ہوا اور ہر آدمی کے درمیان سچائی یہ ہے کہ تصویریں مہلا کردہ مری خوردوں کی شرم لکھنے والا میری بھی شرم دکھ رہا ہے۔

اب میں گھبر گھبر ہوں مگر میرے ساتھ مری افسانہ مصیبت کو بھی میرے گھر پہنچانا چاہتا ہے جو جو میرے ساتھ پیدا ہوئی تھی میں نے کل بھی کہا تھا آج بھی کہتی ہوں کہ تم دیونا ہو جب تم بچھو جاؤ گے تو میں بہت روؤں گی جب تک زندہ رہو تو تم تمہاری یاد انسون کو آتی رہے گی۔

بس آخر میں ایک بات کہوں گی۔ انسان کو ایسا دوتا نہیں بننا چاہیے جس کے لیے کسی کی آنکھ ہمیشہ روتی رہے۔ وہ سر جھکا کر اپنے افسانہ بھرا کرنے لگی۔ ایک ملازم ہماری میز پر کھانا لائے رہا تھا جب وہ پیلا گیا تو میں نے کہا۔

”مے یوں! لوگ پیچھو کر جھگوان بنا دیتے ہیں۔ تمہارے گھر انسان کو دوتا بنا دیا۔ غلطی میری نہیں ہے۔ اگر ہم انسانی عظمت تک پہنچنے کے لیے کوئی اچھا کام کرتے ہیں تو اس طرح ہم اثرات و اختراعات کا شامل ہرگز نہیں ہوتے۔ ایسے مقام پر دوتا یا فرستے بھی ہم بے برتر نہیں ہوتے۔

اب میں تمہیں بتاؤں کہ انسان کی اسے انسان اپنے اندر شیطان ہے اور انسان اپنے اندر مجاہد ہے، جو شیطان کے خلاف مجاہد کر رہا ہے کبھی اس سے شکست کھا تا ہے کبھی اسے شکست دیتا ہے۔ ہم دونوں ہی اس سے اس ہمسایوں مصروف ہیں کبھی شیطان سے شکست کھا کر کھینکے پرتا ہے یہ کبھی اسے شکست دے کر منہ بھرتے ہیں۔ چلو کھانا شروع کرو۔ اچھی تو مجاہد جاد ہی ہے۔“

میں نے کھانا شروع کیا۔ وہ چپ چاپ بیٹھی رہی میں نے اپنے ہاتھ سے ایک لقمہ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ مراٹھا گئی آنکھوں سے مسکرائی۔ پھر اس لقمہ کو منہ میں رکھ لیا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ کھانے لگی۔ ذرا دیر بعد میں نے پوچھا۔

”کرتے دو گرا سے مر پر گھوٹلا نبلے کا مو قعدہ دو“

”بہت عمدہ کہاوت ہے۔ میں نے تعریف کی اس کا کہ اس سے تم بہت بچھو سکتے ہو۔“

”میکھ لیا ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہاری یاد میں دماغ میں گھوٹلا نہ بنے۔ اب میں جاؤں گی۔“

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے پوچھا کہ کہاں تپہ

”کیوں میں جا کر سونے کی کوشش کروں گی۔“

میں نے اسے نہیں روکا۔ وہ چھپلی رات سے جاگ رہی تھی۔ اب اسے سو جانا چاہیے تھا۔ وہ چلی گئی۔ میں نے بیٹا جھر کر کھانے کے بعد جانے کا آرڈر دیا۔ پھر سو گریٹ ٹھکانا کر کے وہ سوئے سے کھینچنے لگا۔ اگر باقاعدہ اخلاقیات کا پاس کرنا چاہتے تو قدم قدم پر اپنی خواہشات اور مفروضات کا گلا گھونٹنا پڑے گا جیسا کہ میں نے یوں کے ساتھ روٹی اختیار کیا تھا۔

دیسے ہی مجھے ہر ایک ممکن کرنا چاہیے تھا۔ جوان لڑکوں کو اسے بٹھا کر کچھ دینا چاہیے تھا لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

سے یوں خود بھی مظلوم تھی اور مظلوم تھی اس لیے اس کے سامنے ممکن انسان بن گیا تھا۔ میں ایسی مظلوم لڑکی کو زندگی بھر کا درگ لگانا نہیں چاہتا تھا۔ جہاں شرافت کے لوگ مظاہر کا مو قعدہ آتے وہاں لقیٰ مکمل انسان اور پیکر اخلاقیات بن جانا چاہیے لیکن بعض حالات میں اپنی بھی کوئی ایسی کوئی یا اپنی کوئی ایسی پسند ہوتی ہے جس کے آگے ہر چیز ڈال دینے میں رو مانع ہوتا ہے۔ اس لیے میں نے مغل اخلاقیات سے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں ہی تم کو ابھی بھی رہو تو بہتر ہوگا اگر ملانے اس کو یہیں کر آؤ گی تو مجھ جیسے لڑکے کا اخلاق بگڑ جائے گا۔

وہ نیوی بیوک کا بلاؤڈز اسکوٹ پہنے ڈاٹنگ بال کے دروازے پر چلی آئی۔ میں اس وقت باہر اٹھا کر جانے لگا۔ گھونٹ بھر رہا تھا۔ پانی کے اتنی پورے تین شام بھر کا نظر ہے جتنا سناک کی انگلیوں نے تراشا تھا اور جسے منہ روں گودنے والا تھا۔ وہ ایک اجنبی لڑکی کے ماموں میں چھپ آئی تھی۔ میں نے اس طرح پہچان لیا کہ جتنا شک کے ذریعے حسن اور تمہارا اس کے بران میں تھا وہ کسی اور مری لڑکی کا نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر میں نے سارا کی سوچ پڑھی پڑھ لاکر مری دروازے پر کھڑی ہوئی متلاشی نظروں سے پڑے بال کو دیکھ رہی تھی مجھے تلاش کر رہی تھی۔

میں انجان کن کر چلتے بنے لگا۔ اتنی دیر میں وہ دیکھ چکی تھی اور اب کچن کی طرف جا رہی تھی کیونکہ میرا سارا کونا چاہتی تھی۔ وہ صرف یہ دیکھنے آئی تھی کہ میں کہاں

ہوں اور وہاں میں چلی گئی تو ڈاٹنگ بال کے دروازے پر روز دو بار ڈر و عرفت سمندی عقاب نظر آیا۔ وہ سفید مری کے ساتھ ہی اس مارٹنگ ہاتھ سر سے لال اور پوچھیں سیاہ تھیں۔ آنکھوں پر نرسز کے شرم کی جگ تھی۔ باقی دانٹ کا پائپ اس کے ہونٹوں کے درمیان دیا ہوا تھا۔ ڈاٹنگ بال میں مجھے

”جیو پوپا! میں یہاں ہوں۔“

وہ میرے قریب آئے ہونے مسکا کر بولا۔

”اچھا تم نے! ہم میں میری تصویر دیکھی تھی اس لیے

”ہاں یہی مجھے لگے۔ اب بہت اس مارٹنگ نظر آ رہے ہیں۔ سارا بتا رہی تھی کہ تم نے اس کی اصل شخصیت ہے۔“

عقاب نے کسی پر پوچھ کر پوچھ کر بتا دیا تو یہ کہتا تھا۔

”میری شخصیت کی کیا بات ہے بیٹے! اچھی ڈاٹنگ بال سے اب ایک جوان عورت مجھے دیکھتے ہی بے ہوش ہونے لگتی تھی۔“

”اچھا آپ کی شخصیت میں کلورڈام زیادہ ہے۔“

اس نے زوردار طور لگا کر کہا۔

”شاباش بیٹے! مزاج اسے کہتے ہیں۔ مزاج کیا ہے پھر وہ بڑھ چکا کہ اسے کسی سے بولا جائے میں بھی ایک مرنے کی بات کہتا ہوں۔ جیسی میں اس سوچ میں ہوتا ہوں تو سارا کو رومانہ لگا کر بنا پڑتا ہے لیکن وہ تمہاری وجہ سے رومانہ بننے کے لیے لگا رہتی ہوئی۔ وہ عورتوں والا لیا س پن کو تمہارا سامنا نہیں کیا ہے۔ اتنی وقت سے چھپنے کے لیے اس نے ایک تیسری لڑکی کا لہجہ بھرا لیا ہے۔“

”ہاں! میں نے سارا لگا کہا۔“ میں جانتا ہوں۔“

”ہاں! تم کیسے جانتے ہو؟“

”پاپا! آپ تو بھول جاتے ہیں۔ میں نے اس کی رُوسے لیا ہے۔ اچھی ڈاٹنگ بال سے کز رہی تھی میں اس کے ہونٹوں کے درمیان اس کی ایک اجنبی لڑکی کے جسم سے کیسے آہی لگا ہے۔ اب آپ کی بات سن کر سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔“

”واہ بیٹے! تمہاری یہ تو گھنے والی صلاحیت بڑی لا جواب ہے کہ تم نے سب کچھ نہیں سکتا۔ میں نے سارا کے کماڈر فیز لیا ہے۔ تمہاری باتوں کی تمہارا کون توں کہتا ہے! آپ لگا کر بھری پورس کے آدمیوں سے سارا کو چھپانا ضروری تھا کیونکہ وہ تو بڑھ چکا ہے کہ وہ لڑکی تھی۔ اب اس سے

”ہاں! اس کا لنگ میں ملاقات ہوگی۔“

میں ہلنے لگا تھا کہ کہا۔

”بیٹے! وہ بقیہ دیر ہے، اتنی ہی قدر ہی رہی ہے۔ کسی کو منہ نہیں لگاتی۔ سب ہی کو منہ زور جواب دیتی ہے۔ تم پہلے جان ہو جس سے وہ اس انداز میں چھپ رہی ہے۔ مجھے تو کسی سے کہتے اس میں عورتوں والی جھجک پیدا کر دی ہے۔“

”پاپا! میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ معرفت اسے بلاؤڈز کاٹنے کے لیے کہا تھا۔ تب ہی سے وہ مجھ سے کز رہی ہے۔“

”جو کچھ بھی ہو، تم میرے لیے فرسٹ رین کر آتے ہو۔ تم نے میری جان بچائی اور اب تمہاری ہی وجہ سے یہ امید ہو چکی ہے کہ میں مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کو اس بننے دیکھ سکوں گا۔“

میں نے لنگو کا مضمون دہرائے ہوئے پوچھا۔

”کیا آپ مجھے گرن روم کی چابی دیں گے۔ میں بھی اپنا چروہا بدلنا چاہتا ہوں۔“

اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”کیا سارا سے چھپنے کا ارادہ ہے؟“

”میں اپنے دشمنوں سے چھپنا چاہتا ہوں۔“

”کیا مطلب ہے اس نے پوچھا۔“

میں تمہارے دشمن موجود ہیں؟

”اس جہاز میں نہیں اس دن لگ رہا کہ میں کتنے ہی اچھے دشمن گرن سے منتظر رہتے ہیں۔ میں ہانگ کا لنگ پہننے سے پہلے اپنے چہرے میں تبدیلیاں لانا چاہتا ہوں۔“

”فریڈ! تم نے سارا کو بتایا تھا کہ تم اسمگلر ہو۔ ہندوستان سے تھائی لینڈ کا پھیر کر تھائی لینڈ یعنی تم خود مہلاؤں تک اپنا کام کرتے تھے۔ پھر یہ دنیا کے تمام ملک میں تمہارے دشمن کیسے پیدا ہو گئے؟“

میں نے مز پر دووں ہاتھ ٹیک کر کھینکے ہوئے کہا۔

”میں اسمگلر نہیں ہوں۔ میں نے سارا کو متاثر کرنے کے لیے جھوٹ کہا تھا۔ آپ مجھے بٹھا سکتے ہیں اس لیے اب سچ کہتا ہوں کہ میں کبھی قانون کے خلاف کام نہیں کرنا اور نہ ہی کبھی مجرموں کا ساتھ دیتا ہوں۔“

عقاب کے ہاتھ پٹکتیں پھیل گئیں۔ اس نے کہا۔

”فریڈ! تم ایسی باتیں کر رہے ہو کہ میں ابھی تمہارا دشمن بن سکتا ہوں۔ مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو؟“

”میں ایسا آدمی ہوں جس کا تعلق نہ مجرموں سے ہے، نہ پولیس والوں سے۔“

”تو پھر تم نیوی فورس کے جاسوس یا سی آئی اے کے

”ہاں! اس کا لنگ میں ملاقات ہوگی۔“

میں ہلنے لگا تھا کہ کہا۔

”بیٹے! وہ بقیہ دیر ہے، اتنی ہی قدر ہی رہی ہے۔ کسی کو منہ نہیں لگاتی۔ سب ہی کو منہ زور جواب دیتی ہے۔ تم پہلے جان ہو جس سے وہ اس انداز میں چھپ رہی ہے۔ مجھے تو کسی سے کہتے اس میں عورتوں والی جھجک پیدا کر دی ہے۔“

”پاپا! میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ معرفت اسے بلاؤڈز کاٹنے کے لیے کہا تھا۔ تب ہی سے وہ مجھ سے کز رہی ہے۔“

”جو کچھ بھی ہو، تم میرے لیے فرسٹ رین کر آتے ہو۔ تم نے میری جان بچائی اور اب تمہاری ہی وجہ سے یہ امید ہو چکی ہے کہ میں مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کو اس بننے دیکھ سکوں گا۔“

میں نے لنگو کا مضمون دہرائے ہوئے پوچھا۔

”کیا آپ مجھے گرن روم کی چابی دیں گے۔ میں بھی اپنا چروہا بدلنا چاہتا ہوں۔“

اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”کیا سارا سے چھپنے کا ارادہ ہے؟“

”میں اپنے دشمنوں سے چھپنا چاہتا ہوں۔“

”کیا مطلب ہے اس نے پوچھا۔“

میں تمہارے دشمن موجود ہیں؟

”اس جہاز میں نہیں اس دن لگ رہا کہ میں کتنے ہی اچھے دشمن گرن سے منتظر رہتے ہیں۔ میں ہانگ کا لنگ پہننے سے پہلے اپنے چہرے میں تبدیلیاں لانا چاہتا ہوں۔“

”فریڈ! تم نے سارا کو بتایا تھا کہ تم اسمگلر ہو۔ ہندوستان سے تھائی لینڈ کا پھیر کر تھائی لینڈ یعنی تم خود مہلاؤں تک اپنا کام کرتے تھے۔ پھر یہ دنیا کے تمام ملک میں تمہارے دشمن کیسے پیدا ہو گئے؟“

میں نے مز پر دووں ہاتھ ٹیک کر کھینکے ہوئے کہا۔

”میں اسمگلر نہیں ہوں۔ میں نے سارا کو متاثر کرنے کے لیے جھوٹ کہا تھا۔ آپ مجھے بٹھا سکتے ہیں اس لیے اب سچ کہتا ہوں کہ میں کبھی قانون کے خلاف کام نہیں کرنا اور نہ ہی کبھی مجرموں کا ساتھ دیتا ہوں۔“

عقاب کے ہاتھ پٹکتیں پھیل گئیں۔ اس نے کہا۔

”فریڈ! تم ایسی باتیں کر رہے ہو کہ میں ابھی تمہارا دشمن بن سکتا ہوں۔ مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو؟“

”میں ایسا آدمی ہوں جس کا تعلق نہ مجرموں سے ہے، نہ پولیس والوں سے۔“

”تو پھر تم نیوی فورس کے جاسوس یا سی آئی اے کے

”ہاں! اس کا لنگ میں ملاقات ہوگی۔“

میں ہلنے لگا تھا کہ کہا۔

”بیٹے! وہ بقیہ دیر ہے، اتنی ہی قدر ہی رہی ہے۔ کسی کو منہ نہیں لگاتی۔ سب ہی کو منہ زور جواب دیتی ہے۔ تم پہلے جان ہو جس سے وہ اس انداز میں چھپ رہی ہے۔ مجھے تو کسی سے کہتے اس میں عورتوں والی جھجک پیدا کر دی ہے۔“

”پاپا! میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ معرفت اسے بلاؤڈز کاٹنے کے لیے کہا تھا۔ تب ہی سے وہ مجھ سے کز رہی ہے۔“

”جو کچھ بھی ہو، تم میرے لیے فرسٹ رین کر آتے ہو۔ تم نے میری جان بچائی اور اب تمہاری ہی وجہ سے یہ امید ہو چکی ہے کہ میں مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کو اس بننے دیکھ سکوں گا۔“

میں نے لنگو کا مضمون دہرائے ہوئے پوچھا۔

”کیا آپ مجھے گرن روم کی چابی دیں گے۔ میں بھی اپنا چروہا بدلنا چاہتا ہوں۔“

اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”کیا سارا سے چھپنے کا ارادہ ہے؟“

”میں اپنے دشمنوں سے چھپنا چاہتا ہوں۔“

”کیا مطلب ہے اس نے پوچھا۔“

میں تمہارے دشمن موجود ہیں؟

”میں ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوں۔ مجھے ایڈیٹر نہیں ہے۔ میں اس دنیا کی نعمتوں اور نعمتوں سے گزرتا ہوا سماجی زندگی گزار رہا ہوں۔ میں ان حالات میں عجیب غریب لوگوں سے ملتا رہتا ہوں۔ ایک بار میں ایک ایسی زبردست تنظیم سے ٹکرا گیا جن کے افراد سیاسی مفادات حاصل کرنے کے لیے دنیا کے تمام ملکوں میں تحریکی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔“

اس تنظیم کی طرف سے مجھے آفر دیا گیا کہ میں ان کے ساتھ کام کروں مگر میں نے انکار کر دیا۔ تقریباً دو سال سے میں ان کے مفادات کو سمجھتا تھا۔ لیکن اب پتہ چلا ہے کہ وہ تنظیم دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ دنیا کے ہر ملک میں دشمن میرے منظر پر ہیں۔“

انگلینڈ کے لندن میں مگر یہ سب کچھ لگتا تھا کہ وہاں کی سچی کڑھ سکوں۔ وہ مجھ سے خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ دوسرے نظموں میں مجھ پر جو اعتماد تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس نے مجھے گھوٹے مئے پوچھا۔ ”تمہاری کمائی تم ہو گئی یا اس کمائی میں اور بدلہ ملنے کی چاہت ملا کر اسے چھپ بناؤ گے اور مجھے متاثر کر دے گے؟“

”یہ آپ کیا کہتے ہیں پاپا؟“

”فریڈ! تم بہت جا لاک ہو۔ تم نے یہاں آتے ہی مجھے پتہ چلایا۔ اپنی صلاحیتوں سے سارا کونسا تو کیا امداد ہماری طرح اسمگلر کی کہ ہمارا اعتماد حاصل کر لیا۔ میں سارا کی طرح نادان نہیں ہوں کہ تمہاری اسمگلر والی کمائی بدل جانے سے تم پر اور زیادہ اعتماد کروں گا؟“

میں نے کہا ”آپ یہ تو سوچیں کہ جب پہلی کمائی ہی سنیو آپ اندھا اعتماد کر رہے تھے۔ پھر میں دوسری کمائی کیوں لیتا؟ میں خواب آپ سے سچ بول رہا ہوں۔“

”ابنیں۔ تم اپنی کمائی میں اس لیے بدل رہے ہو کہ اب تمہیں کسی چیز سے ایک آپ کرنے اور اپنا منہ چھپانے کی ضرورت پیش آگئی ہے۔ اگر تم بدلتا رہو اسمگلر بن رہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ ایک آپ نہ کرو۔ یہاں کی بھری پولیس سے میں تمہیں بچاؤں گا یا پھر یہ کہ بانگ کاٹنگ تمہارا علاقہ میں ہے تو وہاں نہیں کوئی نہیں بچتا۔ ایسی صورت میں بھی صورت چھپانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ فریڈ! اپنی بہتری چاہتے ہو تو فوراً مجھے بتاؤ کہ تم کیوں ایک آپ کرنا چاہتے ہو کہ جس سے چھپنا چاہتے ہو وہ امداد میں اب تک چھو کر کیوں دیتے رہے ہو؟“

میں ابھیں میں پڑ گیا۔ مجھ پر اپنا چھپانے کے لیے وہ اسمگلر والی کمائی تم کوئی بڑی چیز تو اس کمائی پر قائم کر رہے تھے تو

میک اپ ضروری نہ ہوتا میری دوسری کمائی بھی تھی لیکن صرف فریڈ اور جینی بیٹھی کا ذکر نہیں کیا تھا مگر وہ دنیا میں اسمگلر جھوٹی باتوں پر یقین کر لیا گیا ہے۔ میں نے سچ بات کہی ہے اب جھوٹا فریبی اور ناقابل اعتماد سمجھا جا رہا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا ”پاپا! میں...“

اس نے بات کاٹ کر غراتے ہوئے کہا۔

”مجھے پتا کتنے سے پہلے ایک باپ کا اعتماد حاصل کروا دیا ہے۔ میں نے کہا ”مسٹر براؤنڈو! مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں سچ بول کر آپ کا اعتماد کھو رہا ہوں۔“

اس نے غصے سے میرے ہاتھ مار کر کہا۔

”میں یقین کروں کہ تم نے اس تنظیم کا تہ نہ دیکھا ہے اور سچ سچ اتنی منظم ہے کہ دوسرے ملک میں تحریکی کارروائیاں کر رہے ہیں تو تم تمہارا سال سے انہیں کس طرح نقصان پہنچا رہے ہو؟ کیا وہ اتنے ناکارہ اور بوسے ہیں کہ تمہیں گرفتار نہیں کر لیا گئی نہیں مارتے؟ تم ایک اچھے فائبرین کرادو سمجھتے ہو؟“

صلاحیت رکھ کر ایسے مکالموں سے کس طرح سچ نکلے ہوا دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ میں تم سے تمہاری اہمیت معلوم کرنا چاہتا ہوں اور تم مجھے دانی جا سوس کی کمائی بنا رہے ہو۔“

میں نے کہا ”جا سوسیت اور مارکیٹ کمائی یہ بھی ایک بے کمر ہر ماہ دو دوسری زندگی گزارتے ہیں۔ جب تمہاری زندگی بے تواس اس جہاز کا رنگ کچھ اور ہوتا ہے اور جب روز بڑھانے کے اصل روپ میں آتے ہیں تو ہمارا نقشہ ہی بدل جاتا ہے بھری پولیس کے چھاپے سے محفوظ رہنے کے لیے مخصوص کیوں کی دیواریں دوہری بنانی گئی ہیں تاکہ تمام غیر قانونی مال چلا جا سکے...“

میں نے معقول جواب دیا تھا مگر اس نے مزے لیں کہ ”سارا بہت نادان ہے۔ اس نے تمہیں سب کچھ دیا تھا کہ مال کس طرح چھپایا جاتا ہے۔“

”میں آپ کا دشمن نہیں ہوں اس لیے سارا نے اپنا سمجھ کر کھنڈ کیا ہے۔“

”مجھے افسوس ہے فریڈ! میں تم پر اعتماد نہیں کرتا۔ تمہیں مجھوں کا ساتھ نہیں دینے ہوا اور میں مجرم ہوں۔ اس لیے چھوٹ نہیں دوں گا۔ تمہارا دست میں رہو گے۔“

اس نے ایک ملازم کو بلا کر کہا کہ چارج والوں کو بلا کر وہ علم کی تمہیں کے لیے چلا گیا۔ میں اور براؤنڈو اٹھنا ان سے

میں نے کہا ”مسٹر براؤنڈو! مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں سچ بول کر آپ کا اعتماد کھو رہا ہوں۔“

اس نے غصے سے میرے ہاتھ مار کر کہا۔

”میں یقین کروں کہ تم نے اس تنظیم کا تہ نہ دیکھا ہے اور سچ سچ اتنی منظم ہے کہ دوسرے ملک میں تحریکی کارروائیاں کر رہے ہیں تو تم تمہارا سال سے انہیں کس طرح نقصان پہنچا رہے ہو؟ کیا وہ اتنے ناکارہ اور بوسے ہیں کہ تمہیں گرفتار نہیں کر لیا گئی نہیں مارتے؟ تم ایک اچھے فائبرین کرادو سمجھتے ہو؟“

صلاحیت رکھ کر ایسے مکالموں سے کس طرح سچ نکلے ہوا دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ میں تم سے تمہاری اہمیت معلوم کرنا چاہتا ہوں اور تم مجھے دانی جا سوس کی کمائی بنا رہے ہو۔“

میں نے کہا ”جا سوسیت اور مارکیٹ کمائی یہ بھی ایک بے کمر ہر ماہ دو دوسری زندگی گزارتے ہیں۔ جب تمہاری زندگی بے تواس اس جہاز کا رنگ کچھ اور ہوتا ہے اور جب روز بڑھانے کے اصل روپ میں آتے ہیں تو ہمارا نقشہ ہی بدل جاتا ہے بھری پولیس کے چھاپے سے محفوظ رہنے کے لیے مخصوص کیوں کی دیواریں دوہری بنانی گئی ہیں تاکہ تمام غیر قانونی مال چلا جا سکے...“

میں نے معقول جواب دیا تھا مگر اس نے مزے لیں کہ ”سارا بہت نادان ہے۔ اس نے تمہیں سب کچھ دیا تھا کہ مال کس طرح چھپایا جاتا ہے۔“

”میں آپ کا دشمن نہیں ہوں اس لیے سارا نے اپنا سمجھ کر کھنڈ کیا ہے۔“

”مجھے افسوس ہے فریڈ! میں تم پر اعتماد نہیں کرتا۔ تمہیں مجھوں کا ساتھ نہیں دینے ہوا اور میں مجرم ہوں۔ اس لیے چھوٹ نہیں دوں گا۔ تمہارا دست میں رہو گے۔“

اس نے ایک ملازم کو بلا کر کہا کہ چارج والوں کو بلا کر وہ علم کی تمہیں کے لیے چلا گیا۔ میں اور براؤنڈو اٹھنا ان سے

میں نے کہا ”جا سوسیت اور مارکیٹ کمائی یہ بھی ایک بے کمر ہر ماہ دو دوسری زندگی گزارتے ہیں۔ جب تمہاری زندگی بے تواس اس جہاز کا رنگ کچھ اور ہوتا ہے اور جب روز بڑھانے کے اصل روپ میں آتے ہیں تو ہمارا نقشہ ہی بدل جاتا ہے بھری پولیس کے چھاپے سے محفوظ رہنے کے لیے مخصوص کیوں کی دیواریں دوہری بنانی گئی ہیں تاکہ تمام غیر قانونی مال چلا جا سکے...“

”سارا! تم نے بھی صرف سمندر دیکھا ہے۔ تم صرف یہاں کے صحرائے سے لڑتی رہیں ہو۔ تم یہ نہیں جانتے کہ زمین کے نیچے چھپے ہوئے کتنے ذہین اور مہذب لوگ موجود ہیں۔ تم نے صرف بانگ کاٹنگ سے فارموں اور چارپانے کی دنیا دیکھی اور اس مختصر سی دنیا میں فریڈ کی دلیری اور ذہانت سے متاثر ہو گئے لیکن میرا تجربہ تمہاری طرح محدود نہیں ہے۔ میں اس بات کو سمجھتا ہوں کہ فریڈ اگر کسی منظم گروہ سے ملتا تو اس تک وہ لوگ اس تہا آدمی کو کچھ نہیں کر سکتے ہوتے۔“

”میں آپ کے تجربات اور دانائی کو تسلیم کرتی ہوں۔ ٹھیک ہے فریڈ! یہی ہے دوسری داستان بھی میں گھڑت لسانی ہوگی۔ وہ پڑھ لکھ کر رہتا ہے جو لوگ۔ مگر یہ تو مجھے اس نے نہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ آپ کو ذہن پر ضرب سے بچا دیا ہے۔ دل نہیں مانتا کہ وہ کسی تو قہ پر ہمارا دشمن بن سکتا ہے۔ براؤنڈو نے یہی کو گھر کی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہارا دل نہیں مانتا۔ فریڈ نے تمہیں اس حد تک متاثر کیا ہے کہ اب تم دل کی بات پر زور دیتی ہو۔ واضح ہے فیصلہ کرنا چھوٹی جا رہی ہو۔“

سارا ایک ذرا سا گھبرائی۔ چھپنے آپ کا ٹوٹنے لگی۔ کیا میں دل کے کسی معاملہ میں فریڈ سے متاثر ہوں؟ اس سوال کے جواب میں خواب کی ایک ہلکی سی جھلک تصور میں نظر آئی۔ اس مزیدگی میں یہ پکارا دل میں کہیں چور چھپا ہوا ہے اس کے باپ نے بخود لیا ہے۔ وہ جلدی سے تورد بدل کر غصے سے بولی۔

”پاپا! یہ کسی باپ کا ہے کہ وہ اس انداز میں سوچ رہے ہیں اس انداز میں مجھے کوئی متاثر نہیں کر سکتا۔“

”آں پڑوہ ابھن میں پڑ گئی۔ براؤنڈو نے کہا۔

”ہر سہوہو ہر اچھی طرح غور کرو۔ تم اس جہاز کے تمام خفیہ کیوں اسے دکھائی ہو۔ وہ سب کچھ جان چکا ہے کہ جہاز میں کتنا مال ہے اور کہاں چھپا رکھا گیا ہے۔“

سارا کے تصور میں وہ منظر گھوم گیا جب وہ مجھے تمام کہیں دکھا رہی تھی۔ براؤنڈو نے کہا۔

”وہ اس بات کا اعتراف کر چکا ہے کہ وہ مجھوں کا ساتھ کبھی نہیں دیتا اور ہم باپ جینی بیٹے بڑے جرم کا ثبوت لیے جا رہے ہیں۔ بانگ کاٹنگ میں فریڈ اس ثبوت کے ساتھ میں قانون کے حوالے کر دے گا۔“

سارا دونوں ہاتھوں سے منہ محکم کر مین پوچھ گئی باپ نے کہا ”میں نے تقریباً بیس سال سے اپنی اس دوہری شخصیت

میں اتنی ہیں اور انکار سے لہجہ جلتی ہیں۔ وہ بچی بار
 سانسوں کے دوہرے اثر کو محسوس کر رہی تھی اور زہری تھی
 یہ جو جذبے ہوئے ہیں دے دے ہوئے ہیں۔ تہہ بنزلے
 کی طرح دھیرے سے کھساتے ہیں۔ اوپر سے لڑاتے ہیں پاؤں تلے
 سے زہن رکھتے ہیں۔ پھر وہ سینٹیلے کے لیے سہارا لیتا پڑتا ہے۔ وہ
 ایک دم سے ڈگ لگا لپٹ گئی۔ دونوں مر رہیں ہمارے کے لیے
 بھگتی ہوئی بیری گردن سے لپٹ گئیں۔ تب وہ سارا زہری۔ تب وہ
 رومانہ نہ رہی۔ تب وہ کچھ زہری کیونکہ ایسے تمام پر عورت کی اپنی ذات
 فنا ہو جاتی ہے۔
 اس کے دل کی باگی دھرائیں سچ ہی تھیں۔
 زور زور سے بول رہی تھیں۔ دستک دے رہی تھیں بکھولو۔ دعاوا
 کھولو۔ سمندر کی مٹی ایسی ہے۔ منہ نہ لہروں کی، تھیلیوں پر آندھی کا بلک
 لاتی ہے۔ دعاوا کھولو اور مجھے اپنے اندر چھالو۔
 میں نے اس کی آرزو کی تھی مگر اس آرزو کو لگانے سے پہلے
 یہ نہیں جانتا تھا کہ ایک آرزو کے اندر کتنی ہی آندھوں کی داہیں چلتی ہیں
 وہ جو صرف انکار کرنا جانتی تھی۔ انکار کی شہری زبانیں بے لانی کو بھی
 سمجھتی تھی جس نے صرف لوانا اور تپنا سیکھا تھا۔ میرے باندوں
 کی چھاؤں میں دریا تلے کے آداب سے بھی واقف تھی۔
 آندھی ایک مدت تک سمندر کی تہوں میں چھٹی رہتی ہے۔ اس
 رفتار میں کہ جب وہ غنیمت کا ہولکے تو اسے آفاقی سمیٹوں میں بند کرنے
 والا آسمان سر پر جو دو۔ وہ فانی ہوتی ہوئی۔
 ”میرے آسمان، تم موت کی دہلیز پر کیوں طے ہو؟ پتا چھین نہ
 نہیں چھوڑیں گے۔
 میں تلس کے آئندہ کہہ ہونوں کی انگلیوں سے پلے پختے
 ہوتے ہوا۔
 ”دعاوا، تمہاری جیسی ناقابل شکست لڑکی روئی ہوئی اچھی
 نہیں لگتی۔“
 ”تم نے میرے اندر کی سوتی ہوئی عورت کو بھلا کر تے ہوئے
 یہ کیوں نہ سوچا کہ عورت روئی ہے۔ اپنے لیے نہیں اپنے ہمارے
 سلامتی کے لیے۔ ہمارے یہیں سوجھ بوجھ نہیں سمجھتی کہ کبھی کسی
 کے لیے میری آنکھ میں آنسو آئیں گے۔“
 میں نے پھلر کے سوال کو چوم لیا۔
 ”میری جان پریشان ہونے سے بات نہیں بنے گی تم اپنے
 پکا کو سمجھاؤ کہیں دھن نہیں ہوں۔“
 ”فریبا، میں تم سے زیادہ پتا کو سمجھتی ہوں۔ انہیں جس کی
 طرف سے خطرہ محسوس ہوتا ہے وہ اسے بھی زندہ نہیں چھوڑتے۔
 میں انہیں کیسے یقین دلاؤں کہ تم ان کی دوہری شخصیت کا راز

فانٹ نہیں کرو گے؟
 ”ہاں جو سمجھنا ہے، اسے سمجھانے کی ہر کوشش فرم
 ہوتی ہے۔ کوئی بات ہمیں جب میری تقدیر میں نہیں لکھی
 میں تمہاری محبت کو بایں کے بعد مفاوون کو مجھے تقدیر کا راز
 منظور ہے۔“
 ”نہیں! وہ اتنی محنت سے لپٹ گئی ہے مجھ میں بند ہے
 میرے مرنے سے پہلے اپنی ذات کو میرے اندر ختم کر دینا چاہتی ہے
 ”دعاوا، ایک طرح سے تقدیر کا فیصلہ نامناسب ہے کہ
 زندہ رہوں گا تب بھی ہم ایک ساتھ زندگی نہیں گزار سکیں گے
 اس نے جو تک کو سراہا تھا۔ پھر چھری سے پونچھا۔
 ”یہ کیا کہہ رہے ہو فریبا؟
 ”جی کہہ رہا ہوں جو ایک بار تم سے کہ چکا ہوں۔ ہم ہم
 زندگی گزارتے ہیں۔ آج تک تم کسی کی پابند نہیں رہیں اور
 میں کسی کو بھی بنا کر اس کا پابند نہ بنا چکا ہوں۔ تمہارا زمانہ
 ہے میرا علاوہ دنیا کے تمام پر اعظم ہیں۔ پھر تمہاری زندگی گنا
 کے طریقے جہاں ہیں۔ تم جرائم کے ساتھ میں زندہ رہتی ہو اور
 جرائم سے نفرت کرنا ہوں۔“
 وہ آہستہ آہستہ مجھے الگ ہو گئی۔ مجھے اسے ایک نام
 پکھڑی ہو کر بولی۔
 ”فریبا! میں نے تمہاری خاطر اپنی ضد چھوڑ دی۔ تمہارے
 عورت بن گئی۔ تم نے اپنی راہ پر آواز دینے سے پہلے یہ کیوں نہ
 کہ عورت کی سب سے پہلے خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کا
 صرف اسی کا ہو کر ہے۔ اسی لیے وہ متادی کوئی ہے کہ وہ
 یہ بند جن کو کر رہے جسے۔ تم کہیں نہیں جاؤ گے جسے
 لیے بدل سکتی ہوں تو تمہیں بھی میری خاطر بدل جانا چاہیے
 ”روما! میں نے خوب سوچا سمجھا کہ سوچتے ہو کہ تم
 بنے تاکہ بعد میں اگر میں زندہ پونج جاؤں تو تمہیں شکایت
 کہ نہیں اپنے معاملے سے مجھے مرٹ جاتی ہے۔ سمندر اپنی حد
 آگے بڑھ جاتا ہے۔ پھر یہ آسمان اپنی بگاڑی اٹل کیوں رہتا ہے
 یہ آسمان ہے کیا؟ تم جتنی اونچی پرواز کرو گے آسمان اور
 اور پنا چلا جائے گا۔ تم اسے کبھی پرواز نہ رکھو گی۔“
 وہ تیزی سے میرے پاس آئی۔ پھر میرے گریبان پر ہاتھ رکھ
 ہوتی بولی۔
 ”نہیں فریبا! مجھے فلسفہ کی زبان میں نہ سمجھاؤ
 اس طرح دور ہونا تھا تو مجھے قریب کیوں لے آئے؟
 ”تم تمام عمر ایک مرے نول میں چھپی نہیں رہے گی
 ایک دن تمہیں عورت بننا تھا۔ سو بگائیں میں نے تمہیں

دل سے مجبور ہو کر پیار کیا۔ تمہاری عزت تمہاری
 ذبح اور تمہارے عورت کے خرد کو محسوس نہیں پہنچاتی۔ میں پہلے
 ہی تمہارا دل بچھڑا ہوا ہوں۔“
 ”میں محبت ایک ہی بات سمجھتی ہوں کہ تم مجھ پر ظلم کر رہے ہو۔
 ”عورت کو اس کے عورت بن کا احساس دلانا اور اسے
 اپنے وجود پر رشتہ انداز میں سوچنے کے لیے چھوڑ دینا ظلم نہیں ہے۔
 میں اپنے ایک اچھا دوست کو کر رہنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے
 انکار کر رہی ہو۔ ایسا آدمی ہوں جو دنیا کے کسی ایک گرتے میں بیٹھ کر
 دوسرے کو شہ کی دوستی نبھاتا ہے۔ تم کبھی ضرورت کے وقت یا
 محبت کے وقت یاد کرو گی تو میں تمہارے سامنے پہنچ جاؤں گا۔
 ”تم کوئی جا دو کر جو یا آواز سے زیادہ تیز رفتار طیارہ ہو کہ
 میں یاد کروں گی اور تم سامنے پہنچ جاؤ گے۔ تم کو مجھے ہاتھوں میں بلا
 رہے ہو تمہاری ایسی ہی ایسی سیدھی باتیں کہیں تمہارے دشمن
 لگتے ہیں۔“
 ”تمہارے پتا بعد میں بہت افسوس کریں گے تمہاری بات کرو۔
 آؤ ہم اچھے دوست بن کر رہیں۔“
 میں نے اس کا ہاتھ تھما لیا۔ مجھ وہ کہنے لگی۔
 ”یہ تم نے مجھے کس نئی اہم میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں بیباکی
 دشمنی سے پریشان ہو کر تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں جو نہیں سمجھتے
 اور سے بچانا چاہتی ہوں مگر تم نے پریشانی اور بڑھادی ہے۔“
 ”دعاوا! سیدھی سی بات ہے کہ مجھے ہمیشہ کے لیے دست
 پانا چاہیے پھر باپ کے دماغ سے سوچو کہ میں بہرہ ویا اور
 لڑتی ہوں، جا سوں ہوں تمہارے پتا جیسے مجرم کا دشمن ہوں۔
 لہذا کبھی محبت کرنے والی لڑکی کا وہ خوب ہوں جو وقت
 میں باقا لڈا مجھے مرنے کے لیے نہیں چھوڑ دو۔“
 وہ اپنی ”میں میں نہیں مرنے نہیں دوں گی۔ آسمان بے رحم ہو
 تب بھی دھریں چھوٹ کھلائی ہے۔ تم تو فنا کرو، میں اپنے حقدار کی
 فدا کروں گی۔ میں پتا کا فیصلہ بدل کر ہوں گی یا پھر تمہارے ساتھ
 جان دوں گی۔“
 اور تیزی سے بھاگتی ہوئی کر سے سے باہر چلی گئی۔
 میں غالی ہو گیا۔ کہ وہ غالی ہو گیا۔ چند لمحوں کے لیے میری
 گناہت کا رنگ اڑ گیا۔ یوں لگا جیسے آنکھ کھلی اور سینا اڑ گیا
 ہو۔ وہ اپنے وجود کے خزانے سے ایسے خوبصورت منجبتے بنا کر گئی
 تھی کہ میں یوں تک مدہوشی کے عالم میں اس کے چلنے والے غالی
 لڑنے کو دیکھا رہا۔ پھر تڑپے مرشار کو بھی پریشان کیا۔
 اچھی جی نہیں جانتا تھا کہ اس کی یاد سے غالی ہو جاؤں۔
 لہذا ایک گریٹ سنگ لڑنے کو توجیح کی اس کو بھونکنے لگا۔ وہ

جہاز کی ریٹنگ کے پاس کھڑی اپنی ماسوں پر قابو پار ہی تھی۔
 جہاز کے باہر دور تک
 تاریکی میں ہوتی تھی۔ سمندر کی سطح کو چھونے والی ٹھنڈی ہوا میں
 اسے کسی قدر سکون پہنچا رہی تھیں۔
 ذرا دیر بعد اس نے یہ سوچ کر خود کو کھینچا لگا کہ ابھی اپنے
 سامنے اپنے بیدار کی سلامتی کا مسئلہ ہے۔ فریبا نہیں مر سکتا۔ میں پتا
 سے دو ٹوک فیصلہ کر دوں گی۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی پھر زینہ
 طے کوئی ہوئی تو شہ پر پہنچ گئی۔ اس کیسے کہیں کے اوپر ایک بہت
 بڑی ہریٹھ لائٹ آہستہ آہستہ چاروں طرف گھوم رہی تھی اور
 دو رنگ سمندر کو روشن کر رہی تھی۔ دونوں برائے دو طرف سمندری
 عقاب جہاز کے لگے حصے میں کھڑا اس کیسے سے بائیں کر رہا تھا۔
 میں رومانہ کو چھوڑ کر براؤنڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔
 وہ رومانہ کو دوسرے آتے دیکھ رہا تھا اور سچا سا تھا۔
 ”سارا بڑی دیر لگا کر آرہی ہے۔ نادان کہیں نی، ابھی
 تک دو دست اور دشمن کو سمجھنا نہیں سکھا ہے۔“
 وہ چند قدم کے فاصلے پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ براؤنڈ اسے
 قریب سے دیکھتے ہی کھٹک گیا۔ رومانہ خود کو بڑی حد تک بھٹال
 کر آئی تھی۔ سچ اس کے بال ذرا سے کھینچ گئے تھے۔
 وہ شراب نہیں پیتی تھی مگر انکھوں سے مٹھا کھٹک
 رہا تھا۔ دل میں جو جذبے چھپے ہوئے تھے وہ خناسوں پر کھانپتے
 تھے۔ باپ سے آنکھیں ملنے ہی اس نے نظریں جھکا لیں باپ
 نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔
 ”میں کیا سمجھوں، میرے سامنے سارا کھڑی ہے یا رومانہ؟
 وہ ذرا سا ہلکتی ہوئی بولی۔ رومانہ...
 ”جب میں نہیں رومانہ لگتا تو تم چلا جاتی تھیں، میں سارا
 کا چٹائی کر کے پسند تھا۔ کیا یہ چٹان کچھس گئی ہے؟
 وہ نظریں چڑائی ہوئی ریٹنگ کے پاس جا کھڑی ہو گئی
 براؤنڈ نے غرا کر کہا۔
 ”میں سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے کوئی نبرد
 چال چلے گا مگر یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اتنی تندی نہیں کر دے گا۔
 ”آپ فقط کچھ کہتے ہیں پتا! میں آپ کو یقین دلائی
 ہوں۔۔۔ کہ وہ ہمارا بہترین دوست ہے۔“
 ”ہمارا نہیں تمہارا کو۔ مجھے دشمنوں کی بچانے کے گتھادی
 جگا بھی میری سارا ہوتی تو اس دشمن کی لاش کو تو اپنے ہاتھوں
 سے سوز رہیں یہ سیکھ چکی ہوتی۔“
 ”پتا! میں آپ سے بھت نہیں کرنا چاہتی۔ صرف ایک
 دعاوا دست کرتی ہوں۔ آپ اس پر نہ سنی اپنی بی بی پھر دوسر

یہاں لایا جائے؟

• میں حکم نہیں دے گا۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ۔

• میں بھی غصہ خاندانے باب کی بیٹی ہوں۔ میرے بچے پیار ہوں وہی غصہ نہیں کھینچا ہے۔ تم سب دیکھو۔

فرسٹ ڈیپاک لالہ، لالہ فرسٹ ریگنٹے ٹیکہ کر سلا کے پریش اور کسا ڈھم ڈھم کرتے رہا کرتا تھا پر وہ جی باندھے لگا۔

• پیار آپ حکم دینے میں درگاہ ہے ابی ادھری انگلی داخل کے ڈرگ پر کانپ ہی ہے۔ اب آپ بی بی مندی قیمت کھول دے گی اس کو یونیس، میں میں گئے ہی نازنگ شروع کر دوں گی ایک دو... دو...

• تھو۔ میں کس سے رہا ہوں؟

• سلائے جا۔ صلح جرائوں کو قریب بلایا۔ چہرہ سلا اور عقاب کا مشترکہ حکم کر کے حریف بنائے گئے۔ میں نے مسکرا کر دل ہی دل میں کہا: "خیز۔ جی بان۔ تو قوافی سمندر کے سینے پر کاندھی کی طرح چستی ہو۔ اس منٹ کے بعد میں قید خانے سے نکل کر اپنی بھانجے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھے داخل سے کہا۔

• دروازہ پر کھڑے رہو۔ میں خدا لیاں نہیں لوں۔

• وہ اپنا بلاؤں اور کھڑکٹ فرش پر سے اٹھا کر پھینکے گی۔ اسے خیال اور باتا کر وہ عورتوں کا لباس میرے سامنے پھینکے سے کراؤنی تھی اور اب بعد سوچی ہیں بی بی امی اور خیال سے وہ مسکرائے گی۔ اس وقت پولیس لایچ کا سفر نکلنے سے ٹھہرے وقت سے اپنی آواز سناتا تھا قریب آچکا تھا۔ اور اب ہماز کے ہلک اور ایک کمرے کے اگلے حصے میں بلا جا رہا تھا۔

• وہاں سے کہیں کا دروازہ کھول دو۔ برانڈو نے ہمیں گھور کر دیکھا۔

• مگر اب بیسے خوف کچھ گذرنے کا وقت نہیں رہا تھا۔ پولیس ورج نکاہوں کے سامنے تھی۔ برطانوی پوری پولیس کے سب سے باہمی حاکم اور دیوں میں نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک کمرے کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا عرش کے اگلے حصے میں چلا گیا۔

• میں نے وہاں سے شازیر بڑا تھک رکھا کہ انجان بنتے ہوئے لیچا۔

• میری جان، تم تو کس تیس کر تھانے سے پتا کا فیصلہ نہیں بدلے گا پھر یہ مجھے اتنا کیسے دیا گیا؟

• وہ سنتی ہوئی بولی: تم قید خانہ میں پڑے ہوئے تھے۔ یہاں پتا سے میری فائٹ ہو گئی؟

• وہ مجھے بتانے لگی۔ میں بھی سمجھتی سے سنتے ہوئے اس کی دلیری اور ذہانت کی تعریف کرنے لگا۔ اسی وقت برانڈو نے داپس لگا کر اپنے لوگوں سے کہا۔

• وہ لوگ جیکنگ لے کر رہے ہیں۔ تم سب اپنے اپنے کاموں میں معوض ہو جاؤ۔ جب آفسر ڈیک پراؤنہ تو کام اختیار اس کے سامنے رکھ دو خیال رکھو، انہیں کسی قسم کا شہرہ نہ ہونے پائے۔

• میں نے اپنے ہاتھ کی ڈانٹ ایک لڑکھان کو داپس سے دی۔ وہ صاب اپنے فرائض کی امانگی کے لئے چاند لگے برانڈو اپنا گوٹ پھینتا ہوا میرے سامنے کھڑا ہو گیا پھر گری سٹیڈنگ سے ہلا۔

• میری نواں بیٹی نے تمہیں میرے ہاتھوں سے کہا لیا۔ انہیں تمہیں بچا ہے، اس لڑکی کی عزت، اس کا مستقبل تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ تم پولیس والوں سے مل کر اس لڑکی کو اس کی نواں کی سزا دے سکتے ہو۔

• فطرت سے مجبور ہوں۔ تمہاری کے دلانے پر بھی دشمن کو دشمن کی سزا دے دو۔ یہ کہہ کر وہ حجاب سے نڈھال گیا۔ بعد ازاں ہر ہاتھ تھا کہ وہ فریڈا مجھے فونگ دیا ہے۔

• کیا مجھ سے؟

• تم سے نہیں۔ وہ۔ میں کیا بتاؤں۔ جب کئی قیمت سے اس کے ہونے سے مجھے اندر سے کچھ عجیب سا لگتا ہے کہ میں یہ بگڑی پولیس کے ڈکریں۔

• میں نے اس کے شانے پر ہاتھ ملا۔

• دارم تو کورت میں کچھ عورتوں کی طرح ہوں میں۔ پولیس میں بیٹے کی جتنی بھی کم تر ہے۔ اگلے خوف کا کافی اثر ہے۔ میرے ساتھ...

• کہیں لے جا رہی ہو؟

• جب ہمیں خطرے کا احساس ہوتا ہے تو سب سے پہلے ہانپنا پناہ گاہ میں چلے جاتے ہیں مگر آج وہ میری بی بی بات نہیں مائیں گے۔ مجھ سے تلاشی ہیں۔

• وہ اپنے باپ کے کہیں کے سامنے آکر کر گئی۔ مجھ سے رلی۔

• تم دوسری طرف منڈو۔

• کیوں؟ میں نے تو لیچا

• میں دروازے کے کھانے کھانوں گی؟

• قریب سے سامنے نکالو۔

• مزہ پھر کر لو گی۔

• نہیں، مجھے شرم آتی ہے۔

• اچھا تو یوں کہو، اگر شرمانے وال بات ہے۔

• میں دوسری طرف منڈھیر کر کھڑا ہو گیا۔

• دروازہ کھینکے کی آواز آئی تو میں پلٹ کر اس کے سامنے کہیں گے۔

• وہ دروازہ بند کرتی ہوئی بولی۔

• وہ لڑکی گھٹیاں بڑے نام لگتی تھیں، میں سارا کے نیچے چلتا ہوا اس خیز وہ لڑکی کے نیچے بیٹھا گیا۔ اس نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا۔

• گھر میں اس کے فونڈیز ڈول دیں دینا کیا جلتے تو ہا پھرنے کے لئے وہاں دروازہ کھل جائے گا؟

• دروازہ بند ہونے کے بعد میں نے کھلی دیوار کو دیکھا۔ وہاں پورٹ ہل بنا ہوا تھا جس کے بلاؤں شیشے کو کھانے کے بعد سمندر نظر آتا تھا اور باہر کراہے ہوا تھی۔ میں نے کہا۔

• وہاں جہاں جگہ تھی تنگ ہے کہ میں آسانی سے تمہیں تنگ کر سکتا ہوں۔

• میں نے پھر کھرا کہ اس کی ناک کی مغز لمبندی کو سوجم لیا۔ وہ میرے سینے پر رکھ کر بولی۔

• فریڈا، تمہارے بازوؤں میں مچھالنے کو بھی چاہتا ہے مگر امی کوئی شرارت کرے گا، مجھے پوری پولیس کی طرف سے مطمئن ہو جانا ہے دو۔

• اس نے ہاتھ اٹھا کر مجھ پر لگے ہوئے ایک سب سے کہہ کر اپنی کڑیاں تھکے تھکے ہوا کر وہاں آپس لگے ہوئے ہیں۔ میں بہرگی آواز سنائی دے رہی تھی۔ بلاؤں پولیس کے آفسر لاپس ہوں گے ساتھ عرش پر آچکا تھا آفسر کہہ رہا تھا۔

• مشر برانڈو آپ کی شخصیت کی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ہم

• تمہیں جتنا اہم قرار دے گا۔

• تمہیں جتنا اہم قرار دے گا۔

• پولیس والوں سے میرا دل کا بھی تعلق نہ تھا۔ اس لئے ان کی طرح کچھ بڑھائی نہیں تھا اب یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کچھ ہٹا آتا ہو تو وہ گناہ دلوں سے ام ٹھیل پھینچے جائیں وہ میری ایسے وقت جیکو منڈو اور آدمی لاپس ہوں گے اس سانس میں سے بڑھ کر بڑھ کر رہی ہوں میں نے کہا۔

• تم اپنے وہم اور اندیشوں سے کب تک لڑی ہو جاؤ گی؟

• اس نے میرے مزہ پر ہاتھ لگا کر خاموش رہنے کے لئے کہا۔ اسی وقت آفسر نے لیچا۔

• مشر برانڈو، آپ کی ہا منڈوئی نظر نہیں آ رہی ہیں؟

• میری بیٹی دروازہ منڈو سے گھبراہٹ ہے۔ میں نے اسے کھانوں چھوڑ دیے۔

• نہیں شہر برانڈو، ہم سکاؤ کا کچھ پتہ دیکھ چکے ہیں۔ وہاں وہاں موجود نہیں ہے۔

• آپ میری سستی کو دہاں کیوں تلاش کر رہے تھے؟

• مولا کپ کی بیٹی کو نہیں، ہم کسی ایسی لگتی بیٹی سارا کو کھانے کر رہے تھے۔ ہانڈو وہاں کی خاموشی تعقیب کر رہے تھے۔ جب میں ایسی بیٹی سارا کے ساتھ پوری سفر کرنے کے ہانگ کا ہانگ سے نکلتا ہے تو مشر برانڈو اسراں کی کئی ہلاکتوں کا سبب بن جاتا ہے۔ لی۔ یہ ایک ڈھنگ سے سارا نہیں ہے؟

• میں نے دیکھا وہاں نہ کہ جسے پورا ہی سنائی تھی کسی قسم کی احتیاط کچھ کھانے کھانے لڑکیوں کے چہروں پر دیکھی جاتی ہے۔ وہ اسٹری سے بولی۔

• آفسر غلط کر رہا ہے، میں تپا کے ساتھ بیٹھ رہی سفر پر نہیں نکلتی ہوں۔ بہت کم ایک ساتھ اس طرح مل لانے کے لئے نکلتے ہیں۔ ہمارا طریقہ کار ایسا ہے کہ پولیس والے اس انٹار میں تعقیب کر کے بھی ہماری اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے۔

• ہاں برانڈو اسی بات کو دوسرے انٹار میں کہہ رہا تھا۔

• آفسر آپ کسی باتیں کر رہے ہیں۔ کیا ہم باپ بیٹی کا تعلق کسی ہی ایسا لگے ہے؟ کیا آپ کی کتا چاہتے ہیں؟

• نہیں ہیں۔ یہ کتا چاہتا ہے کہ آپ بیٹی کا تعلق کسی کا دوسرا ہونڈو عقاب ہے۔

• یہ سٹی ہے آفسر نے دیوار کو کال لیا۔ عقاب نے پوچھا کہ کیا اس کے چہاں طرف سپاہی اسے داخلوں کی نالی لے کر کھڑے تھے۔ آفسر نے لہذا دار سے ہٹا کر کہا۔

• اگر کسی نے چھپ کر ہم پر لگی جلائی تو دوسرے ہی امر برانڈو عرف سمندی عقاب کی لاش تھانے سامنے نظر آئے گی۔

• میں نے دیکھا وہاں ماڈرن پتھر کی طرح سخت ہو گئی تھی اور اب عادت کے مطابق چوٹ کھاتی ہوئی ناک کی طرح چھپ کاتی ہوئی سانس لے رہی تھی ہر ڈو کہہ رہا تھا۔

• آفسر ایک سخت غلطی کر رہے ہیں۔ میں تاؤن کا احترام کرتا ہوں۔ اس لئے آپ کو کئی اہانت دیتا ہوں کہ پورے جہاں کی تلاشی میں اندر یہ ثابت کر دیں کہ میں سمندری عقاب ہوں؟

• آفسر نے غصہ لگاتے ہوئے کہا۔

• تلاشی لیجئے بہت زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ یہ کچھ چہاں طرف سے ایک جاسوس بیٹھتی اس جہاں میں ہو کر دے؟

• وہاں نے ایک بیٹھنے سے جیسے ہٹ کر مجھے غصہ سے دیکھا۔

• جاسوس؟ تم۔ تم مجھے اتنا مار رہے تھے؟ اور فریڈا مجھے دھوکا دہتے تھے۔...

• یہ کہتے ہی وہ مجھے کھانے کا ایک چوب گنا پانی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ پھر کر کہا۔

• مجھے پشیمان کر دو۔ ذرا عقل سے سوچو، کیا اس جہاں میں کوئی دھوکا ہوا نہیں ہو سکتا؟

• نہیں ہو سکتا۔ وہ دانت نہیں کر بولی: ہمارے ہماز کا ایک ایک ذرہ بڑوں کا جانا نہیں ہوا ہے، یہ باہر آئے ہونے لگے ہیں۔ مرنف ایک ایسے ہو جیسے آسانے کا مرقعہ آیا تو فلا۔ یہ اہمیت کھل گئی، میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔

• وہ میرے پریش میں گھٹس مارنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ وہ خود کو پھرنے کے لئے تڑپنے لگی۔ میں نے کہا۔

• یہ جگہ اتنا تنگ ہے کہ تم جتنا سکا کے کرتاب نہیں دکھا سکتیں۔ بہتر

• یہ جگہ اتنا تنگ ہے کہ تم جتنا سکا کے کرتاب نہیں دکھا سکتیں۔ بہتر

• یہ جگہ اتنا تنگ ہے کہ تم جتنا سکا کے کرتاب نہیں دکھا سکتیں۔ بہتر

اس وقت پرش سوچ رہا تھا ہمارے کتنے آدمی رہ گئے یہ کل چندہ سپاہی اور ایک افسر تھا۔ وہ آفیسر گیارہ پاپیوں کے ساتھ ختم ہو گیا۔ جہاز کے نچلے حصے میں صرف چار سپاہی ہیں۔ برائڈرینگ سے بندھا ہوا کھڑا تھا اور بڑی خاموشی سے سے یون کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

”کیا یہ لڑکی پورے لڑکوں کی ماں ہے؟ میں جاہدو یا اتفاقاً کو نہیں ماننا۔ مگر یہ سب کیا ہے؟ یہ لڑکی تو میرے لیے جیسے آسمان سے اتار گئے تھی زندگی دینے آئی ہے۔ محراب پر چڑھ کر کھڑی ہے یہ شاید کوئی عمل پڑھ رہی ہے“

میں نے پرش کی خبر لی۔ وہ ماہ تھا سے مرگوشی میں کہہ رہا تھا۔ ”بم موجود ہے پوئین سے حیران اور پریشان ہوتے رہ گئے تو چھی ہوئی سارا اس پوئین سے فائدہ اٹھانے کے لیے پہنچ جاتے گی۔ تو مردو سپاہیوں میں سے کسی کی اسٹین گن لے کر چلے جاؤ اور اپنی چاروں سپاہیوں پر اپنا ٹانگ خاترنگ کرو۔ وہ یہاں سے زندہ جائیں گے تو ہم قانون کی لپیٹ میں آجائیں گے تم جاؤ، میں ابھی آ رہا ہوں“

ماہ تھا ایک اسٹین گن اٹھا کر زینے کی طرف گئی پرش نے سے یون کو گھوڑ کر کہا۔

”جب میں تمہاری طرف بڑھ رہا تھا تو مجھے اندر سے ایک جھٹکا پہنچا تھا۔ کیا تم کوئی عمل پڑھی ہو چو؟“

”ہاں مجت ایک عمل ہے۔ یہ عمل مجھ جیسے پکاروں کے دل سے دو تار کے قدموں کی ہندی تک بڑھا جاتا ہے“

”یہ کیا ہو اس ہے۔ میں ابھی نہیں ٹوٹ کر دوں گا مگر تم سے پہلے میں مندری عقاب کی جوت کا تماشہ دیکھنا چاہتا ہوں“

میں نے سے یون کی زبان سے اکلوا یا۔

”پرش! ریوار اور چینیگ دو در دوہ خود ہی تمہارے ہاتھ سے گر جائے گا“

اس کے بعد فوراً ہی میں نے پرش کے دماغ میں جھلانگ لگا کر کہا۔

”میں دانت ہاتھ کو جھٹکا ہا ہوں...“

یے اھتیار دانتیں ہاتھ کو جھٹکا لگا۔ ریوار اور اس کی گرفت سے نکل کر سے یون کے قدموں کے پاس آ گیا۔ عقاب نے چیخ کر کہا۔

”یے یون! ریوار اٹھا لو“

بے چاری سے یون مارنے مرنے والی چیزوں سے ڈرتی تھی۔ وہ اٹھانے کے بجائے پیچھے ہٹ گئی۔ پرش نے ریوار کی

طرف جھلانگ لگا دی۔ قریش پر سے یون کے قدموں کے باہر پہنچا۔ پھر ریوار کو اٹھانا چاہا مگر وہ اس کے ہاتھ نہیں آ سکا وہ ریوار سے ایک انچ اڈھر ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ کوشش کی تو اس کا ہاتھ میں نے ایک انچ اڈھر کبھی کبھی اڈھر کبھی اڈھر وہ جھٹکا بار بار ریوار کی طرف ہاتھ مار رہا تھا مگر شفا نیا کسی چیز کی صحیح جگہ کوئی ہے۔ ہاتھ ہی بتا ہے اور اس کا دماغ اس کے ہاتھ کو بار بار غلط جگہ پہنچا رہا تھا۔

عقاب دل کھل کر قہقہہ لگا رہا تھا۔

”مانا یا مانا۔ کمال ہو گیا۔ ابلے اوپر سن کے بچے ابرو لڑائی رہا ہے یا کھتیاں مارا ہے پٹا“

مجھے رومان کی آواز سنائی دی۔

”چٹا پنس ہے یہ میں معلوم ہوتا ہے وہ پرش پر غبار آگئے ہیں“

میں نے رومان کو جواب نہیں دیا کو کچھ مجھے پرش کی طرف متوجہ رہنا تھا۔ وہ عقاب کا قہقہہ سن کر سے مارنے کے لیے دوڑا، لیکن قریب پہنچنے سے پہلے ہی میں نے دماغ کی اسٹیرنگ کر سے یون کی طرف گھمایا۔ وہ ہلٹ کر سے یون کی طرف آیا۔ پھر وہاں سے بھی اسٹیرنگ گھوم گئی۔ اب وہ بھی عقاب کی جانب اڈھر کبھی سے یون کی جانب دوڑتا جا رہا تھا اور چیخا جا رہا تھا۔ میں نے اسے عقاب کے قدموں میں گرا دیا۔ اس کے بعد سے یون کی زبان میری سوچ کے مطابق بولنے لگی۔

”پرش! بغیر مت چاہتے ہو تو فوراً مسٹر برائڈر کو آزاد کرو میرے پاس کھڑی ہوئی دماغ نے مندری جیڑی سے کہا۔

”چٹا پنس! ہیک قیدی بنے ہوئے ہیں۔ سے یون کی زبان سے پڑھ لیں رہا ہے کہ وہ پرش سے مقابلہ کر رہی ہے“

میں نے پھر اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ دماغ کی اسکرین پر پرنسس کا چٹا چٹا ہوا برائڈر کی ریشاں کھول رہا تھا مجھے اجانک خیال آیا کہ تمہا کمان رہ گئی ہے۔ اسی وقت میں لاچ کے اشارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ پھر وہاں سے ایک سپاہی نے صحیح کر کہا۔

”پرش توڑی! میں نے زینے کے پاس جھپٹ کر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تم نے ہمارے آفیسر کو گولی ماری تھی! چاروں سپاہی تمہاری ماری تھا کو۔۔۔ وہاں لے آئے ہیں۔ تم سے اور عقاب سے ہانگ کا ٹانگ میں منٹ میں گئے۔ پرش ایک سے م سے بولھا گیا۔ جہاں وہ حملہ آور اور فٹا

بن کر آیا تھا۔ اب اس جہاز میں تمہارا گیا تھا۔ برائڈر نے اڈھر ہو کر رش پر سے ریوار کو اٹھایا۔ پھر مارے خوشی کے سے یون کو بازوؤں میں اٹھا کر گھومتے ہوئے اور گلے لگاتے ہوئے بولا

”میری بچی! تم نے وہ کلام نہ دیکھا ہے کہ عقل دنگل ہ گئی ہے۔ بیٹی! میں ابھی آ رہا ہوں۔ وہ لاچ دلے ہاتھ سے نکل جائیں گے تو ہانگ کا ٹانگ میں ہم پھر پکڑے جائیں گے“

سے یون نے میری سوچ کے مطابق کہا۔

”مسٹر برائڈر! میں جو کچھ میں آپ نہ ہی کروں۔ اپنے ایلپر کو کھر دیں کہ فوراً ہی جہاز کو لاچ کے دور سے ہلنے“

”مخزن بیٹی!“

”آپ بحث نہ کریں۔ آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا پلینر ایلپر سے وہی کہیں جو میں کہہ رہی ہوں“

برائڈر نے پرش کی گردن پیچھے سے پکڑی۔ پھر اسے دھکے دیتا ہوا وہاں سے جہاز کے نچلے حصے کی طرف جانے لگا جب سے یون وہاں آئی رہ گئی تو زریب بڑھانے لگی۔

”دو تار میرے دیوتا! یہ سب کیا تھا؟ کیا یہ میرے پیار کی سچائی کا ثبوت نہیں ہے کہ میں تیری امانت بن کر تیرے ہاتھ لگانے والے دشمن آپ ہی آپ تباہ ہو گئے۔ آسمان سے ہوا میں میرے دماغ میں آئی تھیں تو وہی یہاں ہوتا رہا“

اس ضمنی معلوم بیکار کو وہاں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لیے میں اسے چھوڑ کر خفیہ پناہ گاہ میں دماغی ٹونڈ برہمنز ہو گیا۔ رومان جہاز ایک تار لے کر اڈھر اڈھر سے ملا کر اسے کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔

”ہم نے باہر کی جو آوازیں سنی ہیں۔ ان سے ہی پتہ چلتا ہے کہ سے یون نے تمہارا دشمن کا مقابلہ کیا ہے“

”ہاں پتہ آڑلو ہو گئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ وہ کہہ کر ڈر اور نازک سی لڑکی...“

”وہ کتنے کتنے رک گئی۔ پھر مجھے گھوڑ کر لولی۔“

”اگر میں بزدل ہوں تو تم نے وہاں جا کر دیر ہی کیوں نہیں دکھائی پٹا“

”کیا تم اندھے ہو۔ دیکھتے نہیں کہ تالا نہیں کھل رہا ہے۔ میں باہر کیسے جاتی پٹا“

”میری توڑی! میں کتنا چاہتا ہوں کہ اس تالے کی دیر سے میں باہر جا کر دشمنوں سے دو دو ہاتھ نہ کر سکا“

”تم بھگتے اڈھر کا رہی ہو۔ پیٹلا لگے ہے کہ دشمنوں کے ہاتھ بھٹا رہیں۔ میں مرنے کے لیے باہر نہیں جانا چاہتی۔ میںیں مرن نہیں آتی پٹا“

”تم خواہ مخواہ مجھ سے بدظن ہو گئی ہو۔ کیا تم وہ میں ادر رنگین نجات بھول گئیں جب تم.....“

”یوشٹ اب۔۔۔ وہ میری بھول تھی۔ میں حیران ہوں کہ تم سے متاثر کیسے ہو گئی تھی۔ یاد رکھو میں صرف روزانہ نہیں سارا رہی ہوں۔ میرا عجوب میرا مردہ ہی ہونگا میری طرح موت سے آنکھیں ملانے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ تم سب کی میرے قریب آنے کی کوشش نہ کرنا“

”وہ تو کوشش کے بغیر ہی میں تمہارے قریب یہاں بند ہو گیا ہوں۔ اگر تالا کبھی دھل سکا تو خلیہ ہیں صدی زندگی میں رہنا پڑے۔

ایسا کہتے وقت میں پھر رہا تھا کہ اس کا ہاتھ چلے گا، اور ہاتھ چلا مگر بائیں طرف کی دیوار سے ایسا ٹکرایا کہ اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ وہ بوٹ کی پرواہ کرنے والی لڑکی نہیں تھی مگر اس نے دوسری بار حلق نہیں کیا۔ وہ بولی۔

”میں تمہاری ہی ایک نونی ہے کہ بہت پھر تھیلے ہوتی تھی سی جگہ پر بھی حلق سے بچ جاتے ہوں“

”پھر تم نے ایک نونی تو پسند کی“

”دیکھو میں تجھ کی سے بھاری ہوں۔ مجھ سے پھیر چھاڑ دو کرو“

”ایسی بات ہے تو میں بھی سنجیدہ ہو جاتا ہوں میں کسی دوسری لڑکی سے عشق کروں گا“

وہ مجھے ناگاری سے دیکھتی ہوئی پھر تالے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ برائڈر نے مردوں اور بچروں کو بند کڑوں سے نکال دیا تھا۔ اور ایلپر کو حکم سے رہا تھا کہ جہاز کو فوراً ہی لاچ سے دور چلے۔ پھر وہ تمام لوگوں کو بتانے لگا کہ سے یون نے اپنی روحانی قوت سے دشمنوں کو زریب لے کر پڑھا عقاب خوشی سے اچھل رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس مجاز امتلاز میں بچ جانے کا شکر کیسے طرح سے یون کے مسلمانے ادا کرے۔ کس طرح اس لڑکی کو اٹھا کر آسمان پر بٹھا دے۔

وہ پھر دوڑتا ہوا سے یون کے پاس آئے لگا۔ اس کا پاگل پن کی حد تک خوش ہونا ایک فطری امر تھا۔ ایسے وقت جبکہ دشمن غالب آچکے تھے۔ جہاز پر ان کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اسے رستوں سے باندھ کر پھوڑا گیا تھا۔ نہ جہاز میں بچانے والا کوئی محتاد سمندر سے کوئی مدد کے لیے آ سکتا تھا۔ اس کی زندگی اس کی دولت اور اس کی برسوں کی بنائی ہوئی عزت سب کچھ پل بھر میں نابود ہو جانے والا تھا۔ ایسے وقت سے یون اس کے لیے ایسی ہی تھی بن کر آئی تھی۔ ایسی ہی تھی جسے وہ کوئی نام نہیں دے

138

تھا کہ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ کس حال میں ہے، میری سوج
 کہہ رہی تھی۔
 ”جنت اسی کہتے ہیں کہ اپنے مرگ توئی ہے جی جنت ہو،
 اور خزانے سے جی، شہزادی سے جی، ثبوت ہوا اور کھڑی سے جی۔
 اگر جنت ایسی نہیں ہے تو وہ پھر پلینے تو لے والی کوئی کاڑ باری
 چیز ہے۔“
 ایسے وقت میں نے عقاب کی بیٹائی پر شکنیں دکھ کر اس کی
 سوج پڑھی۔ وہ بھی مجھے اور کبھی رومانہ کی طرف دیکھ کر سوج رہا
 تھا۔
 ”یہ کیا بات ہے ہر سارا فریڈ سے متاثر تھی صرف متاثر
 ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی وہ تو ایسی دیوانہ وار جنت کرتی تھی کہ
 اس کی نظر اس نے مجھ سے جھکا لیا مگر اب یہ فریڈ سے لوں
 ... اور سارا منہ مجھے کھڑی ہے۔ شاید فریڈ
 کیسے وہ دفاعی اور فریب کو برداشت کر رہی ہے۔“
 وہ رومانہ کی طرف جلتے لگا۔ رومانہ کے گلابی ہونٹ کھینچ
 رہے تھے۔ وہ ان لوگوں کو مارنے سے نکلنے کی کوشش کر رہی
 تھی جو سے لوں کی طرح اس کی زندگی میں آتے تھے عقاب
 نے اسے مخاطب کیا۔
 ”سارا ایک بات ہے کیا تم فریڈ سے محبت نہیں کرتی ہو؟
 رومانہ نے اپنے ہونٹ جھینچ لیے پھر بھرائی ہوئی آواز
 میں کہا۔
 ”میں ایک بزدل اور ہرجائی سے محبت نہیں کر سکتی۔
 ہر منہ غلط سمجھا تھا کہ وہ جا سوں ہے مگر یہ سچ ہے کہ وہ بزدل
 ہے۔ یہاں سے لوں خطے میں تھی اور وہ میرے پاس چھپا ہوا
 تھا اس کا ہرجائی بن دیکھتے۔ اب اس معصوم لڑکی کو فریب نہ
 رہا ہے۔“
 عقاب نے سے لوں کو آواز دی۔ میں نے سے لوں کو
 بازوؤں سے اندر گرفت پکڑ کر دیا۔ وہ لوی۔
 ”میں سزا برداشت ہوا“
 عقاب آگے بڑھتے ہوئے بولا۔
 ”بیٹی! تمہارے اندر روحانی قوتیں ہیں۔ تم دوست اور
 دشمن کو پہچانتی ہو۔ فریڈ کو بھی پہچان رہی ہے تم سے محبت نہیں فریب
 کر رہا ہے۔“
 وہ اپنی تڑپنا آواز میں آہستگی سے بولی۔
 ”میں مشر برانڈو! میں فریب کو نہیں سمجھتی۔ اچھی دوتا
 کی خوش میں مجھے یہ گیان حاصل ہوا کہ خدا نے مجھے میرے دل کے
 پہلے لہے فریڈ کے نام کھ دیا تھا۔ اب یہ اچھا ہو گا، میں

اپنے حصہ کی دفاعی جانتی رہوں گی“
 رومانہ نے آگے بڑھ کر کہا۔
 ”مے لوں میری اچھی بہن! اس دنیا میں رہ کر مجھے
 اور کھوتے کھرتے کی تیز کرنی چاہیے۔ کیا تم ایسے شخص کو پسند کر دیتی
 جو تمہاری صحبت میں کام نہ آئے؟ جس وقت تم راغظوں اور
 اسٹین گنوں کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں۔ میرے پاس پھل پھل رہا
 کیا اس کا فرض نہیں تھا کہ یہ تمہاری مدد کے لیے آنا ہے؟
 ”نہیں۔“ سے لوں بڑی سادگی سے بولی۔ ایسے وقت فریڈ
 کو نہیں آنا چاہیے تھا جہاں بچے جمانے کی گنجائش ہی نہ ہوتی
 مدد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سارا میں تم سے چھوٹی ہوں مگر
 جنت کا ایک راز بتاتی ہوں کہ اپنے ساتھ اپنی جنت کو نہ مارو اور
 نہیں چاروں طرف سے موت گھیر لے تو وہاں کو تمہارا جواب نہ
 سلامت وہاں سے نکل جاتے۔ اس طرح وہ جب تک زندہ
 رہے گا، تم اپنی موت کے بعد بھی اس کے دل و دماغ میں زندہ
 رہو گی۔ محبت اسی کہتے ہیں کہ تم مرنے کے بعد بھی مر نہ سکو۔“
 رومانہ کے مارنے میں جیسے دو شیئوں کے جھماکے سے ہونے
 لگے۔ اس کے دماغ کی تاریکی میں میرا وجود میل رہا تھا اور کھڑا
 تھا۔ محبت مر رہی تھی اور مرنے کے بعد زندہ ہو رہی تھی۔ خود
 غرضی مجھ میں آ رہی تھی کہ جہاں بچے کی گنجائش نہ ہو وہاں اپنے
 محبوب کو بھی مرنے کے لیے بلانا خود غرضی ہے۔ یہ بھولی بھائی کی
 لڑکی تھی گری بات کہتی ہے کہ اپنے مرنے کے بعد کم از کم سے آواز
 رہنے دو، جس کی یادوں میں تم ہمیشہ زندہ رہو۔
 رومانہ کی عجیب حالت تھی۔ وہ مجھے لوں دیکھ رہی تھی
 جیسے کسی چیز کو یا کھوڑ دینے کے بعد وہ بارہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ چیز
 اس سے کتنی درد ہو گئی ہے اور اس سے لوں کو اپنے ایک بازو
 کے حلقہ میں لے کھڑا تھا۔ میں نے کہا۔
 ”مشر برانڈو! آپ کی بیٹی مجھے بزدل کہتی ہے مگر آپ
 اس سے پوچھیں، یہی جھینے کے لیے مجھے تھپہ پناہ گاہ میں سے لٹی
 تھی۔ اگر جھینے کا مقصد ہے تو تاکہ خفیہ پناہ میں نہ کر آپ لوگوں کی
 جان بچانی جلتے تو پھر اسے وہاں سے اور دیر کر سکتے ہیں۔ لیکن
 ایسے وقت جبکہ جہاز کے تمام لوگ قید ہو چکے تھے۔ آپ کے خفیہ
 اسٹوف مانے پر دشمنوں کا قبضہ تھا تو ایسے وقت آپ کی بیٹی
 چھپ کر کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکتی تھی۔
 اب آپ کی صاحبزادی کس طرح دیر دیکھا جاتا ہے تھی
 یہ میں بتا ہوں۔ جب پولیس آفیسر نے یہ دھمکی دی کہ دس
 منٹ کے اندر سارا جہاز نہیں ہوگی تو آپ کو گولی مار دی جاتی
 گی۔ کیا آپ یہ چاہتے تھے کہ سارا آپ کو چلنے کیلئے جاتے؟

بزرگ نہیں۔“ رومانہ نے کہا۔ میں ہار کر رہا تھا کہ سارا پناہ گاہ
 ہے۔ آپ کی بیٹی باہر جانے کی مذکورہ رہی تھی۔ میں نے اسے
 دیکھا تو دل کھلا یادہ توفیق سے بتا لے کا نرسول کی۔ اس لیے
 باہر نکل سکی۔ مذہبی بارے لوں پر اس کی ہوس بھری نگاہوں کے
 سامنے آئی تو سارا میں کا اور جھانکی تھیں نہیں آتا۔ پھر باہر جانے
 کے لیے نکل گئی۔ میں نے پھر اسے منہ سے باز رکھا جاتا تو کچھ بزدلی
 کی ہرنگ تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ خود دیر دیکھانے کیسے
 باہر نکل سکتی تھی جبکہ نالے کا نرسو اور وہیں رہا تھا۔
 دیکھتے مشر برانڈو کسی کو بھی الزام دینا بہت آسان ہے۔
 میں بھی آسانی سے الزام دے سکتا ہوں کہ سارا صرف دکھاوے کی لڑی
 جاتی ہے خود کو دشمنوں سے غفلت رکھنے کے لیے اسے کا نرسو چھو لگتی۔
 اور تب میدان صاف ہو گیا اور فتح نصیب ہوتی تو فوراً ہی بھولا ہوا
 نرسو یاد آ گیا۔ اس طرح مختصر کی ناشی دیر کی لاج نہ گئی۔
 رومانہ صرف سارا نے دیکھتے دل سے کہا۔
 ”فریڈ! باقی کا نہیں کا رہی نہیں کہ رہی تھی۔ جی جی فریب چھو ل
 گئی تھی اور جی جی اس وقت نرسو یاد آیا۔ جب ہمارے لیے کوئی خطرہ
 نہیں رہا تھا۔ تم مجھے ایسے وقت لازم دو۔ جبکہ میں ایک بہت
 بڑی بازی اور کراہتا تھا۔ لوٹ ڈھری ہوں۔ میں اپنے آپ کو کوئی بات
 نہیں کر دلی گی۔“
 ہزار ضبط کے باوجود اس کی آنکھوں میں آنسو آئے تو وہ منہ
 چھا کر تیزی سے اپنے کہیں کی طرف ہٹ گیا۔
 منتہر کے شور سے کہنے والے ماحول میں اچانک ہی
 سیدھی چھانکی تاج کس کسی نے سارا میری ہنسی اور دیر لڑکی کی
 آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے تھے۔ اس لیے وہ ہی جیوان تھے۔ ان
 آنسوؤں کی دیر کی کی بھری نہیں آئی مگر باپ نے مجھ لیا۔ اس نے
 بڑی لمبی سے مجھے اور سے لوں کو دیکھا۔ وہ سے لوں کی پڑا سارا
 قوتوں کا تازہ دیکھ چکا تھا اور اس کا کالج رہا تھا۔ اس لیے وہ
 لڑھا تھا عقاب پر لڑکی نہیں بگاڑ سکتا تھا۔
 اس نے اپنے خفیہ پٹن پٹن لڑا۔ اپنے ڈویل کو کھدیا لگا سے
 مار کر سند میں پھینک دیا جاتے۔ پھر وہ اپنی بیٹی کے کہیں کی طرف
 چلا گیا۔ میں سفاقی رشتہ واضح دیکھی۔ ات کے گیارہ بج کر پندرہ
 منٹ ہوئے تھے۔ یہاں کے وقت کے مطابق مجھے بارہ بجنا اور دوا بہ
 کے وقت کے مطابق آٹھ بجے مجھے سونیا کے پاس پہنچنا تھا میں نے
 ایک کپڑے پوچھا۔
 ”ہم کب تک ہانگ کا لگ نہیں گے؟“
 ایک نرسو اپنی رشتہ خاں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں اور جہاز دو تھے پہنچ جانے کا کہیں کل دوپہر تک نہ لگا
 کی برقعہ براس جہاز کو لنگر ڈالنے کی جگہ لگے گی۔“
 میں نے لوں کا ہاتھ تھام کر کہیں کی طرف بڑھ گیا۔ سے لوں
 تھے کہا۔
 ”آج مجھے یقین ہو گیا کہ گن جی تو تو عدالت اپنے محبوب کو کافر
 پالیتی ہے۔“
 ”ہاں یہ تو ج ہے مگر میں نہیں یہ بتا چکا ہوں کہ میں حالات
 کے دھارے میں جتنے والا آوی ہوں۔ پتہ نہیں کون سی گھڑی مجھے
 تم سے“
 ”آگے نہ کہو فریڈ تم مجھے کا فرض ادا کر چکے ہو۔ اور میری
 محبت نہ کھینچے کا فرض ادا کر رہی ہے۔ تم اپنی ایک زبان سے سمجھا
 رہے ہو۔ دنیا کی تمام زبانیں جی مجھے سمجھا کر میرے دل سے نہیں
 نہیں نکال سکیں گی۔“
 میں اس کے کہیں کے سامنے آ کر رک گیا۔
 ”مے لوں میری ہی کوشش ہوگی کہ تم سے فائدہ نہ ہوں۔
 فی الحال مجھے دفاعی گفتے کے لیے جا ت دو میں تم سے دو تیکہ
 ملاقات کر دلی گا۔“
 وہ اتنی جلدی پھرنے کے لیے تیار نہیں تھی مگر میری خوشی کو
 اپنی خوشی سمجھتی تھی اس نے کہا۔
 ”اچھا۔ میں تمہارے انتقاد میں جا گئی رہوں گی؟“
 وہ بھاگی ہوئی کہیں نہیں گئی۔ جھوٹا دے کر نہ کر دیا۔
 میں نے اپنے کہیں میں اگر پہلے باپ بیٹی کا حال معلوم کیا۔
 کہہ کر میرے لیے عقاب کے تورا چھے نہیں تھے۔ وہ بیٹی کے کہیں
 میں بیٹھا ہوا سے سمجھا رہا تھا۔
 ”میں تیرا لوں سارا تم وہی لڑکی ہو جو سمندری آفات کے
 سامنے موادہ دار اسکرٹی تھیں۔ تم نے دشمنوں سے اور پولیس والوں سے
 مقابلے کے دوران کتنے ہی زخم کھائے ہوں۔ ستر بڑی زخموں کی
 تکلیفیں برداشت کرنی رہیں مگر تمہاری آنکھ سے آنسو نہ کھلا اور ان
 تم اس فریبی حکم کے لیے رو رہی ہو۔“
 ”نہیں پتا! وہ فریبی حکم نہیں ہے۔ پہلے ہم نے اسے دشمن کا
 جاسوس تھا۔ یہ بات غلط تھی۔ پھر میں نے اپنی حماقت سے اسے بزدل
 سمجھا لیا۔ حالانکہ وہ ذہن سے کام لے رہا تھا کہ اسے آپ کو بچانے
 کے لیے سے لوں سے پہلے برس کے سامنے پہنچ جاتی تو وہ انتقام لینے
 کے لیے پتہ نہیں کیا شرمناک طریقہ اختیار کرتا۔ یہ ہزار ڈاؤنچ اور
 تیزی طاری دکھائی مگر کہیں کی دھماکے کے مجھے ہانپا ہی پڑتا۔
 یہ بائیں اس وقت سمجھ میں نہیں آتیں۔ اب مغل آتی ہے تو دل رو
 رہا ہے کہ اسے مار کر نہیں جیت سکتی۔“

” چلوں مان لیتا ہوں کہ وہ دلہ اور ذہن سے نگر تم ہی یان لوکاس کے دل میں تمہاری محبت ہوتی تو وہ اتنی جلدی سے یونان کی طرف دھچکتا۔“

” پتیا! آپ نہیں جانتے۔ سے یونان خود اُسے جاہتی ہے۔ فریڈ نے دیا ستاری سے کوششیں کیں کہ اس سے دور رہے۔ خود میں نے سے یونان کو بھیجا یا نگر وہ اس کی محبت میں پاگل ہوئی رہی۔ ایک انسان کہاں تک اپنا دامن بچا سکتا ہے۔ ایسے وقت میں نے اس سے نفرت کی تو وہ محبت کا سہارا بنانے کے لیے ادھر جھک گیا فریڈ کو دینا تزلزلے کے راستے سے بھٹکانے والی ہیں یونان پتیا! اس نے باپ کی طرف سے مزہ پھیر لیا۔ پھر انسوؤں کو اکٹھوں میں آنے سے روکتی ہوئی ہوئی۔“

” میں ہاری ہوئی بازی جیت لیتا جا ہوں ہی نگر جمہوری رہے کیرے راستے میں سے یونان میں صمیم اور کمزور لوگ ہے۔ بہت پیاری ہے۔ مجھے اس پر اتنا پیارا تا ہے کہ میں اس کا دل نہیں سن توڑ سکتی۔“

عقاب نے مٹی کو گہری مچھتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا۔

” یہ بات نہیں پہلے کہنا چاہئے تھی کہ فریڈ کو وہ بارہ جتنا جاہتی ہو۔ جیتے۔ میں نے نہیں سمجھی ہانا نہیں سمجھا۔ ابھی تمہارے انسو دکھ کر لہجہ ہر تھا کہ ان انسوؤں کو کیسے پوچھ سکتا ہوں۔ تمہارے بہرہ کر شکل آسان کر دی کہ فریڈ کی دلچسپی تمہارے انسوؤں کو پوچھ سکتی ہے بس اب سارے غم جھلا دو۔“

سارے نے جراتی سے پوچھا

” آپ کیا کرتا چاہتے ہیں؟“

” دیکھ بیٹے! اگر تمہارے منہ میں کوئی تر طار لڑکی ہوتی تو تم ایک ایک اُسے جو غم میں بیچا دیتے۔ تو پھر سے یونان کو کمزور دیکھ سکتی ہو۔ کیا تم نے دیکھا نہیں لوکاس نے تمہارا اس طرح دشمنوں کو نہیں بیچنا یا ہے۔ وہ تمہارا میں تمہارے برابر کی لڑکی ہے۔ بلکہ تم سے زیادہ خطرناک ہے۔“

” جتنی بھی خطرناک ہو نگر پیاری لڑکی ہے۔“

” جب وہ اتنی پیاری ہے تو تم فریڈ کا پیار بھول جاؤ۔۔۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تو واقعی محبت کی طرح کمزور ہوئی ہو۔ بازی ہار کر دو سکتی ہو نگر سے یونان جلدی خطرناک لڑکی سے اپنا پیار نہیں چھین سکتی۔“

” میں سے یونان سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ اس سے محبت کرتی ہوں۔“

” جب ایک کمزور کسی شہ زور کا کھ نہیں بگاڑ سکتا تو غندہ ٹیکس جس کے کھنڈن کر لیتا ہے۔ تم فریڈ کی محبت ٹیکس کے طور پر

ادا کر کے سے یونان سے سمجھو نگر رہی ہو۔“

” پتیا! آپ مجھے غصے دلانے ہیں۔ اگر میں بھڑک گئی تو پتیا برا ہوگا۔ اس سے پہلے آپ سوچ لیں کہ میرے یونان کے سامنے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتی تو آپ اس کے خلاف لڑنے کے لیے ابھی زندہ نہ رہتے۔“

” سارا برا دینا میں تمہارے سوا کوئی نہیں ہے۔ اگر میں نہیں خوش نہ دیکھ سکتا تو سے یونان کی دی ہوئی زندگی میرے لیے بیکار ہے بیٹے! ہمارے ہمک غلامی ہمیشہ ہمارے لیے جان دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ایک بار اسکیئر نے میرے سامنے ڈھال بنا کر بازار گولی کھائی تھی۔ اس نے میری جان بچائی تھی۔ میں ان سب کا احسان نہ ہوں۔ نگر ان کے لیے اپنا اور اتنی مٹی کا نقصان نہیں کر سکتا زیادہ سے زیادہ انہیں انعامات دے سکتا ہوں۔ ساری زندگی ان کے کام آسکتا ہوں۔“

اب سنو! سے یونان کے لیے ایک بہت عمدہ بلا نگر ہے اگر ہم دونوں اس پر عمل کریں تو میں سے یونان کی بڑا سزا تو توں سے بہت۔۔۔ فائدہ پہنچے گا۔ میں سے مٹی بنا لیں گا۔ تم سے بہن بناؤں ہم دونوں اسے اتنی محبت اور امان آقا سائنس سے رکھیں گے کہ فریڈ کو بھول جاتے گی۔“

” وہ فریڈ کو چھوڑے گی نہیں بھولے گی کیسے؟“

” ان دونوں کو معجز ہونے سے پہلے اس طرح جدا کر دیا جائے گا کہ سے یونان کو کم پر شہ نہیں ہوگا۔“

” اسے روحانی عمل کے ذریعہ معلوم ہو جائے گا۔“

” نہیں معلوم ہوگا۔ یہی تو میں نے سنا سٹری کی ہے۔ جو لوگ دشمن بن کر اس لڑکی کے سامنے آتے ہیں وہ ان سے انتقام لیتی ہے۔ ذرا غور کرو۔ پرس کے آنے سے پہلے میں بھی دشمن ہی تھا میں نے اس کے دلونا کو قید کیا تھا۔ اسے مار کر مستند میں چھیننے والا تھا۔ مجھے سے یونان نے مجھے نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لیے اس لڑکی کو لڑکی چھپی ساز شیل کا علم نہیں ہوتا ہے۔“

وہ خندیں گے سے سوچنے لگا۔ واقعی یہ ایک اہم مکتبہ تھا کہ یہ مجھے قید کیا گیا تھا اور میں نے والا تھا تو سے یونان خاموش کیوں تھی اس لیے کہ بیجاری ٹیل پیٹتی نہیں جانتی تھی۔ وہ کسی سزا سزا تو تھی مگر نہیں تھی عقاب کے داغ نے اسے یہ بھی یاد تھا کہ خفیہ سازشوں کا علم سے نہیں ہوتا سارے قابل ہو کر کہا۔

” پتیا! آپ درست کہہ رہے ہیں۔ وہ لڑکی مرے کی زندگی فریڈ کو جاہتی ہے۔ اگر اسے ذرا بھی علم ہوتا کہ آپ فریڈ سے دشمنی کر رہے ہیں تو وہ آپ کو مار ڈالتی۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ دشمنوں کو چھپاتی نہیں ہے۔ جب یہ جان لیتی ہے۔ تب انتقام

لیتی ہے۔“

” ہاں۔ اب یہ بات سمجھ میں آگئی ہے تو دل کو کیا تم ہاری ہوئی بازی جیت نہیں سکتیں؟“

سارا روزانہ بن کر تصور میں مجھے دیکھنے لگی اس کے ساتھ ہی وہ سوچ رہی تھی۔ فریڈ میرے رزے سے مایوس ہو کر دوسری طرف جھک رہا ہے۔ لیکن وہ میری قربت کو بھی نہیں بھلا سکتا۔ میں اس کے قدموں میں جاؤں گی تو وہ سینے سے لگا کر مجھے معاف کر دے گا۔ پھر میں کچھ عرصہ کے لیے سے یونان سے بہت دور لے جاؤں گی۔ وہ بولی۔ پتیا! میں بازی جیت لوں گی۔ فریڈ کو سے یونان سے بہت دور لے جاؤں گی۔“

” نہیں سارا جیتنے کا یہ انداز غلط ہوگا۔ فریڈ کے ساتھ تم بھی ثابت ہو جاؤ گی تو سے یونان کو شہ ہوگا۔ تمہیں کچھ دنوں کے لیے فریڈ سے دور رہنا ہوگا۔ آج رات دو بجے جا لہا ہاڑنگ کا ٹک سے ڈویل کے ناصر پر رتھ کے انتظار میں رک جائے گا۔ سے یونان کو خواب اور دوا کے ذریعہ سلا دیا جائے گا۔ تم فریڈ کو پیار سے بھلا کر موٹر بوٹ کے ذریعہ سلاؤ کی طرف سے جانا۔ وہاں ہمارے آدمی تم دونوں کے دشمن بن کر تمہیں یاد اوروں کی زد پر ہماری پونی جو ملی میں سے جائیں گے۔ وہاں فریڈ کو قید کر دیا جائے۔ اس کے سامنے نہیں بھی قید کرنے کے لیے وہ لوگ دوسری جگہ سے جائیں گے۔ یعنی فریڈ کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی تم سے یونان کے بیدار ہو کر سے پہلے جہاز میں چلی آنا۔“

جب سے یونان پوچھے گی تو اسے بتایا جائے گا کہ فریڈ منع کرنے کے باوجود موٹر بوٹ لے کر تمہارا ٹانگ کا ٹک کے ساحل پر لگیا ہے۔ جہاز کے تمام لوگ ہماری اس بات کی تصدیق کریں گے۔ سے یونان اس کی واپسی کا انتظار کرتی ہے گی۔ ہم اسے سمجھاتے تھے رہیں گے، اپنی خفتوں سے متاثر نہ کرنے میں گے۔ پھر ہم اس کی سختی میں جا کر اس کے ڈر سے باپ کو اتنی دولت دیں گے کہ وہ سے یونان کو ہمارے پیار کے لئے میں چھوڑنے کے لیے راضی ہو جائے گا۔ اب بتاؤ یہ کیسی بلا نگر ہے پتیا۔“

” اچھی بلا نگر ہے پتیا! کچھ دنوں کے بعد میں پرانی گولی میں واپس جاؤں گی۔ وہاں قید سے فرار ہونے کا ڈرامہ کھلا جائے گا۔ سوچنے سے نکلیں کہ پتیا جیل کے میرے بیٹا بھری سفر پر گئے ہیں۔ سے یونان کو تلاش کیا جائے گا تو اس کے باپ کی سختی نہیں گئی۔ آپ سے یونان کے خاندان کو کسی اچھی جگہ منتقل کر دینگے ہوں گے۔ سے یونان آپ کے ساتھ بھری سفر میں ہوگی۔ میں فریڈ کو لے کر یورپ چلی جاؤں گی۔“

باپ بیٹی کے منصوبے بن کر میرا سر دھکنے لگا۔ میں نہیں

نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ان کی پوری بلا نگر سے واقعہ ہونے کے بعد ہی میں اپنے نخطا اور سے یونان کی بھلائی کے لیے کچھ کر سکتا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی تو چونک گیا۔ سونیا کے پاس پہنچنے میں آدھ گھنٹہ لیٹ ہو گیا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ کی طرف جھپٹا لگا۔

سونیا اسی عمارت کے بڑے ہال میں پہنچ گئی تھی جہاں وہ لیٹ پڑا ہوا تنظیم کے اجراء سے متعارف ہوئی تھی اور وہیں اس نے اس تنظیم کے ایک خطرناک کو براہین کو اذہان دیا تھا۔ وہاں پھر وہی تمام افراد نظر آ رہے تھے۔ سونیا جو زفٹ و سکتی سے کہہ رہی تھی۔

” میرا بیٹا مجھے بہت یاد آ رہا ہے۔ جب تک وہ یاد آتا رہے گا میں ماسک میں سے اچھی طرح باتیں نہیں کر سوں گی۔ تم چھپو زنی کو فوراً یہاں بلاؤ۔“

جو زفٹ و کی پریشان ہو گیا۔ کیونکہ سونیا مقررہ وقت کے مطابق ماسک میں سے ملاقات نہیں کر رہی تھی مگر وہ ادا سونیا کی حکم عدولی نہیں کر سکتا۔ وہ شیشوں کے پاس جا کر سو رہا تھے کے بعد اس رہائش گاہ کے فرماؤں کرنے لگا جہاں سونیا کے ساتھ چھپو زنی وغیرہ رہتے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ میرے انتظار میں وقت ضائع کر رہی ہے۔ میں نے کہا۔

” ہیلو سونیا! میں آ گیا ہوں۔“

” اوہ فریڈ! تم خیریت سے تو ہو تمہاری عدم موجودگی سے میں گھبرا رہی تھی کہ پتہ نہیں تم کن مصائب سے گزر رہے ہو۔“

یہ وہ عورت تھی جو میری پریشانیوں کے سامنے اپنی پریشانیوں کو بھول جاتی تھی۔ اسے اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ اس کے پاس نہ بیٹھا تو وہ ماسک میں سے کیا باتیں کرے گی کہ اس طرح شیلی بیٹھی کا کھرم لگے گی۔ وہ من میرے مصائب کے بارے میں سوچ کر پریشان ہو جاتی تھی۔ میں نے کہا۔

” میری جان! میں خیریت سے ہوں مگر مجھے اور وہ گھنٹہ چاہیے۔ کیا تم اس وقت تک ماسک میں کو ٹال سکتی ہو پتہ۔“

” ٹالنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لیے پریشان تھی۔ یہاں میرا دل نہیں لگ رہا تھا۔ ماسک میں سے طے کوئی نہیں چاہتا تھا اس لیے میں نے چھپو زنی کو بلائے کا ہانا نہ کیا۔ اب تم خیریت ہو تو کوئی بات نہیں۔ میں تمہارا ماسک میں سے باتیں کر سکتی ہوں مگر تم آدھ گھنٹہ تک کہاں مصروف ہو گے پتہ۔“

میں اس کے سامنے روانہ اور سے یونان کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے جھوٹا کہنا پڑا۔

”سونیا! یہاں ایک شخص کو میری ٹیلی منیجی کی صلاحیتوں کا علم ہو گیا ہے اس لیے اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کرنا چاہوں گا۔“ اچھی بات ہے۔ تم اسے وہاں خاموش کرو، یہاں میں بول رہی ہوں۔ خدا حافظ“

سونیا سے رخصت ہوتے ہی میں نے رومان کے نام رخ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مجھے حاصل کرنے کے تصور میں کھڑی ہوئی تھی۔ کہیں میں عقاب نہیں تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔

”پاپا کیا کہتے ہیں گے؟“

”ہاں“ وہ سوچنے لگی۔ ”اگر فریڈ اسے یون ایکسپن میں یوں تو پتہ کیا اب تک واپس آ جانا چاہیے مجھ کو نہیں لگتا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سے یون سے تنہا ہی میں باتیں کھینے ہیں۔ پھر وہ چائے کا آؤڈر دیں گے۔ پیتا سے غلطی نہیں کوئی چاہیے۔ وہ بوڑھے تجربے کار ہیں۔ بڑی ہوشیاری سے سے یون کی پیالی میں خواب آور دوا ملا دیں گے۔ جب وہ گہری نیند سو جائے گی تو میں معانی مانگنے کے لیے فریڈ کے کمرے میں جاؤں گی۔“

میں نے فوراً ہی عقاب کی سوچ پڑھی۔ وہ اپنے کہیں کی الماری سے سلیپنگ پیز کا سفوف ایک پڑیا میں لے آیا تھا وہ پڑیا اس کی جیب میں رکھی ہوئی تھی۔ وہ ملازم کو درمیانی چائے لانے کا حکم دے کر سے یون کے کہیں میں گیا تھا اور اب بنا پستی باپ بن کر اس سے باتیں کر رہا تھا۔

میں کہیں سے نکل کر اس کے پاس جانے لگا۔ سیدھا سا عمل یہ ہوتا کہ جب چلنے کی پیالیاں سامنے رکھی جائیں اور وہ سے یون کی توجہ دوسری طرف ہٹا کر اس کی پیالی میں دوا ملانا تو دائمی کامات کے زیر اثر وہ خود پانی پیالی میں اس دوا کو حل کر دیتا۔ لیکن اس طرح عقاب اور سردار یہ سوچتے ہو مجبور ہو جاتے کہ اب ان کی خفیہ سازش کا علم سے یون کو کیسے ہو گیا ہے وہ نشیل چلتے عقاب نے کیسے لی ہے؟

پھر یہ کہ وہ معانی مانگنے کے لیے میرے پاس آنے والی تھی۔ اسے بھی روکنا ضروری تھا کیونکہ مجھے سونیا اور اس کے مین کے ساتھ مصروف رہنا تھا۔ اس لیے میں سے یون کے کہیں میں پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی عقاب کا پریشان ہونا لازمی تھا کہیں سے یون تو سنی سے اٹھ کر بولی۔

”آؤ فریڈ! میں سر برائڈ سے باتیں کر رہی تھی۔ مگر یہ اڑھیاں ہمارا ہی طرف تھا“

میں نے اپنا سر ہٹا کر پریشانی سے کہا۔

”میرے سر میں بہت درد ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ کئی ہوگی... رہتے دو، میں یون سو نے کی کوشش کروں گا۔“ وہ جلدی سے قریب آ کر میرا ہاتھ تھام کر بولی۔

”میں تمہارا سزا ہی اچھی طرح دباؤ لگی کہ نیند آجائے۔ میں اسے ایک بازو کے گھیرے میں لے جانے لگا۔ عقاب نے اٹھ کر کہا۔

”تھوڑی دیر تھیر جاؤ۔ چلنے آرہی ہے۔ بیٹی چلنے کی رکھاؤ۔ سسر برائڈوں میں بعد میں بی ڈانگی۔ شکریہ آپ بہت بہران میں“

وہ میرے ساتھ کہیں میں آئی۔ میں نے دماغ سے کواڈر سے بند کرنے کے بعد بستر پر لیٹے ہوئے کہا۔

”میں تمہارے نازک سے ہاتھوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے نہیں یہاں لے آیا ہوں“

وہ میرے پاس بستر کے سرے پر لیٹ کر بولی۔

”ایسا ڈکو۔ میں تو تمہاری خدمت کرنے کے لیے ہی تمہارے نام رکھی گئی ہوں“

”اب تم انہیں بند کر دو۔ میں سر قاب رہی ہوں“

”میرے سو نے سے پہلے وعدہ کر دو کہ ہر سے نہیں کوئی بھی ملانے، تم نہیں جاؤ گی۔ بلکہ یہاں سے کوئی جواب نہیں دو گی۔“

اس نے وعدہ کیا۔ میں نے انہیں بند کر کے اب سارا میرے کہیں میں نہیں آ سکتی تھی۔ اسے یہ معلوم ہو جانا کہ سے یون میرے ساتھ وقت گزار رہی ہے۔ میں نے پہلے عقاب کی سوچ پڑھی۔ وہ غصہ میں جھنجھلا رہا تھا۔ میں اس کے شکار کو چھین کر لے آیا تھا۔ اب وہ اپنے کہیں میں بیٹھا اپنے لیے شراب کا پہلا بیگ بنا رہا تھا۔

میں اس کے دماغ میں گھس گیا۔ میں نے کہا۔ ”پڑیا“

اس نے جیسے پڑیا نکالی۔ میں نے کہا۔

”مجھے یہ ناکامی قبول کر تھوڑی دیر کے لیے سو جانا چاہیے“

اس کی سوچ نے کہا۔

”نہیں آج کی رات اہم ہے۔ مجھے سونا نہیں چاہیے۔ اچھی میں ایک بیگ کی کمرالہ کے پاس جاؤں گا اور ایک ہی تدبیر پر اسے عمل کرنے کے لیے کہوں گا“

انسانی نفسیات یہ ہے کہ وہ سوچنے گھننے کے دوران بھی کچھ غیر شعوری حرکتیں کر لے کہے اور خود اسے علم نہیں ہوتا کہ اس سے کون سا فعل سرزد ہو چکا ہے۔ میں نے اس کے شعور کے چور فلنے سے وہی حرکت اس سے کرائی۔ اس نے پڑیا کھول کر اس کا سفوف اس شراب میں ڈال دیا۔ پڑیا کے کاغذ کو

ڈیوڈر کرانی مٹھی میں بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اس کی شعوری سوچ میں جھانک کر کہا۔

”لعنت ہے اس پڑیا پر مجھے اسے چھینک دینا...“

اس نے جھانک کر سے دور چھینک دیا۔ پھر جام اٹھا کر بنے لگا۔ وہ صرف ایک جام پینا چاہتا تھا۔ میں نے اسے دوسرا جام ملا یا، پھر کہا۔

”عقوب بے کچھ تیر ہی نہیں ملتا۔ اصل شخص میں شراب کھانہ پانی ہو جانا ہے۔ مجھے یوں اٹھا کر...“

اس نے تو اٹھا کر منے لگائی۔ اسے سلائے کے لیے اٹکا لائی تھا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ اس میں انہیں کھول کر گھڑی میں وقت نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ سے یون کے سلائے میں سوجانے کی ایک لنگ کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پوچھا۔

”پتہ نہیں کیا وقت ہوا ہے۔ میں فریڈ کی گھڑی میں دیکھوں گی۔“

اس نے ذرا جھک کر میری سمت دارج دیکھی۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ میں نے فوراً ہی سونیا کی طرف جھانک لگائی۔ وہ اس کمرے میں پہنچ چکی تھی جہاں وہ کمپوٹر مشین رکھی ہوئی تھی۔ اور جیسے سب ماسک میں کتے تھے کمپوٹر کے سامنے ایک بڑی گول میز کے اطراف بیٹھا۔ اجماعاً فریڈ بیٹھے ہوئے تھے سونیا کمپوٹر کے سامنے بیٹھی ہوئی کھڑی تھی۔

”پھر میں اس پر فانی علاقہ کے موڈ گریج کے پاس پہنچی۔ وہاں نیٹلان ٹی ٹی کی جیسے بڑی محنت سے پیش آئی۔ مجھے آرام سے سوجانے کا موقع دیا۔ مگر آٹھ گھنٹے ہی دشمنوں نے نہیں گھر لیا۔ اس کے بعد جس طیارے میں ہمارا سفر شروع ہوا اس کا حال آپ جانتے ہیں۔ اس طیارے نے مجھے آپ کے پاس پہنچا دیا ہے۔ بس کی میری دوستانہ ہے۔“

سونیا کی رپورٹ تمہارے ہی کمپوٹر کا ایک چھوٹا طلب ان ہوا۔ پھر اس کے دونوں اپولٹھو نے نکلے۔ اس کے ساتھ ہی کمپوٹر کے منہ سے سفید کاغذ کی رین نکلے گی۔ اس رین پر ماسک میں کا جواب پرنٹ ہو رہا تھا۔ جب دونوں اپولٹھو رک گئے۔ تو سونیا نے رین کو کمپوٹر کے منہ کے پاس سے چھانڈ کر پھاڑنا شروع کیا لکھا تھا۔

”سونیا! میں پھر تمہاری جرت اور صلاحیتوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ کوئی آہنی عزم کا انسان بھی منظر بارہ شمالی کاس سردہم میں نہیں پہنچ کر واپس نہیں آ سکتا۔ تم نے طری اور قوت الادی کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ مگر تم نے یہ نہیں بتایا کہ وہاں خفیہ زمین دون

اڑتے ہیں کیا ہو رہا تھا؟

سونیا! تم ایسی سستی ہو، جوائنٹوں کے دماغ میں چھپتے لاکھوں نکال لاتی ہے تم نے خفیہ زمین دونوں سے نفیاً جھجھکات حاصل کی ہوں گی۔ میں سہرا سے انتقام لینے کے لیے بہت لمبے عرصے ہوں۔ قطعاً کے مجھے وہاں کی باتیں نہ چھپاؤ میں تمہارے جواب کا انتقاد کر رہا ہوں۔ فقط ماسک میں۔“

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔

”سونیا! اس سے کہہ کر تم اس کا جواب سوچ کے خلیہ دو گی۔ اس طرح ہم معلوم کریں گے کہ وہ کون سا لسانی سوچ کیسے پڑھ لیتا ہے۔ سونیا نے جواب میں یہی بات کہی۔ اس کے ساتھ کمپوٹر کے اسپول حرکت میں لگے۔ اس بار ماسک میں نے جوزف وکی کے نام پیغام بھیجا تھا۔

”جوزف وکی! ماہم سونیا کی خواہش فوراً پوری کی جلتے“

جوزف وکی نے پیغام پڑھتے ہی ایک الماری کے پاس جا کر سے کھولا۔ پھر اس سے ایک آرن کیپ نکالی۔ طیارے کے ایکٹ جیسے سرور پر ٹولی بیٹھے ہیں۔ دوسری وہ آہنی ٹولی تھی۔ جوزف وکی جب وہ آہنی ٹولی سونیا کو پہناتے لگا تو اس نے کہا۔

”سونیا! اب تمہارے دماغ میں خفیہ سوری ہو چکی ہوں گی۔ تم مجھے فریڈ کے نام سے کبھی مخاطب نہ کرنا۔“

وہ کمپوٹر خلیف کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ آہنی ٹولی اس کے اوپر کاتوں کو ڈھاتی ہوئی کچھ گردن تک چھنی ہوئی تھی۔ سر کے اطراف دھلا تھے تھے۔ جوزف وکی سلطان ٹاولوں کو کمپوٹر کے بلگ بول سے منظر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی کمپوٹر کے سینے پر جو میں آج تک ایک اسکرین روشن ہو گیا ماسک میں پھرتے چھٹے خانوں کے کرافت بنے ہوئے تھے۔

جیسے ہی میں نے سوچا کہ اس کرافت کے لیے نہانے گئے ہیں؟ اس سوچ کے ساتھ کرافت پر لاؤ چکی پچی کیریں جتنے لگیں۔ میری سوچ لگی تو وہ کیریں بھی رک گئیں۔

میں نے سوچ کے ذریعہ پوچھا۔

”ہیلو ماسک میں! کیا آپ میری سوچ پڑھ رہے ہیں؟“

کرافت پر لہروں کی صورت میں کیریں نقش ہونے لگیں۔ میری سوچ کی لہرں جب اس اسکرین پر نقش ہوئیں تو اسکرین کا کرافت اچانک ہی بدل گیا۔ اب کمپوٹر کے دونوں اسپول گوم رہے تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ اسپول ماسک میں کی سوچ کی لہرں اسکرین پر نقش کرتے ہیں۔ اسکرین پر اب ایسا ہی سوجوں کی لہرں نقش ہو رہی تھیں۔ اور وہ سوجوں لفظوں کی صورت میں سفید کاغذ کے رین پر پرنٹ ہو رہی تھیں۔ جب دونوں اسپول تم گئے۔ اسکرین بدل گیا تو جوزف وکی

کوئی تیس جہان سکنا :-

ایک باس نے کہا تادم! آپ کو ہر بات کا علم ہو جاتا ہے۔
- ہاں لیکن موت کا علم کسی کو نہیں ہوتا میں بھی انسان ہوں۔
مجھے بھی ایک دن مرنا ہے اور وہ دن آج کا نہ ہو تو بہتر ہے۔

سب مایوس ہو گئے سونیل نے سسکا کر کہا: میں تم لوگوں کی خوشام
کا احترام اس طرح کرتی ہوں کہ ہم اسی عمارت کے اندر سو ب
کھاؤں نہیں، میں مایوس گاہیں اور صبح آرائیں۔ ہولو منظور ہے؟

- منقطع ہے۔ سب سے ایک زبان ہو کر کہا: چھ مہینے بولتے
ہم نے اس مال سے باہر جانے لگے۔ ہاں سے باہر اگر سونیل نے کہا۔
مجھے صرف ہندو منٹ کے لیے تنہا چھوڑ دو۔ چھ مہینے تھادی
تفرحات میں شامل ہو جاؤں گی؟

یہ کہہ کر وہ زور سے جگ کے ساتھ ایک آدامہ کو کہے میں اگر
لیٹ گئی چھ مہینے غائب کیا۔ ہولو فریاد آئینہ کیا اڑانے ہیں۔
- جہان! اٹھنے کے ساتھ بڑا سنگین ارادہ ہوتا ہے محکم ہرگز
میل دود ہوتی۔

- مزارت شروع کر دی تھنے؟ آؤ بی بی جاؤ اور غور سے
سنو۔ اب میں تم سے وعدہ نہیں رہ سکتی میں غم سے لڑتی ہوں کہ تم
مجھے ریڈ پاؤں کی تھلی میں آٹھ کر دوں گے لفظوں میں مجھ سے
بڑھا چھوڑ کر کہیں پیش کر رہے ہو۔

- اچھا اب تم لڑنا کا بروہی کی طرح جھگڑا کرنے کو ڈرتی ہو۔
- یہی تو بھولے تھے کہ کسی ہتھکڑے بڑی جہاز میں سٹریٹیا
کی طرف جانا ہے۔ ہوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ میں ملدی وہاں
تم سے ملوں گی لیکن تم مجھے دودھ کھنا چاہتے ہو۔ یہی لیے اہل
ایچی دھمکے کے سلسلے میں اچھا ہے ہو۔

- میری جہان! یہ دھمکنا توڑی ہے۔ اس طرح ہم ماسٹروں کی
پہلی تنظیم میں دھماکہ کر کے تھادی۔ دہشت ان بے طہاری ہر
جلے گی۔

مجھے دہشت طاری کرنے کا شوق نہیں ہے۔ صاف
صاف بتاؤ۔ جہاری ملاقات کب ہوگی۔ ابھی اور اسی وقت ملاقات
کا دن اور وقت متور کرو۔

تم تو جیسے کاح کی تاریخ متور کر رہی ہو۔ میرا بس پلے تو میں
ابھی تھا ہے پاس آجاؤں مگر افسوس! مجبور ہے۔

- کبسی مجبور ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم کیا پیچھے پر گئی ہے۔
میرے آنے والی ہیں ایک ہے۔ ہمیشہ میرے درمخ میں
جو کچھ رہتی ہے۔ نام بتاؤں؟

- جو اس مدت کو میری بات کا جواب دو۔
- جواب سنو، اس دنیا کے ایک سرے دوسرے سرے تک

ماسٹروں کی تنظیم کا ہر فرد جانتا ہے کہ تم فرد کو دلو ایچی کی مدد تک
چاہتی ہو۔ فرد کی موت کے بعد ہی اس کے نام پر زندہ ہو رہی
صورت ہیں مگر تم مجھ سے کیسے ملتی تو دشمنوں کو شہرہ ہوگا کہ تم
فریادی ہو سکتے ہے شاید وہ زندہ ہے۔

- ایسی صورت میں تو جو تم مجھے سمجھ نہیں لوگے کہ کیا تم
ہلے وقت بنا رہے ہو؟ کتنے ہی منتی کرنے والے چھپ کر کھڑے ہیں
تم ایک اپ میں رہو گے تو کوئی پہچان نہیں سکے گا۔

- فرد کی سب سے بڑی پہچان سونیا ہے۔ سونیا جس سے
تتمانی میں ملے گی وہ ہاں تو فریاد ہو گا یا ہر فرد کا کوئی ہم
ماسٹروں کی تنظیم کے افراد ہم آپ شخص سے بھی دلچسپی نہیں لے
- تم نے مجھے ملنے والی ہو اس کرل۔ اب میرا فیصلہ سنا۔

ایچی دھمکے کے بعد میں ماسک میں کو تلافی کی کہ میں ایک لپ
میں چھپ کر آسٹریلیا جا رہی ہوں۔ دشمن سونیا کو نہیں پہچان
سکتیں گے۔ میں فوسے نوپ میں تم سے ملوں گی تو کوئی ہم
بھی تشہ نہیں کہے گا۔ ہولو کیسی رہے گی؟

میں اپنا سر کھانے لگا۔ اسے ملنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ
میں اس سے ملنا گیا تھا۔ اپنی جہان سے کوئی بیزار نہیں ہوتا۔ فریاد
میری جہان تھی میری زندگی تھی لیکن بعض حالات میں انسان کو اپنی
نوشہیں سے بھی دور رہنا پڑتا ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ
یکساںیت سے بیزار ہو جاتا ہوں۔ اگر سونیا سے ملاقات ہوئی تو
کسل بن جاتی۔ عورت کو ہزار سچاؤ اور ڈرا ڈھکی ہے تو نعمت
بڑھتی ہے۔ پھر شے انتظار کرنے اور وہاں ملنے کی خوشام
ہمیشہ یادگار بن جاتی ہیں اور ہمیشہ ساتھ لے لینے والی خوشام
لڑائی جھگڑوں میں بدلتی رہتی ہیں لیکن یہ باتیں عورت کی کچھ
میں نہیں آتیں۔

میں نے کہا تادم! ابھی بات ہے۔ ایچی دھماکہ کے بعد میں
ملاقات کا کوئی دن متور کروں گا اور بتاؤں گا کہ ہم نے نوپ آپ
کماں اور کس طرح ملیں گے۔

- اور فریاد! تم کتنے لچھے ہو۔ جی چاہتا ہے کہ
اس کی بات ہوئی نہ ہو کسی چاہنا کہ جی میں نے سونیا کی
سنی پیچ کی گرج میں اس کے سامنے بتایا کہ اس کے سر کے
پھلے جھٹے پر ہر دست چرٹ پڑی ہے۔ میں نے اسے آرازی
مخواب اس کا وہاں جواب دینے کے قابل نہ رہا تھا۔ میں گھبرا
کر اٹھ بیٹھا۔

مجھے اس طرح گھبرا کر نہیں اٹھنا چاہیے تھا کیونکہ میں جہاز
کے کیس میں سے لوں کے پاس لیٹا ہوا تھا مگر میرا وہ دل نظر
تھا اپنی سونیا کو کھٹے میں دیکھ کر میں بوکھا گیا تھا۔ وہ بیزار
دیا جانے؟

پوچھتی ہیں اس سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی پریشانی
میں یاد نہ کیا میں سے لوں کے پاس ہوں۔
مے لوں نے بیزارانہ نظر کو پوچھا: فریاد! کیا بات ہے؟

کیا جانے کوئی جھپٹک خواب دیکھا ہے؟
اب میں سے لوں کی موجودگی سے پریشان ہو گیا تھا۔ مجھے
فریادیں واپس سونیل کے پاس پہنچنا تھا میں سے کہا تادم! ہاں بہت
ہی جھپٹک خواب تھا مجھے تھوڑی دیر آج نہیں بند کھڑے وہ۔ پھر
میں تم سے بات کروں گا۔

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں پھر صبح سے پہلے
جوزف دسکی کے داغ میں جھپٹا کر دیکھا کہ اس نے سونیا کی
پہنچ سنی ہے یا نہیں۔ پتہ چلا کہ سب ہی پیچ من کر اس کہے کی
طرف ملے آئے تھے پہلے انھوں نے دروازہ پینٹا شروع کیا۔ پھر
دروازہ توڑنے لگے۔

دروازہ ٹوٹ کر کس کے اندر گر پڑا۔ اندر سونیا نہیں تھی۔
پلنگ کے قریب فرش پر انٹونی عرف کو براہین کی لاش بڑی
ہوتی تھی۔ وہی کو براہین جو سونیا کا جانی دشمن تھا۔ سونیا نے اس
کا دوا لیں آنکھیں چھوڑ دی تھیں میں اور سونیا کو براہین کی طرف سے
ناظر ہو گئے تھے کیونکہ وہ اندھا ہونے کے بعد کوئی نقصان نہیں
پہنچا سکتا تھا۔

ملاقات میں بتا ہے تھے کہ کو براہین نے سونیا کو نقصان
نہیں پہنچایا ہے۔ کیونکہ سونیا کو غائب کرنے والا لاش میں تبدیل
نہیں ہو سکتا تھا۔ اس وقت جوزف دسکی کی داغی آنکھوں
سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے کان پھلاد دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کچھ لوگ
جوزف دسکی کے ساتھ دوڑتے ہوئے وہاں گئے۔ پھلے دروازے
کے باہر ایک زمین نیچے کی طرف گیا تھا۔ دوسری طرف دو عدائیت
کے دروازے نظر آ رہے تھے۔

ایک دروازے کے قریب تالی ہے تھے کہ لفظ نیچے جا رہا
ہے۔ اسی وقت خطے کے الا تم بچے لگا۔ کچھ لوگ دوسری لفظ
کی جانب دوڑے مگر یہ دوڑ چھاگ فضل تھی۔ دوسری لفظ کو
بھاگ کر دیا گیا تھا۔ جوزف دسکی تیزی سے چلنا ہوا کہ میں آیا۔
پھر فریاد کا لہیرا اٹھا کر مسلح کارڈ کے اس لیڈر سے رابطہ قائم
کرنے لگا۔ جو عمارت کے بیرونی گیٹ پر تھا۔

رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے حکم دیا کہ بیرونی گیٹ سے ایک
چوڑی کو بھی باہر نہ جانے دیا جائے۔
دوسری طرف سے جواب ملا: انٹونی عرف کو براہین کا تاثر
لے جانے والی گاڑی گیٹ کی طرف آ رہی ہے۔ کیا تم سے بھی روک
دیا جائے؟

جوزف دسکی نے عقدہ سے پیچ کر کہا: یونان سن! فوراً
اسے روکو۔ اس تاویز میں وہ ادم سونیا کو لے جا رہے ہیں۔
اس کی بات غم ہونے ہی غلام کی آواز نانی دی جوزف دسکی

جیب سے ہاں لڑا کر کاٹا ہوا تیزی سے دوڑتا ہوا کھڑکی کے پاس
آیا۔ اس وقت وہ عمارت کی پورھی منزل پر تھا۔ دو درخت پہنچے
بیرونی گیٹ نظر آ رہا تھا۔ ایک وین کار میں بیٹھے ہوئے لوگ
اسٹین گولن سے فائرنگ کر رہے تھے۔ وین کار تیزی سے دوڑتی
ہوتی کڑی کے گیٹ سے چھوڑ گئی جھانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ گیٹ
کا ایک حصہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ کار بھی لے کار ہو گئی لیکن اس کے
پچھے والی وین کار کو آگے نکل جانے کا موقع مل گیا۔

جوزف دسکی کھڑکی کے باہر جھپٹ کر فائرنگ کرنا رہا پھر اس
نے ہاتھ رک لیا کیونکہ اس کے سلع جہازوں کی گاڑیاں وہاں
سے گزر رہی تھیں۔ وہ آگے نکل جانے والی وین کار کا تعاقب کرنے
چاہے تھے جوزف دسکی چھوڑ دیتا ہر لفظ کے پاس آیا۔ نیچے
پہنچنے والی لفظ واپس آئی تھی۔ وہ لوگ ایک ایک لفظ میں گڈ
ہو کر بیٹھے آئے۔ جو وین کار گیٹ سے بھاگ کر لے کار ہو گئی تھی اس
کے دو افراد زندہ گزار کر لیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک مرد تھا اور
دوسری بیگرو عورت تھی۔

دونوں کو جوزف دسکی کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے
مرو کے منہ پر ایک آٹا ہاتھ رسید کرتے ہوئے پوچھا: جلدی بتاؤ۔
تھا۔ آدی ادم! کہاں لے جا رہے ہیں؟

بیگرو عورت نے بڑے ہی گھبرے ہوئے لیے میں گری
سنجیدگی سے کہا: مجھ سے پوچھنا توڑی ہے تم توڑنے سے پہلے آخری
خوشامش کی تھی کہ اس کی لاش کو بیان چھوڑ دیا جائے۔ اس کے
تاکت میں سونیا زندہ دفن ہونے کے لیے جانے گی۔

جوزف دسکی نے اس کے منہ پر بھی ایک ہلا پڑ کر سب کیا۔
پھر عقدہ سے کاہنتے ہوئے بولا: میں تم دونوں کو ایسی اذیتیں پہنچاؤں
گا کہ تمھاری روح تک کاہنتے لگے گی۔... انھیں اندر لے ملو۔
ہہ لوگ تیل کو لے کر اندر چلے گئے۔ اندر لوچ ایک
گرمی پر بیٹھا ہوا اٹھارہ سٹم کے ذریعہ ان لوگوں سے باہر کر دیا تھا
جو وین کار کا تعاقب کر رہے تھے۔ تمام اطلاعات موصول ہو رہی
تھیں کہ دشمن کس راستے سے سونیا کو لے جا رہے ہیں۔ ریڈیو اور کے
آدی بڑی کامیابی سے تعاقب کر رہے تھے۔ آئی بیڈی کہ وہ لوگ جلد
ہی سونیا کو واپس لے آئیں گے۔

اچانک میں نے محسوس کیا کہ جوزف دسکی فرس ہو رہے۔
اس کے دل کی دھڑکنیں اپنی رفتار چھوڑ رہی ہیں۔ دونوں ناگیں
کانہ رہی ہیں پھر وہ فرش پر گر پڑا۔ سب لوگ اسے سہارے تک

251

آٹھانے کیلئے آگے بڑھے۔ میں ہر طرف و سکی کے داغ سے نکل کر
زیر بچ کے داغ میں پیش گیا۔ کیونکہ ہر طرف و سکی کا داغ اچھی طرح
کام نہیں کر رہا تھا۔

تب بیکر و عورت کی زہریلی ہنسی سنائی دی۔ وہ کہہ رہی
تھی۔ مجھے ملنا چاہئے نہ والا۔ ہاں ہے۔ اس کی ہنسی میں میرے ذہنوں پر
لگی تھی۔ تم لوگ کوئی یاد ہو گا کہ انہوں نے کمانت زہریلے تھے۔ آد
اب میں اپنا تعاقب کر لادوں۔ میں انہوں کی طرف کوریا میں کی جو رہی
ہوں۔ وہ ناگ خنیا میں ناگن ہیں۔

سب لوگ ذرا سہم کر بیٹھے ہٹ گئے۔ دو سح جوانوں نے
ناگن کے دونوں ہاتھوں کو موڑ کر کینٹ کی طرف کھٹا دیا۔ وہ دانتوں
کی مٹائی کرتی ہوئی مسکرائی تھی۔ کچھ لوگ ہر طرف و سکی کو طبیعا مداد
پہنچانے کیلئے وہاں سے اٹھا کر لے گئے تھے۔

زیر بچ نے ناگن کو خوشخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ یہی
طرح بتا دو کہ ماہم ٹوٹا کمال لے جا جا جا رہا ہے۔ ہر ذرا اچھی بھارت
تھا کہ ہریلے و انت توڑ ڈیلے جا جائیں گے۔

وہ ایک ہمت مند لگا کر بولی۔ آج تک مجھ پر کسی نے ہاتھ نہیں
آٹھایا۔ میں نے ہاتھ اٹھا دیا۔ اس کا آٹھانے نہ دیکھ لیا۔ سزا اوتھیں
بڑا نشت کرنا تو دور کی بات ہے۔ میں کسی کی نفرت بھی نظریں
بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ میرے دونوں ہاتھ جوڑ کر لادے۔ قیدی
بن کر میری جوتوں میں کی جا رہی ہے۔ اس کا اہتمام ماہم ٹوٹیا سے
لیا جائے گا۔

مجھے زیر بچ کے داغ میں بیٹھ کر پتہ چلا کہ وہ بہت ذلیل ہے۔
اُس نے فوراً ہی مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے آدھیل
کو حکم دیا۔ اسے چھوڑ دو۔

ناگن کے ہاتھ چھوڑ دیے گئے۔ وہ اپنے ہاتھوں کو مسلا رہی تھی۔
زیر بچ نے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے؟

وہ مسکرائی ہوئی بولی۔ جب میں نرس بن کر میں انہوں کی
تیمار دہاری کے لیے آئی تھی۔ اس وقت میں نے اپنا نام بتا دیا تھا۔
زیر بچ نے سروا کر کہا۔ ہاں یلو آئیے۔ تمہارا نام کچھ اور ہے۔ کیا؟
بتاؤ گی کہ اتنے بڑے نامہ اسپتال کے ڈاکٹر کے ساتھ تم نرس بن کر
کیسے ہو گئی۔

کچھ لٹھے پر پٹکن ڈال کر بولی۔ یہ کیوں مسرتا تم اپنا ایک اتنے
اطمینان سے کہیں سوالات کر رہے ہو۔ جبکہ تمہاری ماہم نظروں میں ہے۔
اس بار زور بچ مسکرا کر بولا۔ میں انہوں کی زہریلی فطرت کو
سمجھتا تھا۔ کبھی باہم نہیں آس کے دشمنوں کو شرت کرنا چاہا۔ لیکن
اُس نے مخالفت کی۔ اس زہریلی فطرت والے نے اپنے ہاتھوں
کے زہر سے تمہیں ہلاک کیے ہیں۔ فطرت تمہاری ہر سکتی ہے۔

اپنے ناگ شہر کا اہتمام اپنے زہریلے دانتوں سے لوگی۔ لہذا ہریل
نہیں ہماری حراست میں رہے۔ وہاں ہماری ماہم محفوظ اور
سلامت رہیں گی۔

مچھرا غزائی ہوئی اُسے دیکھتے لگی۔ مجھے شے کا احساس ہوا۔
میں نے فوراً ہی زیر بچ کے داغ میں کمانے۔ یہ مجھ پر حملہ کرنے والی ہے۔
اسی لمحہ زور بچ اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ مچھرا دانت
چکھاتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔ مچھرا کسی نے اُسے ناگ ساری۔ وہ
اونڈے مزے فرشتے پر گر کر فٹ سے پھینچنے لگی۔ مسلج جوانوں نے
دو بار اُس کے ہاتھوں کو کینٹ کی طرف کھٹا کر کے فٹ پر سے
اٹھا لیا۔ وہ آزاد ہونے اور زور بچ پر حملہ کرنے کی ناکام جدوجہد کر
رہی تھی۔

زور بچ کے کھمبے اُسے ایک اینری پیئر پر نیم دار کر کے
رہتیں سے باز نہ دیا گیا۔ اس دوران میں نے ٹوٹیا کے داغ میں
بھاگنے کی ناکام کوشش کی کیونکہ وہ اب تک بے ہوش
پڑی ہوئی تھی۔ جب میں دہانہ زور بچ کے داغ میں داخل آ کر
مچھرا رتھوں سے باندھی جا چکی تھی۔ کڑی کے ترکیب ہی ایک کس
پر ایسے آلات لکھے ہوئے تھے جنہیں دہانہ ساز و انت نکالنے
کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

مچھرا کے سر کو کسی کی پشت سے اس طرح باندھا گیا تھا کہ
وہ اپنے سر کو اڑھو اور ہلا نہیں سکتی تھی۔ زور بچ نے کہا۔ تمہارا
ناگ شہر ہر حال کے لیے کام کرنا تھا۔ ہم جانتے تھے کہ وہ پوری طرح
ہمارا دغا دار نہیں ہے۔ تاہم ہاں میں اُسے بلا جھجکا کر اپنا کام
نکال لیا۔ کمانا تھا۔ افسوس کہ وہ ماہم کی دشمنی میں مارا گیا۔ تم جوتوں
ہماری دوست بن سکتی ہو۔ منچا ہوتو ابھی بڑی سنگ تلی سے تمہارا
ایک ایک دانت اٹھا کر دھاڑتا ہے۔ سامنے لکھے جائیں گے۔ تمہارا
پاس فیصلہ کرنے کے لیے صرف ایک منٹ ہے۔

اتنی دیر بعد میں نے مچھرا کے زہریلے داغ میں پہنچ کر اُس
کی سوچ پڑھی۔ وہ اب خوف زدہ تھی۔ اُسے اپنے دانتوں کو بڑھتے
سانپ کو پناہ پر عزیز ہوتے تھے۔ اسی سے وہ اپنی برتری قائم رکھتا
ہے۔ مچھرا کی برتری خاک میں ملنے والی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ ہر
انداز سے زہر کا سرمایہ ختم ہو جائے گا تو میں ایک ماہم ہی ہوں۔ عورت
نہ کر رہی ہوں۔ اپنے فیصلے میں ہاں میں جانوں کی تو میری حیثیت
کیسے سکڑوں۔ میری ہوگی۔ نہیں میں ایسی تھیں۔ زہریلی نہیں ہوں۔
سکھیں گی۔

وہ سوچ رہی تھی۔ فیصلہ کر رہی تھی۔ دوسری طرف زور بچ نے
کے ذریعہ تعاقب کرنے والوں سے باتیں کر رہی تھیں۔ پہلے میں نے
زور بچ کے داغ سے باتیں نہیں کیں۔ اُسے داغ والے کی طرف بھاگا

کا۔ جو دوسری طرف ٹوٹیا پر کھنٹے لگا کر لہٹا۔ وہاں تعاقب
کرنے والوں کی گاڑی رنگ تھی۔ کیونکہ ایک ایک ناگ ہر دو گاڑیوں
نے اعلان سے آکر استروک دیا تھا۔ وہ فائرنگ کر رہے تھے اور
ہر ایک اپنے اپنے ڈور آگے جا کر نظروں سے اوجھل ہو
رہی تھی۔

فی الحال ٹوٹیا کی والی کی اہمیت ختم ہو گئی۔ میں نے زور بچ
کی سوچ میں لگا کر تھامی۔ تنہا عورت اپنے چند ساتھیوں کی
دے گئی۔ اتنی زبردست پلاننگ نہیں کر سکتی۔ اس عورت کی
پنت پر ایک منظم گروہ ہے۔ ان کے آدمی اعلان کے ہر ہاتھ اور ہر
مڑی پر موجود ہیں اور تعاقب کرنا کام بنا ہے۔

زور بچ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ یہ کیا کریں؟ ماہم کو رلے
جانے والی گاڑی نہ معلوم کہاں گئی ہے۔ مجھے اب دوسروں سے
وفا قائم کرنا چاہیے۔

وہ ٹوٹیا کے ذریعہ اپنی دوسری ٹیم سے رابطہ قائم کرنے
لگا۔ وہاں سے ڈرا اٹھنا۔ ہش جواب ملا کہ شہر کے باہر جانے
والے تمام راستوں کی ناک بندی کر دی گئی ہے۔ جیسے ہی وہ سفید
رنگی کار نظر آئے گی۔ اُسے گھیر لیا جائے گا۔

زور بچ نے ٹوٹیا کو آف کیا۔ کچھ گھڑی دیکھنے کے بعد بولا۔
مچھرا ایک منٹ گزر چکا ہے۔ اپنا فیصلہ سناؤ۔

وہ بولی۔ میرے دانت سلامت رہتے دو۔ میں ماہم ٹوٹیا
کو بیان دالیں لے آؤں گی۔

میں نے یہاں سے جانے کو نڈے لگا کر ماہم دالیں لاؤ گی۔ وہ
نکھانے بتاؤ۔ جہاں تھا اُسے آدمی لانا کر لے جا رہے ہیں۔
مچھرا اُس طرح ہلکا کسی ایک مقام پر ماہم سے میرا تبادلہ
ہو گیا۔ اُس وقت جہاں کی ماہم اور ہیرا بنی۔ پڑا گھر ہر جگہ ہے۔
وہاں لوگوں کی بھڑکیوں کی کسی پوٹا فائرننگ نہیں کر سکے۔ کچھ مجھے
نیل فون دو۔ میں اپنے ساتھیوں کو حکم دیتی ہوں۔ وہ ماہم کو وہاں
لے آئیں گے۔

اُس کے ایک ہاتھ اور سر کو رتھوں کی بندشوں سے آزاد کر
دیا گیا۔ زور بچ نے نیل فون اُس کے قریب لار کر دیا۔ وہ غبر فرائ
کر لگی۔

اُسی وقت سے لیون نے مجھے مخاطب کیا۔ فریڈ ہتھیں
لیا گیا۔ یہ تمہاری ہی دوسرے خاموشیوں میں بیٹھے ہو۔ کیا خواب
کو دہشت ابھی تک طاری ہے؟

میں سے لیون کی مخالفت سے پریشان ہو گیا۔ وہ مدعوں انکی
نہیں جانتی تھی کہ میں خواب کی بجائے دنیاوی حقائق میں اٹھی ہوں
ہوں۔ لیکن نہ کمانے نہ فون اٹھانے سے بہت پریشان ہوں۔ کیا تمہیں

ساتھ اس جہاز سے نکل کر ساحل پر چلے گی۔
”فریڈ جیلوں کی آڈیو مشن زور بچ اور ماہم سے اجازت لیں۔
”نہیں۔ ہر ماہم اور ماہم کو کچھ نہ بتاؤ۔ جہاں کی لاطی میں یہاں
سے جاؤں گے۔“

”ساتھیں بنا لینے میں کیا حرج ہے؟“
”کیا تم مجھ سے بھت کر رہی؟“

میں نے ناراضگی سے کہا تو وہ تڑپ کر کے بڑھی۔ پھر میرے
گلے میں ہاتھیں ڈال کر لپٹ گئی۔ مجھے معاف کر دو۔ فریڈ مجھے اپنے
دلواتے سے بھت نہیں کرنا چاہیے۔ مجھے غلطی ہو گئی۔ اب نہیں
ہو گی۔

میں نے کہا۔ ”اچھا تمہاری دیوار فراموشس رہ کر لے سوچتے
دو کہ ہم یہاں سے کس طرح سال تک بیٹھیں گے۔“

وہ اگ بکر بکر بکر بکر بکر بکر بکر بکر بکر بکر بکر بکر بکر
مرو تھی۔ اس لیے میں مجھ زور بچ کے داغ میں بیٹھ گیا۔ مچھرا اس
وقت تک فون پر اپنے آڈیو کو بول بات دے چکی تھی کہ جیسے
ہی ٹوٹیا اُس کے پاس پہنچے۔ وہ لوگ اُسے لے کر چلے گئے۔ اب نہیں
آج نہیں۔

تمام معلومات ملے۔ جہاں کے بعد زیر بچ نے پوچھا۔ ہاں
اب بتاؤ تم ایک معدود فائرنگ کے ساتھ نرس بن کر کیسے آئیں۔

کیا اُس نے تم پر شبہ نہیں کیا؟
وہ بولی۔ وہ معدود ڈاکٹر باہر تھیں۔ میرا اور انہوں کا

بہترین دوست ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں کا حکم بن کر نہیں رہتا
چاہتا تھا۔ اُس لیے میں سب کی لاطی میں اپنا ایک گروہ تیار
کر رہی تھی۔ جب تم لوگوں نے ڈاکٹر کو اطلاع دی کہ انہوں ایک
مقابلہ میں اندھا ہو چکا ہے تو میں ڈاکٹر کے ساتھ نرس بن کر وہاں
چلی آئی۔ انہوں کی حالت بہت نازک تھی۔ اُس نے آخری وقت
کہا تھا کہ سب بھڑھڑانے ادا اس کے لیے تابرت آئے تو اس
تابرت میں ٹوٹیا کرنا چاہیے۔

”اب تم ماہم سے کیسے اہتمام لوگی۔ جبکہ تمہارے پورا دماغ
ہر سکتی ہو۔“

”ایک اہتمام نہ سہی۔ میں اپنے دانتوں کی صلاحیتیں جانتی ہوں۔
میں نے پھر ایک بار ٹوٹیا سے رابطہ قائم کیا۔ اُس بار ملاقات
ہو گئی۔ وہ ہوش میں آچکی تھی اور تابرت کے اندر دہشت زدہ
نظروں سے ادر اور دھچک رہی تھی۔ ہر ایک آدمی اور نرس کے لیے
تابرت کے ڈھکن میں دو سوراخ تھے۔ جلی ٹکی دشمنی میں بھی اُسے
یہ سمجھنے میں وہ بڑھ گئی کہ وہ زہرہ تابرت میں لے جانے جا رہی ہے۔
اُس نے فوراً ہی سوچ کے ذریعہ آواز دی۔ ”بیرون ماہم“

کو تھام لیا۔ پھر اسے چوم کر اپنے پسر کے لگا لیدہ دونوں جو
نہایت سزاؤں کے بیٹھے تھے۔ وہ بھی دوڑتے ہوئے سونیا کے
قریب آگے اور اسے پیادگی بخائی سے دیکھنے لگے۔

دیکھتی ہی دیکھتی وہاں کی پوجیشن بدل گئی۔ وہاں اب پہلے
دشمنوں کا خوف نہیں تھا۔ ایسے ایسے ایسے ایسے جو اپنے بن
لے پڑے تھے۔ سونیا بادی بادی ان کے پاس جا رہی تھی۔ ایک ایک
کے پسر کے گرد دونوں ہاتھوں سے تھام کر ان کی پٹیاں بھول کر پتھرم
رہی تھی۔ ایک بے زبان سونیا کا ہاتھ تھا کہ ایک ایک بے زبان کے پاس
لے لگا لیدہ تینوں ہی ساتھ آئے۔ انھوں نے سونیا کو ایک ایک کرسی پر
بٹھا یا پھر ایک کو ننگا ایک کا قد پر کچھ کھٹے لگا۔

سونیا بے زبان پر تھک کر بیٹھنے لگی۔ وہ لونی چوٹی اور مخمیری
ہیں لکھ رہا تھا۔ سسر سونیا، ہم اور مخمیری ہیں جانتے جاگم رواں
کی زبان جانتی ہوتی تانہ۔ ہم اپنی مصفا میں کچھ کھانا چاہتے ہیں۔
سونیا نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ میں یہاں کی زبان نہیں
جانتی۔ کیا مختلف ساتھ کوئی زبان والا نہیں ہے؟

اس نے لکھا نہ ہمارا ایک لیڈر ہے۔ وہ ولات کے وقت
آگے کا چلیز تم یہاں آس کا انتظار کرو۔
سونیا نے کہا۔ میں یہاں تہہ فغان میں رہنا نہیں چاہتی۔
باہر چلو۔

وہ پھر سوچ سوچ کر کھٹے لگا۔ باہر نکلے۔ وہ لڈ پاد کے
کٹے جب تک اس کے چلے جائیں گے تو پھر ہم تھکے ہم پھر پسر
تھکا جس کے بقیہ کو۔ تم یہاں قید نہیں کی گئی ہو۔
سونیا نے پوچھا۔ کیا متنازاع تعلق مائٹوں کی تخی ہے؟
اس نے پھر پھر کیر کے ذریعہ بقیہ دلا کر مائٹوں کی نظیم
سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔ سونیا!
فی الحال تم خلات سے دوڑ ہو اور لوگ قابل اعتماد ہیں۔ مدد
ہوئے تک تمہیں اس تہہ فغان میں (اور) کرنا چاہئے۔

وہ بولی۔ یہ لوگ بڑے پاد رکھتے ہیں۔ نظیم کہہ رہے ہیں پسر
مائٹ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر یہ لوگ ہیں کون؟
میرزا خاں۔ کوئی نیا گیم شروع کرنے والا ہے۔ ان بے
زبانوں کے زبان دل لے لڈ کا انتظار کرو۔

فراد اور لڈ پاد کے لوگ سوچ میں پڑ جائیں گے کہ اس ان
سے دائمی رابطہ کیسے نہیں قائم کر رہی ہیں؟
انھیں بعد میں بھاوا جائے گا کہ دشمنوں نے انھیں مجاہد
بے پوش کر دیا تھا۔ اس لیے ان سے رابطہ قائم نہ کر سکیں۔ پس
اب تم اپنے گرنے چاہتے ہو۔ دل بھلاؤ۔ یہاں ہمارا ہوا۔
مجاہد میں خوب بھتی ہیں کہ کچھ سے بچھیں کہیں پھر سزا

نہیں۔
کیا تم چاہتی ہو کہ میں اپنے اس ہاں کے ماملے سنبھال
ہو کر دن رات تم سے باتیں کرنا رہوں؟

میرٹ چاہئے یا نہ چاہئے۔ کیا ہوتا ہے میرٹ سے پسر
جو مرد یا ہے، وہ بھی میری ہمت پر نہیں چلے گا۔ ہم سے دل کا
رہی ہیں۔ ایسی ہی جی کا دوستی کہ ایک مذہبی کے دو کھانا لے کر
گئے ہیں۔ لوگوں میں غلط کہہ رہی ہیں؟

میں نے جواب نہیں دیا۔ وہ چکانے لگی۔ فراد اور اسکا
تم چلے گئے؟ بے مروت کیا یہاں سے رخصت نہیں ہو سکتے
میں چپ چاپ سٹھکا رہا۔ جب اسے تعین ہو گیا کہ
جا چکا ہوں تو وہ سرو آہ بھر کر رہ گئی۔

مشقی آئن کے زولہ پر صبح کی پہلی سی لالی لگی تھی۔ دروازے
اب موٹر لوٹ کو سسٹ رفتاری سے چلا رہا تھا کہ میرٹ نے
قریب آگیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ تم یہاں کہاں لے آئے ہو؟
اس نے جواب دیا۔ یہ ہانگ کا ٹانگ کا مشورہ پسر کو لکھا
ہماری گفتگو کی آواز پر سے لوں بیلار ہو گئی۔ اس نے
پوچھا۔ کیا ہم ماملے پر پہنچ گئے ہیں؟

ہاں۔ ڈراؤنڈ سے مکاتہ تم دونوں ایسی موٹر لوٹ میں رہنا
میں یہاں ایک آفیسر کو دوشوں سے کو آفل چھٹے ہی تم لوگ
کو پڑے ہیں اتارنے کی اجازت لے گی۔

موٹر لوٹ ایک فیری سے آگ کر پھر گئی۔ اس نے ایک
بورڈ پر ملی حرفوں میں۔ لومانی فیری نہ لکھا ہوا تھا۔ فیری برے ہی
نے چینی زبان میں پھر پوچھا۔ ڈراؤنڈ نے اسے جواب دیا۔ فوری
دیر بعد فے فیری پر چڑھنے کی اجازت لے گئی۔ اس کے جانے
کے بعد میں نے سے لوں سے پوچھا۔ یہاں سے فغان کی کشتی
کتنی دوسرے؟

ہانگ کا ٹانگ کے سال پر۔ یہاں سے مشرق کی طرف جانا
ہوگا۔ وہ میرا ہاتھ تھا کہ لولی۔ فراد کیا تم میرے گھر والوں کے
پاس بھے جو ڈر چلے جاؤ گے؟

نہیں۔ میں وہاں تھیں مجھوں گا تو ماملے میں نہیں کوئی
ہوئی تھا۔ بابا کی کشتی تک پہنچ جائے گی۔ میں نہیں پناہ
تم ان لوگوں سے ملو۔
میں ہٹکے سرواکی کے پاس نہیں جانا چاہتی تھی کہیں
دوڑ لے چلو۔

میرٹا میں بیان کر چکا ہوں۔ اس وقت میں فراد کے پاس
پہنچا۔ ہانگ کا ٹانگ پہنچنے سے پہلے اپنے چہرے پر

نیل لانا جانتا تھا لیکن جہاز میں سمندری عقاب کی مخالفت
نے مجھے بیٹ اپ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اب پہلی نصرت میں
رہا۔ اس جانے چاہئے کہ میرٹا فوری تھا۔
میں نے کہا۔ ابھی کہیں دور بھگنے کا موقع نہیں ہے۔
ملا اور جہاز کے دوست لوگوں سے چھپنے کے لیے ہیں جیسے
پہلے ہوگا۔

اس نے میرا سے پوچھا۔ کیسے؟ کیا تم میک اپ کرنا چاہتے ہو؟
ہاں میں اپنا ادا تھا اور جو بدل سکتا ہوں۔
وہ خوش ہو کر میرے سیتے سے لگ گئی۔ ہلے فریڈ!
پڑو ہا ہا۔ وہ نیچے والی زندگی گزاریں گے۔ دوست اور دشمن ہیں
پہلے نہیں سکیں گے۔ میں آئینہ میں خود کو دیکھوں گی تو میرے لوں
نہیں آگے۔ کیا عجیب سالگے گا۔

یاد تازہ ہی ہوگا۔ جب ہمیں کہیں چھپ کر ایک آپ
کرنے کا موقع ملے گا۔
ہاں۔ ہم کہاں چھپ سکتے ہیں؟ وہ سوچنے لگی۔ میرٹا
نے پوچھا۔ کیا بابا کی کشتی میں یہ کام نہیں ہو سکتا؟
ہو سکتا ہے۔ مختلف ہاں اور جہاں ہیں کو بھی اعتماد
میں لیا جاسکتا ہے۔ لیکن وہاں چھپنے کے گھنٹوں میں سارا پیچ جانے
کی تمہیں کے چھپنے سے واقف ہو۔ یہاں کے لوگوں کو
جانتی ہو۔ اگر کوئی فغانی راز دار سہیلی ہوتو اس کے ہاں یہ کام
ہن جاتے گا۔

وہ سوچنے لگی۔ سہیلیاں تو بہت ہیں مگر میں کسی پر چور
نہیں کر سکتی۔ مجھے تو سارا سے ہی ڈر لگتا تھا کہ میں وہ میرٹ
نہ نہ ہو جسے نہ چھپنے لے۔ اسی لیے تو میں سارا سے دوڑا گئی
اب اب میں فریڈ کو کسی صورت کے قریب نہیں لے جاؤں گی۔
میں نے یہ سہیلی جھلی جھلی لڑکی اب ایک تہہ کار صورت
کو طرح سوچ رہی تھی۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ یہ مجھے اپنی کسی
سہیل کے ہاں نہیں لے جانے کی اور مجھے کسی کے ہاں جانے کا شوق
نہیں تھا۔ اس کے سوچنے کے دوران فراد میرا پس آ گیا۔ اس
سے مکاتہ کام ہو گیا۔ اب آجائے۔

میں نے کہا۔ میں یہاں کی کشتی چاہئے۔
میرٹ کے بچے میں بڑا پڑو ہے جس جتنی رقم چاہوں لے لو۔
مجھ سے مکاتہ کا کہہ سکتے ہیں کسی بات کی پریشانی نہ ہو۔ جہاز
اور وہ لوٹ سب سے لوں کے لیے وقف ہے۔
میں نے میرٹ کا تھا یا اس کے نیچے لوگوں کی گڈیاں
رہی کوئی تھیں سب جتنی گڈیاں میری جیبوں میں آسکتی تھیں میں نے
لوگوں کو پھر سے لوں کے ساتھ فیری میں آگیا۔ ڈراؤنڈ نے ایک

آفیسر سے ہمارا تعارف کرایا۔ آفیسر نے سے لوں سے اس کی زبان
میں کچھ باتیں کیں۔ پھر ہم اس کے ساتھ برتھ پر آئے۔ اس نے
ہمیں پورٹ کے معاملے سے باہر لے جا کر چھوڑ دیا۔

میں نے سے لوں سے پوچھا۔ یہ آفیسر کیا کر رہا تھا؟
ہم اس کے پسر سے یہ کہہ کر آئے ہیں کہ تمہاری دہریس ہاں
آجائیں گے۔ ڈراؤنڈ نے آفیسر کو یہی بات بتائی۔ آفیسر کھڑے
کہہ لیا تھا کہ ہم دو کھٹے ہیں واپس آجائیں۔ میں نے بین کھٹے کی
اجازت مانگ لی ہے۔ وہ ڈراؤنڈ فیری میں ہماری واپسی کا
انتظار کرتا ہے گا۔

ہم نے مشکل سے بین کھٹے میں میک اپ کا سامان مائل
کرنا اور پھر میک اپ کرنا ناممکن ہے۔ ہمیں چھپنے کی جگہ نہیں
ملے گی تو ہم پورے جاؤں گے۔ اب میں تم سے چھپانا نہیں چاہتا۔
دلال سارا مجھ سے فغانی کرنے کی ضد کر رہی ہے۔

وہ چونک گئی کہ میرے منہ اس کی دھکتی لنگ پھانگی رکھی
تھی اس شکاتہ تم نہ کہتے تب ہی میں سارا کی نظروں کو کچھ بھی
تھی میں کسی نصرت پر اسے تھا کہ اس پہنچنے نہیں دہن گی۔
اب وہ مجھ پر ہرکار اپنی ایک ایک سہیل کے متعلق پوچھتے
گئی کہ میں کسی سہیلی کے گھر میں چھپا سکتی ہے۔ میں نے پڑی ہٹ
کر پرتھ کی جانب دیکھ کر موٹر لوٹ کا ڈراؤنڈ ایک کب سہیلی
ڈراؤنڈ سے باتیں کر رہا تھا۔

میں نے فراد ہی اس کے دماغ کی طرف چھلاک لگانا۔
وہ کب ڈراؤنڈ کو پاس پڑو سے کہہ کر رہا تھا۔ وہ جہاں بھی کب
اترے۔ آفیسر کے فون پر بھجے وہ جگہ جگہ بنا جلدی جاؤ۔
وہ کب ڈراؤنڈ کو تہہ فغانی دوت آئے لگا میں نے
سے لوں کے کہہ سکتی تھی کب ڈراؤنڈ کو لے جہاں کا پتہ بتاؤ۔
جہاں دو دروازے ہیں۔ ہم آگے دو دروازے سے پڑھ میں داخل
ہوں گے اور پچھلے دروازے سے باہر چلے جائیں گے۔

فراد! تم اتنے غلط نہیں ہو؟
اتنے میں کب ہمارے سامنے ہر گز گئی۔ میں نے پہلی
سے کہا۔ تم بھانجا ہوں کہ وہ کب میں بھڑکرت مشن دہرت
کی باتیں کرنا۔

میں نے پھلی بیٹھ کا ادا وارہ کھولا۔ وہاں بیٹھے کے جد
سے لوں نے اپنی زبان میں ڈراؤنڈ سے کہہ لیا۔ پھر مجھ سے بولی۔
ہم شہر اور ڈو پیک اور سب جہاز میں جا رہے ہیں۔ یہاں ہمیں
اپنا پسند کی خراب بل جانے کی؟
کیب فیری سے تو بڑھ گئی۔ میں نے ایک مائٹس
خرابی کا دل ادا کیا سے لوں کو
کسی کو لہلا۔ فغانی

تربت میں شراب پانی ہوجاتی ہے ہمارے دل میں جگہ جگہ جانینز
 ریٹورنٹ ہیں۔ لگ جائینے نہیں بہت پسند کرتے ہیں۔
 کیس کے باہر رات کی تازگی چھٹ رہی تھی۔ کھنگ کھنگ
 جاگ رہا تھا سمندر سے ملنے والی ٹینکین ہوا میں ہمارے پیہ لگو
 ٹینکین بنا رہی تھیں۔
 میں نے کہا۔ تم لوگوں تم اپنے نام کی طرح حسین ہو جاو گے
 تھلے چین میں پیدا ہوتا تو چین سے تمھاری پوجا کرتا۔
 اس کے مختلفہ چہرے پر پاکل جاذب اور ستروں کا جویم
 تھا۔ ویسے تو ہم کیسب ڈاٹا ٹولک ہم پر لوگ میں رمانی ڈراما ملے کر
 لے جتے تھے لیکن رومان کی رنگینی تپ رہی آپ سگنی میں ہوتی
 عبادی تھی میں نے اس کے کان میں آہستہ لگے کہ کیا یہ کیسب ہو
 گھرتی ہے۔
 ایسی صورت میں وہ کوئی نہ کوئی گھر فرود نکال شس کرتی لہذا
 پھر سرجیکل سے سوچنے لگی کہ ہمیں چھینے کی جگہ کہاں مل سکتی ہے۔
 اس کے داغ میں بہت سی سیلیاں اور رشتے حال گذر ، ہر
 لے تھے۔
 میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ ہانگ کھانگ میں سٹار
 عیاشی کے اڈے ہیں۔ ایسی ہی کسی جگہ ایک کوہ حاصل ہو
 سکتا ہے۔
 اس کی سوچ نے کہا۔ نہیں۔ میں فریڈ کوریس ہو گیا نہیں
 لے جانوں گی۔ جب ایک کوہ ہی حاصل کرنا ہے تو یہاں کسی ہوٹل
 میں بھی کوہ مل سکتا ہے۔ سو کروٹن کے چٹوں کی یہ خاص بات
 ہے کہ یہاں رمانی ہوٹل کے لڑا کر لڑا کر لیا جاتا ہے۔
 کیسب چیک امریکن بار کے سامنے آکر لوگ گئی میں نے
 ڈرا ہور کو رو پٹا ہوا کہا۔ چھوڑے لوگ کے ساتھ باڈا کا دروازہ کھول
 اور داخل ہو گیا۔ صبح کے دھت دھن برلے نام لاکھ تھے یعنی لیے
 عادی پینے والے تھے جو شراب سے کلی کرتے اور منہ دھرتے
 ہیں اور پیلے بیگ سے نئے دن کا آغاز کرتے ہیں۔
 کا تو نہ کہہ کر کہنے میں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ تم لوگ نے
 کہا۔ پیلے ہر ہانٹھ جاتیں گے جھراؤ نہیں کریں گے۔
 میں اس کے ساتھ ٹانٹھ کی طرف گیا۔ وہاں پھلچل اور دارو
 تھا اس دروازے سے نکلنے ہی سلسلہ دار عازین نظر آئیں باب
 سے لیکن میری کاٹھ تھی۔ وہ بے ایک تنگ سی گلی میں لے آئی پھر
 وہاں سے گزرتے ہوئے ہوئی۔ یہ تھیں بیان کے راستوں کو چھوچا جاتا
 چلے بیٹے اب ہم یہاں سے ناخن رو پڑ پڑتے ہیں۔
 اس کے بعد کہاں پہنچیں گے؟
 میں نے سوچ لیلیہ ہم یہاں سے ستروان کے پاس جائیں

گے۔ وہ بوجی عورت پر وہ ہے تنہا تھی ہے مگر ہم دس پونہ لگا لگا
 گے تو وہ ہمیں اپنے ہاں پھلے گی۔
 ہم تیزی سے چلے جا رہے تھے کیونکہ وہ روکنے والی نہیں
 بائیں طرف ایک گلی میں گڑھے چھوڑ دی گئی تھی۔ اس کے آگے
 تیزی میں ہو کر دوڑنا نہیں مطلقاً رہی وہ بائیں طرف سے
 تھے جگہ جگہ کڑا کڑا کا ڈھیر تھا۔ گندے پانی کی کاسی کا لڑا
 خندہ پانی بھی جاری طرح اور دھڑھک رہا تھا۔
 آخر ہم ایک بائیں کے مکان کے سامنے پہنچ کر گڑھے میں
 بچے چھوڑ کر اندر چل گئی۔ میں نے اس بائیں کا جائزہ لیا۔ دو دروازے
 تھا۔ رات کو زور دینے والے ابھی تک سو رہے تھے۔ پیر
 میرے لیے ساز گار تھی کیونکہ اب تک مجھے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔
 بائیں سنٹ کے بعد ہی ایک بڑی عورت سے لوگ نے
 ساتھ آئی اس نے دروازے میں جھک کر سلا لیا۔ میں نے اس کا
 کیا۔ میں نے کہا۔ یہ اسی طرح بیٹھے تھے اور پلے آؤ۔ یہاں
 چھتیں تھانے تھے سچی ہوتی ہیں۔
 میں اندر گیا اس نے دست لگا تھا۔ چینی ہاتھوں کے
 مکان اس کے چھوٹے تھکن مناسب سے بنا۔ ہاتھوں میں
 کے سر جھت سے نہیں لگتے۔ پھر میری وہ سر جھکا کر چلنے کے عادی
 ہیں۔ مجھے سر کی بجائے کوڑھ کا پر لپٹا پڑا کس میں داخل ہونے
 پہلے چھوٹے ہی اتارنے پڑے کیونکہ یہ وہاں کا دستور تھا۔
 سے لوگ بڑی عورت سے بائیں کر رہی تھی۔ وہ چینی
 چینی لین والی لولی اپنی سمجھ سے باہر تھی۔ فرش پر ایک بستر لگا
 میں اس پر جا رہے لیٹ گیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ تم کیا کرتی
 سے لوگ نے کہا۔ یہ بڑھیا بہت ہی لالچی ہے پندرہ پونہ
 رہی ہے۔
 میں نے کہا۔ میں نے لوگ ایسے موقع پر سوئے بازی کر لیا
 ہمارے بہت کام آئے گی یہ لوگ سے سولہ پڑے دو۔
 میں نے سب سے ٹوٹ نکالے۔ جب سے لوگ نے
 کہا کہ سولہ پڑے ہمارے ہیں تو بڑھیا پر پلے تو سبہ چلائی
 سکتے تھے۔ ہوا چھوڑ چھوڑ کر تھری ہرگز تھری شکوہ نہ کرے
 نہیں ہوتی۔ یہ دنیا کے مشہور ترین شہر کی اقتصادوی بھال تھی
 شہر سے دنیا جہاں کے لوگ دولت کا لے رہے تھے اور وہاں کے
 سولہ پڑے کو دولت سمجھ کر نقد کر کے مرنے پر چلا جاتے تھے۔
 میں نے کاغذ پر لکھ لیا۔ پھر ایک آپ کے ساتھ
 تیار کی۔ دو دست کاغذ پر اپنے لباس کی بیانی لکھی۔ میں نے
 کی چیزیں بھی لکھی تھیں۔ سے لوگ اس بڑھیا کو ایک جزار پڑے
 اپنی زبان میں آئے بھلنے لگی کہ لڑا کھڑی لازمی ہے۔ اس کے

سویڈن ہو کر اس گھر میں دو ماہی ہیں اور وہ فرست کی تمام چیزیں
 فریکلے آئے۔
 بڑھیا بہت خوش تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس مکان کے
 پڑی اور پڑے پڑا لاکھال گئی تھی۔ ہم دونوں کمرے میں تنہا
 تھے۔ شرابی لباتی ہوئی میرے پاس آئی۔ پھر اپنا سر سے سینے
 پر لگا دیا۔
 سے لوگ کے معنی میں اس کی اختلاہ پر چیز کی انتہا ہوتی ہے۔
 اب چینی کے بھی کتنے ہی مذاہنی انتہا سے گزرتے ہیں جیلان کرنے
 والے خوب صورت موڑے گزرتے وقت اور موٹی کے عالم میں
 اپنا جان کر بھی قبول جاتا ہے۔ اور اس قبول گیا۔
 چینی گڑا میرے بازو کے کونہ پر رکھے سو رہی تھی۔ میں
 بھی اپنی رات کا جاگا رہا تھا۔ چونکہ سوئے سے قبل سوٹیا اور سارا
 کے حالات معلوم کرنے تھے۔ اس لیے جاگ رہا تھا۔ پیلے میں نے
 انھیں بند کر کے سوٹیا کو دیکھا۔ ایک بیٹے کے اطراف چاروں بے لیاں
 بیٹھے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھے کھانے میں مصروف تھی۔
 میں نے کہا۔ جولوٹوٹیا لیا کیا اب تک اسی تھرا دیں ہو؟
 ہاں۔ رات ہونے کے بعد ہمیں ہر رات بیٹھے گا۔ ابھی ایک گھنٹہ
 پہلے تھرا نے کہ آپ تھروں کی آواز میں سنا لے رہے تھیں ہر خیال
 ہے۔ پڑاؤ کے آدی یہاں پہنچ گئے تھے۔ پہلے تھرا نے کہا
 نہیں تھے۔ تاکہ وہاں چلے گئے۔
 اچھا ہے چلے گئے۔ انھیں اب تمھاری تلاش میں بھگتے
 رہنا پڑے۔
 کیا تم نے ارادہ بدل جایا ہے؟ پڑاؤ کا ساتھ نہیں دے گے؟
 سوٹیا اور پڑاؤ دار مسٹروں کی نظیر سے کہی میں نے نظریاتی
 طریقے میں کی تمام اٹھانے پڑاؤ داروں کے کتھے تھرا تھی۔ میں
 ہاتھ تھا کہ جو ستر اور پڑاؤ کو بیشتر چھوڑا کہ ہے وہ تھا کہ
 فیلڈ پڑاؤ سے تری طرح شکست کھائے۔ اب بھی ہر ستر اور
 بہت ناک ستر میں کے نظائر پڑاؤ دار کا ساتھ دوگی لیکن اس تنظیم
 لگنا ہرے کو رو کر تھی۔ لہذا اس لیے کہ یہ سب تھرا پسند
 نہیں ہیں۔
 میں کو وہی کرتی رہوں گی جو تم لوگ کے لیکن مجھے سہ جلد ملنے
 لگا لی صورت نکالو۔ اس طرح دو تنظیموں کے درمیان رہا لھاؤ۔
 ملنے تو ہم آج ہی مل سکتے ہیں لیکن کیا تم مجھ پیری شیا اور
 لگنا پڑاؤ دار کے رھو کر پھر پھر جھکاؤ گی۔
 میں انھیں پسندے ساتھ لادوں گی۔
 لگا بات ہے۔ ابھی دھاک ہو جانے دو۔ میں خود ہی تمھارے

پاس پہنچیں گا۔
 اب تم نے اپنی دھاک کی ایک بچ لگا دی ہے۔ یہ
 کب ہوگا؟
 آج کی رات گزرنے دو۔ ان بے زانوں کے لیڈر سے ملاقات
 کر لو۔ ذرا دیکھو کہ کیا چاہتے ہیں؟
 اچھا۔ ایک رات کی بات ہے۔ مگر کتنی تھی۔
 شتابش اب میں رات کو کسی وقت ملاقات کروں گا۔
 خدا سہ افظہ
 میں اس سے نصحت ہو کر سے لوگ کے پاس چلا آیا۔
 وہ گری بند سو رہی تھی میں نے چھوٹا ٹھیک بند کر لیا اب
 میں سارا عورت ڈرمان کو دیکھ رہا تھا۔
 اس وقت وہ ڈرمان کے روپ میں تھی۔ میں اس کا اہل روپ
 تھا جب وہ اٹھ کھنگ کے لیے اپنے باپ کے ساتھ سمندر کے سفر
 پر نکلتی اس وقت لیڈی سالانہ جاتی تھی۔ جو کھاب سمندری تھا باپ کے
 جاز کا نام ڈرمان ہو گیا تھا اور اس جاز کا رنگ روشن بل چکا تھا۔
 اس لیے سارا کے بھی رنگ ڈھنگ بدل چکے تھے۔
 اب وہ ڈرمان بنی اپنے باپ کے کہیں میں بھی رہ رہی
 تھی۔ سامنے بستر پر اس کے باپ سمندری تھا باپ کی لاش پڑی
 ہوئی تھی۔ ایک پڑاؤ جانے کے دو سے لڑھے آئے تھیں۔
 لے تھے۔ میں نے انھیں کھول کر کھڑی کھجی تو پتہ چلا کہ سارا کو بہت
 دیر بعد اپنے باپ کی موت کا علم ہوا۔ میرے سب سے آئے دو
 گھنٹے پہلے ہی باپ کے کہیں میں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ کیونکہ صبح
 ہونے ہی تھی۔ پھر سے ملاقات کا نا چاہتی تھی، اپنے باپ سے بھی مشورہ
 کرنا چاہتی تھی۔
 میں آہستہ آہستہ اس کے ذہن کو کہنے لگا۔ پتہ چلا کہ وہ
 صبح کے انتظار میں جاگتے جاگتے سو گئی تھی۔ آٹھ گھنٹے ہی وہ پیلے
 میرے کہیں میں گئی۔ پھر سے لوگ کے کہیں میں جھاک کر دیکھا ہم
 نظریں آئے تو وہ باپ کے کہیں میں گئی۔ وہاں روز و ہر روز عادی
 بند سو رہا تھا۔
 اس نے فرما ہی ایک پڑاؤ جانے کے ڈاکٹر وغرہ کو کال کیا۔ ڈاکٹر
 نے تصدیق کی کہ حرکت قلب بند ہونے کے باعث روز و ہر روز
 موت واقع ہوتی ہے اور یہ سب کچھ شراب نوشی کی زیادتی سے
 ہمارے۔ ایسے وقت وہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے اور سے لوگ کو
 جھول گئی۔ بہت دیر تک روتی رہی اور باپ کی جدائی کا مستند
 برداشت کرتی رہی۔ پڑھے لڑھے اسے مگر کی تلقین کرنے سے
 چھوڑا۔ اس پر نصیحتی ہوتی رہی۔ تزیہ کو اطلاع دو کہ میں تنہا اور ہمسارا
 ہو چکی ہوں۔

اُس نے جسے متنازع سے بات کہی تھی کو یہ جواب بھری
 اپنا سارا ہتھی تھی اُسے یقین تھا کہ میں اُس کی طرف لوٹ آؤں گا۔
 لیکن اسی پر کئی زبان سے یہ سچ کر اُس کے ذہن کو جھٹکا گیا کہ
 سے لین مجھے اپنے ساتھ لے گئی ہے۔
 وہ ایک جھگڑے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی وہ کہاں لے گئی ہے؟
 کب لے گئی ہے؟

اسی پر نے کہا: ٹھیک ہے مجھے وہ دونوں موٹر لوٹ کے ذریعہ
 کو لے گئے۔ سے لین نے کہا تھا کہ جلد ہی واپس آجائے گی:
 اُس نے اسی کیسے کہا کہ یہاں پہنچ کر کچھ بیٹھنے پر چھوڑنا تم
 نے انھیں جلانے نہیں دیا؟ کیا پتہ ہے اہواز دی تھی؟
 یہی اعتراض کرنے سے پہلے ہماری جو روٹیوں کو کھ رہے تھے
 دیکھ چکے ہیں کہ لین کو پراسرار قوتوں کا لگا ہے۔ اُس نے دھمکی
 دی تھی کہ آپ کو امانت نبھانی برا بڑا دکھ دے بتایا جائے۔ ورنہ وہ اس
 جواز کو تباہ کرنے کی ہے۔

اسی پر کے گریبان پر سالا کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ یہ بات
 سمجھ میں آئی کہ سے لین کے سامنے وہ خود مجبور ہو چاقی۔ یہ سوچ کر
 اُس کا دل بیٹھنے لگا کہ لین مجھے اُس سے دور لے گئی ہے۔ آپ
 شاید میں اُسے بھی نہ مل سکوں۔ ایک طرف باپ، بیٹھکے لیے پھر گیا
 تھا۔ دوسری طرف میں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ باپ کو ترہیں
 اتانے کی آخری دیر ادا کیے بغیر میری تلاش میں نہیں کل سکتی تھی
 اُس نے حکم دیا: اپنے آؤ میں کو ابھی کو لے کر طرف راستہ
 کو اُس سے کو روہے سے لین کو نہ پھیریں صرف فریڈ پرنظر رکھیں۔
 میں تمام ایک وہاں پہنچ جاؤں گی؟

اسی پر نے کہا: میں نے پہلے ہی بہ اختلافات کیے تھے کہ
 وہ دونوں نڈوں سے اوجھل نہ ہوں گے بائیں لیکن وہ ہم سے ٹھپ
 کر لینے کی پلاننگ پہلے ہی کر چکے تھے۔ کیسے ڈرا تیرا نہ اطلاع
 دی کہ وہ جبکہ امریکن بار میں داخل ہوتے ہیں۔ جب حملے آدی
 وہاں پہنچے تو وہ غائب ہو چکے تھے۔ انھیں ڈرا ہونے کے لیے بار کا
 پھلانگ دے رہا تھا۔

وہ نکلے تھے انداز میں کسی پر مجھ گئی۔ پھر لپٹی وہ کو لے
 اور ہلکے کا لہجے سے باہر نہیں جاسکتے۔ ہلکے کا لہجے کے حامل پو
 ماہی لڑکیوں کی جو کشتیاں ہیں۔ ان میں سے کسی نئی میں سے لین
 کا خاندان رہتا ہے۔ اُن کشتیوں کی تلاشی لو۔ وہ فروریس گئے۔
 اس کے بعد وہاں سے جانے لگا۔ سارا نے کہا: پھر فریڈ کے لپ
 کا ماہر ہے۔ اپنے ساتھ سے لین کا لہجہ بھی بدل سکتا ہے۔ کشتیوں
 اور لوٹوں پر ہوگی اور شہر میں سے لین لے لائے۔ فساد کے ایشیائی
 غیر ملکی پرنظر رکھی جائے جس کے ساتھ کوئی چینی ہوشیار ہو۔

سالا، ہلکے کا لہجے میں سینکڑوں مینی ڈائریکٹرز
 کے ساتھ وقت گزارتی ہیں۔ اسی لیے کھلے کھلے کا لہجہ لہجہ
 نہ براہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں۔ سب ہی کو یہ لہجہ
 بیان کا قانونی ہاتھ نہیں ہوگا۔ اُس کے پاس پاسپورٹ ہے
 وہ کہیں برٹن میں پہنچے گیٹ کے طور پر کسی کے پاس پہنچے
 بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ جواز اور حق سے کام لو۔
 اس کے بعد سالا کو وہ دونوں ہاتھوں سے سرتقا کر سوتے ہیں
 ایک ایک کیا ہو گیا۔ کل رات تک پتہ نہ ہو سکا ہے۔
 طرح فریڈ کا بیان دے دیا۔ اُس نے ان کا جواب مانے منعقد
 میں مل گئے ہیں۔ کیا سے لین کو معلوم ہو گیا تھا کہ تم فریڈ کو اس
 جہاں کرنے والے ہیں؟

وہ بے چینی سے پلہ بلیتی ہوئی سوچنے لگی۔ نہیں
 ہو سکتا ہے۔ مگر اُن کو پراسرار قوتوں کے لین اُسے وصل
 سازشوں کو علم نہیں ہوتا۔ پتا نہ ہو کہ ہلکے کا پتہ ہے۔ لین
 سے لین کو معلوم نہ ہو سکی۔ پھر ہماری مفید سازش کا علم اس کے
 ہو سکتا تھا؟

وہ سوچ سوچ کر اُلٹی رہی تھی۔ مگر اُس کی سمجھ میں نہیں
 تھا کہ سے لین کا ایک جھگڑے سے دور کیوں لے گئی؟ مجھے
 آری تھی۔ میں نے سارا کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر لینے
 کو رہا پتہ دی کہ کم از کم تین گھنٹے تک آرام سے سوتا رہیں۔ مگر
 میں کسی سے تو صدموں کی چاپ اچھے سے توبہ ہی آتھی تھی۔
 میں آرام سے سوتا رہا۔ جب آتھی تو میری گھڑی میں

کے دل کی کڑواہٹیں سنٹ ہوتی تھیں۔ میری ہاتھوں
 ہو چکی تھی۔ سے لین چار گھنٹے سوچتی تھی۔ مگر ابھی
 بہت زیادہ تنگ جانے کے بعد ایسی ہی نیند آتی ہے۔
 میں بستر سے اٹھ کر دروازے کے پاس آیا۔ مکان کے باہر

لوگوں کے چلنے پھرنے اور باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لین
 طبلے کار باوا زندگی میں عرصت تھی۔ میں نے ڈرا دروازے کو کھل
 کر دیکھا۔ کار پور سے وہ لڑھی عورت کو رہی تھی۔ مجھے دکھا
 رنگ گئی۔ اپنے سر کو دو بار تھمے کہ سلا کر کہنے لگی۔ میں نے اشارے
 سے کہا: جھوٹا لہجہ ہے۔
 اُس نے مجھے گویا میں اُس کے ساتھ چلتا ہوا ایک نکتہ
 سے ہاتھ روک رہی ہیں۔ اُس نے انقلاب کی زبان میں کہا کہ میں نے
 فصل و غیرہ سے فائدہ ہو جائے۔ مگر اُس نے کھڑکیوں کا ایک
 غواہی لیا۔ تھم کے ساتھ ہی پھرنا سا لگ گیا تھا۔ وہ لیکن میں

نے باس کے دروازے کو اُٹھ سے بند کر لیا۔
 چتر میں وہاں کے مکانات کتنے بولنے تھے۔ اُن کے
 164

کے باغ بھی جا سکتی تھی۔ باس کی دوا میں سوکھ کر کڑور ہو گئی تھیں
 کے ساتھ سے تو بی بی تھیں۔ باہر کا نظروں سے اُٹھنا۔ اپنی
 بننے کے کاموں کی طرح کا اندھے پر سامان اُٹھانے جا رہے تھے۔
 چھوڑ دیا۔ اپنے بچوں کو اپنی پشت پر باندھ کر مکان کے
 زب سے تھوڑی سی تھیں۔ میں نے اپنے پیٹھ سے اُٹھ کر باس کی
 تھوڑی سی چھلنے لے کر باہر والے مجھے نہ دیکھ سکیں۔
 فصل و غیرہ سے فائدہ ہو کر میں نے نیا لباس پہنا۔ بدن ہلکا
 ہلکا تھا۔ میں نے ناگہی اور فوج محسوس کرنا تھا۔ دایر کر رہے ہیں
 ہاتھوں میں بیدار ہو گئی تھی۔ مگر اب تک بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔
 پر یہی حالتی آنکھوں میں جو میرے سینے چل رہے تھے۔ مجھے دیکھنے
 ہواں نے خرابی کو دونوں ہاتھوں سے مزہ چھینا لیا۔

میں اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اُس کے سر پر لے جانے کی
 ادائیگی جاری تھی کہ دل کھینچا جا رہا تھا۔ میں نے اُس پر جھک کر
 گھڑی کی تھمے لین۔
 وہ بستر پر تھوڑی سی تھوڑی کر کے محل کر ہاتھ روم میں ملی گئی۔

میں نے بستر پر لیٹ کر اُنھیں بند کیں۔ پھر سونے کے بائیں
 ہلکے سونیلے کہا: اچھا، مگر وقت سے پہلے چلے آئے۔
 وہی وقت سے پہلے آ رہے ہے؟
 کوئی آ رہا ہے؟

وہی۔ ان سے زانو لگا لیا۔
 اُس کی آمد کی اطلاع تمہیں کیسے ملی؟
 یہاں تہہ فائدہ میں بیٹھی تھی ہے۔ فون کی گھنٹی سن کر ایک
 بلانے نے لیسو دیا تھا۔ پھر اُس نے لیسو میری طرف بڑھا
 بلانے نے آؤ تھی۔ دوسری طرف سے وہ کہہ رہا تھا۔ ہیلو ہلام!
 ہلکے بیٹھے بیٹھے آپ کو کھلیتے ہیں کی معافی چاہتا ہوں۔
 میں نے پوچھا: تم کو برو؟

ہاں! میں بیٹھے بیٹھے چھان چا رہے زانو لگا کا باپ یا لیا۔
 ہلکے بیٹھے باور سے آؤ میں نے میری بڑی بیٹھی کی ہے۔
 تم مجھے اس پر فائدہ میں کہیں لائے ہو؟
 آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے۔ میری چٹائی
 لینے والے جا چکے ہیں۔ بائیں میں ایک گھنٹہ تک آپ کے
 ہلکے بیٹھے بیٹھے بیٹھے والا ہوں۔
 کھڑے کھڑے آؤ گے تو جلدی پہنچ جاؤ گے۔ مجھے بور
 ڈار فوڈیاں آؤ۔

کہہ کر میں نے لیسو رکھ دیا۔ باپ آہ گھنٹے سے اس
 اطلاع کو رہی ہوں معلوم ہوتا ہے وہ آئے آئے کہیں بیٹھے
 165

میں بیٹھے لگا۔ سونیلے کہا: تم نہیں رہے ہو۔ یہ نہیں
 سوچتے کہ میں کی لوگوں میں آج نہیں ہوں۔ یہ کیسا لہجہ ہے جو مار
 کھا ہے اور ڈھٹائی سے بیان بھی کر رہے ہے۔
 میں کیسے بتاؤں کہ وہ کیا چیز ہے۔ آئے آئے تو وہ
 اتنے میں اپنے قریب سے سے لین کی آواز سنائی دی۔
 فریڈ کیا تم سوچتے ہو؟

میں خاموشی سے اُنھیں بند کیے پڑا۔ وہ اپنی زبان
 میں کچھ کہنے لگی۔ شاید یہ سمجھ رہی تھی کہ میری نیند پوری نہیں ہوئی۔
 اس لیے میں پھر سونیا۔ مجھے وہاں دایاں سے چاہنے والی
 پر سے آرام کا خیال کیسے نہ کرئی؟ اُس نے مجھے سونے کے لیے
 چھوڑ دیا۔

میں واپس سرخانہ میں گیا تو سونیلے مجھے سوچنے کی بجائی ہی
 بکار دی تھی۔ میں نے کہا: میں آ گیا ہوں۔
 اُس نے کہا: وہ بھی آ گیا ہے۔
 میں سونیا کی ادائیگی اُنھوں سے دیکھنے لگا۔ تہہ فائدہ کا خفیہ
 راستہ کھلنے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر لینے کے اوپر ہی پڑا۔ ایک
 ڈبلا تپلا سا لڑکا نظر آیا۔ اُس نے کینوس کے ہوتے بیٹھے بیٹھے
 اُس کی جرابیں گھنٹوں تک چڑھی ہوئی تھیں۔ گھنٹے اس لیے نظر
 آ رہے تھے کہ اُس نے ہاتھ بیٹھ پہن رکھی تھی۔ اُس کے اوپر
 جوتے کا ایک تھہڑا ایک فلت بیٹھ تھی۔ جس کی بائیں
 طرف کسی خوبصورت ہڈی سے ایک ہلکا ہلکا ہوا تھا اور اس کے
 شانہ سے شاید ایک کیرو فلک رہا تھا۔

وہ زینے پر بیٹھ گیا۔ سونیلے کہا: بیٹھے آؤ۔
 وہ صدم کو بولا: ابھی تھوڑی دیر پہلے میں بیٹھے بیٹھے بہت
 دکھا چکا ہوں۔ بیٹھے آؤں گا تو تم بھی مارو گی۔
 جب اتنا ہی ڈٹتے ہوتے مجھے بائیں میں لائے ہو؟
 میں اور بستر سے چاروں پہ زانو لگا بیٹھے تھمے فائدہ سے غلام
 بننا چاہتے ہیں۔
 ٹھیک ہے غلام بنا لیا، آگے لو لو۔
 آگے آگے کہیں ہندوستان میں بیٹھے بیٹھے پیدا ہوا تھا۔
 میرا نام ایک ہال ہے۔ چینی ہی سے میرا مزاج واقفانہ تھا۔ لیس
 اُس نام ایک لڑکے سے بیٹھے بیٹھے محبت ہو گئی۔
 ملے لوڑے مجھے عشق و محبت کی داستان نہ بناؤ گا
 کی باتیں کرو۔

جب تک میں اپنی مرثی نہیں سناناں گا تو میرے کام
 کی اہمیت کو نہیں سمجھو گی۔ بیٹھے بیٹھے میرے سن لو۔
 سونیا ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ بیٹھے سنا رہے تھے۔
 164

ہیں اس وقت بندر برس کا تھا۔ رو باگمار برس کی تھی اتنی ہی عمر میں ہی بڑی غریبی تھی۔ بیٹھے بیٹھے نئی فرمائش کرتی تھی۔ اس کی مرضیوں پہلی کرنے کے لیے میں جو رہ گیا۔

اس عمر میں صرف ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے اور ملتی گیت گانے والی محبت تھی۔ اس سے آگے ہم کچھ نہیں مانتے تھے۔ باجی برس کے لیے میں کیا کروا دھریں بست کچھ جان گیا اور وہ جہان ہو گئی۔ وہ اس وقت ہمارے درمیان میل کی سلامتی تھیں۔ جب میل سے باہر آیا تو بیٹھے بیٹھے خاتمہ سماج نے رو پا کو دوسرے کی دھم پتی بنا دیا۔

سوتیلے کلاہ اپنی داستان کو فخر کر دے

کہہ رہا ہوں۔ مختصر ہے اس کے بعد میں ایک بست بڑا رنگر ادلاک ہو کر رہ گیا۔ میں بڑی بڑی مضبوط عمارتوں میں نقب لگا سکتا ہوں۔ موجودہ وہد کے نبری تالوں کو کھول سکتا ہوں۔

اس سلسلے شان سے شکے جوئے کیرے کو بیٹھانے کے لیے کلاہ نے یہ اختیاروں کو ترمیم کرنے والی تھیں۔ اس کے ذریعہ میں نے کتنے ہی مالک کی اہم دستا و عزت بڑائی ہیں۔

رہنما رو کا ماسک میں بیٹھے میری قدر کرتا تھا۔ میرے سران چار بیٹوں کو بھی اس تنظیم کے ذریعہ جوڑ کر لائے اور ہمیں ہر ساعتی سکھانی سب ہم سب باپ بیٹے بیٹھے بیٹھے بچے بدعاش بن گئے ہیں۔

سوتیلے مل کر کلاہ بڑی خوشی ہوئی لیا کھے بھی تھی بدعاش بنانے بیل لائے ہو؟

نہیں دام! کہیں شرمندہ کرتی ہوں تم کو پھلے سے پختی ہوئے میں نے سوتیلے کی سوچ میں کلاہ کو لڑھے جبک پالنے نتھاری میں تعریف کی ہے۔

یروش اپ: وہ چیخ کر لوبی۔ تمھے بیان کہیں لائے ہو؟

دام! میں ابھی بتا رہا ہوں۔ میں رو پا کی جھڈائی میں چھ ماہ تک بیٹھے بیٹھے روتا رہا جو برس نے ان بچوں کی ماں سے شادی کر لئی۔

بین وہ چار بچوں کی ماں تھی۔ جو سب تم نے شادی کی۔ تم نہیں تم غلط سمجھ رہے ہو۔ یہ چاروں میرا خون ہیں شادی کے بعد پیلے ہوئے ہیں۔

ان کی زبانیں پیدائشی طور پر ایسی ہیں یا کات مٹی گئی ہیں۔ ابھی بتانا ہوں۔ پہلے رو پا کی بائیں سن لو۔

جو برس میں کسی رو پا کی تعین شرم نہیں آتی۔ جوان بیٹوں کی زبانیں کٹ گئیں۔ تعین ان کی جلد ہی میں کچھ کرنا چاہیے جو کہ محبت کے داستان بنا لے ہو۔

رو پا کی بات کر رہا ہوں محرقہ بیٹھے بیٹھے فخر دکھا رہی ہوں۔ سوتیلے کو کھڑی ہو گئی۔ میں نتھاری بچوں میں سے ان میں سے جوان بیٹوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔

کے اطراف عاجزی سے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ ان کی باتیں سن کر سوتا اور ہو گئی تھی۔ اس سے کلاہ بعض اوقات ایسا بھی کرتا ہے۔ تم قصہ کسی کا ستر نہیں توڑ سکتیں۔ وہ باپ بیٹے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے تو ان سے منٹ لیا جاتا ہے۔

لوگ عاجزی سے جھکتے ہیں انھیں دنیا کا کوئی شہزادہ نہیں سکتا۔ لہذا تم بیٹھے بیٹھے میرے اس کی رام کمانی سنو۔ میں اس لوٹھے کی کھوپڑی میں بیٹھے بیٹھے بیچ رہا ہوں۔

میں سوتیلے کو بھڑو کر لوڑھے جبک پال کے داغ میں بیچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ بڑی مشکل ہے اگر سوتیلے کو اس طرح فخر آتا رہا تو میری رو پا بچھے نہیں ملے گی۔ ہے جھگولنا! سوتیلے کے دل میں بیٹھے بیٹھے دیار جلدی پیدا کرنے۔

سوتیلے دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ بوڑھا کتنے گلا۔ بندہ یہی پہلے سے ان بچوں کی ماں بیٹھے بیٹھے مر گئی۔ چھریے رہا زندہ سے یاد آنے لگی۔ یوں تو میں بڑی کی زندگی میں بھی اس کے لیے بیٹھے بیٹھے رہا ہوں۔ جتنا فخر ہے۔ لڑکے کو بھی جانتے تھے کہ میں بچپن سے رو پا کے لیے تڑپتا ہوں۔ اپنی ماں کے مرنے کے بعد ان لوگوں نے وہہ کیا کہ یہ اپنے باپ کی جھوٹے کوشش کریں گے۔ مل گئی تو اسے زبردستی اٹھا کر لے آئیں گے۔

چھریے بیٹھے بیٹھے ہیں ہوا ایک بار ماسک میں نے ایک اہم شرم پر اپنے ہی دوس میں جلنے کے لیے کہا میں جاتا پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ مغربی جرمنی کے ایک ایک میلے کے پاس

ایک تھپوری کے سلسلہ میں اہم کا غذات ہیں اور وہ مجھ پر نظر میں کسی غیر ملکی ایجنٹ سے اس کا سودا کر رہا ہے۔

میں بیٹھے بیٹھے ناگوار بیچ گیا۔ رو پا کو دسے ماسوس پڑا لیے معلومات فراہم کر رہے تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ حق تالاب کے سامنے والی زد کو کوشی میں وہ کا غذات رکھے تھے۔ میں اور اس کا مجھے دوسری منزل کے آئین سیف کو کھول کر وہ کا غذات حاصل کرنے ہوں گے۔

میں شام کو اس عمارت میں گیا۔ عمارت کے نیچے حصار نظر تھا اور جھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ اہر سے آنے والے مسافر وہاں بیٹھے بیٹھے تھک کر رہے تھے۔ مجھے جس کمرے کی نشانی کی گئی تھی۔ جس سے اس کے ساتھ والا کمرہ کولے۔ یہ حال

کر لیا۔ چھریے اختراع کی مغربی جرمنی کے ایک میلے کے پاس

میں شام کو اس عمارت میں گیا۔ عمارت کے نیچے حصار نظر تھا اور جھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ اہر سے آنے والے مسافر وہاں بیٹھے بیٹھے تھک کر رہے تھے۔ مجھے جس کمرے کی نشانی کی گئی تھی۔ جس سے اس کے ساتھ والا کمرہ کولے۔ یہ حال

کر لیا۔ چھریے اختراع کی مغربی جرمنی کے ایک میلے کے پاس

سے وہ کا غذات نکل چکے ہیں۔ اب وہ کا غذات اسی چند دکانی کے پاس ہیں جو کمرے کے سامنے والے کمرے میں رہتا ہے۔

میں اس کمرے کے دروازے پر کئی بار بیٹھے بیٹھے گیا مگر وہ بند رہتا تھا۔ آج وہ دروازہ بند رہتا تھا۔ آجی رات کے بعد جب باہر نکلتا تھا گیا اور اندام مسافر بیٹھے بیٹھے سو

چھ تو میں فروری آلا تے سے نہیں ہو کر اس دروازے پر پہنچا۔ پہلے میں اس کے دروازے کی ہول سے گیس پائپ کو ننگا کر لیا۔ پھر میں اس کو ان کے کمرے میں کھڑا کر لیا۔ پھر بیٹھے بیٹھے باج منت کر کے کمرے کے اندر چھریے گیا۔ اسے اب

پہلے ہر شرم پر جانا چاہیے تھا۔ میں نے گیس ٹیوب کر ہٹا دیا۔ وہ نام پتیل میں اپنے کمرے میں لے جا کر رکھیں۔ پھر میں ایک بین کر اس دروازے پر گیا۔ اس دروازے کو کھولنا پڑا۔

لے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ چند سیکنڈ بعد ہی دروازہ بیٹھے بیٹھے کھل گیا۔ میں نے کمرے کے اندر پہنچ کر پتیلی لگا دی۔ کمرے میں آرام دہ آرائش کا کوئی سامان نہ تھا۔ ایک لڑکے کے پاس ایک اونچی سی بڑھی۔ اس پر فروری کرشن جھگولنا بیٹھے بیٹھے رہا ہے۔

جھگولنا کی مودتی کے پاس بہت سے گیندے کے بچوں بچھے بیٹھے۔ آرتی کے لیے ایک پتیلی کی مثال رکھی ہوئی تھی اور اسی مثال کے نیچے ہر کمرے کے کا غذات نظر آ رہے تھے۔

میں نے احتیاطاً دروازہ کھال لیا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ وہ خالی تھا۔ میں نے دروازہ کو کھولا۔ میں نے دیکھا۔ دوسری ایسی کی بات یہ تھی کہ کمرے کی پچھلی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔

یہی جتنی گیس میں نے کمرے میں پھونپی تھی۔ وہ بیٹھے بیٹھے کھڑکیوں کے دل سے خارج ہو گئی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس کمرے

لاکھیں بھی اس راستے سے فرار ہو گیا ہوگا۔ دیکھو اس کے فرار ہونے سے کچھ نہ ہوتا۔ نیچے ریڈیو کے جاسوس اس کی ناک میں لگے ہوئے تھے۔

میں نے گیس ماسک اُتار دیا۔ جھگولنا کی مودتی کے سامنے ڈھولت گیا۔ چھریے کے ٹیوب اگر مثال کے نیچے سے کا غذات نکلے گا کا غذات وہی تھے۔ جن کی ناکش میں میں آیا تھا۔ میں نے ماسوس ہو کر جھگولنا کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ نہ کہ کھانا لیکن

ادھر سے آئے تھے۔ یہی بیٹھے بیٹھے جو تک گیا۔ جھگولنا کی مودتی کے نیچے میری رو پا کھڑی ہوئی تھی۔

جولان کے دل خوشی سے دھڑکتے ہیں۔ میں بوڑھا ہوں اور میرے خوشی کے بلے میرے گھٹنے کا نینے گھر۔ رو پا اسی طرح کھلی تھی۔ پرتشابت تھی۔ جب میں میل میں گیا تھا تو وہ تیرہ برس لگی۔ اب سولہ برس کی لگ رہی تھی۔

سوتیلے نے پوچھا۔ اے تم کسی باتیں کر رہے ہو رو پا اس وقت تیرہ برس کی ہوگی۔ اب تو تم جوان بیٹوں کے باپ ہو رہے ہو۔ اسے بھی بوڑھی ہو جانا چاہیے۔

دام! تم عمر کے حساب سے ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اب میں ساٹھ برس کا ہوں۔ وہ مجھ سے دو برس چھوٹی تھی۔ آٹھ سالوں میں کی بوڑھی نظر آنا چاہیے مگر وہ جوان ہے اور کنواری ہے۔

وہ کنواری کیسے ہوسکتی ہے۔ پٹھالے بیان کے مطابق اس کی شادی ہو چکی تھی۔

یہ بھی درست ہے۔ میں نے بیٹھے بیٹھے معلوم کیا تھا۔ رو پا کی شادی ہو چکی تھی۔ اس کے کئی بیٹے پیدا ہوئے۔ آخر میں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد رو پا مگر تھی۔ اس نے مرنے کے بعد میرے لیے دوسرا منم لیا ہے۔

دوسرا منم؟ سوتیلے نے میری سے پوچھا۔ کیا تم باگل ہو؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ انسان مرنے کے بعد پھر ایک بار پیدا ہوتا ہے۔

ہاں اے! آدھن کتے ہیں۔ ہمارے دھرم کے سہی لوگ اس عقیدے کو ملتے ہیں کہ اگر کسی کی آتما پچھلی زندگی میں بیٹھے بیٹھے پاسی رہا ہے تو وہ اپنے پریمی سے ملنے کے لیے دوسری بار منم لیتی ہے۔ پڑھنے پڑھنے کے لیے پھر ایک بار منم لیا ہے۔

میں نے سوتیلے سے کہا۔ سوتیلے! اس بوڑھے سے بحث نہ کرو۔ یہ چند فوں کا عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد کبھی دوسرا روپ میں کبھی اپنے اصل روپ میں دوبارہ جنم لیتا ہے۔

فرار کیا تعین یقین ہے کہ رو پا مرنے کے بعد پھر پیدا ہو گئی ہے۔

نہیں۔ ہمارا اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد صرف قیامت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ تاکہ خدا نے بزرگ کے آگے اپنے اعمال کا حساب لے سکے۔ تم جبک پال نہ سمجھو۔ وہ اپنے عقیدے کے مطابق بائیں کر رہا ہے۔

تو پھر رو پا کون ہوسکتی ہے؟

میں نے کلاہ پر اشارہ کیا ہے کہ جس جوان لڑکی کو اس نے دیکھا ہے وہ رو پا کی آخری بیٹی ہوگی اور رو پا کی جینٹل ہوگی۔ اسے آگے کہنے دو۔ شاید میری بات کی تصدیق ہو جائے۔

سوتیلے جبک پال سے کہا۔ میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔ آگے کو!

وہ کہنے لگا۔ تقریباً تینتالیس برس کے بعد ایک کتا پانچ کو بکھ کر میں ساری دنیا کو بھول گیا۔ میں نے خوشی سے کانپتے ہوئے کہا۔ رو پا۔ بیباں۔۔۔۔۔

وہ اپنی بڑی بڑی کٹورہ مہیسی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی جیسے پہلے سے ہی کو شش کر رہی ہو۔ چورہ بولی تو تم مجھے روکا کیوں کہ لمبے ہو، گھائیے پہناتے ہو؟

ہاں روکا! میں تمہیں اتنا پہچانتا ہوں کہ بیٹھے بیٹھے اپنے کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ تم کیشرا تھ کی بیٹی ہو۔ اب سے ستاروں پر پہلے تم ہائے پور میں پیدا ہوئی تھیں۔ ہم دونوں بچپن سے بیٹھے بیٹھے محبت کرتے رہے۔ تیرو برس کی عمر میں تم نے سونے کی بالی پینے کی ضد کی۔ میں نے تمہاری عمر بھش لہری کرنے کے لیے چوری کی۔ پھر بچکا گیا۔ بیٹھے بیٹھے جیل چلا گیا۔ پانچ برس بعد واپس آیا تو تمہاری شادی ہو چکی تھی۔

وہ میری باتیں بڑے نولے سے سن رہی تھی۔ چور میری بات کو دہرائے گی۔ میں نے پور میں پیدا ہوئی۔ کیشرا تھ کی بیٹی ہوں اور تیرو برس کی عمر میں تم سے بچھڑ گئی۔... ہاں ہاں مجھے یاد آ گیا۔ میں تمہیں پسندوں میں دیکھتی رہی ہوں۔ تمہارا نام، تمہارا نام... وہ یاد کرنے کی نوبت نہیں آتی۔ وہ خوش ہو کر کہی۔ ہاں تمہارا نام کبک پال ہے۔ نام سے بدل کی دھڑکیں بھی پکالتی رہتی ہیں تم کہاں کھو گئے تھے میرے لڑے پری؟ وہ مودنی کے بیٹھے سے سیرس رہاں آئی۔

میں نے ہاتھ پتے بٹنے کما تے میں بیٹھے بیٹھے بوڑھا ہو گیا ہوں تم جہان کیسے رہ گئیں؟

وہ بولی تم بدمذہبی لوگوں میں رہ کر رہے بھول گئے ہو کہ ہمارے بس کے پریم کرنے والے مرنے کے بعد دوسرا جنم لیتے ہیں پری اتنا تمہارے بے جھگ رہی تھی۔ میں نے یہی اس سنا ساری پھر تمہیں پلانے کے لیے آگئی ہوں۔

میں نے خوش ہو کر کہا میں بیٹھے بیٹھے بھول گیا تھا کہ یاد کرنے والے دوبارہ جنم لیتے ہیں یا

سو نہانے بیزار ہو کر کہا "تم یہ دوسرے جنم کی بجواس کب ختم کرو گے۔ جہنم کے عین ہو گیا ہے کہ وہ تمہارے لیے دوبارہ جنم اور کنواری لڑکی جن کو اس میں بنا ہی آئی ہے۔ اب آگے کہو۔" جگ پال نے شکایت کیا۔ "اما! اس ساہیسی دور میں بیٹھے بیٹھے اتنا بڑا واقعہ ہو گیا۔ بس بات کو منتقل تسلیم نہیں کرتی کہ لے روکا نے اپنے دوسرے جنم سے ثابت کر دیا ہے بیٹھے بیٹھے دکھ پہنچا رہا ہے کہ آپ کو بولتی نہیں ہوتی۔ آپ میری روکا سے دلچسپی نہیں لے رہی ہیں۔"

میں بعد میں دلچسپیوں کی پہلے یہ تیار ہو چکا ہوا؟ "پھر وہ پالے غرے سے دیکھنے لگی مجھے اپنے بڑھاپے پر شرم

آدمی تھی کہ وہ بیٹھے بیٹھے خورے میرے پر سے کھانے لگا۔ ننگی رہی ہو پھر اس نے کہا اس لیے میں کما تے میں بھی کھی رہا تھا کاش کرتے بیٹھے بلان کما تے ہو مگر تمہیں تو یہ پتہ نہ تھا کہ میں نے دوبارہ جنم لیا ہے۔

میں بیٹھے بیٹھے شرمندگی سے بولا تم مجھے نہیں معلوم تھا کہ پورا مہر ہے۔ اب میں بھی اپنے پاس کما مہر چاہنے کا ذمہ دار ہوں لے کر اس دہس سے باہر چلے جائیں۔

وہ میرے ہاتھوں میں کاغذات کو دیکھتے ہوئے بولی کہ آواز سیر محبوب نہیں ایک جرم ہو تم میرے لیے نہیں ان کاغذات کے لیے آئے ہو۔

روکا! تم بیٹھے بیٹھے مجھے غلط نہ سمجھو۔ یہ شک میں کاغذات کے لیے آیا تھا مگر تمہارے سلسلے ان کی کوئی اہمیت نہیں تھا۔ تم اسے واپس لے سکتی ہو۔

وہ میرے ہاتھوں سے ان کاغذات کو لیتی ہوئی بولی کہ میں نہیں جانتی کہ یہ کیسے کاغذات ہیں لیکن یہ اگر کھوجا میں ملے گا مجھے مار ڈالے گا۔

"کون؟" میں نے پوچھا۔ پھر بڑے عزم سے کہتا میرے ہونے کوئی تمہیں بیٹھے بیٹھے نہیں مار سکتا۔... مجھے جانو کہ کون ہے؟

"ہاں اسے نہیں جانتی۔ تم بڑا بڑا کہ میں تمہیں پلانے کیلئے ہوں۔ پچپن سے ایک سینے میں ایک بوڑھا اتنا تھا۔ جب میں کا

ہوتی تو وہ کھار بوڑھا ہو گیا۔ باکل تمہارا ہنسنا تھا مجھے سے کہنا روکا مجھے بلو کر۔ میں تمہارے لیے چور بن گیا۔ جیل چلا گیا۔ پھر آؤ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اس بوڑھے کی باتیں سن کر بولوں سے بھر جاتا تھا۔ اس دنیا کے زورجان مجھے ایک آنکھ نہیں بھانڈتے ہیں سو جیتی تھی کہ میں اپنے پسندوں کے بوڑھے راہ سے خادی کر لوں گی۔

پھر ایک رات میں سے سینے میں اس بوڑھے نے آکر گڑوا پاؤں تاپوں کے وہ ہوا آٹھم میں جاؤ۔ تمہارے سن کی ہوا میں ہو گئی۔ اس سینے کے بعد جب میری آنکھیں کھلیں تو چور میں میں نہ رہ سکی۔ سال باپ کا گھر چھوڑ کر بیان آگئی۔ سال آٹھم میں کمال کیا۔ جگ پال کی مودنی کر بیان رکھا۔ چور دن رات تمہارے رخ پرار تھا کرتی رہی۔

کل رات جب میں پوچھا کہ یہ تھی تو اچانک کہ کاغذات کھلا لیک لہاڑا کھا آدمی ہاتھ میں لڑو لہو لیے آیا۔ اس نے دم دی کہ میں خود جھاؤں گی تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔ میں سے نے مزائیس چاہتی تھی۔ اس لیے چوہ رہی اس آدمی نے کما

بڑا دیکھا کہ ہے ہیں۔ میں نے اہم کاغذات تمہارے پاس مانت لکھ کر دیا ہیں۔ کل رات کر کسی وقت آکر واپس لے جاؤں گا۔ یہ کہہ کر اس نے کاغذات تمہارے پیچھے رکھ دیے۔ پھر کھڑکی کے پاس جا کر بولتا وہ غنیمت میری لاکشس کر پا سکتے ہیں مگر ان کاغذات تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ ایک فیصدی ہمارے دہس کی محتاطت رہنے کے دہس کی حفاظت کرنا تمہارا بھی کر تو رہا ہے۔ میں تمہارے اور جگ پال کے بیچ تمہیں رکھنا ہوا ہوا اگر کسی کے ہاتھ لگیں گے تو میں تمہیں شرم کر دوں گا۔

یہ دھمکی سے کروہ کھڑکی کے راستے چلا گیا۔ اب میں ڈوبی ہوں کیا کیا کروں؟ کل رات سے اب تک میں نے کسے کا دروازہ نہیں کھولا۔ دن کے وقت کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو اباب کے اس دو آدمی کھڑے بیٹھے تھے۔ ایک دہس کے ذریعہ میری کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی دونوں کھڑکیوں بند کر دیں۔ ابھی تمہارے آنے سے پہلے میں لگا بیٹھے کہ میں کوئی گیس پھیل رہی ہو میرے روبرو نہ کرے۔ لگا تو میں نے کھڑکیوں کھول دیں پھر جگ پال کی مودنی کے پیچھے آکر بیٹھ گئی۔

میں نے اسے دھار دی۔ گھراؤ نہیں۔ میں ان کاغذات کے ساتھ تمہیں بیان سے ایسی جگہ لے جاؤں گا۔ جہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

وہ کاغذات کو خال کے پیچھے رکھتی ہوئی بولی۔ وہ لمبا تڑکا آدمی دہس بیٹھ گیا ہے۔ میں بھی دہس کی جھانکی کے لیے ان کاغذات کی حفاظت کرنی چاہیے۔

میں اپنی روکا کی بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اسے ناراض نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے کما میں صرف تمہیں چاہتا ہوں۔ تمہاری خاطر اپنے ہاس سے جھوٹ بولوں گا کہ کاغذات نہیں ملے لیکن تم کب تک ان کی حفاظت کے لیے بیان چھوڑ رہو گی؟

"ہی سوچ کر میں پریشان ہوں۔ آج میرے مرنے کی رات ہے اگر میں مر جاؤں گی تو..."

میں نے میرانی سے پوچھا۔ یہ تم بیٹھے بیٹھے کیا کہہ رہی ہو؟ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آج پورناش کی رات ہے۔ ہاں رات میں مر جا کر رہی ہوں۔ تمہارے ہاتھ میرے کالوں میں گھسٹاں کا پیچھے لگتی ہیں۔ کوئی دہس سے کہتا ہے۔ اماؤ۔ واپس آ جاؤ۔ اس سنا میں تمہارا پیار تمہیں نہیں ملے گا۔ روکا آ جاؤ..."

میں نے بیٹھے بیٹھے لہری رشت داؤ دیکھی۔ ابھی میں بچنے تک ہونے نہ دھمکتا باقی تھے۔ میں نے گھرا کر کہا کہ نہیں روکا! تمہارا پیار تمہیں مل گیا ہے تمہیں صحت نہیں آئے گی۔ مگر اسے

گی تھی تو کیا فرق پڑے۔ تم تو چور سے لے کر لے لیتی ہو۔ ہاں پتہ نہیں کہیں میرے ساتھ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ مجھے اپنا بکوش نہیں رہنا۔ مجھے گتا ہے۔ جیسے میں خواب میں چل رہی ہوں۔ پھر پھرتے جا بھی احساس نہیں رہتا۔ شاید میں مر جاتی ہوں۔ پھر بمشورہ میرا ہونا ہے کہ میری آنکھیں ہسپتال میں کھلتی ہے۔ اس نے سلائے کے لیے چور میری گردن میں ہاتھیں ڈالیں۔ پھر بولی کہ تم بڑے ہی سنگرم جنم کے ساتھی ہو۔ میں تمہیں پالنے کے عہد ہاتھ تھوڑی دیر کے لیے بھی مزا نہیں چاہتی۔ مجھے اپنے ہاتھوں میں چھینا لو۔

آہ اہلے وقت ندرت سے احساس ہوا کہ میرے ہاتھ مجھے بیٹھے بوڑھے ہر گئے ہیں جگ پال نے جب مذاق کیا ہے۔ مجھے بوڑھا کر کے میری عمر بڑھ کر بڑی لڑکی بنا دی۔ اس دنیا کے کسی عاشق پر ایسا ظلم نہ ہوا ہو گا۔ میں نے اسے اپنے ہاتھوں میں چھینا جا ہا تو بیٹھے بیٹھے خود میری بوڑھی ہڈیاں اس کے ہاتھوں میں چھب گئیں۔ محبت کی جھاڑوں میں پتہ نہ چلا کر بیٹھے بیٹھے کس طرح وقت گزر گیا۔ باہر کہیں تین کا گھنٹہ راج ہوا تھا۔ اس آواز کے ساتھ کہیں دہس سے گھنٹیوں کی آواز سنانی سے رہی تھی۔ روکا اچانک کانچنے لگی۔ لڑتی ہوئی آواز میں بولنے لگی۔ نن۔ نہیں۔ میں اب نہیں مزا چاہتی..."

اچانک وہ ایک جھٹکے سے لیں الگ ہو گئی۔ جیسے نادیہ ہاتھوں نے اسے کھینچ کر مجھ سے جدا کر دیا ہو۔ مگر کا دروازہ بل ہا تھا۔ جھٹکے کھار ہاتھ اس کی چٹنی لڑتی ہوئی تھی۔ پھر وہ پیچھے سرک گئی۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی تیزی مند کے گھنٹے زور زور سے بجنے لگے۔

کھلے ہاتھوں سے باہر دوڑنے کے باہر دوڑ پھری دھوئی پنے کھڑے تھے۔ دھوئی سے اوپر دھا بدن ننگا تھا۔ ننگے بدن ہکا ندھے سے کڑک جھینو بندھا ہوا تھا۔ جھولوں کے سرخ شے ہوئے تھے۔ دونوں کے ہاتھوں میں پتیل کے تعال تھے۔ پھر تال پر ایک دیا روشن تھا۔ گیتہ کے چھول ہاتھوں میں کھڑکی ڈوبی تھی۔

میں نے روکا کو دیکھا تو اس کے دہس سے پھل رساکت ہو گئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ ہتھ مبارکوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ دونوں چوکھلی پلٹ کر جا رہے تھے۔ میں نے روکا کے پیچھے چلتے ہوئے آواز دی۔ تنگ جاؤ۔ تم کہاں جا رہی ہو؟

وہ فاکش تھی جیسے میری آواز اس کے کالوں تک نہ پہنچ رہی ہو۔ میں نے دروازے کے پاس پہنچ کر سوچا کہ قابل ہاتھ نہیں چاہتا چاہیے اس لیے تیزی سے پلٹ کر جگ پال کی مودنی کے پاس آیا لیکن اب وہاں تمہارے پیچھے کاغذات نہیں تھے۔ وہ کہنے

آپ ہی آپ غائب نہیں ہو سکتے تھے شاید اس وقت جب میں چلوں کہ دیکھ رہا تھا تب رو پانے اپنے دہلیں کی جھلانی کے لیے آن کاغذات کو اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا ہوگا۔ میں پھر جھانکا ہوا رو پانے کے پاس پہنچ گیا اب وہ بچا رہا اور نے وہ لوں طرف سے اس کے ہاتھوں کو تھام لیا تھا۔ بیٹھے بیٹھے زینے سے اتر رہے تھے۔ کتنے ہی گھنٹوں کی آوازیں رات کے سناٹے میں گونج رہی تھیں بلکہ سچ ہے تھے۔ رو پانے کو نرت پکاد رہی تھی۔

میں نے فیض سے اترتے ہی رو پانے کی نسبت پر ہلارے بیٹھے اپنی آنکھ لیا۔ کیونکہ منہ کا ضمن شروع ہو چکا تھا اور وہاں لہلان کا دھول اس قدر جھیلنا ہوا تھا کہ وہ بیٹھے بیٹھے آنکھوں میں چھٹی چھٹی جا رہی تھی۔ جی میں آ رہا تھا کہ چھل چھل کر کچھ جاباؤں مگر وہ جہان اور بکھرے تھے۔ میں اپنی جہان مجھ سے کے سامنے شرفہ نہیں ہونا چاہتا تھا۔

جرب انسان بیٹھے بیٹھے دشمن کو نہیں مار سکتا تو بزدل بن کر دوست کے ساتھ۔ نے کا دعوے کو کرتا ہے۔ میں نے کہا تو رو پانے میں تھا اور اپنی نہیں جھوڑوں کا تھانے ساتھ مر مائل گا۔

رو پانے کی آواز میری تھی۔ دھول اس قدر جھیلنا ہوا تھا کہ وہ نظر نہیں آ رہی تھی صرف مجھے آگے بڑھانے والا اپنی بنا رہا تھا کہ وہ ابھی تک بیٹھے بیٹھے چلتی جا رہی ہے۔ پھر کہیں کہیں سر قدم دنگ لگائے۔ اب باؤل تلے چند نرس نہیں تھا کہیں پھر اور کہیں کچھ زمین تھی۔ ایسی ہی جگہ میں رو پانے کی پشت سے نکل گیا۔ کیونکہ وہ اہانک دک گئی تھی۔

اس وقت میں نے بیٹھے بیٹھے رو پانے کو بوجھ اپنے اوپر بوسوں کیا۔ وہ سہارا لیتا جا رہی تھی۔ میں اسے سہارا دیتے دیتے اس کے ساتھ ہی زمین پر گر پڑا۔ زمین کی سختی سے اور رو پانے کو بوجھ سے میری تڑپاں کو کڑوا کر وہ گھٹیں بخولڑی و تریک برابر نرس پھرتا رہا پھر دھول چھٹنے لگا تو میرے بھی تھام بیٹھے بیٹھے دوست بچتے گئے۔

رو پانے کے چلے بڑے دیے ساکت تھے اس کی سانس نہیں چل رہی تھی جسم بھی ساکت ہو چکا تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے اسے اپنے اوپر سے ہٹا کر زمین پر ڈالا۔ اسے جھنجھوڑ کر آواز دی۔ مگر وہ بہت پہلے ہی بیٹھے بیٹھے میری تھی۔

ابکھ سے مجھے رونا آ گیا۔ میں کتنا بد نصیب ہوں۔ چند برس کی عمر تک رو پانے سے صرف ہاتھ خٹانے والی محبت گزارا۔ پنی تالیس برس بعد وہ ملی تو میرا بڑھا پھر وہی ہاتھ خٹانے کر رہ جانے والی محبت کر سکتا تھا۔ بڑھاپے میں ایک جہان لڑکی کی محبت مل جانے تو بیٹھے بیٹھے ہی غنیمت ہے مگر وہ مل کر بھرنے پھر

گئی تھی۔ میں اپنی بد نصیبی پر روتا رہتا تب بیٹھے بیٹھے رو پانے کے راز و نیاز کا مٹی ہوئی تھی۔ پہلے ہی وہ مرنے کے بعد کسی رخصتی ہسپتال میں پہنچ کر زندہ ہو گئی تھی۔ اب بھی ہسپتال سے لے کر فرار ہی بیٹھے بیٹھے اسے ہسپتال پہنچانا چاہیے۔

ہسپتال پہنچانے کے خیال سے وہ کاغذات ہاوا اسدہ کسی دوسرے کے ہاتھ کھٹکتے تھے۔ میں انھیں اپنے پاس رکھنے کے لیے اس کے لباس کو مٹولنے لگا۔ وہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی۔ میں اس کے لیے رو پانے کو لے کر آ گیا۔ رو پانے کے سینے پر ستر رکھ کر جان سے دوں۔

اتنا کہہ کر جگ ہال چپ ہو گیا۔ سونپنے دیکھا وہ جگہیاں لے لے کر رو رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا ایک بھلان دیشیزہ اور ایک بوڑھے مرد کی محبت پہلی بار دیکھنا اسی میں آئی تھی۔ میں خود اس لڑکے کی سوچ پڑھنے کے دوران متاثر ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ سچ رو پانے کے لیے جگ رہا تھا۔

سوتیا بھی اس سے متاثر ہو گئی تھی مگر اس نے جھولتی ظاہر نہیں کی۔ صرف نرمی سے کہا۔ جب وہ میری ہے تو اس کے لیے رونا افضل ہے۔

”وہ نہیں مر سکتی۔ میں بیٹھے بیٹھے چرائے نکاش کرنے کے لیے ہندوستان جاؤں گا۔“

میں۔۔۔ اس کے فرزدہ جسم کو مٹول کر کاغذات نکاش کر رہا تھا۔ کاغذات تو نہیں ملے۔ ایک گھونسلہ۔۔۔ میں آندھ کر دوسری طرف گر پڑا تب میں نے بیٹھے بیٹھے دیکھا میرے چاؤں طرف جہانق سپاہی رانقلین لیے کھڑے تھے۔

ایک فوجی افسر نے کہا۔ لوڑھے! تجھے شرم نہیں آتی۔ ایک مژدہ لڑکی کے بدن کو مٹول رہا ہے۔

میں نے بیٹھے بیٹھے کہا۔ یہ میری رو پانے سے بچان کا پانسہ ہے۔ مجھے اس کے ساتھ ہسپتال لے جاؤ۔ وہ دوبارہ زندہ ہو جانے لگی۔

افسر نے تنگ لہو میں کہا۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ زندہ ہو جانے لگی۔ تم بھی یہ جان لو کہ تھانے تمام ساعی کرنا۔ پوچھتے ہیں۔ اس کے حکم سے دو سپاہی مجھے چوکرواؤں سے لے جانے لگے۔ میں پہنچ رہا تھا۔ رو پانے کو آوازیں سے رہا تھا مگر وہ لوں سپاہی بیٹھے بیٹھے مجھے تنکے کی طرح اٹھا کر وہاں سے لے گئے۔ آگے چل خانہ کی دو گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں ایک گاڑی کی جالی سے ریڈ پاؤں کے جاسوس جھکتے ہوئے نظر آئے۔ واقعی یہ ساقی نیکر لے گئے تھے۔

مجھے دوسری گاڑی میں بیٹھے بیٹھے بیٹھا گیا۔ وہاں ریڈ پاؤں

کے ہیں جاسوس قندری کی حیثیت سے بیٹھے بیٹھے چھوٹے چھوٹے گاڑیاں آگے بڑھنے لگیں۔ ہماری گاڑی بیٹھے ہی۔ ریڈ پاؤں کے ایک جاسوس نے مجھ سے پوچھا۔ وہ کاغذات محفوظ ہیں نا؟

میں نے بیٹھے بیٹھے بل کر کہا۔ میری دنیا لٹ گئی ہے۔ تو پانچ گئی ہے۔ ہم جیل جا رہے ہیں اور تمہیں کاغذات کی پڑی ہے۔

اس نے فرار کر کے یہ کہنا جس صحت کو زخم جہاں میں نہیں جاؤں گا۔

ابھی وہ کاغذات لے کر سیڑھیوں پر ہل رہا تھا۔ وہاں کمرہ خروں میں ہمارا آدمی ان کاغذات کی فاکر و مل کر کرے گا۔ میں نے غصے سے کہا۔ میرے پاس وہ کاغذات

نہیں ہیں۔

تیرم جہاں کر رہے ہو۔ آخرم کے میں کسے کہ تم نے کرانے پر مال کاغذات وہاں تھانے جانے کے بعد ہی موجود تھیں اس کسے کہ کڑکے سے کل کر رو پانے کے کسے کی کھڑکی کے پاس آ گیا تھا اس وقت میں نے دیکھا۔ وہ لڑکی محبت کا اظہار کرتی رہتی تم سے لپٹ گئی تھی پھر اس نے ان کاغذات کو تھاری جیکٹ کی جب میں رکھ دیا۔ اسی وقت میں نے نیچے دیکھا یہاں کے فوجی میری طرف رانقلین اٹھانے کھڑے تھے مجھے جھروڑا خود کو گرفتاری کے لیے ہمیشہ کرنا پڑا میں کچھ رہا تھا کہ اتنی دیر میں تم اس کسے سے فرار ہو جاؤ گے۔ لیکن تم پر تو مشق کا جھوت سوار ہو گیا تھا۔ پھر

وہ کاغذات موجود ہیں یا نہیں؟

میں نے فرار ہی بیٹھے بیٹھے اپنی جیب مٹول پھر یہ دیکھ کر جہان رو گیا کہ وہ کاغذات میری جیب میں موجود تھے مجھے شرم آن کر رہا پانے تو مرنے مرنے ہی دس جھکتی کا ثبوت دیا۔ وہ کاغذات میری جیب میں چھپائے اور میں جوں کر ریڈ پاؤں میری نذر گئی تھم کے لیے کام کر رہا ہوں۔

ریڈ پاؤں کے جاسوس نے پوچھا۔ کیا تم یہ کاغذات ہم سے چھپانا چاہتے تھے؟

میں میں بیٹھے بیٹھے تم کھانا ہوں کہ تھانے کاغذات کا علم نہیں تھا۔ یہ نہیں کب رو پانے سے میری جیب میں رکھنا تھا۔ اس نے کہا۔ تمہیں نہیں آتا کہ رو پانے اپنے ذہن کے لیے کھڑکی تھی اور میں گرفتار کرنا چاہتی تھی تو پھر یہ کاغذات تھیں کیوں سے ہے؟

اس لیے کہ وہ مجھ سے بیٹھے بیٹھے محبت کرتی ہے۔

”جوت۔ آگے جا کر یہ گاڑی رکھنے والی ہے۔ اس گاڑی میں سفر کرنے والا جہانق افسر ہلا آدمی ہے۔ چونکہ ہم سب کو گئی گئی کے نیرو دونوں گاڑیوں میں ٹھہرنا گیا ہے۔ اس لیے دوسری گاڑی کا افسر اس گاڑی کے افسر کو الزام نہیں دے سکے گا۔“

قیدی یہاں سے غائب ہوا ہے۔

وہ مجھے بیٹھے بیٹھے تمام باتیں۔۔۔ دیکھا رہا تھا اور ہاتھ

کر رہا تھا کہ مجھے فرار ہی رہیں۔ میرا اسے کہہ کر فرار میں پہنچنا ہوگا۔

آگے جا کر سچ سچ وہ گاڑی بیٹھے بیٹھے رک گئی۔ اس کے رکستے

ہی پھیلادلا دلا زہ کھلا۔ ایک سپاہی سے ہل ہاتھ پڑ کر بار کھینچا اس کے ساتھ ہی دروازہ دوبارہ بند ہوا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اب میں بیٹھے بیٹھے دوبارہ آزاد ہو گیا تھا۔ لیڈ لڑکی کی طرف پر لڑا کر رہا تھا۔ ریڈ پاؤں کا خوف نہیں تھا۔ کچھ کچھ محبت کرنے والے ٹھنا بھول جانے ہیں۔ میں نے فرار ہی ایک ٹیکسی لی اور اسی آخرم کی طرف روانہ ہو گیا۔ ارادہ تھا کہ دوسرے بیٹھے بیٹھے معلوم کروں گا کہ

رو پانے کو وہ لڑکی ہسپتال میں لے گئے ہیں۔

وہاں پہنچ کر میں نے ٹیکسی چھوڑ دی۔ رات کی تاریکی ابھی باقی تھی میں نے آخرم کے چوکیدار کے پاس جا کر پوچھا۔ کیا یہاں مسافر کو پھرنے کی جگہ مل سکتی ہے؟

اس نے کہا۔ آج میں مل سکتی جاگی فوج والوں کا یہاں پڑ ہے بہت سے جاسوس چننے گئے ہیں۔

”یہ تو اچھی بات ہے کہ بیٹھے بیٹھے دہلی کے دشمن چننے گئے۔“

”چھاتام جاسوس ہو ہیں یا کرنی مورت ہی ہے؟“

”ایک عورت تھی۔ سنا ہے کہ کرنی سنا ہے۔ میرے پالیس ہسپتال لے گئے ہیں۔“

پالیس ہسپتال کی طرف جانا خود سے خالی نہیں تھا لیکن رو پانے اپنی طرف تکیج رہی تھی میں ہسپتال کے پچھلے حصہ کی طرف گیا۔ ارادہ یہ تھا کہ پچھلے دار دروازہ اور دروازے کے قریب جان

تھیں۔ پھر یہ کہ رو پانے کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ ایسے ہی وقت مجھے بیٹھے بیٹھے محسوس ہوا کہ رو پانے کے اندر دل ہی ہے۔ تیس پیر ہی میں تھانے لیے چوز نہ ہو رہی تھی میں پھر غصے سے لے والی ہوں۔

میں نے اپنے آپ کو ٹھوٹا کر اندر میرے رو پانے کی روح بیٹھے بیٹھے ہل رہی تھی۔ پھر میں اپنے آپ سے ہلنے لگا۔ تھانے ایک ٹیکسی کرا لیا۔ کھانا چلے۔ رو پانے نہ ہو کر دھرتی کے نور اٹھنے کے لیے کسی گاڑی کی ضرورت نہیں آئے گی۔

پھر میں نے اپنے ہاتھوں میں کہا۔ میں کسی ٹیکسی والے کو کہوں۔

رو پانے کو کیا معلوم کہ میں ہسپتال کے پچھلے حصہ میں موجود ہوں۔

پتہ نہیں۔ فصل میں ہات بیٹھے بیٹھے مسافر کے پاس میں آ رہی ہوں۔

میں نے یہ سوچا مگر اس وقت ایک ٹیکسی کو سامنے سے گزرتا

دھڑلے اعتباراً آواز دی۔ ٹیکسی بیٹھے بیٹھے گئی تب میں نے چل

آیا کہ ایک انجان طاقت ہے۔ ہر اپنی مرضی کے مطابق مجھے کام

کراوی ہے اور میں کچھ سوچے کچھ نیرہ کام کرنا ہوں۔ مثلاً

ریڈ پاؤں کا کام چھوڑ کر میں بہت بڑی تنظیم کی مخالفت مول

271

لے رہا تھا کیونکہ میرے ادا ایک جذبہ ایک طاقت تھی جس نے
 روپا کی دولت لے بیٹھے بیٹھے مراد خدا میں لے اختیار ہسپتال کے
 پیچھے چلا آیا تھا جہاں میں نے بے اختیار کسی ملے کے روکنا یا تھا۔
 ٹیکسی ڈانور نے پوچھا باؤ کتنے ماٹا ہے؟
 میں نے کہا کہ اتنے ادا کیلنا ہے۔ میں بیٹھے بیٹھے انفراد

کرنے کے زمانے کیسے وہل گاتے۔
 ”میری بات لہدی برتے ہی اتنا فرق کہ نظر میں ختم ہو گئیں۔
 میں نے میرانی سے دیکھا۔ وہ پادو تھی بونی پل آدھی تھی ماٹا سونیا؛
 کیا یہ آپ کے لیے بھی جرنی کی بات نہیں ہے کہ پہلے سے داغ
 نے ٹیکسی روکنے کی بات سوچی میرے اپنے داغ نے یقین دہلا کر
 وہ پادو ہو کر ادرہ سننے کی ادرہ ہی جی جی آئی تھی۔“

یہ غور کرنے کا مقام تھا سونیا سوچنے لگی تھی یہ کیسے ممکن ہے
 کہ روپا جو جہاں تھی وہی بات جگ پل کے دل میں پہلے سے تھی
 گئی تھی۔ فرادو تم کہا ہو؟ کہیں ایسا اتنیس کہ تھادی طرح روپا
 بھی وہ میں کے داغ میں رہتی ہو؟“

میں نے کہا سونیا! میں اس سلسلہ میں تمہاری گے سے سوچ رہا
 ہوں جگ پل کی دلم کا نامی نے روپا کو اب ایک نئے ڈانور میں ٹیکسٹر
 بنا دیا ہے تم کہ آپ بوڑھے سے معاملات کرو۔ شاید روپا کی حقیقت
 نکل جائے۔“

سونیا نے بوڑھے سے پوچھا کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ روپا
 کی روح نے پہلے ہی تمہیں ٹیکسی بھیج کرنے کے لیے کہا تھا؟“
 ”میں بیٹھے بیٹھے ہی سمجھا ہوں کہ روپا کی روح میرے اندر
 بولتی ہے۔“

سونیا نے کہا یہ بکواس ہے۔ روح کی کوئی زبان نہیں ہوتی۔
 اگر میں تمہارے اندر بولوں تو یہ ٹیلی پتھی کیلئے لگے گی کیا تم یہ نہیں
 سوچ سکتے کہ وہ ٹیلی پتھی کے ذریعہ تمہیں بخاوی تھی؟“

میں فرادو ملی جیمر خود کو کہتی تھی کہ میدان میں دیکھا و تنسا
 سمجھا ہوں۔ میں یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ ایک حسین
 بچاؤں نے علم جانتی ہوگی اور اگر باہتاتی

ہے تو پھر میرے اندر سونیا کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ خطرناک
 اس لئے کہ اگر روپا پل پادو تنظیم یا ماشروں کی تنظیم کے پیچھے جاتا اور
 ان کی آواز کاربن جاتی تو خیال عوامی کے لیے یہ مہم کر سونیا کے دل
 کے پیچھے کوئی دوسرا شیل ہیچ جاتا نہ والا موجود ہے۔ روپا پادو کے
 سامنے سونیا کا فزائل کھانا۔ ماشروں کی تنظیم کے تمام ماشروں کی ریتے
 کورنیا کے داغ کے پیچھے فرادو لہلہ ہے۔ لہذا روپا کبھی خانا
 میں کھائے۔ تھے وہ دوسری سوچ کر رہے اس سے پہلے کہ روپا کو دیکھ
 لیتا اور کورنیا جانتے تھے۔ بگڑے کہاں ہے؟
 کئے ہی جگ پل اپنے مشق کی داستان سنا رہا تھا۔

لوٹے

جگ پال نے سونیا کی باتوں کا جواب
 دیتے ہوئے کہا۔ میں مانتا ہوں کہ لوٹے
 یعنی کی تسلیم شدہ علم ہے لیکن روپا کا تعلق آقا سے ہے اور وہ لوٹے
 سے ہے۔ بات اس طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ میرے لیے دوبارہ
 جنم لے کر بیٹھے بننے اس دنیا میں آئی ہے۔

سونیا نے چکر کہا۔ یہ لوٹا داغ دکھاؤ۔ تمہاری داستان سننے
 کے بعد جو بات میری بھیجی آئی ہے یہ وہ نہیں بتاتی ہوں۔ ذرا غور
 سے سوچو۔“

بوڑھا غور سے سننے کے لیے زینے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اس
 کے چادوں لے وہاں بیٹھے سونیا کو گری توتی سے دیکھ رہے تھے۔
 سونیا نے کہا بوڑھے طوطے سنو! تم نے بندہ برس کی عمر میں روپا
 سے عشق کیا۔ اس وقت تو پادو برس کی تھی۔ اب تم ساٹھ برس کی
 ہو۔ اگر وہ زندہ ہوتی تو اٹھاون برس کی ہوتی۔ بوڑھا دست سے
 بوڑھے سے سڑا لہا کر کہا۔ بیٹھے بیٹھے باہل درست ہے۔“

سونیا نے بات اگے بڑھائی۔ تمہارے بیان کے مطابق
 روپا کی شادی کسی دوسرے سے ہو گئی۔ اس نئے کی بچوں کو خیر دیا
 آخر میں اس کی ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ اگر روپا بیٹی ہی پانچتیس برس
 کی عمر میں اس بیٹی کو جنم دے تو عمر کی تھی تو اب اس بیٹی کی عمر کم از کم
 بیس برس ہوگی۔“

بوڑھے نے عاجزی سے کہا۔ جھگڑاؤں کے لیے اس کی عمر
 زیادہ نہ بناؤ۔ میں نے بیٹھے بیٹھے سے دیکھا ہے۔ اس کے لیے شاعر
 نے کہا ہے کہ برس پندہ کا یا کہ سوکھا کاسن جوان کی دوا میں اردوں
 کے دن مطلب یہ کہ وہ بیٹھے بیٹھے بہت کم سن ہے۔“

”جولو کم سن ہے مگر وہ اپنی مال کی ہیشکل ہو سکتی ہے۔“
 بوڑھے نے اعتراض کیا۔ ہاں لیکن یہ لوگیاں پانچ ماڈرن کی
 ہیشکل ہوتی ہیں۔“

سونیا بولی تو پھر تم یہ کہو کہ میں سمجھتے کہ جس لوگ سے ال
 ملے ہو۔ وہ روپا نہیں بلکہ روپا کی بیٹی ہے۔ تم ساٹھ برس کی سنیا
 گئے ہو۔ اپنی جنوری کی بیٹی سے عشق کر رہے ہو۔“

”ایں پادو لوکھلا گیا۔ یہ بیٹھے بیٹھے تم کہا کہ میری جو۔ نام لہم
 میں کسی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اگر جارے دس میں پیدا ہوں
 تو ادا کوں کے تھیدہ کو لیکر کہتیں پھر نہیں یقین ہو جاتا کہ محبت
 کرنے والوں کی روح پچھلے جنم میں سیاہی رہ جاتے۔ تو وہ محبت
 کی تکمیل کے لیے دوسری بار بیٹھے بیٹھے جنم لیتے ہیں۔ تم سے لہا
 کی بیٹی نہ سمجھو۔ وہ خود ہے۔“

سونیا نے بیزاری سے اپنا رشتہ کہا۔ تمہیں نے اسے
 مخاطب کیا۔ سونیا! میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ روپا

جگ پال کا ذہن معتدہ ہے۔ وہ لہا پائی بیٹی کا کوئی نام تک لہا
 پھر عشق کرنا رہے گا۔“
 وہ سوچ کے ذریعہ معتدہ میں بولی۔ جنم میں جلتے یہ بوڑھا
 میں اس کے ساتھ اپنا داغ خراب نہیں کر سکتی۔ تم بتاؤ کہ اب مجھے
 کیا کرنا ہے؟“

”میری جان! معتدہ تھو کہ دو اور ہنستے سکتے ہو تھے
 اس کے سامنے یہ تسلیم کرو کہ روپا دوسرا جنم لے کر ادا سولہ برس
 کی کوڑا ہی بن کر اس سے عشق کرنے اس دنیا میں آئی گئی ہے۔“

”تسلیم کرنے سے فائدہ کیا ہوگا؟“
 ”ابھی تاہم کے نہیں اطمینان کی بات ہو جو۔ بوڑھے جگ پال
 کی باتوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ روپا بھی انسانی دماغوں کی پڑھ
 لیتی ہے۔ اس نے جگ پال سے پہلی ہی ملاقات میں تسلیم کر لیا کہ
 وہ اس کی مجبور روپا ہے۔ لہذا اس نے جگ پال کی سوچ کو بڑھایا
 تھا پھر یہ کہ ہسپتال کے باہر جگ پال کھانا ہوا سوچ رہا تھا کسی طرح
 پر راولد کی آنکھ بچا کر وہ دیا اور دیکھنے جلتے گا کہ وہ زندہ ہو
 پئی ہے یا اب تک مرہ ہے۔“

اسے یہی وقت جگ پال کے داغ میں یہ بات آئی کہ روپا
 ہسپتال سے فرادو کو لے گئی۔ لہذا کسی کو اٹھ کر رکھنا چاہیے۔
 پھر یہی ہو کہ جگ پال نے ایک ٹیکسی کو روکا اور روپا ہسپتال سے
 فرادو کو روکا اور پتہ چکی۔

ان واقعات سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ روپا
 میری طرح دوسروں کے دماغوں کو کنٹرول کرنا جانتی ہے۔ دوسری
 بات یہ کہ وہ سب دم کی ماہر ہے پولیس والوں کے لئے وہ سمجھ کر
 ڈانٹوں سے متعلق کے لیے ہسپتال پہنچایا۔ وہاں سے وہ اپنی
 ساتوں کو اعتدال پر لے کر فرادو کو لے گئی۔“

سونیا نے اعتراض کیا۔ میں بوڑھے کی بکواس میں الجھ گئی
 تھی۔ اس لیے ان واقعات کا صحیح ترجمہ نہ کر سکی۔ یہ بات باہت
 نظر میں ہے کہ وہ صرف ٹیلی پتھی ہی نہیں جانتی بلکہ جس دم کی ماہر
 بھی ہے۔“

ہاں سونیا! ادا ہاں سے لیے بہت بڑا خطرہ بن سکتی ہے
 وہ دوسری تنظیموں میں سے کسی ایک کے بھی پیچھے چڑھنے کی تو احکام کار
 ہارے مقابلہ پر کھڑی ہو جائے گی۔ مقابلہ تو ختم نہیں بلکہ ماشروں سے
 جسے ٹیلی پتھی جانتے والے سے بھی کیا ہے۔ جب البسا وقت
 آئے گا کہ تاریخ کا فیصلہ بھی جلد ہی ہو جائے گا۔ پریشانی کی
 بات یہ ہے کہ جلد یا بدیر روپا کو یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ تم
 سنی پتھی نہیں جانتی ہو۔ تمہارے داغ کے پیچھے فرادو بول
 رہا ہے۔“

”مائی گڈنس۔ یہ تو واقعی پریشانی کی بات ہے۔ ہمیں سب
 سے پہلے اس کمپنی سے نمٹنا ہوگا۔“

”میرا خواہ مخواہ اسے کال مے نہ ہو پتہ“
 ”ہاں نہیں تو رات کے کال مے لیا ہے نا کہ وہ کوڑا ہے۔“
 سولہ برس کی ہے۔ پھر یہ کہ میں ہی ہے۔ اب تو تمہارے دل
 لے اس کے لیے دھڑکن شروع کر دیا ہوگا۔“

”مٹھو کہ وہ شبہات کا علاج حکیم نعمان کے پاس ہی مٹھتا
 پھر جھلا میں تمہارا علاج کیسے کر سکتا ہوں۔ میں تمہیں ایک اچھی
 بات سمجھا رہا ہوں کہ وقت سے پہلے کسی کو دشمن سمجھ کر کالی ددو۔
 ہو سکتا ہے کہ وہ با دوست بن جلتے۔“

”ضرور ہے گی لوگوں سے دوستی کا فن خوب جانتے ہو۔
 میں بھی تمہارے فریب میں آکر نہیں اپنا سب کچھ مان گیا ہوں۔
 اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ تم مجھ سے کچھ چھڑانے کے لیے ہی مجھے
 یہاں کے حالات میں لگھا رہے ہو۔ میں صاف کہہ دیتی ہوں کہ اب
 تمہارے فریب میں نہیں آؤں گی۔“

”میں نہیں اپنا سمجھ کر تم سے اپنا کال لیتا ہوں۔ اگر تم اسے
 فریب سمجھتی ہو تو کوئی کام نہ کرو صرف ایک اچھی دوست بن لو کہ
 نہیں نہ ہوگا۔“

”ضرور ہوگا تم میری پہلی اور آخری محبت ہو۔ میری جان ہو۔
 میری جان کے ساتھ رہو گی۔“

”بس بس میں لفظوں کے فریب میں نہیں آؤں گی۔ میں
 یہاں کی ساری صورتات چھوڑ کر تمہارے پاس آ رہی ہوں۔“
 ”چھینزی اور شیلاد وغیرہ کا کیا ہوگا؟“
 ”میں نے کسی کا تھیک نہیں لے رکھا ہے۔ وہ لوگ پیسے نہیں
 ہیں۔ اپنے حالات سے آپ نمٹ لیں گے۔ جب میں تمہارے
 لیے ساری دنیا کو جھٹکتی ہوں تو چھینزی اور شیلاد کتنی میں
 ہیں؟“

”اچھی بات ہے۔ تم میرے پاس آؤ مگر ایک بات یاد رکھو
 کہ میں تو باکے خطرے سے بچنے کے لیے اس کا سامنا منور کر لیا گا۔
 تم میرے راستے کی دیولنہ بناؤ۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اسی لیے لوڑا رہی ہوں کہ تم کسی
 لوگ کا سامنا نہ کرو۔“
 ”یعنی تم یہ جانتی ہو کہ کسی تو حق پر روپا آسانی سے میرے ساد
 تمہارے داغ ملک پہنچ جاتے؟“
 ”وہ ہم تک نہیں پہنچے گی میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔“
 ”تدبیر بناؤ۔ میں سن رہا ہوں۔“

دیکھو فریاد تم دنیا والوں کے لیے رکھو جو آج سے میں بھی مر جاتی ہوں۔

”اِنَّ اللّٰهَ وَاٰتِیَ الْاٰتِیَہِ رَٰحِمٌ وَّهٖمٌ“

موجب چاہے سو آج سے میں سونیا کے نام کو ہمیشہ کے لیے تم کو دل کی حد اور پونہ اختیار کر لوں گی۔ اس طرح ہمدردوں کے نام اور دونوں کے رُوب بدل جائیں گے۔ تو تم کسی پر فضا تھا پر ایک خوبصورت سا کاغذ بنا کر آدھ دو سکون سے زندگی گزار بیٹھے عورت کا وہی پرانا سطر لکھ کر ایک گھر بنا دو اور پچھلے گھر کو سونیا نام نہانی عزم کی بلکہ سہی۔ مگر آخر کار عورت ہی تھی وہ میرے ساتھ پر سکون زندگی گزارنے کے سوا اور سزاوار نہیں دیکھ سکتی تھی۔ میں اُسے بار بار سمجھا چکا تھا کہ میں تعلق طور پر گھر کو زندگی نہیں گزار سکتا لیکن سونیا کی خود اعتمادی یہ بھی کہ وہ مجھے لگام بند رکھ سکے گی۔

میں نے کہا۔ ”موجب تم ایک گھر بنانے کی حذر کر رہی ہو تو پھر میں اپنی جان کی ہند ضرور لڑی کروں گا۔ تم بوڑھے جاگ پال کے ساتھ جنرل دستاں کا جاؤ۔ میں تم سے وہیں چلے گا۔“

”میں ہندوستان نہیں جاؤں گی۔ وہاں روپا ہوگی۔ تم مجھے قوف نہ بناؤ۔“

”پہلے تم اس بوڑھے سے پوچھو تو یہی کہ تو پال اس سے دوبارہ مل کر کیسے پھرتی تھی؟“

”جب ہمیں کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے تو میں اس لیے پوچھتی ہوں؟“

”اس لیے کہ تم بوڑھے جاگ پال کا اعتماد حاصل کر کے وہاں تک ایک اب کا سامنا کرنا سکتی ہو۔ وہی تمہیں دومانیک بنو سے باہر نکال سکے گا۔“

سونیا حضور دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اُس نے جاگ پال سے پوچھا۔ ”آگے بتاؤ۔ جب روپا ہسپتال سے فرار ہو کر تمہاری ایجنسی کی ہوتی ہے۔ کسی تک پہنچ گئی تو پھر کیا ہوا؟“

بوڑھے جاگ پال نے کہا۔ ”میں نے اسے سدا سے کھینچے ہی اپنی جیب سے وہ ہم کا قاتل نکالتے ہوئے کہا۔ بیاری دو یا کیا تم نے یہ کا قاتل، بیٹھے بیٹھے میری جیب میں رکھ دیتے تھے؟“

وہ ہسپتال سے دوڑتی ہوئی تھی۔ اس لیے ماہیپ رہی تھی۔ اس نے کا قاتل لیتے ہوئے کہا۔ ”بیاری سے ڈرو اور جاکر دیکھو۔ گھر اہمیت میں میرا پرکس کہیں گر گیا ہے۔“

ایک پرکس کو کیا میں اس کے لیے بیٹھے بیٹھے سامان سے ہلکے توڑ کر بھی لاسکتا تھا۔ میں بھی گناہ بڑا کر دیا۔ جدھر سے وہ آتی تھی۔ پرکس کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ میں روپا کو یہ سوچنے کا

موقف نہیں دینا چاہتا تھا کہ بڑھاپے کے باعث میری بیٹھان کی بوچھلی ہے۔ اس لیے میں پرکس کو تلاش کرتا ہوا دوڑ نکلا گیا۔ ترس مات کے ساتھ اس نے جس کسی کا سٹارٹ ہوئے کسی کو اور سناں دی۔ میں نے بلٹ کر دیکھا۔ ٹیکسی تیز رفتاری سے بھاگ رہی تھی۔ میں دفتر تاہم چینیے لگا۔ ٹھہر دوڑ جاؤ۔ دو پائینسی والے کو بیٹھے بیٹھے روک دو۔“

لیکن وہ پہلے تو یہی آواز سے دوڑ جا گئی پھر نظروں سے بھی اوجھل ہو گئی۔ انفرکس مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہتے تھا کہ ٹیکسی والے بدعاش ہوتے ہیں وہ بدعاش میری جو بروسے کر فرار ہو گیا۔

سونیا نے کہا۔ ”تمہیں کب حقل آئے گی یہ تم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ روپا تمہیں بیوقوف بنا کر بھاگ گئی ہے۔ اس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے۔“

”نہیں جو ہلائی میرے لیے دوسری بار دنیا میں آئی ہے وہ مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی۔“

سونیا نے ابران کر کہا۔

”اچھا وہ تھی۔ میں جبراً ہی سونیا کی کہانی جلد تم کو۔“

وہ ایک سرواہ بھوکے کر لیا۔ کہانی اور تھوڑی سی کھو۔ جب میں اسے تلاش کرتے ہوئے تو مل میں لبرانی طرف آیا تو وہ یاد کے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا اور وہ کا قاتل طلب کرنے لگے۔ میں نے بیٹھے بیٹھے ہانپ کر کہا کہ کسی نے میری جیب پر ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے لیکن انہوں نے میری باتوں کا یقین نہیں کیا۔ مجھے ایک تہہ غلامی سے جا کر میری خوب پشانی کی۔ دوسرے دن کے اخبار سے انہیں پتہ چلا کہ میں روپا کو لہر دے بھی گیا تھا وہ ہسپتال سے فرار ہو گئی ہے۔ تب ریڈیو اور والوں کا شبہ یقین میں بدل گیا کہ وہ روپا کا ساتھ سے رہا ہوں۔

دو روز بعد ماہیپ میں کی طرف سے مجھے ایک پائل کا میں نے اسے کھول کر دیکھا۔ اس ڈبے میں دو تھی ہوتی زبانیں تھیں اور کا قدر کے ایک بوڑھے پہنچے ہوا تھا۔ جاگ پال نے ہتھارے مل جڑوں کی زبانیں تھیں۔ میں غدار کی بہت ہی جوڑتا کہ مزاد تھا ان اکو اب بھی تم نے وہ کا قاتل ہمارے حوالے نہ کیے اور روپا کا قاتل نہ بتایا تو ہتھارے باقی دو جڑوں کی زبانیں بھی کاٹی جائیں گی۔ میں اس پائل پر کلکتے سے لگا کر وہ لگا۔ تمہیں کاہنے لگا کہ قاتل میرے پاس نہیں ہیں اور میں روپا کا پتہ بیٹھے نہیں جانتا ہوں۔ قدر چھڑ جیب مجھے رمانیہ پہنچا گیا اور میرے باقی دو بیٹھے بھی لبرانی ہو چکے تھے۔ تب میرے غلطی داغ میں اشتقاق کمال کھمڑے لگی۔ روپا کی بدلتی اور جڑوں کی

لبرانی دونوں نے مجھے اندر باہر بڑھا بنا دیا۔

ماہیپ میں نے ہمیں اپنی تنظیم سے نکال دیا۔ لیکن یہ اپنی باہر ماہیپ کر دی کہ ہم دو ماہ کیے باہر نہیں جا سکتے۔ ہم باہر بیٹھوں نے چپکے چپکے ایک ایسے شخص سے دوستی کی جو اس تہہ غلامی والی عمارت کا مالک تھا۔ اس نے مجھے سے وعدہ کیا کہ اگر میں بیٹھے بیٹھے اس کے کام آؤں گا تو وہ بھی بیٹھے بیٹھے میرے کام آئے گا۔

اس کا سہارا پا کر میرے چاروں لہڑیوں نے تہہ غلامی میں کر چھب گئے۔ ریڈیو اور کے آدمیوں نے میرے بیٹھوں کا مارجنگ لگانے کے لیے پھر میری پشانی کی۔ میں نے کہا۔ ”میرے عشق کی وجہ سے تم لوگوں نے ان کی زبانیں کاٹ ڈالیں۔ وہ باپ سے بدلتی ہو کر ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔“

یہ کہہ کر میں لے لگا۔ انہیں پھر میری آگیا انہوں نے پھر مجھے آزاد چھوڑ دیا۔ جس شخص کا یہ تہہ غلامی ہے۔ اس کا نام شکر ہے وہ بیٹھے بیٹھے ہمارے ہی دس کار بننے والا ہے۔ کل اس نے مجھے بتا کر سونیا نام کی ایک عمارت ریڈیو اور والوں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اگر تم بیٹھے بیٹھے اسے غوا کر کے یہاں لے آئیں تو وہ ہم باپ بیٹھوں کو ہندوستان پہنچا دے گا۔“

سونیا نے پوچھا۔ ”یہ شکر کون ہے؟ وہ مجھ سے کچھ سی کیوں لے رہا ہے؟“

”شکر بیٹھے بیٹھے تو پائی طرح میں جھکتے ہے۔ اس نے تمہارے متعلق بتا کر ماہیپ سونیا دیا گیا ایک بہت ہی خفیہ تنظیم کی ایک اہم عورت تھی۔ بیٹھے بیٹھے سونیا کلاس تنظیم سے لگاڑ پیدا ہو گیا۔ اب وہ ماہیپ میں کی دوست بن رہی ہے۔ اگر ہم اس سے یقینی تم سے دوستی کر لیں گے تو ہماری طاقت بڑھ جائے گی۔“

سونیا کی پیشانی پر سوچ کی شکنیں پھیل گئی۔ اس نے پوچھا۔ ”یہ شکر میرے بارے میں کچھ کچھ کیسے جانتا ہے؟“

”مجھے نہیں معلوم حوالے سے گا تو تم پوچھ لینا۔“

”وہ کہہ آئے گا؟“

”پتہ نہیں۔ وہ بیٹھے بیٹھے ہمارے فرار ہونے کا بندھنیت کرنے کی ہے۔“

”تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں یہاں سے فرار ہو کر تمہارا دے ساتھ ہندوستان جاؤں گی؟“

”روپا کی آتما نے بیٹھے بیٹھے مجھ سے یہی کہا ہے۔“

”کیا؟“

”سونیا ہو گئی تھی۔ یہ بات میرے لیے بھی جو کھانے والی تھی۔ سونیا نے میری سوچ کے مطابق پوچھا۔ ”کیا روپا کی آتما نے تم سے رابطہ قائم کیا تھا؟“

”پتہ نہیں اسے رابطہ کتنے ہیں یا نہیں۔ کل رات میں شکر

کی اس بات پر بیٹھے بیٹھے غور کر رہا تھا کہ ریڈیو اور کے پتے سے تمہیں کیسے نکال کر لایا جا سکتا ہے۔ یہ تو بہت ہی خطرناک کام ہو گا۔ ذرا ہی بھول چوک ہوئی تو اسک میں مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔“

تب بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے پسینے میں دیکھا۔ روپا مجھے کرا رہی تھی۔ مجھ سے کہہ رہی تھی۔ ”میرے سگنٹل میں بڑی اچھا لگتی ہوں تم سے مل کر کبھی پھر کبھی۔ وہ بدعاش جسکی فطرت مجھے ہمارے ہمارے کیا تھا لیکن میرا یہ یہ تھا ہے۔ میں اس کے پتے سے نکل آئی ہوں اور اب کہیں ماہ سے تمہارا دستاں کرا رہی ہوں۔“

میں پسینے میں بیٹھے بیٹھے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ پیچھے جاتی ہوئی ہونے لگی۔ ”مجھے پسینے میں باکرہ کر کے ہا کر تھج جانا چاہیے ہو تو فوراً شکر کی باتوں پر عمل کرو۔ سونیا کو غوا کر کے شکر کے حوالے کر دو۔ اس کے بدلے وہ تمہیں میرے پاس پہنچا دے گا۔“

”روپا کی آتما میں سن کر بیٹھے بیٹھے میری آنکھ کھل گئی۔ اب تم دیکھ رہی ہو کہ روپا تک پہنچنے کے لیے میرے چاروں بیٹھے تمہیں کس طرح یہاں لے آئے ہیں۔ اب میں تم سے لگا کر ماہیپ میں کر بیٹھے بیٹھے شکر کی دوست بن جاؤ پھر وہ مجھے روپا کے پاس پہنچا دے گا۔ جاگ پال کی باتیں سن کر سونیا نے مجھ سے کہا۔ ”فرار داس بوڑھے کی باتوں سے تو یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ ہر سارا کھیل روپا کھیل رہی ہے۔“

میں نے کہا۔ ”یہ شکر یہی بات ہے۔ روپا اور شکر تمہاری فطرت سے کچھ پیچھے لے رہے ہیں۔“

سونیا نے پوچھا۔ ”اگر روپا میں بیٹھی جاتی ہے تو اس نے مجھ سے دعائیہ رابطہ کیوں نہیں قائم کیا؟“

”اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ روپا نے تمہیں باہر نکال نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی تمہاری آواز سنی ہے۔“

”نہیں فریاد تم بھول رہے ہو۔ روپا جب بوڑھے جاگ پال سے دعائیہ رابطہ قائم کر سکتی ہے تو اس وقت اس بوڑھے کے داغ میں موجود رہ کر میری سوچ کو اپنی گرفت میں لے سکتی ہے۔ پھر وہ لہڑیوں کی نہیں کر رہی ہے؟“

سونیا دست کھڑی تھی۔ اس وقت روپا بڑی آسانی سے جاگ پال کے ذریعہ سونیا کے داغ تک پہنچ سکتی تھی۔ میں سوچ کے ذریعہ سونیا سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس طرح روپا میری سوچ تک بھی پہنچ سکتی تھی۔ پھر وہ ایسا کیوں نہیں کر رہی تھی؟ خاموشی کیوں تھی؟ سونیا نے مجھ پر کار فرما دیا کی تو چلے گئے۔ ”ہو۔“

”نہیں۔ میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ سوچی رہا ہوں کہ یہ روپا آخر کیا بنا رہا ہے؟“

میری سوچ کے مطابق اس نے زور سوچ کے سوال کیا۔ مرزا نے یہ کہا۔
اب سے کیا کہنے چلتے تھے۔ تم نے مالک میں سے لاپرواہی قائم کیا۔
بتاؤ کہ وہاں مدام سونیا کے خلاف کیا گفتگو ہوئی تھی؟
میرا کسی بائبل پوچھ رہی ہو۔ ہم نے مالک کے خلاف کوئی
گفتگو نہیں کی۔۔۔۔۔

ویرانے کہا۔ ہم سب مالک میں کی اجازت حاصل کیے
بغیر مالک کی اطلاع میں یہاں سے چلے گئے تھے۔ تم نے یہ سوچا کہ مدام
سونیا ہانسوئل و دماغ پر اس طرح جاری ہوگی ہیں کہ اب ہمیں
مالک میں کی اجازت تک بھی پہنچ نہیں رہتی۔ دو ہوسے نظروں میں
تم نے یہ سوچا کہ مدام مالک میں سے برتری حاصل کر رہی ہیں۔
”یہ بھڑکتے ہیں۔ زور سوچ نے بیخ کر کہا۔ اسی وقت میں نے
اس کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ قہقہے کی جانب کرسی پر
گرا پھر کسی سمیت فرش پر لڑھک گیا۔ میں نے اس کی کھوپڑی میں
کہا۔ ”میں سونا لول رہی ہوں۔ فوراً سجانا کا اقرار کرو۔ ورنہ ذہنی
پھینکے بیچنا کہ پاگل بنا دوں گی۔“
یہ کہنے ہی میں نے پھر ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو
گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آگے پیچھے تڑپا ہوں کہ طرح بھڑکتے
لگا۔ تمام لگ بھگ چھ گھنٹے کے موزوں سے جموٹ کی سزا دے دی ہے
ویرانے کہا۔ ”وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی غیرت چاہیے جو تو اب
بھی بچ اٹھ دو۔“

نور سوچ جھٹکا چاہتا تھا مگر میں نے جھٹکے کی اجازت نہیں
دی۔ میں نے اسے کہا کہ وہ اس طرح لڑنے پڑنے سے بے پروا نظر آ رہا ہے۔
کو فتح کرتا ہے۔ آغوش سے کہا۔ ”ہاں! میں اقرار کرتا ہوں۔
میں نے مالک میں کے سامنے سونیا کے خلاف لڑا ہے۔“

ویرانے میری سوچ کے مطابق کہا۔ تفصیل بیان کرو۔
وہ کہنے لگا۔ تم سب لوگ مالک میں کی اجازت حاصل
کیے بغیر مدام کی تلاش میں چلے گئے تو مجھے خطرہ کا احساس
ہوا کہ مدام اپنی عہد میں سب کے دل و دماغ پر حکومت کرنے لگی
ہیں۔ اگر یہی صورت حال رہی تو وہ مالک میں سے بھی برتری حاصل
کر لیں گی۔

ویرانے پوچھا۔ ”ابا سوچتے وقت تمہیں اس بات کا ڈر
نہیں تھا کہ مدام ہماری ذہنی سوچ کو پڑھ رہی ہوں گی؟“
”ہاں مجھے ڈر ہی نہیں آیا تھا کہ مدام اکیسے دماغ میں موجود
ہوں گی۔ میں نے معافی مانگنے کے لیے انہیں مخاطب کیا۔ سوچ
کے ذریعہ انہیں پکارا۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ تم نے یہ سوچا کہ مدام
اس وقت تاوت میں قید ہیں۔ وہاں سے نکلنے کی عہد چاہیں صرف
ہوں گی اس لیے انہیں میری سوچ نہیں پڑھیں گی۔“

ویرانے میری برایت کے مطابق کہا۔ ”ماما تمہاری ذہنی سوچ
پڑھ کر غصا ہو گئی تھیں۔ اسی لیے غاموٹی سے تہا سہ ماہی
موجود تھیں۔ ابا کے کہو۔“
اس نے کہا۔ میں نے گھپوڑے کے ذریعہ مالک میں سے لاپرواہی
قائم کیا۔ مالک میں نے میرے مخالفانہ سن کر مجھے ڈانٹ کر کہا تھا۔
تم مدام سونیا کی شان تک گستاخی کر رہے ہو۔ فوراً مدام سے لاپرواہی
قائم کر کے ان سے معافی مانگو۔ یہ میں تمہاری اطلاع کے لیے کہہ رہی
کہ مدام سونیا بلاشبہ مجھ سے برتر ہیں۔“

میں نے مالک میں سے کہا۔ ”جناب عالی! مدام سونیا سے
لاپرواہی قائم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تاوت سے لاپرواہی
نکلنے کی عہد چاہیں صرف میں۔ آپ اطمینان رکھیں وہ میری سوچ
نہیں پڑھ رہی ہیں۔“

تہا مالک میں نے مجھے حکوڑا کر کے ترن کیپ بہن کو
سوچ کے ذریعہ گھٹو کر دیں۔ میں نے حکوڑا کی تفصیل کی۔ آؤ ترن کیپ
بہن کو رابطہ قائم کرتے ہی مالک میں سے کہا۔ ”یہ ریشم بہت
حساس ہے۔ سوچ کی بجلی کی لہر کو بھی اس کے سر کے گراف پر
نقش کر لیتی ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ سونیا ہانسوئل سے مدام میں
موجود نہیں ہے۔ آئندہ سونیا کو ناقص سمجھ کر اس کے خلاف کوئی
نہ کہنا۔ ورنہ یہ بہتر ہیں ہرہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔“

”لیکن جناب! وہ جو برتری حاصل کر رہی ہے تو کیا وہ
ہمارے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔“
جواب ملا۔ ”ہمیں پیش نظر اس کا ایک معمولی بہرہ ہے کہ بڑھ کر
کے شو کو مات دیتا ہے۔ تو یہ ہمارے لیے فائدے کی بات ہے۔
تم یہ دیکھ چکے ہو کہ سونیا بھی اس لحاظ سے ایک معمولی عورت ہے
کہ مگر وہ جس عورت کے سامنے اسے غفلت میں نقصان پہنچا
ہیں۔ جب سونیا ہمارے لیے صحبت بنے گی تو کسی دوسری غفلت
میں ہمارے ہاتھوں ماری جائے گی۔“

نور سوچ کا بیان سن کر کھڑکی دیر کے لیے سب پر
طاری ہو گیا۔ ایسے وقت میں ہی ایک ایک کے دماغ میں یہ سوچ
”مالک میں صوف اپنی فرض کا بندھ ہے۔ جب وہ سونیا ہمیں
کے متعلق ایسا سوچ سکتا ہے تو ہم کس گنتی میں ہیں۔ وہ جب
گلا۔ اپنے مفاد کے مطابق ہمیں مارنے لگا۔ یہ مالک میں سانپ
زیادہ ذہن لاپرواہی سے زیادہ مکار ہے۔“

دختر نے مالک میں کے خلاف ہر اور عورت کا دماغ
پک رہا تھا۔ اپنی سلامتی کے عزیز نہیں ہوتی۔ اور وہاں سب
بے سوچے چکے کہ وہ ریڈ پائل کی تنظیم میں محفوظ نہیں ہیں۔ نور سوچ
تمام لوگوں کی خاموشی سے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”تم تو لوگ اس

طرح خاموش ہو کر کیا سوچ رہے ہو؟“
مشرنگاک نے کہا۔ ”میں سوچ رہا ہوں کہ میں مدام سونیا کے
مقابلے میں ایک ذہنوں نجیب ماما کو غفلت میں لے کر سانسو فیو بنایا
جاسکتا ہے تو میں کس شام میں ہوں؟ میں اپنی جوانی کا معظم میں رہ
کر میں بریاد کر رہا ہوں؟ یہاں جاری سلامتی کی کئی ضمانت
ہیں ہے۔“

ایک مدام نے اس کی تاہم ایک دوسرے پاس نے کہا۔ ”میں
بھی میری سوچ رہا ہوں۔ جب ہمیں دفادار کرنی بہت سب سے تو پھر
میں مدام سونیا سے دفاداری کروں۔“
ویرانے کہا۔ ”بے شک! ہم مدام کے لیے نہیں گوارا مدام
کے لیے ہیں گئے۔ میں ابھی سب کے سامنے مالک میں کے خلاف
بناوت کا اعلان کرتی ہوں۔“

میں نے سونیا کو کہا۔ ”شاباش! میرا میں تمہاری مخالفت
کراؤں گی۔“
ویرانے کے بعد دوسرے بھی بناوت کا اعلان کرنے لگے۔ میں نے
باری باری ہر ایک سے دماغی رابطہ قائم کرتے ہوئے یقین دلایا۔ میں
سونیا بہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب بناوت کا اعلان کر سکتے
ہو تو اب نور سوچ کو زمان کو لے کر تو خود۔ عمارت کے سب سے
پہرہ ماراؤں کو بھی اپنے احمقوں میں لو۔ جو دوست ذہن سکھیں انہیں
بمشرنگا کے لیے بنا دو۔“

بغاوت کے شعلے پھلک گئے تھے۔ نور سوچ نے کہا۔ میں
باری طرف جانا چاہتا ہوں۔ چھپوڑی سے لے لہل میں داب لیا۔ چھپوڑی
ہاتھی جیسے ذیل ڈول کا آؤی تھا۔ زور سوچ اس کی نقل میں لگا گئے
پھر سب کی طرح نظر آ رہا تھا۔ سب نے یہی سمجھا کہ چھپوڑی سے باہر
جانے سے روکنے کے لیے نقل میں دیا رکھا ہے لیکن جب اس نے
نقل سے نکل کر آزاد کیا تو وہ بے جان ہو کر فرش پر گر پڑا۔

مشرنگاک کو اپنی تہیابی وقت پر لانا تھا۔ لیکن جب اس
نے یہ تاثر دیکھا تو ایرانی سے اس کا منہ کھلا دیا۔ زور سوچ کے
پھیلے ہوئے دہسے تیار ہے۔ کچھ عہدے کو اس دنیا سے کوچ کر گیا۔
بہت سے لوگوں نے یہ مظہر نہیں دیکھا کہ وہ بناوت کے مشن
میں مصروف ہو گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے مواصلاتی نظام یعنی ٹیلیفون
زائمر اور دیگر موزن وغیرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ کچھ لوگ عمارت کے اندر
سینے والے سٹریچ گاڑ کر اپنے احمقوں میں لے رہے تھے۔ پھر انہیں
ٹھکانے لگا رہے تھے۔ مشکل آدھ گھنٹے میں وہ عمارت مالک میں
کے دفاتر اور سے خالی ہو گئی۔ ابا ہاں صرف سونیا کھٹے بنا رہے تھے۔
میں نے کہا۔ ”ویرانے کھڑکی دیر کے لیے تمام لوگوں کو بڑے
ڈال میں لگا کر وہاں میں تمہاری زبان سے ایک ویسا مہم نیا چاہتی ہوں۔“

ویرانے اس عہد کی تفصیل کی جب تمام لوگ ہاں میں جمع ہو گئے
تو ویرانے میری برایت کے مطابق کہنے لگی۔ ”میری بہن اور دوستوں میں
تمہاری سونیا ہوں اور ویرانے زبان سے نہیں مخاطب کر رہی ہوں۔ تم
لوگوں نے میری حمایت میں جس بغاوت کا آغاز کیا ہے اس کا انجام
اب یہی ہوگا کہ ہر ایک ایک علیحدہ علیحدہ تنظیم بنائیں گے۔“

”سب بپ بپ ہڑ۔۔۔۔۔ سب لوگ خوشی سے جھینپ گئے۔
ویرانے کہا۔ ”ذرا خاموشی سے سنتو۔ ہم شیطانی تنظیموں کے
خلاف ایک امن محاذ قائم کریں گے اور ہماری اس تنظیم کا نام ہمیں
فرزٹ ہوگا۔“

سب لوگ لبلاں بجانے لگے۔ ایک نے کہا۔ ”ماما سونیا!
آپ ہماری لیڈر ہوں گی۔“
دوسرے نے کہا۔ ”ہم تو ماما اور ذہن کا امتیاز کیے بغیر
آپ کے دفاتر میں گے اور دفاتر کے معاہدہ پر اپنے ہر سے سخت
کریں گے۔“

ویرانے کہا۔ ”میں ہاں کے جاتے ہیں جہاں کسی کے مدام
میں جھپوڑی ہوئی سلاشوں کا علم نہیں ہوتا۔ تم سب کے مدام میں
کو پڑھ چکی ہوں۔ مجھے تم سب پر فرخ ہے۔ اب تم لوگ یہ بتاؤ کہ میں
تمہیں مشنوں میں ملاؤں تو وہاں تم سب کی طرح غیرت پہنچو گے۔“
ایک باس جو کہ ترکی سے آیا تھا اور استنبول میں رہتا تھا اس
نے کہا۔ ”ماما سونیا! اگر مدام ہانسوئل سے ہمیں استنبول کے پیچھے
سے واقف ہوں۔ اگر مدام سونیا ہمیں غیرت پہنچ جائے تو میں اپنی
سیم کے لیے بہتر پناہ گاہ کا انتخاب کر دوں گا۔“

ایک اور باس نے کہا۔ ”ماما! ایلان! کوڑ ہے۔ مالک میں
کسی بھی معاملے میں میری پلاننگ پر اصرار مدام تھا۔ انی الحال میری
پلاننگ یہ ہے کہ مدام اس عمارت کے باہر بناوت کا اعلان نہ کر لیں۔
کی موت کو حادثاتی موت قرار دیں۔ چھ مہینے کا ڈر جو ہمارے گئے ہیں۔
ان کی لاشوں کو چھپا دیں۔ ہمارے چند لوگ اس عمارت میں مالک میں
سے رابطہ قائم کرتے اور اسے بھلائے رکھنے کے لیے خود رہیں گے۔
باقی تمام لوگ باہر جا کر دنیا کی سرحد پار کرنے کا انتخاب کریں گے۔
اس طرح ہم پلاننگ طریقوں سے بہت کچھ کر سکیں گے اور خداوند
سرسبز کی مدد سے غیرت استنبول پہنچ جائیں گے۔“

ویرانے پلاننگ ماموٹا تھا۔ اس کا یہ مشورہ بہت پسند
آیا کہ مالک میں تک بناوت کی خبر نہ پہنچے۔ عمارت کے باہر بھی مسلح
پہرہ داران حالات سے خبر نہ رہیں گے تو فائدہ یہ ہوگا کہ سونیا کے
تمام دفاتر بہ آسانی باہر جاسکیں گے۔ میں نے ویرانے کی زبان سے اس
منصوبہ کی تاہم کہنے سے کہہ دیا۔ میں لوگوں سے درخواست
کرتی ہوں کہ وہ کسی کی سرمد سے باہر نکلنے تک کوئی ایسا حکمت

ایک مخصوص بلندی تک جاتا۔ چھوٹا سہلے کر لیتی جگہ واپس آ کر گر جاتا۔ اس سٹنٹ کے ہوش اڑ گئے۔ اب چھاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ پھر جیسی اس نے دروازے کے پاس پہنچ کر پھرتے کے سامان کو ان کو دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس زمین دوز دار نے اس زنگی کا کوئی پتلا مگھڑا۔۔۔ پر پناہ ہو گیا۔ لوگ اس تہ خانے سے نکل کر جھاگ سے تھے۔ موت کا وہ کھیل انہوں نے دروں کے لیے شروع کیا تھا۔ ادب خود ہی اس جنرٹناک انجام سے جھاگ سے تھے۔ لیکن وہ ہنسی دہ جھاگ کر جاسکتے تھے۔ انسان ہنسی ہی دور جانتے، موت سانس سے پہلے وہاں پہنچ جاتی ہے میں نے جھانکے دلوں کے ذہن سے ایک زبردست دھماکے کی آواز سنی۔ اس کے بعد سنا نا بچا گیا۔ وہاں کسی تباہی جی ہوگی اس کا اندازہ میں نہیں کر سکتا تھا کہ وہ لوگوں کو تمام انسان داغ ایک ہی دھماکے کے بعد پیشہ کے لیے خاموش ہو گئے تھے۔

اب میرے داغ میں کوئی جنگ مرنا تھا۔ سکوٹا ہی سکون تھا۔ میرے چاروں طرف گہری خاموشی جھانی ہوئی تھی جس میں اس سکون اور خاموشی سے نطف اٹھانے کے لیے بڑی دیر تک انھیں بند کیے لیٹا رہا۔ وہ بیلہ ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کہا "شام ہو رہی ہے کیا پناہ دینے نہیں لوگ؟" مجھے یاد آکر میں اپنے اصلی ڈیوٹی میں ہوں۔ سارا عرفیہ داند کے آدی تھے تھکا سحر کرتے ہوئے یہاں بھی پہنچ سکتے ہیں میں فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا اس مکان کی روڈھی مالکہ میکساپ وغیرہ کے وہ تمام سامان لے آئی تھی جس کی قیمت میں نے دی تھی۔ سامان کے ساتھ اس وڈو کا اخبار بھی تھا۔ میں نے اسے لوگ کو گم ہانی لانے کے لیے کہا پھر اخبار کو لے کر نکلے گا۔

اخبار کے آخری صفحہ پر ہمارے دوست ایک بیوی کی برسرِ شام ہوئی تھی کسے بیون نامی ایک جین کی فریڈ نامی ایک شخص کے ساتھ تیرہ کولوں کی غیر قانونی طریقے سے داخل ہوئی ہے۔ پولیس ان کی تلاش میں ہے۔

جب سے توں میکا اپ کے لیے کمر بانی لے کر آئی تو میں نے اخبار کا وہ صفحہ اس کی طرف بڑھادیا۔ دوسرے صفحہ پر تیس تیس برس کے ایک جوان کی تصویر تھی۔ وہ ہانگ ہانگ ایک جین شافری کی سا کوارٹلے یورپ سے آکا تھا۔ ادواب دوسری صبح واپس جانے والا تھا۔ ایک ایک جین سے داغ میں رات آئی کہ مجھے اس شخص کا سوا گھر مانا جانیے۔ ملک نے سونیا سے وعدہ کیا تھا کہ استعمال میں اس سے ملاقات کروں

گا۔ اگر میں یہ وعدہ پورا نہ کرنا تو وہ بڑی طرح ناراض ہو جاتی اور میں اپنی جان سے زیادہ عزیز سنی کرنا اصرار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سے لوں نے اخبار کے صفحہ کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ "پولیس والے جاری تلاش میں ہیں بھی پہنچ سکتے ہیں میں فوراً ہی اپنا اصل بل لینا چاہیے۔" میں نے اخبار والی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھو اس شخص کا نام ڈوڈرٹا ہے۔ یہ دولت مند منڈو سٹا ہے بنگلہ دیش میں رہتا ہے۔ کل یہاں سے واپس جاسکے گا۔ میں ڈوڈرٹا کے ڈیوٹی میں آئے گا ہاں میں۔"

یہ کہہ کر میں نے ڈیوٹی سے اپنے کو سامنے رکھا۔ پھر میکا اپ میں مصروف ہو گیا۔ سے لوں نے کہا۔ "کل ڈوڈرٹا واپس جانے کا قاتل پوئل طے ہوتا ہے۔ پھر چھ ماہ میں کے۔" میں نے جواب دیا۔ "وہ نہیں میں یہاں سے جاؤں گا اور پوئل والے اس کے پھیرے چرائیں گے۔"

سے لوں نے پوچھا کہ پوچھا کیا تم چلے جاؤ گے؟ لہر میں سے لوں صرف دو دن کے لیے جاؤں گا تمام سی مکان میں میرا انتظار کرو گی۔"

"نہیں..... وہ تو بڑا کھڑے ہٹ گئی۔ میں نہیں نہیں جانے دوں گی۔ یہ کیسی محبت ہے۔ آج بے ہوکل جا رہے ہو۔" میں نہیں بار بار اٹھتا رہا ہوں کہ میرا کئی گھر نہیں ہے، کوئی منزل نہیں ہے اور نہ ہی کبھی ایک منزل پر پھرنے سکتا ہوں۔ سے لوں نے تم اتنی پیادہ کی گویا پوئل کو تم سے وفا نہیں کر سکتا۔ تمہیں کبھی بھول نہیں سکتا اس لیے تمہیں چھوڑنا چاہتے ہو؟

"میں ہمیشہ کے لیے نہیں صرف چند دنوں کے لیے تم نے میرے بھانسنے کا وعدہ کیا ہے اپنا ہی لیا ہے تو پھر ایسا بھارت کا جہم کبھی پھرنے کے گا دوسری صبح میں گئے۔"

وہ مجھ سے الگ ہو کر بلی۔ پھر ناکانی ضروری نہیں ہے۔ میں بھی تہلے سے ساتھ چلوں گی۔"

"تمہیں حذر کرو۔ میں تمہارے لیے ایک پناہ گاہ بنا کر تمہیں وہاں حفاظت سے چھوڑ سکتا ہوں۔ ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ جیسا میں واپس آؤں گا تو کیا تمہاری گدن میں باہیں خلل کر دینا چاہتا ہوں؟"

وہ صرختا کر رونے لگی۔ اسنو عورت کے آخری ہتھیار ہوتے ہیں۔ یہ لوہا اس کی طرف کھینچا جا رہا تھا۔ وہ اتنی حسین تھی اتنی دل نشیں تھی کہ اس کے سوسیدہ محل میں ٹپک رہے تھے۔ اگر میں کروری ظاہر کرنا تو سونیا تک پہنچ سکتا۔ اپنی محبت کو دھتھول

میں تدبیر کرنے سے انھوں نے کس کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میکا اپ جلد ہی تھا۔ میرا چہرہ بدلنا جا رہا تھا۔ اس کے انٹو غم رہے تھے۔ مگر دل پرستو اور دل پرستو۔ جب میکا اپ نکل ہو گیا تو اس نے مجھے جراتی سے دیکھا۔ اخبار کی تصویر والی ڈوڈرٹا اب اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے ڈوڈرٹا ہو گئی۔ جراتی سے سوچ رہی تھی۔ مگر فریڈ کا انھوں نے سامنے میکا اپ کے نڈھیتی تو کبھی لپٹیں نہ کرتی کہ اس وقت میرے سامنے فریڈ ہو رہا ہے۔ اتنے میں مکان کی بوڑھی مالکہ آگئی۔ وہ بھی مجھے دیکھتے ہی

دوڑاڑے پر پھٹک گئی۔ سے لوں اپنی زبان میں اس سے باتیں کرنے لگی۔ میں گھبرا گیا۔ کوہ میرے ہی متعلق اس سے باتیں کر رہی ہے۔ میں نے کہا۔ "سے لوں اس کو بھیلے کہو یہاں میں بھی ہے۔" انہیں ایک ایک کے مرحلے سے گزرتے دیکھ کے۔ اور یہ یقین کر کے کہ وہی نہیں مڑھ جہ سے بدل گئے ہیں۔

سے لوں نے فریڈ کو اپنے قبیلہ میں لایا۔ میں سے لوں کے چہرے کو گم پانی سے پو پھینچنے لگا۔ میکا اپ کے مددگار میں نے اس کی کشتی کے لیے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرا فریڈ خواہ زیادہ بیلہ دروہا جلتے پھر بھی میرا ہی ہے گا۔ مجھے اپنا وعدہ نبا پنا ہائے۔ میں نے خود ہی کہا تھا کہ فریڈ غامدہ بدوشن ہی ہے ہفا اور مشکل بھی مگر میں ساری عزت کی کے ہاں ملنے نہ ہوں گی۔" وہ اس سوچ سے فائل ہو رہی تھی۔ پھر اچانک ہی سوچنے لگی۔ "جب بات ہے۔ میں کبھی کبھی انگریزی زبان میں کول سوچنے لگتی ہوں۔ فریڈ کو پالنے سے پہلے میں عادتاً اپنی مادری زبان میں سوچتی رہتی تھی۔ اب بھی یہی بات ہے مگر کبھی کبھی انگریزی میں سوچنے داغ میں بھی جاتی ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "شاید اس کی دیر یہ ہے کہ میں نے سیدل اور دلخ کی کہ بولوں تک مشاوری ہوگی۔ بولو میری زبان میں جانتا۔ میں اس کی زبان نہیں جانتی۔ یہ انگریزی زبان ہمارے ہاں کے لہجہ کا ڈیوٹی ہے۔ شاید اس کی لیے میں بسا اختیارا اس زبان میں سوچنے لگتی ہوں۔"

وہ مطمئن ہو گئی اور اپنے دل کو صبر کر کے لپٹیں کرنے لگی کر کے نہیں انگریزی بولنے کی روایت کر لینا چاہیے۔ انہ صرا جھانے سے بڑھ کر میکا اپ نکل ہو گیا۔ سے لوں اس سے پھر سے کوئی بات نہیں سے اس نے اس کو بھیلے میں اس کے سامنے کوئی اپنی زبان میں سوچنے لگتی تھی۔ مکان کی بوڑھی مالکہ کبھی ہی حال تھا۔ وہ مجھ سے لوں کو دیکھ کر اپنی زبان میں بڑبڑا رہی تھی۔ پھر وہ بائیں کی تیلیں سے

ہی ہوئی لائنیں روشن کر کے لے آئی۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے سامنے چائینر ڈش میں بھی ہوئی تھیں اور ہم بٹھ کر کھا رہے تھے۔ سے لوں نے میری ہدایت کے مطابق اس بڑھیا کو بچھا یا کہ جو کپڑے ہم اتار چکے ہیں انہیں اس علاقہ سے کہیں دور لے جا کر پھینک دے۔ کیونکہ سارا دلاس کے آدمی ان بڑوں کو بچھانے تھے۔ بڑھیا کو میں نے اتنی زیادہ زبردی تھی کہ وہ شین کی طرح کا کرتی تھی۔ اس نے کہا۔ جب تم سوچا میں کے ڈوڈرٹا کو کسی وقت نہیں ڈوڈرٹا ان بڑوں کو پھینک آئے گی۔

وہ کرے سے باہر چلی گئی۔ سے لوں دو دروازے کا انڈے سے بند کرنے کے بعد میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ پھر سے گھنٹوں پہ ہاتھ رکھ کر لوں تمہاری بھولانے کے خیال سے لفظ آواز رہا ہے مگر میں دل کو بچھا رہی ہوں کہ فریڈ کے مدد میں جو بچتے ہو کر گرتے ہو۔ میں مصروف تھی سے تھرا انٹارڈر کر دی گئی۔

میں نے اسے گلے لگا لیا۔ وہ صبر و ضبط کے باوجود بولنے لگی۔ میرے پاس الفاظ کے جتنے خزانے تھے میں نے اسے سمجھانے کے لیے خالی کر دیے۔

رات کے تین بجے جب میں رخصت ہونے لگا۔ تو وہ مجھے رخصت کرنے کے لیے دو دروازے تک چل کر نہا سکی۔ اسنو پھر ہی انھوں سے التجا کرتی رہی کہ میں جلد واپس آ جاؤں میں نے وعدہ کیا۔ اسے العالی مبارکبا۔ پھر کرے سے باہر آ گیا۔ وہ بڑھیا مجھے اس علاقہ سے باہر پھرنے کے لیے میرے ساتھ ہو گئی۔ ہانگ ہانگ میرے لیے ایک ایسی جگہ تھی لیکن... میں نے اس بول کا نام یاد کر لیا تھا۔ جہاں ڈوڈرٹا ٹھہرا ہوا تھا۔ میں کسی بھی بیٹھ کر وہاں پہنچ سکتا تھا۔

میں اس بڑھیا کے ساتھ چلتے چلتے انھیں روڈ پر پہنچا تو قریب ہی پام گاڈن بول کا زمین سامنے دیکھ کر چونک گیا۔ ڈوڈرٹا اسی بول میں ٹھہرا ہوا تھا۔ تقدیر میرا ہی تھی۔ میں اس نہیں بیٹھتے رہتے سے بیٹھ گیا تھا۔ میں نے بڑھیا کو رخصت کرنے سے پہلے اشاعت کی زبان میں پوچھا۔ "کیا تم نے ہمارے پرلنے پڑے پھینک دیئے ہیں؟"

وہ ہلرہ مینے لگی۔ میں نے پھر اپنا سوال دہرایا تو اس نے اشاعت میں کہا۔ "کہہ دیجئے جا کر انہیں پھینک دے گی۔ اشاعتوں کی زبان میں انہیں ہمارا ادرا کرتے وقت بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ تاہم میں نے اسے دس پونڈی رشوت دے کر بچھا دیا کہ وہ پڑے ہم سب کے لیے عیبت بن جائیں گے۔ انہیں پہلی فرصت میں پھینک دیا جائے۔" وہ وعدہ کر کے رخصت ہو گئی۔ اس وقت صبح کے چار بجنے

والے تھے۔ میں نے سوچا اگر یہ صاحبزادی میں جاؤں گا تو فوڈنگ سے اپنے کمرے میں سو رہا ہوگا۔ جوئل کے ملازمین دولت مند کاہلوں کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ دوسرا فوڈنگ کھانا سے آ رہا ہے۔

میں کسی کی تصویر دیکھ کر بھی داعی رابطہ قائم کر سکتا ہوں۔ لیکن ایشیا میں جو تصویر شائع ہوئی تھی پورٹریٹنگ کے ٹھکن کے باعث اس تصویر کی کھول پر ایک گہری بڑی کٹی تھی جس کی تصویر کی کھولیں واضح طور پر نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اور نہ ہی فوڈنگ کے واضح نمک پتھر تک تھا۔

سوچتے سوچتے مجھے احساس نہ رہا کہ میں جوئل کے سامنے پہنچ گیا ہوں۔ اچانک ایک شخص نے مجھے دیکھتے ہی ایشیا ہو کر سلا گیا۔ میں غصہ تک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ادب سے پوچھا: "آپ پیدل آ رہے ہیں۔ گاڑی کہاں چھوڑی؟"

اسے وقت بے ادب مزاج تیزی سے کام کرتا ہے۔ میں نے فوراً ہی ایک شرابی کی ایک ٹینک شروع کر دی۔ ٹینک لہجے میں پوچھا: "ایں تم بلاڈی فول پوچھنے والے کون ہوتے ہو؟"

"سواری سہا میں آپ کا افغانی ملازم ہوں۔ میجر صاحب نے کچھ دنوں سے یہاں میری ڈیوٹی لگا دی ہے کہ آپ کسی وقت بھی ہوٹل میں واپس آ سکتے ہیں۔"

میں ہوٹل میں جانے سے انکار کرنا چاہتا تھا مگر شوٹی قسمت سے میجر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے میرا ہاتھ تھام کر کہا: "شاہناہا! آپ نے طبی میں دیکر دی۔ جلدی آئی۔ آپ کے لئے خصوصی سے کھل اشادرفی کا سودا ہو گئے گا۔ اگر آپ کھلا جلی کا پروگرام ہٹوی کر دیں۔"

وہ میرا ہاتھ چھو کر ہوٹل کے احاطہ میں لے گیا۔ میں نے نشتریں لو لکھواتے ہوئے کہا: "میں کوئی بیچ نہیں ہوں۔ ہاتھ چھو۔"

میرا ہونڈا کھینچ نہیں ہو گیا۔ کل میں جاؤں گا۔" "یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ جب وہ لوگ سو رہے ہیں تو آپ ہتھیار لے کر آ رہے ہیں۔ اب وہ لوگ رات ہی میں تو آپ جانا چاہتے ہیں۔"

"میں دھون کے لیے جاؤں گا۔ چھ واپس آ جاؤں گا۔ سودا کرنے والوں کو میری اہمیت کا احساس ہونا چاہئے۔ انہیں اب دھون تک میرا انتقا کرنا ہوگا۔"

ہم بائیں کرتے ہوئے ایک لفظ کا مذاق پہنچ گئے۔ وہاں میجر شاہزادانہ لہجے میں بولے: "یہ بہترین موقع ہے اشادرفی ہادی علیت ہو جلتے تو اس سنگلنگ کا مال یہاں آسانی سے پونجا کرے گا۔ آپ پر عمل کی فلائیٹ سے چلے جائیں۔"

میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "فیوڈنگ منٹس۔ میں جاؤں گا کہ ہٹوی غیر موجودگی میں انڈاس ڈسکر سوڈا لگا کر لوٹا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ میں لہفت سے باہر لاکر اس پر ہٹوانی فوڈنگ کے نکت پہنچ گیا۔ اس وقت میری عجیب حالت تھی میرے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے۔ گمانہ کیا ہونے والا ہے؟ بات صرف توصلہ کی ہوئی ہے۔ میں ادھلی میں فرشتے کے ہونڈوں کی دھمک سے نہیں ڈرتا۔ برزنگی کے آگے موت کھڑی تھی جو جب موت سے نہیں ڈرتے تو دشمنوں سے کھٹا کھٹا؟

ہوٹل کے بزنس مینڈ نے کہا: "میں جانتی ہوں کہ آپ نے کہا۔ ابھی سٹریٹ پر کا فون آیا۔ یہ وہ کہتے تھے کہ وہ کچھ نہیں گیا۔ میرے لیے بھی پریشانی کی بات تھی کہ ابھی شرکائی آیا تھا اور ابھی میں شراباں کر بیچ گیا تھا۔"

جب پھینسا ہی تھا تو دھانی سے کیوں نہ لگا لیا جاتا ہوں نے گرج کر کہا۔

"نان سنس۔ بیٹا میں ہوں اور نشتر نہیں ہوتا ہے۔ کیا مجھے میں نے فون پر تم سے بات کی ہے؟"

وہ گونڈا کر بولا: "میرا میں نے آواز پر دھیان نہیں دیا۔ کچھ میں آ رہا ہے کہ اسٹریٹ والے کوئی حال میں رہے تھے۔"

میجر نے کہا: "شک اہہ بھڑھے ہیں کہ اشادرفی آپ کی حکمت بن جائے گی تو ہرمان کی دستوں سے دور ہو جائیں گے۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے فوراً ہی آگے بڑھ کر کہا: "لاؤ دیسور مجھے دو۔"

میجر نے دیسور اٹھا کر مجھے دے دیا۔ میں نے اس سے لگا کر سنا۔ دوسری طرف سے شرابی آواز سنانی دے رہی تھی۔ وہ اگر بڑی زبان میں کہہ رہی تھی: "میں یوں یوں فون ہل رہی ہوں۔"

میرا ہونڈا تھک کر دیسور روٹ۔

میں نے کہا: "دیسور میرے ہی ہتھوں میں ہے۔ بولو۔"

"وہاں میجر شاہناہا تھک رہا ہے ہاں نے نہیں یہاں لگا ہے۔ آہوں سے کچھ بڑا وہ ہل رہی ہے۔ جوئل تک نہیں جا سکتے تھے تو آپ پاسپورٹ، چیک بک اور ریفنس کے لئے کہہ رہاں آ جاؤ۔ وہ آج کے لیے ہیں سے تیرا پورٹ جا میں گئے۔"

ہٹ میں کہو، ہوٹل کی کار ہارنگرو اور اسکے ساتھ چلو۔ میجر نے کہا: "آپ اشادرفی والوں کو ڈیوٹس دینے کے لیے چیک لکھو۔ یہ سو فریڈاٹے ہو جانا چاہتے۔"

چیک لکھنا آسان تھا گھر مجھے فوڈنگ کے دستخط نہیں آتے تھے۔ میں نے لاپرواہی سے کہا: "آئی جلد بازی ابھی نہیں ہوتی۔ ایک گھنٹے سے پہلے میں نہیں ہو سکتا۔"

مجھے راجدھانیوں کو پوچھا کہ فوڈنگ کسی یورپائی نامی عورت کے پاس ہے۔ زیادہ پی پی ہے۔ اب یہاں نہیں آسکے گا۔ اب مجھے دانا جانا تھا۔ جس کے سیکرٹری وشرنا تھتے ہوٹل کی ریشل کار حاصل کرنے چلا گیا۔ تو میجر نے ادب سے پوچھا: "سرا کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ابھی آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

میں نے گہری سجدہ کی خاطر کرتے ہوئے کہا: "میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے سوڈا پینا کے بغیر یہاں سے نہیں جانا چاہئے۔"

اس نے خرم سے ہو کر کہا: "دیری گڈ۔ آپ نے بہت ہی مناسب فیصلہ کیا ہے۔ کچھ ابھی آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"انٹرنل کے سفر سافٹو سے ایک ٹیم کیلئے جا رہا ہوں۔ وہ اسلام کرنا چاہتے ہیں کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں؟" میرے ہاتے ہی تم ہوئے پھوڈ کر وہ دوسرے کسی ہوٹل میں اپنے اشاف کے ساتھ قیام کر دیں۔ شیک گیارہ بجے تو میرے اشادرفی کے کیمین میں لول گا۔ ہماری اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔"

یہ کہہ کر میں کمرے سے نکل گیا۔ لہفت میں داخل ہو کر بیٹھے جاتے وقت میں نے یوفان کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ایک بینڈ بڑھکے ہوئے کہہ رہی تھی: "شرنا! میں ابھی یوں اسکو اٹھائی لول نشتر اڑھلے گا۔"

وہ نشتریں ہاتھ لہراتے ہوئے بولا: "نو۔ فونڈ آف نہیں میں ابھی غلامیوں بڑا کر رہا ہوں۔" براہرہ آ رہا ہے میری جان، آؤ تم مجھے میرے ساتھ پورا ڈاؤ کر دو۔"

آئی دیر میں لگا فوڈنگ کے دماغ تک پہنچ گیا۔ لیکن ابھی اس کے دماغ کو کھینچنے کا موقع نہیں تھا۔ میں لہفت سے نکل کر ہوٹل کے پورچ میں آ کر اس کے سیکرٹری سے فرسٹ لے کر کار کا پھللا دھوا نہ کھول دیا۔ پھر فوڈنگ کے سٹیڈ پر چلا گیا۔

پھللی سیٹ پر فوڈنگ کا باریف کس رکھا ہوا تھا۔ سیکرٹری نے پوچھا: "سرا کہاں جانا ہے؟"

میں نے کہا: "ابھی میں جی چلتے ہو۔ میں یہاں تنہائی میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔"

کار اشارت ہو گئی۔ میں پھر فوڈنگ کے پاس پہنچ گیا۔ فوڈنگ

اس سے کہہ رہی تھی: "میں ابھی ہوں۔ اشادرفی کا سودا کرنے کے بجائے شہزادے سے بات کر دو۔ اسے جہاز رانی کا کس سال تجربہ ہے وہ ہرنگال اور برطانوی بحری پولیس سے نشنا جانتا ہے۔"

فوڈنگ نے نشتر میں مدبر کوشش تھا۔ ہنگے ہوئے نہیں تھلا وہ سوچنے لگا: "پانچ کو ڈیوٹس میں اشادرفی اور اس کا پورٹ ہاتھ آ جاتے گا اور شہزادہ کا دعوے سے کہہ روایا فیری لوٹ کے سامنے اس کی گھنٹی میں ہیں۔ اگر میں دو دن جہاز خرید لوں تو میرے لیے سنگلنگ کے راتے ہو جانا ہو جائیں گے۔"

رومان جہاز کا نام اس کمرے میں ہو گیا۔ مجھے یاد آیا کہ سمندی عقاب کے ہوائی سلیپر کو شہزادہ کو کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا۔ کیا سارا عرف رومان اپنے باپ سمندی عقاب کی موت کے بعد اس جہاز کو فروخت کر رہی تھی؟

تب اچانک ہی مجھے اپنی سنگلی کا احساس ہوا۔ ٹھنک ہے کہ سارا غلطی کی کی بنا پر مجھ سے بظن ہو گئی تھی لیکن اب مجھے کھو کر پوچھتا رہی تھی۔ میری جدائی اور پینک موت کا صدر پر برداشت کر رہی تھی۔ تب سے فوراً ہی اس کے دماغ کی ہڈی جھلنگ لگائی۔

وہ انھیں بند کیے ایک ایڑی پیر پیر پہنچی ہوئی تھی۔ پورا ایک دن اس کے باپ کی تجویز کو کھینچنے کے سلسلے میں گورگ تھا۔ پھر پچھلے شام سے ابھی میجر کے دھیری تلاش میں جاگتی رہی تھی۔ دل بھاری تھا۔ سو رہے ہٹا جا رہا تھا۔ نیند غالب آنا چاہتی تھی۔

مگر وہ سمندی لڑکی مجھے فوڈنگ لینے کے بعد ہی ہونا چاہتی تھی۔ اچانک ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ہڑا کر انھیں کھول دیں۔ فوڈنگی ریسپونڈنگ ہوئی: "کیا پتہ چل گیا؟"

دوسری طرف سے اس کی بیٹی کا آواز سنانی دی۔ لیڈی سارا! میں وائرڈ ہوا ہوں۔"

سارا نے سٹیج کر کہا: "میں بھلا چکی ہوں کہ مجھے لیڈی سارا نہ کہو۔ میں صوفیہ مانہ ہوں سو مانہ۔"

یہ کہتے ہی اس کی آواز جھانگی اسے یاد آ رہا تھا۔ ٹھنک میں کس طرح اسے رومان کے روپ میں دیکھنے کی قند کیا کرتا تھا۔ ریسپونڈ سے اس کی وائرڈ سنانی دی۔ سو رہی رومان! میں بھول گیا تھا کہ تم سارا کے نام کا مضمون میں دین کر دینا چاہتی ہو۔"

وہ ایک سرواہ بھگر ہوئی: "ہاں، فرسٹے نہ اسے ہی ہاتھ پر جھکا لیا تھا کہ وہ مجھوں کا ساتھ نہیں لے گا۔ اس کی جدائی نے مجھے سمجھا دیا ہے۔ وہ اپنی زبان کا مضمون ہے۔ اب وہ لے گا تو اسے خوشخبری سنانوں کی کمرے میں جہاز فروخت کر دیا ہے۔ سنگلنگ کا دھنا ختم کر دیا ہے۔ اب سارا نہیں صرف تمہاری رومان نہ تباہ لے زندہ ہے۔"

187

اپنا کتے وقت دل میں صلائی کی ایک مٹی لیں۔ ایک دو چاکا
 اور اس کی انھیں جھیک گئیں۔ یہاں محبت اور ہمدردی سے جھیک
 وہ سمندر کی طوفانی لہروں سے لڑنے لگی۔ اس نے میرے لیے ایک مٹی
 لڑکی بن گئی تھی۔ یہ مبارکی انہما ہے کہ عورت اپنے شوکے لیے اپنی
 تمام اہمیت اور حیثیت کو مٹی میں ملا دیتی ہے۔

اس کیسے وارڈ رکھا ہوا تھا یعنی: یوں کان نے مجھے تین ملا لیا ہے
 کہ جہاز کا سودا ہی ہو جاتا ہے۔ گا۔ میں نے جہاز اور اس کو ٹروٹ کی
 قیمت دو کروڑ تیس لاکھ ڈالر بتائی ہے۔ وہ فلوڈ شرا سے بات کرنے
 دو برس سے نہیں گئی ہے۔ بات یہی ہوتی ہے یہیں نہیں فون
 کر دیا گیا۔

سارا نے بے دلی سے ریسورٹ کر رکھا۔ مجھے وہ ماہ کے
 روپ میں لکھی گئی تھی۔ اس بعد جبکہ وہ سارا کے ہم کو شادی تھی۔۔۔
 تو میں بھی سدا نہ ہی کہوں گا وہ نہ حال ہی ہو کر پھری جیتر
 پر پہنچ گئی تھی۔ اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہی کہ اس کے سوچ
 نگہ میں نہ رہیں ہی میں تھا۔

میں ابھی مجھے فرصت نہیں تھی کہ کبھی طرح چھپ کر اس
 کی دلجوئی کروں۔ جو کہ پہاڑ سب ہی پر گزرتے ہیں اور سب ہی ان
 پہاڑوں کا بوجھا تھا اپنے حالات سے گزرتے ہیں۔ دو ماہ آہستی
 عزم کی لڑائی تھی۔ میں پھر بھی اس کے درد کی دوا بن سکتا تھا اس لیے
 اس کی سوچ نکلی سے نکل آیا۔

جب میں وندو شرا کے پاس پہنچا تو اس وقت تک وہ
 میونخ کی شبانی اداؤں میں بہرہ لاس کی بات مان چکا تھا۔ یعنی وہ
 دو ماہ نہ ہوا زفر بدنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میونخ سے خوش ہو کر کہا۔
 میں جاتی تھی کہ تم میرے فیصلے کو مان جاؤ گے۔ میں نے یون فون
 کر کے تمہاری چیک بک پاسپورٹ اور بریف کیس یہاں منگوا لیا ہے۔
 تمہارا سیکرٹری اب آتا ہی ہو گا۔

وندو شرا نے کہا: اچھا میں سمجھ گیا۔ تم جاتی ہو کہ میرے بیٹر
 وغیرہ کو اس سے سودے کا علم نہ ہو۔

وہ گلے کا لہجہ میں ہوتی رہی۔ ہاں پہلے تم مجھے جہان کی خریداری
 میں یا شرا نہ مانو۔ اس کے بعد دوسروں کو اس سودے کی اطلاع دی
 جائے گی۔

یہ کہہ کر وہ سوچنے لگی۔ یہ کجست بیٹر بہت مالاک بنتا ہے۔
 پانڈر شپ کا ماہدہ ہونے تک اسے یہاں سے دور رکھنا چاہیے۔
 میں نے اس کی سوچ میں کہا: سیکرٹری چیک بک لے کر
 آ رہا ہے۔ اسے بھی باہر سے ملال دینا چاہیے۔ میں اس سے بریف کیس
 لے کر اسے دروازے سے ہی رخصت کر دلی گی۔

میونخ نے فائل ہو کر کہا: ہاں جیٹیٹ لادھاری مرنے جائے

انتہائی ہتیرے۔ جب تک پانڈر شپ کا ماہدہ نہیں ہو گا تو
 کوئی کو مٹی سے نہ تو باہر جانے مول کی ادھر ہی فون کر سکتا ہو گا
 دوں گی۔

میونخ کو کچھ سوچ رہی تھی۔ اس نے مجھے فائدہ پہنچانے
 تھا میں نے اس کی سوچ میں کہا: جسب شرا چیک بک پر منتظر
 گا تو میں اسے اور بلالوں کی تاکہ فون پر بھی منبجھے سے بات کرنے
 کے قابل نہ ہوں۔

میں بھی سوچ کے ذریعہ مول کو کچھ سمجھا رہا تھا وہ اپنے
 مذاکے پیش نظر سے مان رہی تھی پھر میں نے سیکرٹری سے کہا
 "دشرا، تم میونخ کی کو مٹی کی طرف چلو۔ ادھر بریف کیس لاکل
 غیر تباؤ۔"

اس نے فرمایا۔ میں سناس نمبر کے حلاق بریف کیس
 کو کھول کر دیکھا۔ اس میں چیک بک پاسپورٹ ویزا فلائٹ کارڈ
 ڈالر کی چند لگائی اور اس پر گناہت کے ہوتے تھے۔ میں نے پانڈر
 ویزا اور فلائٹ ٹکٹ پانڈر شپ میں رکھ لیا۔ اپنی جیب سے پرنس
 پونڈر کی دو لگائی نکال کر بریف کیس میں رکھ دیں اور وہاں سے
 کی گزریاں اٹھائیں۔ اس کے بعد بریف کیس کو سابقہ نمبر کے حلاق
 لاک کر دیا۔

مخوفی در بندہ کا ایک کو مٹی کے ساحل سے داخل ہو کر
 گئی۔ میں نے سیکرٹری کی جانب بریف کیس چھاتے ہوئے کہا
 "دو ماہ سے یہ جا کر کال کر دو میونخ، آئے گی تو اسے یہ بریف کیس
 دی لاک نمبر بتلے تا اس کے بعد کوئی فیئر وری بات نہ کرنا۔ فوراً
 آ جانا۔"

وہ بریف کیس لے کر دو ماہ سے کے سامنے پہنچا۔ ادھاکال تا
 کے جن کو دبانے لگا میں ہلکی اندھنی لائٹ کو آت کر کے میونخ
 کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کال بیل کی آواز نہ کر پونی دروازے کی
 طرف آ رہی تھی آدھ سوچ رہی تھی کہ اگر سیکرٹری شرا کے منتظر ہو
 گا تو وہ کہہ دے گی کہ شرا سو رہا ہے۔

میونخ کی یہ بات میرے لیے مصیبت بن جاتی۔ میں نے
 کہا: "ہاں یہی کہوں گی اور اگر سیکرٹری مجھ نہیں پوچھے گا تو میں
 بھی شرا کی بات نہیں پھیروں گی۔"

وہ دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ میں بالکل تیار ہوا تھا
 کہ میونخ اور اس سیکرٹری شرا کے متعلق کوئی بات نہ کرنے داتا
 میونخ خود ہی غصے سے تھی۔ وہ دروازہ کھولے ہی باہر آ گئی تاکہ
 سیکرٹری آ رہا ہے۔ اس نے بریف کیس لیتے ہوئے پوچھا
 اس میں چیک بک موجود ہے؟

مجھے ہاں لاکا نمبر فون میں فون ہے۔

آل رات۔ یوں گویا۔۔۔۔۔ اس نے سیکرٹری کو اسباب
 نے بغیر اذیت سے ہی دروازے کو کھول کر دیا۔ میں نے اطمینان کی
 باش لی میرے فون ہونے کا یہ حوصلہ ملے ہو گیا تھا۔ سیکرٹری نے
 ہر کاروائی کی تو میں نے رست طبع کو دیکھتے ہوئے کہا: بات
 کج ہے ہیں۔ ایرپورٹ کی طرف چلو۔

سیکرٹری دشرا تھر کے
 ہلکے کھنٹی کے احاطے سے باہر نکلے۔ سیکرٹری دشرا تھر کے
 ماننے نے تیار کیا کہ ایرپورٹ کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ میرا
 سے سوچ رہا تھا کہ میں بریف کیس میونخ کو دے کر ایرپورٹ کروں جا
 رہوں۔ میں نے اسے چھوڑ کر میونخ کی ٹرین۔ وہ فوراً ٹکٹ ویزا
 میں سیکرٹری کے سامنے ایک صوفی پر بیٹھ کر بریف کیس کھول
 دی تھی چیک بک کو دیکھ کر اسے اطمینان ہوا۔ وہ بولی: شرا ڈا
 ہاں گیا۔ چیک بک اگلی ہے۔ میں ابھی جا کر ڈیٹا اس کے طور پر
 ایک لاکھ کا چیک سامان لاتی ہوں۔ ایک منٹ کے بعد آپ کو پوری
 رقم ملے گی لیکن اگر گنٹھ میں دما رہے جو گا۔

وہ بریف کیس لے کر خواب گاہ کی طرف جاتی ہوئی سوچنے لگی۔
 میں سناس دشرا تھر کے بے کو پاسپورٹ وغیرہ لائے کے
 لیے اٹھا لیکن بریف کیس میں ریزریشن نہیں ہیں۔ میگزیناب تک
 ان خوش فہمی میں ہے کہ شرا تا تک گانگ سے باہر نہیں جائے گا
 وہ سوچتی ہوئی خاک لگا میں وندو شرا کے پاس گئی۔ اور
 اس سے وہی بات کہنے لگی۔ وندو شرا نے کہا: کوئی بات نہیں میگزین
 کوئی مجھے دو۔ وہ ایرپورٹ سے مجھے کال کرے گا۔ تم کہہ دینا کہ
 ہلاکار مٹوئی ہو گیا ہے اور میں ابھی سودا ہوں ادھاب تم بھی مجھے
 سونے دو۔

پہلے ایک چیک تو کچھ دو شرا ڈا انتظار کر رہے ہیں۔

اس نے چیک بک آگے بڑھادی۔ وندو شرا ہانے کے کپڑے
 سے نظر اٹھا کر ایک لاکھ کا چیک لکھنے لگا۔ میں ان کی دنیا سے باہر
 بلا آیا۔

میں نے سونے میں سمجھا تھا کہ ایرپورٹ وہیں کہیں ہو گا لیکن
 نہیں ساحل سے پہنچ کر کال لاک گیا اور ہم ٹرینوں میں بیٹھ کر روانہ
 ہوئے تو پتہ چلا کہ ایرپورٹ خاص گانگ گانگ شہر میں ہے۔ میں نے
 دشرا تھر سے کہا: میں تمہارے کام سے بہت خوش ہوں سیکرٹری
 کا فون سے کہنے کے لیے اس کی ہر بات کو سیکرٹ رکھے تمہاری واپسی
 تک کی کو دیتا آگے میں ہاں سے باہر چلا گیا ہوں میگزین وغیرہ پوچھیں
 لگے گا کہ اس نے کسی بار میں پہنچ کر تمہیں رخصت کر دیا تھا۔
 آل رات میں ہی میں کہوں گا آپ تک واپس آ جائیگی۔
 تم انجنیئر تک جا رہے ہوں۔ پرسوں تک واپس آ جاؤں گا۔
 تم پاسپورٹ اور ویزا دیکھ کر چکا تھا اس کے مطابق استہلال

میں ہر ایک جڑی تھی۔ یعنی بی۔ او۔ اے۔ سی کا طباہہ وہاں اینڈ من
 کے لیے رکھا تو میں اس شہر میں دو گھنٹے گزار سکتا تھا۔ بہر حال میں
 آٹھ بجے سے پہلے ہی ایرپورٹ پہنچ گیا۔ دشرا تھر سے نصیحت ہو کر
 ٹھکانے میں ایک ٹیک آٹھ بجے جہاز تک آف کیا تو مجھے اطمینان
 ہو گیا کہ اب میرا سونے کو نہیں روکے گا۔

پھر بھی میں متعلقہ ادارے کے ماموں میں اپنی باری جھانکنے لگا
 فلوڈ شرا سو رہا تھا میونخ غسل کر رہی تھی میگزین اپنے اسٹف کے
 ساتھ ایک مٹی سے بول میں قیام کرنے پہنچ گیا تھا۔ فی الحال اس
 بات کا خدشہ نہیں تھا کہ ایک نقلی وندو شرا کا ڈاکو کسی رکھل جانا یہ
 تیلی ویژن کا کمال تھا کہ میں نے تمام اداروں کو خصوصی سے منسلک کیا تھا۔
 میں میٹ کی پشت سے ٹھک لگا نے انھیں بند کیے بیٹھا
 ہوا تھا جب انھیں لکھی تو لگا ہوں کے سامنے ایک کافر حسینہ

ایرپورٹس کے لباس میں مسکرائی ہوئی ایک ٹرے میں شراب کے جام
 پیش کر رہی تھی میں نے کہا: تو تھینکس۔ او ٹلی سافٹ ڈونک۔
 وہ مسکرائی ہوئی پلٹ گئی۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: ہاں طلب
 کسی کی مسکراہٹ کو کچھ سے لگانے کا اصول نہیں ہے۔ فی الحال
 تین ہندو مسکرانے والیوں نے میرا فائدہ خراب کر رکھا ہے۔ جزیرہ کو لوں
 میں سے بول کر وہاں مقیم اور سونا کی طرف تو میں جا رہا تھا۔
 سب سے پہلے میں نے سے یون کی ٹرین۔ اس کے لیے
 ٹھکانے میں سے منور نہیں تھی۔ وہ بڑھاکے مکان میں محفوظ تھی
 اور اس وقت ہولے ہولے کوئی پھینک گئی تھی کہ گنگنا گئی ہوئی مجھے بلو کر
 رہی تھی۔

رومانس کے پیمانے کی تہا اور کچھ کہیں اس سے نظر ملا نہیں کر
 سکتا تھا۔ اس کے عزم و ہمت اور شہنشاہ کے متعلق میں پہلے بہت
 کچھ سمجھا تھا ہوں۔ وہ کنواری اور اچھوتی دھڑلے جیسے میرے نام لکھی
 تھی تھی۔ ہاں میری تلاش میں ہو گیا رہی تھی۔ میں نے اس کے
 دماغ کے دو پہلوں میں جھانک کر دیکھا۔ تو وہ تیزی سے کارڈ اور کنواری
 تھی اور اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس نے مجھے ڈھونڈ لگا لگا ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے؟ میں تو طیارے میں سو رہا تھا پھر وہ مجھے
 پانڈر شپ کے لیے کہاں جا رہی تھی؟ میں نے ہولے ہولے اس کے ذہن
 کو دیکر نہ شروع کیا۔ اب اس نے ایک نیا کارڈ لکھی تھی۔ وہاں
 اس کے حوالہ دیا کہ وہ ہوتے تھے اور ان میں سے ایک ملازم کے ہاتھ
 میں وہ کہہ چکے تھے جنہیں میں بڑھاکے مکان میں آنا رہا تھا۔

رومانس اس لیے پاس کو کھینٹ کر کہا: یہ میرے پاس کہاں سے
 ہے فریڈ نے جہاز میں سے پہنا تھا۔ تمہیں کہاں سے ملا؟
 ملازم نے جواب دیا: ایک فوری عورت غریبوں کو اس
 بستی میں رہا اس دوخت کر رہی تھی میں نے جہاز ٹیک میں اسے

خبر لیا۔ جب وہ واپس جانے لگی تو ہم ناس کا یہ چھکا کیا اور اس کا مکان دیکھا ہے۔

”جلو۔ مجھے دکھاؤ۔“ رومان ان کے ساتھ ایک تنگ سی گلی میں داخل ہو گئی۔ پھول نے پوچھا: ”کیا تم نے بڑھیا سے کچھ پوچھا تھا؟“

”جی نہیں۔ ہمیں اس بات کا ڈر تھا کہ وہ بڑھیا کہے۔ یوں کے ساتھ سے تو وہ واپس جا کر دوڑ جا رہی بات کہے گی۔ ہم کچھ چلے ہیں کہ یوں پر اسرار تو قوں کی مالک ہے۔ وہ فطرتاً کریمیں تباہ کر دے گی۔“

”شکایت تم لوگوں نے عقلی سے کام لیا ہے۔ سے یوں کو میں سمجھا لوں گی۔“

اس لالچی بڑھیا نے صرف چارہ تنگ کی خاطر اپنی نادانگی میں ہمارا راز فاش کر دیا۔ یوں نے فوراً ہی سے یوں کی سوچ میں کہا۔

”میں گنگناری ہوں۔ اور ایک ایسا نظارہ میرے قریب ہے۔“

وہ چونک کر سوچنے لگی۔ ”کیسی بات میرے دماغ میں آ رہی ہے؟“

”میں نے کہا۔ پھر میرے دیوتا کا سایہ ہے۔ شاید سی لے مجھے پیش آنے والے کسی خطہ کی اطلاع مل ہی ہے۔ مجھے تو وہاں سے نکل مانا چاہیے۔“

میں نے ایک جھٹکے سے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ سامنے برس لکھا ہوا تھا۔ اس نے سوری سوچ کے مطابق پرس اٹھایا۔ مینڈل بھی ادا لڑا۔ انہر لگتی۔ یہ سب کچھ میرے مشینی انداز میں ہو رہا تھا اور وہ اپنے آپ پر یونانی تھی کہ وہ لکھ رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے؟

مکان سے باہر نکلنے ہی اس غلطی کے خراب لوگ اُسے پیرانی سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ اس کے بدن پر مٹی کے ملاؤں اور اسکرٹ تھا۔ پرس بھی بہت قیمتی تھا۔ وہ دیش زادی نظر آ رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس طرح ہرگز نہیں آنا چاہئے تھا۔ لیکن اب تو منتظر پرانگی تھی۔ پھر دماغ بھی کسی خطرہ کی چٹوٹی کر رہا تھا۔ وہ اگے بڑھتی چلی گئی۔

پندرہ بیوی بڑھی گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ ٹھٹک گئی۔ دور سامنے سے دو ماہذا دیوں کے ساتھ اس طرف آ رہی تھی۔ میں نے سے یوں کی سوچ کو کنٹرول کیا۔ اس سے کہا: ”مجھے رکتا نہیں چاہیے۔ میں اگے بڑھ رہی ہوں۔“

وہ اگے بڑھنے کی تو فریضے نہ کیا۔ میں ایک آپ بھی ہوں۔

آئینہ میں خود کو نہیں پہچان سکتی۔ پھر یہ مارا مجھے کیسے پہچانے گی؟ وہ ملتی ہو کر اگے بڑھتی چلی گئی۔ گلی کے ایک حصہ میں دونوں حسینا میں ایک دوسرے کے سامنے آئیں۔ وہ گلی بہت تنگ تھی۔ ایک وقت چار افراد وہاں ایک دوسرے کو کراس نہیں کر سکتے تھے۔

رومان نے ایک سرسری سی نظر سے یوں پر ڈالی۔ پھر ایک کھڑکی پر کراسے آگے جانے کے لیے ماستہ دیا۔

”یوں دھڑکتے ہوئے عدل سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ وہ سوچ رہی تھی۔“

یوں نے پوچھا: ”یوں نے پوچھا: ”کیا تم نے بڑھیا سے کچھ پوچھا تھا؟“

”جی نہیں۔ ہمیں اس بات کا ڈر تھا کہ وہ بڑھیا کہے۔ یوں کے ساتھ سے تو وہ واپس جا کر دوڑ جا رہی بات کہے گی۔ ہم کچھ چلے ہیں کہ یوں پر اسرار تو قوں کی مالک ہے۔ وہ فطرتاً کریمیں تباہ کر دے گی۔“

”شکایت تم لوگوں نے عقلی سے کام لیا ہے۔ سے یوں کو میں سمجھا لوں گی۔“

اس لالچی بڑھیا نے صرف چارہ تنگ کی خاطر اپنی نادانگی میں ہمارا راز فاش کر دیا۔ یوں نے فوراً ہی سے یوں کی سوچ میں کہا۔

”میں گنگناری ہوں۔ اور ایک ایسا نظارہ میرے قریب ہے۔“

وہ چونک کر سوچنے لگی۔ ”کیسی بات میرے دماغ میں آ رہی ہے؟“

”میں نے کہا۔ پھر میرے دیوتا کا سایہ ہے۔ شاید سی لے مجھے پیش آنے والے کسی خطہ کی اطلاع مل ہی ہے۔ مجھے تو وہاں سے نکل مانا چاہیے۔“

میں نے ایک جھٹکے سے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ سامنے برس لکھا ہوا تھا۔ اس نے سوری سوچ کے مطابق پرس اٹھایا۔ مینڈل بھی ادا لڑا۔ انہر لگتی۔ یہ سب کچھ میرے مشینی انداز میں ہو رہا تھا اور وہ اپنے آپ پر یونانی تھی کہ وہ لکھ رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے؟

مکان سے باہر نکلنے ہی اس غلطی کے خراب لوگ اُسے پیرانی سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ اس کے بدن پر مٹی کے ملاؤں اور اسکرٹ تھا۔ پرس بھی بہت قیمتی تھا۔ وہ دیش زادی نظر آ رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس طرح ہرگز نہیں آنا چاہئے تھا۔ لیکن اب تو منتظر پرانگی تھی۔ پھر دماغ بھی کسی خطرہ کی چٹوٹی کر رہا تھا۔ وہ اگے بڑھتی چلی گئی۔

پندرہ بیوی بڑھی گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ ٹھٹک گئی۔ دور سامنے سے دو ماہذا دیوں کے ساتھ اس طرف آ رہی تھی۔ میں نے سے یوں کی سوچ کو کنٹرول کیا۔ اس سے کہا: ”مجھے رکتا نہیں چاہیے۔ میں اگے بڑھ رہی ہوں۔“

آئینہ میں خود کو نہیں پہچان سکتی۔ پھر یہ مارا مجھے کیسے پہچانے گی؟ وہ ملتی ہو کر اگے بڑھتی چلی گئی۔ گلی کے ایک حصہ میں دونوں حسینا میں ایک دوسرے کے سامنے آئیں۔ وہ گلی بہت تنگ تھی۔ ایک وقت چار افراد وہاں ایک دوسرے کو کراس نہیں کر سکتے تھے۔

یوں کے ہم رنگ گئے۔ میں اسے سمجھا سکتا تھا۔ کڑوا تھا۔ یہ نام پر رز کے۔ لیکن اس کا جھانکا فنسول تھا۔ وہ رومان کے مقابل میں تیزی سے نہیں دوڑ سکتی تھی۔ اس لیے فٹ پاتھ پر سر کوئی ہو کر پھینکے۔ اتنے میں ایک پولیس من نے آ کر پوچھا۔

”یوں کے ساتھ سے تو وہ واپس جا کر دوڑ جا رہی بات کہے گی۔ ہم کچھ چلے ہیں کہ یوں پر اسرار تو قوں کی مالک ہے۔ وہ فطرتاً کریمیں تباہ کر دے گی۔“

”شکایت تم لوگوں نے عقلی سے کام لیا ہے۔ سے یوں کو میں سمجھا لوں گی۔“

اس لالچی بڑھیا نے صرف چارہ تنگ کی خاطر اپنی نادانگی میں ہمارا راز فاش کر دیا۔ یوں نے فوراً ہی سے یوں کی سوچ میں کہا۔

”میں گنگناری ہوں۔ اور ایک ایسا نظارہ میرے قریب ہے۔“

وہ چونک کر سوچنے لگی۔ ”کیسی بات میرے دماغ میں آ رہی ہے؟“

”میں نے کہا۔ پھر میرے دیوتا کا سایہ ہے۔ شاید سی لے مجھے پیش آنے والے کسی خطہ کی اطلاع مل ہی ہے۔ مجھے تو وہاں سے نکل مانا چاہیے۔“

میں نے ایک جھٹکے سے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ سامنے برس لکھا ہوا تھا۔ اس نے سوری سوچ کے مطابق پرس اٹھایا۔ مینڈل بھی ادا لڑا۔ انہر لگتی۔ یہ سب کچھ میرے مشینی انداز میں ہو رہا تھا اور وہ اپنے آپ پر یونانی تھی کہ وہ لکھ رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے؟

مکان سے باہر نکلنے ہی اس غلطی کے خراب لوگ اُسے پیرانی سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ اس کے بدن پر مٹی کے ملاؤں اور اسکرٹ تھا۔ پرس بھی بہت قیمتی تھا۔ وہ دیش زادی نظر آ رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس طرح ہرگز نہیں آنا چاہئے تھا۔ لیکن اب تو منتظر پرانگی تھی۔ پھر دماغ بھی کسی خطرہ کی چٹوٹی کر رہا تھا۔ وہ اگے بڑھتی چلی گئی۔

پندرہ بیوی بڑھی گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ ٹھٹک گئی۔ دور سامنے سے دو ماہذا دیوں کے ساتھ اس طرف آ رہی تھی۔ میں نے سے یوں کی سوچ کو کنٹرول کیا۔ اس سے کہا: ”مجھے رکتا نہیں چاہیے۔ میں اگے بڑھ رہی ہوں۔“

آئینہ میں خود کو نہیں پہچان سکتی۔ پھر یہ مارا مجھے کیسے پہچانے گی؟ وہ ملتی ہو کر اگے بڑھتی چلی گئی۔ گلی کے ایک حصہ میں دونوں حسینا میں ایک دوسرے کے سامنے آئیں۔ وہ گلی بہت تنگ تھی۔ ایک وقت چار افراد وہاں ایک دوسرے کو کراس نہیں کر سکتے تھے۔

دونوں کے درمیان تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ رومان کے دماغ میں پہل سے سچی ہوئی تھی کہ فرید کہاں غائب ہو گیا؟ وہ ضمنی لڑکی دشمنوں کی شرک پر بڑھتے جا کر راز اگلی لیتی تھی۔ لیکن وہ حقیقتاً سے یوں کو ایک تھکی گیڑا بچہ کہیں کی طرح مبارک تھی۔ اس نے سچی کو بھولنے کے لیے پوچھا: ”تم نے بھی ناشہ نہیں کیا ہوگا؟“

”مجھے بھوک نہیں ہے۔“

”ناشہ صرف بھوک مٹانے کے لیے نہیں آفر کا بھی کیا جاتی ہے۔“

اس نے ایک ریڈیو فون کے سامنے کلاوی روک دی۔ یوں نے کہا: ”مجھے اس میک اپ میں عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں لائٹنگ میں نہیں جاؤں گی۔“

وہ کلاوی آگے بڑھاتی ہوئی بولی۔ ”کوئی بات نہیں۔ میرے گھر چلو۔ اگر فرید سے ملاقات کا کوئی وقت اور جگہ مقرر ہوگی تو میں تمہیں ٹھیک وقت پر وہاں پہنچا دوں گی۔“

یوں نے خاموش رہی۔ رومان کو یوں کو بھوکا فرید سے ملاقات کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ وہ کہنے لگی: ”یوں نے ہمارا شاہد ہے کہ تم پر اسرار تو قوں کی مالک ہو تو فرید کو لے کر جہاز سے میں انڈیا میں فرار ہو رہی ہوں۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ تمہیں میسر ہوگا۔“

یوں نے کہا: ”میں کچھ نہیں جانتی۔ فرید نے مجھ سے کہا: جہاز سے جھاگ چلو۔ میں جھاگ کر آئی۔“

رومان ایک سواہ بھر کر بولی: ”ہاں۔ وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ شاید اس نے تمہیں یہ بتایا ہو کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔“

یوں نے کہا: ”مجھ سے یہ علم نہیں تھا کہ میں اور وہ ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ وہ یہ یقینی سے بولی: ”سارا اہم جھوٹ بول رہی ہو۔ وہ صرف مجھے چاہتا ہے۔“

اسی لیے وہ تمہیں بھڑکائے اور میرے ساتھ یہاں آ گیا۔“

”میں نے کہا کہ وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ غلطی میری تھی۔ اس نے کہا تھا کہ میں اپنی غلطی کو نہیں سمجھوں گی تو وہ کسی دوسری لڑکی کو اپنالے گا۔ پھر اس نے یہ کہا کہ تم سے دوستی کر لی۔“

”تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اس نے صرف دل بھلانے کے لیے مجھ سے دوستی کی ہے۔ محبت نہیں کی ہے۔“

”نہیں۔ وہ محبت کرنے والا شخص ہے۔ محبت کرتا ہے۔“

اس محبت کو روک نہیں سکتا۔ یوں نے فرار ہو کر اس سے شادی کی بات کر دی۔ وہ انکار کر دے گا۔“

اس بار سے یوں نے ایک روزہ بھری۔ کیونکہ اس کی معلومات کے مطابق اس شادی کرنے اور گھربلنے کے خلاف تھا۔

اس نے نو ماہ سے سوال کیا۔ جب تم جانتی ہو کہ وہ شادی نہیں کرے گا تو پھر اس سے محبت کیوں کر رہی ہو؟

وہاں سرخا ہوں کا نظارہ ہو رہا تھا۔ وہ بولی: "آہ ہدل سے مجبور ہو کر عورت پھرتے سے بھی دل لگاتی ہے۔ تم اپنے دل کی مجبوریوں کو سمجھتے ہو تو میرے دل کی دھڑکنوں کو سمجھتی ہو؟"

نہجہ ستا سی بات نہ کرو۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے دل کے لیے کسی دوسری لڑائی کا بھی دل دھڑکنا ہے۔

"ایک دیوتا کو ساری دنیا پتی ہے۔ تمہارے نہ چاہنے سے دوسرے اپنی بوجا نہیں بھول سکتے۔"

"میں تم سے محبت نہیں کر سکتی۔"

"مجھ سے یوں! کوئی عورت اپنے مرد کی محبت اتنی نہیں کرتی۔ اگر تمہاری جگہ کوئی دوسری لڑکی ہوتی تو میں اپنے فریڈ کو اپنے کے لیے اس لڑکی کو قتل کر دیتی۔ تم یہ بھی نہ سوچو کہ میں تمہاری پڑوسلار تو قتل سے خوفزدہ ہوں۔ نہیں۔ میں اس کی محبت میں مرنا جانتی ہوں۔ ذرا نہیں جانتی۔"

اس نے ایک خوبصورت سے کالج کے احاطہ میں گاڑی دکھ دی۔ پھر بولی: "میں تمہاری پڑوسلار تو قتل سے ڈرتی نہیں ہوں تم سے صبح سویرے محبت کرتی ہوں۔ یقیناً نہ ہو تو اپنی ان تو قتل کرنا ماز۔ جن کے ذریعہ تم نے پرش جیسے دشمنوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ میرے جانوں کی نگرانی تو فریڈ کی محبت سے ہزاروں کی اور نہ ہی دشمن بن کر تم سے انتقام لوں گی۔ اور میرے کالج میں چلو۔"

وہ دونوں گاڑی سے اتر کر کالج کے اندر جانے لگیں لیوانہ ملازم کو ہاتھ تلانے کا حکم دے رہی تھی۔ سے یوں سوچ رہی تھی۔

"یہ میں کہاں آکر پھنس گئی ہوں؟ سارا کو میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ ہار ماننے والی لڑکی نہیں ہے۔ اور یہ جھوٹ بھی نہیں بولتی۔ مکانی بھی نہیں کرتی۔ یہ سچ کہہ رہی ہے کہ نہ سید سے چاہتا ہے اور محض محبت سے دو ٹوٹ کر میرے ساتھ چلا آیا ہے۔ کہا ملا ہے پھر سامنا ہو گا تو اس کی نالا منگی ددر ہوجائے گی؟ کیا وہ تجھ سے نظریں پھیر کر مارا کر بوجا لے گا؟"

یہ سوچ سوچ کر اس کھل ٹوٹے لگا۔ ہائے کس جانی سے دل لگایا ہے؟ پتہ نہیں چلے کیا ہو گیا ہے؟ اس کے ہنر ایک ایک پل قیمت کی طرح گزر رہا ہے۔ وہ خود بخود نہیں ہے مگر اس کی محبت مجھے ماری ہے۔ اگر سارا اسے جیت لے گی تو میں مر جاؤں گی۔

دنیا کے سامنے انسانوں کو محبت کے نام پر ایک جگہ لایا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ خود لوگوں کو ایک جگہ نہیں رکھا جا سکتا۔ میں نے تو یہ سوچ کر سے یوں کو روانہ کیا پناہ میں پھینکا تھا کہ وہ محفوظ رہے گی۔ بے شک وہ محفوظ رہے گی۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ رونا:

اس کے سامنے کھل کر اپنی محبت کا اظہار کرے گی۔ بہر حال نہ قابل کشید تھی کہ ان حالات میں بھی وہ سے یوں کو دشمن نہیں کر رہی تھی۔ اسے بھی دل دجان سے چاہتی تھی۔

میں نے یوں کی سوچ میں کہا۔ میں یہ سوچ کر پریشان رہی ہوں۔ کہ سارا میرے فریڈ کو جیت لے گی۔ مجھے یہ بھی سہرا چاہیے کہ میں نہ فریڈ کو جیت کر سارا کے دل کو اس قدر صدمہ پہنچاؤں۔ یہ تو اس کا تو صلہ ہے کہ مجھے میری ہی بہن کو یہی ہے۔

اس وقت وہ ایک صورت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے فریڈ کو روانہ کر دیا تھا۔ اسی وقت ناشتے کی تڑپ آئی۔ رومان نے کہا۔

"پتھو کھا لو؟"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"سے یوں! جب تم فریڈ کو جیت کر لے گئی ہو۔ میری بھی بھوک رہ گئی ہے میں کل سے باپ کی موت کا صدمہ ملا ہوا ہوں۔ بدلتی کا دکھ برداشت کر رہی ہوں۔"

سے یوں نے پوچھا: "کیا مرنے والوں کا انتقال ہو گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں کل رات سے جاگ رہی ہوں۔ جیسا کہ تم جانتی ہو۔ ہم باپ بہن پر مرنا زندگی گزار رہے تھے۔ فریڈ کو یہ سب نہیں تھا۔ میں اس کی پسند کا اقتدار کرتے ہوئے اپنی عمر بھر زندگی سے تو کر رہی ہوں۔ اسے جہاز کو فروخت کر رہی ہوں۔ بولو ایک عورت اپنی محبت میں ادا کر سکتی ہے؟ ایک جان باقی ہے۔ وہ بھی فریڈ کے لیے کہ چھیندی ہے۔"

سے یوں کا دل یہ سوچ کر ڈوبنے لگا کہ سارا اس سے بھی زیادہ منہ سید کے لیفر بائیاں دے رہی ہے۔ اس طرح فریڈ پھر اس کی طرف مائل ہو جائے گا۔ یہ سوچنے کے دوران رومان اس کے پاس آکر بٹھ گئی۔ ایک سنڈویچ اٹھا کر اسے اپنے ہاتھ کھانا لگی۔ سے یوں نے پتلے لگا دیا۔ کیا۔ پھر سینڈویچ کا ٹھوڑا سا حصہ ہانڈوں سے کاٹ کر کھانے لگی۔

رومان نے محبت سے اس کی پیشانی کو چوم کر کہا: "محبت بھونٹی نہیں ہوتی۔ اسی لیے میں یہ نہیں سوچتی کہ تم فریڈ کو میرے لیے چھوڑنا دیا ہے۔ سے یوں جیسی چاہتی ہے میں نہیں چاہتی ہوں۔ اتنی ہی چھانی اور احکام سے تم مجھے چاہو گی؟ تم بھی ایک بہن میں کھا سکتی گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ اگر تم مجھ پر اعتماد کرو۔ میں تمہارا حق نہیں دے گی۔ تم میرا حق نہ چھینو۔"

"مہ۔ مگر یہ اول نہیں مانے گا۔ میں اپنی چیز کیسے دے سکتی ہوں؟"

فریڈ کیسے کسی کی چیز یا جاگیر کی نہیں رہے کے کا پناہ

یہ اے جانتی ہوں۔ وہ بہتا ہوا اور دیا ہے۔ ہمارے تمہارے پاس سے بھی گزر جائے گا۔"

سے یوں پر کھڑا ہٹا ہٹا رہی ہوگی۔ کہ کہیں وہ نے چھوڑ کر بیٹھ کے لے نہیں چلا گیا۔ وہ گھبرا کر بولی: "نہیں وہ پھرتے گا۔ مرنے والوں کے ہاتھ سے؟"

"کب واپس آئے گا؟"

"دو دن کے بعد۔۔۔۔۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ مرنے کا۔ تمہاری باتوں سے میرے یقین ڈر گیا جاتا ہے۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ نہیں تو میں رونے لگوں گی۔"

وہ صبح جگ بولنے لگی۔ رومان اسے چوم کر اس کے آنسو پونٹتی بولی: "میں تمہاری بہن ہوں۔ راز دار نہیں ہوں۔ خوب بولو اور اپنے دل کو بوجھل کا کرو۔ بولو وہ کہاں کیا گیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ میں دیتا سے کھٹ نہیں کرتی۔ اس کی بہت برسر جھکا لیتی ہوں۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ وہ دن کے لیے ہانگ کا ٹنگ سے باہر گیا ہے۔"

"ہانگ کا ٹنگ سے باہر؟ رومان نے تعجب سے پوچھا: "تنگ کیے؟ کیا اس کے پاس پاپوٹ وغیرہ تھا؟"

"اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ آج کے انبار میں ایک آدمی آکر توہر دیکھ کر اس نے سہی آڈی کا ٹنگ اپ کیا پھر سر سے جھکے کو ہل دیا۔ مجھے بھی یا کراس کی واپس تک میں کسی توہیا کے کان میں اس کا انتظار کروں۔"

رومان فریڈ ہی تھکر کو دس کر سے مٹی چھوڑاں سے ایک انبار اٹھا کر لائی ہوتی بولی: "ذرا اجاب دیکھ کر بتاؤ کہ وہ کون سی تصویر ہے؟"

بلت اب کھنے والی تھی۔ میں یہ سوچ کر غما کو شس رہا کہ رومان کو بھی انسان ہو جائے کہ میں ہر ذی ناک کی طرف پرواز کر رہا ہوں۔ اور وہ مجھے خواہ مخواہ ہانگ کا ٹنگ میں تلاش نہ کرے سے یوں کی طرح چپ چاپ میری واپس کا انتظار کرتی ہے۔ بہر حال سے یوں نے اظہار کھول کر سے یوں کو شس کی تصویر دکھائی۔

رومان کو یقین نہیں آیا۔ اس نے کہا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

اور وہ مانتے سے جہاز کا اور ہوا ہے۔ وہ یہاں موجود ہے۔ اس کا پاس پورٹ دروازہ بھی اس کے پاس موجود ہو گا پھر فریڈ اور وہاں کی کہیاں سے کیسے جا سکتا ہے؟"

میں کیا جاؤں؟ میں نے صرف اتنا ہی دیکھا ہے کہ وہ اس آئین کے ادب میں گیا ہے۔"

رومان کے ماتھ میں سے بات آئی کہ وہ نایاب کی کوٹھن میں فنون کے نوڈر سے اسے بات کرنا چاہیے میں نے اس کی سوچ میں کہا۔

"یہ مناسب نہیں ہے۔ اگر نوڈر بنا کر میری کسی بات سے شہر بوجھانے لگا کہ کوئی شخص اس کی شکل بنا کر ہانگ کا ٹنگ سے باہر گیا ہے تو فریڈ پر مصیبت آجائے گی۔"

رومان سوچنے لگی: "میں یہاں کیا کروں؟ کیسے معلوم کروں کہ فریڈ اسی جہاز سے میں سے یا باہر چلا گیا ہے۔ ہاں اچھی ترکیب ہے۔ مجھے ایئر پورٹ سے معلومات حاصل کرنا چاہیے۔"

اس نے ریسورٹ اٹھا کر اپنے ایک ماتحت کو فون کیا اور اسے حکم دیا کہ صبح کی تمام فلائٹس کے نام معلوم کرو۔ اور یہ پتہ چلاؤ کہ سارا فون کی فہرست میں نوڈر بنا کر کیا گیا ہے یا نہیں؟

سے یوں نے پوچھا: "کیا تم معلوم کر لو گی کہ وہ کہاں گیا ہے؟"

"کوٹھن کر رہی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میں دو دن پتلے سے تمہارے پاس لے آؤں؟"

"تم سے یوں نے خوش ہو کر اس کا ہاتھ تمام لیا۔"

"ہاں تم فریڈ کو مجھ سے دور لے گئیں۔ لیکن میں اسے تمہارے پاس پہنچا کر رہنا بت کر دوں گی کہ تمہیں دل چاہے چاہتی ہوں۔"

"سارا مجھے شرمندہ نہ کرو۔ میں فریڈ کے حکم کے مطابق جہاز چھوڑ گئی ہوں۔ میں نے جان بوجھ کر تم سے اتنے نہیں چھینا۔"

"اگر نہیں چھینتا ہے تو پھر وعدہ کرو کہ اتنے سبھی میرا حق نہیں چھینو گی۔"

وہ تذبذب میں رہ گئی۔ کھل کر اب انکار نہیں کر سکتی تھی۔ ایک نوڈر مانگی محبت اور خوش اخلاقی نے اسے متاثر کیا تھا۔ دوسرے وہ فریڈ کو اس کے پاس واپس لانے کا دعویٰ کر رہی تھی۔ ایسے وقت وہ اسے دشمن (سوشل) دیکھ سکتی۔ چپ چاپ اس کی خوش میں نہ چھپایا۔

اس نے یوں کی گھنٹی بجھنے لگی۔ رومان نے ریسورٹ اٹھا اور دوسری طرف سے اسے پرواز ڈیول رہا تھا۔ رومان اسے ریسورٹ اٹھا کر اپنی ہاں میں ڈول رہی ہوں۔ ایک ایک گھنٹہ کے کاٹات تیار ہو چکے ہیں۔

"سب کچھ تیار ہے۔ میں یوں کو فون کے ہاں جا رہا ہوں۔ اگر تم بھی وہاں آ جاؤ تو تمام رقم کی ادائیگی آج ہی ہوجائے گی۔"

"نہجہ ہے۔ میں آدھ گھنٹہ بعد پہنچ جاؤں گی۔ کیا وہاں نوڈر بنا کر موجود ہو گا؟"

"یقیناً۔ وہی تو ادائیگی کے گا۔"

رومان نے ریسورٹ رکھ دیا۔ سے یوں نے پوچھا: "کیا تم نوڈر بنا کر سے لے جا رہی ہو؟"

"ہاں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں فریڈ کی تلاش میں ملک سے باہر چل جاؤں۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

اپنے آپ کو غرور اور ادا کارٹ سمجھتا تھا۔ رومانہ کی مسکراہٹ نے اسے یقین دلا دیا کہ وہ اس پر مبنی ہے۔

میروان تو بے لگتی گئی۔ اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ مصافحہ کیلئے بڑھایا۔ میلوئس رومانہ سے مل کر مڑی خوش ہوئی۔ اب ہمیں فوراً ہی کامیابی کی معاملات طے کر لینے چاہئیں۔

رومانہ اس سے مصافحہ کر کے ایک سو نو سو بیس گنی فیڈو شرا نے کہا۔ میروان انہیں جلدی کر بات کی ہے۔ ہم نے فنانس پارٹنرشپ کے معاہدے پر دستخط کر دیے ہیں۔ اب تو تمہیں مطمئن رہنا چاہیے۔

پھر اس نے رومانہ کو مسکراتے ہوئے مخاطب کیا: "ہاں ہس رومانہ آپ کو جلدی نہیں ہے؟"

"جی ہاں۔ اچھی چار بجے کی فلائیٹ سے میں پیرس جاری ہو جاؤں۔ وہ خوش ہو کر بلا پیرس کے پر لوگوں کو نوبت ہی نوبت اور دو ماہ تک ہوتے ہیں۔ اگر اس فلائیٹ میں مجھے بھی میڈل حاصل جاسے تو میں آپ کا مسفرین جاؤں گا۔"

میروان ناگواری سے بول: "کیسے جاؤ گے؟ تمہارا بیٹھرا اور سیکرٹری دونوں ہی ہونے پھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ پاسپورٹ وغیرہ انہیں کہاں ہیں؟"

فلوڈ شرا نے غصے میں میٹھ اور سیکرٹری کو گالیاں دینے ہونے کہا: "تم ایشا ڈفری کے دفتر میں لوں کرو۔ ان کا پتہ پل جانے کا۔ یہ بات میرے حق میں نہیں تھی۔ ایشا ڈفری میں مجھے سے لاپطہ قائم ہو سکتا تھا۔ میروان ریسورٹ تھا کہ ایشا ڈفری کا پتہ ڈال کرنے لگی۔ تو میں اس کی سوچ میں کہا۔ فلوڈ شرا کو ابھی پاسپورٹ وغیرہ نہیں ملنا چاہیے۔ ورنہ وہاں حسین لڑکی کا ہمسفر بننے کے بہانے اس کے عشق میں مبتلا ہو جائے گا۔"

وہ --- نہیں پوچھی تھی کہ اس کے دولت مند عاشق پر رومانہ کا جادو عمل جائے۔ اس نے غلط خبر ڈال کر دیا۔ پتہ نہیں کس سے لاپطہ قائم ہو گیا۔ وہ پوچھنے لگی: "کیا شرا ڈفری اور شرا ہاتھ جوڑ دیں؟"

میں اپنی پالیسی چلتا ہوں۔ نقد برائی چال دکھانی ہے۔ میروان کے جواب میں دوسری طرف سے وہاں جینک آواز سنانی دی۔ تعجب سے میروان انہیں کیسے پتہ چل گیا کہ میں اس فون نمبر پر مل سکتا ہوں۔ ویسے تم نے درست کہا تھا۔ شرا صاحب صبح کی فلائیٹ سے پیرس چلے گئے۔"

میروان نے اختیار دی الفاظ دہراہے: "کیا شرا صاحب پیرس چلے گئے۔!! ہاں سنو میرے پاس موجود ہیں۔"

میں میروان کو ایسا کہنے سے روک سکتا تھا لیکن شامت آگئی تھی کیونکہ ٹھیک اسی وقت طیارے کے اندر میرے پاس...

ہوئے ہمسفر نے میرا ہاتھ مٹھا کر ملایا تھا۔ میرا دماغ ہلکا ہلکا لپٹا ادا دہر تھا۔ ادا دہرا اس لیے میروان کی زبان کو لگا کر دوسرے سکا۔ دوسری بار میں نے سوچا کہ اپنے ہمسفر کی مداخلت کے باوجود کہ نہ کھولوں اور کرنے والے حالات پر کسی طرح غلامیوں میں نہیں ہمسفر نے پھر میرے بازو کو ملایا۔

میں نے ہچکچھا کر انہیں کھول دیں۔ اپنے ہمسفر کی کڑی نظر پر بلاصٹ ہونے کا ارادہ تھا۔ لیکن میرے پاس والی سیٹ پر ایک فلوڈ شرا سا ہتھ بڑا کا لڑکا بیٹھا ہمارا کہہ رہا تھا۔ "مشرابا! آپ ادا دہرا آجانی ہیں اور کھڑکی سے باہر کو دیکھیں گا۔"

ایک مضمون سے کہ دیکھ کر غصہ نہ خندا ہو گیا۔ میری پہلی بار سے ایک عورت عربی زبان میں اس سے بچ کر بڑی تھی۔ مرد نے ہلٹ کر دیکھا تو وہ سندس طلب لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ یہ لڑکی کڑی زبان میں کہا: "گوئی بات نہیں۔ بچے کھڑکی کے پاس کی بیٹھنا پسند کرتے ہیں؟"

عورت کے دیکھنے کا اندازہ بنا ہوا تھا کہ وہ انگریزی زبان میں سمجھتی ہے۔ میں نے بچے کو کھڑکی کے پاس بیٹھا دیا۔ پھر خوشی ل سیٹ پر آ گیا۔ ایرموش نے قریب آ کر کہا: "جناب! آپ پھر کھٹنے سے سو رہے ہیں۔ آپ نے کھڑکی میں کیا۔ اگر کھڑکی ہو جاؤں گے۔"

میں نے پوچھا: "ہم اسٹیبل کب نہیں گے؟"

"رات کے نو بجے۔"

"ٹھیک ہے۔ پچھ کھانے کے لیے آؤ۔"

وہ چلی گئی تو اس بار میں نے انہیں بند نہیں کیں۔ اپنے ملنے والی سیٹ کی پشت پر نظر میں جاکر میروان کے مدعا سے کچھ لپٹا گیا۔ فلوڈ شرا ہوا اور ڈوٹرا فون پر بزم تھا۔ "تم سب ناکارہ۔ ہونو۔ اجادت کے بنیادوں کو چھوڑ دیا۔ اور مجھے الزام دیتے ہو کہ میں تمہیں ہونوں چھوڑنے کا حکم دیا تھا۔ کیا تم لوگوں کا مدعا غریب ہے؟"

جواب میں دیال چند بنائے لگا کہ فلوڈ شرا کس طرح شرا کے دفتر میں ہونے آیا تھا اور ریف میں میں ٹیک بک لوہا چلنے لے کر سیکرٹری شرا کے ساتھ چلا گیا۔ وہ شرا ہاتھ سے ملانے نہیں ہوتی۔ میروان نے فون پر دیال چند کو تیار کر دیا۔ فلوڈ شرا پیرس چلا گیا ہے۔

فلوڈ شرا ریسورٹ کان سے لگا سے رہا تھا اور میروان کو کہ دیکھ رہا تھا۔ جیسے ریسورٹ کو ایک جھٹکنے سے کہ ڈیل ہو گیا۔

"میروان! تم نے بزنس پارٹنرشپ کے لیے بڑی گری جان چلی۔ بزم بزم تیار ہو کر اپنے کس کو فلوڈ شرا بنا کر تم نے میرے ہاتھ...

کہو کہ ہے۔"

مشرابا! تم مجھے غلط سمجھو سے۔ ہمیں تو کل رات سے تمہارے ساتھ ہوں۔ میں اپنے کسی آدمی کو نقل و دو شرا کیسے ناسکتی تھی۔"

پھر ہمیں یہ کیسے علم ہوا کہ ایک فلوڈ شرا میرے پاسپورٹ کے ذریعہ ہاں سے جا چکے۔"

"یہ تو میں نے دیال چند کو ہاں سے دور رکھنے کے لیے چھوٹ کہا تھا۔"

"یہ چھوٹ نہیں بیچ ہے۔ ایک فلوڈ شرا میرا پاسپورٹ لے کر ہاں سے جا چکے۔ یہ خوف عورت میں ایک گیل کے ذریعہ اس فزائی کو پیرس کے ایرپورٹ پر گرفتار کرادوں گا۔ تم میرے سامنے مضمون عورت بنا کر اس شہقت سے انکار نہیں کر سکتیں۔ تم نے میرے آدمیوں کو مجھ سے دور رکھنے کے لیے ایک نقلی شرا کے ذریعے بہت سے کام لکے ہیں۔ تم ہر طرح پر چھوٹ بولتی رہیں اور مجھے خوف بناتی رہیں۔ کیا یہی ہے جاسے پارٹنرشپ کا معاہدہ....."

اس نے معاہدے کے کاغذات کو میز ٹیبل پر سے اٹھا کر بھاڑا۔ اس کے پرزے پرزے کو دیتے ہوئے میروان سے روکنے کے لئے آڈیٹ لاس نے اسے دھکا دے دیا۔ وہ دھکا کڑھے گئی۔ پھر ہاں... سے دنگ ہونے دو میرے کمرے کی طرف جانے لگی۔

میں نے مدعا کو پراس کا پچھا نہیں کیا۔ اچھی میں فلوڈ شرا کو ال بات سے روکنا چاہتا تھا کہ میرے خلاف پیرس کے ایرپورٹ تک غرور نہ بچائے۔ اگر پیرس میں بیس سے پہلے اسٹیبل میں اترنے والا تھا لیکن ہاں بھی خطوہ تھا۔ وہاں بھی یہ بزم بزم کی تھی کہ کوئی شخص فلوڈ شرا کے ہر دم میں سفر کر رہا ہے۔

اصل فلوڈ شرا کو ایسے اقدامات سے روکنے کے لیے میں رومانہ سے کام لے سکتا تھا۔ میں نے رومانہ کی سوچ پر مبنی۔ اس وقت وہ خود بڑی سے سوچ رہی تھی کہ فلوڈ شرا کو اب چھاننا چاہیے۔ تاکہ وہ فلوڈ شرا کوئی قدم نہ اٹھا سکے۔ وہ تو یہ حکم سے اٹھ کر لوٹی۔

"مشرابا! یہ بات میں نے سمجھ لی ہے کہ آپ میروان کے حال میں نہیں گئے ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ میرے کالج میں چلیں۔"

فلوڈ شرا نے کہا: "تم بہت پیچی ہو۔ جلدی ہو چلاؤ۔ ایرپورٹ ہاں گئے۔ اس ہر دیکھے کے خلاف ایرپورٹ درج کرانا ہو گا۔"

رومانہ ایک ادا سے تلا سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ جہاز کے باڈو کو تمام رکھنا باقی انداز میں بولی۔ اسی جلدی بھی کیا ہے۔ وہ ہر بار بارہ کھٹنے سے پہلے پیرس نہیں بیچے گا۔ اور میرا ساتھ تو صرف میں کھٹنے کا ہو گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا: "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم میرے ساتھ ہن گئے۔ لڑائی، ٹھیک ہے۔ میں نہیں ہی آف کر سکتا۔ ایرپورٹ...

تک جاؤں گا تو اس ہر دیکھے سے بھی سمجھ لوں گا۔"

اس نے میز ٹیبل پر سے ایک پیچ ادا رہے اڑا دیا تھا کہ رومانہ کو دیتے ہوتے کہا: "یہ سوڈے کے رقم ہے۔ اگر کامیابی ہو تو قائم رہی تو تمہیں مجھ سے بہت فائدے پہنچیں گے۔"

رومانہ نے شکر یہ ادا کرتے ہوئے فروخت کے پکے کاغذات پر دو ہتھ کر دیے۔ پھر وہاں سے جانے کے لیے دواڑے کی جانب بڑھنے لگے۔ اسی وقت رومانہ کھلا۔ وہ دونوں رک گئے۔ دواڑے پر ایک سخت نمد چینی یا تھو میں اپنی لپٹے کھڑا تھا اور پیچے ہاتھ بڑھا کر دواڑے کو بند کر رہا تھا۔

رومانہ ہم کے دوسرے دواڑے سے میروان کی آواز آئی۔ "مشرابا! میں بڑی ہانا نہیں جانتی۔ اگر تم اپنی ہلاکتی چاہتے ہو تو ایسے وقت پر ہٹنا نہ بھولنا نہیں جانتی تھی۔ اس نے میروان کی گالیاں سے فائدہ اٹھا کر اپنے بوس کو چھٹی غصے کے ہاتھ پر مارا۔

پستول پر گرفت مضمون تھی۔ دیگر ہر اٹھکی چل گئی۔ لیکن پیرس کی زد میں آسکے کا ہوش نشا تھا۔ میرا۔ دوسرے فائز کو نوبت نہیں آئی۔ چینی کے پٹ پر ایک ٹھوک لگی۔ وہ دہرا ہو گیا۔ دوسری ٹھوک سے پستول فز شس پر پڑنے لگا۔ کسی پستول اٹھانے کا ہوش نہ تھا۔

کوئی کہ میروان اور فلوڈ شرا میری سے رومانہ کی چھری اور اس کے لڑنے کا ناز کو دیکھ رہے تھے۔ چند ہی سکنڈ میں لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ رومانہ نے فلوڈ شرا کو ایک ہاتھ لڑا کہ اس چینی کو میروان کے تھوک میں پھینچا۔ پھر پستول اٹھا کر بولی۔ ہم کم ان مشرا! میروان کے لیے اتنا سبق کافی ہے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ باہر آتے۔ چھریاں سے کار میں پھینک کر روانہ ہو گئے۔ فلوڈ شرا اگلی سیٹ پر رومانہ کے ساتھ بیٹھا ہوا اسے میری سے رنجیدہ تھا۔ اس نے کہا: "تم کو مال کی فائز ہو۔"

کیا میری دوست ناپسند کر دیں؟"

"میں دوست ہوں۔ اسی لیے آپ میرے ساتھ نظر آ رہے ہیں۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں بھی خطرات سے کھینچ رہا ہوں۔"

انہی دونوں والوں سے تھی رہی ہے۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو....."

"اول ہونو۔ امین جرموں کا ساتھ نہیں دیتی۔ تم مجھے پسند آ گئے ہو۔ اس لیے تمہارے ساتھ تھوڑا وقت گزارنا چاہتی ہوں۔"

میں فلوڈ شرا کا ہوا بندہ سن کر کہہ کر طیارے میں اتر بوسش میرے لیے بیٹھنے کی تھی۔ میں کہاں سے میری طرف ہو گیا۔ لیکن انسان تھا کہ رومانہ اب آسانی سے فلوڈ شرا کو ہڈی کر لے گی۔ میں نے اس کے پیچھے ہونے کیجے کے سامنے ایک سوٹ ڈس بڑھا دیا۔ ہونے کہا۔

سوی آفرین....."

بچے سے سوٹ ڈس لے کر کہا: "یو فرینڈ! آئی فرینڈ! ٹھیک تو تو...

صرف ہم دونوں ہی نہیں، سونیا بھی استنبول کے لیے آج رات وزیر دربارین اپنا سفر شروع کرنے والی تھی۔ چیمبریز، شٹلا، ٹاکا ویرا اور دوسرے تمام سونیا کے عقیدتمندوں کا اجتماع بھی اسی شہر میں ہونے والا تھا۔ پیر فرینٹ کی ایک پراسسز مگر شرط کا تنظیم ویاں قائم ہونے والی تھی۔

میں نے سونیا کی خبر لی ہے اپنا رپ بدل کر تیرہ غاد سے اکل گئی تھی اور ایک ہونڈ کے کمرے میں رات ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ ریڈ پارڈ اور ڈاکٹر جراب سونیا کا ساتھ دے رہا تھا اس کی کامیاب پلاٹنگ کے مطابق ریڈ پارڈ کے تمام باقی سونیا کے وفادارین کر ویاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئے تھے۔

کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مارک میں اپنی دھماکے کے سلسلے میں اچھے کیا تھا۔ یہ معلومات میں نے ماہم ویرا کی سوچ سے حاصل کی۔ ماہم ویرا نے اس کے بین سے کچھ بڑے کڈرو بات کی تھی۔ اور لے یقین دلا یا تھا کہ سونیا سے رابطہ قائم ہونا ہے لیکن سونیا اچھی دھماکے کے سلسلے میں سیرا سترے فٹ رہی ہے۔ لہذا وہ دوسرے دن اسک میں سے رابطہ قائم کرے گی۔

یہ تو کہہ مک میں اچھی دھماکے کے نتائج معلوم کرنا جا رہا تھا۔ اس لیے وہ بہت خوش تھا اور سونیا اور اپنے باخترن پلانر ماہم ویرا کو روک رہا تھا میں نے ان تمام لوگوں سے طعن ہونے کے بعد سوچا کہ اب پیرا ستر کا مزاج پوچھنا چاہیے۔

قارئین کو یاد ہو گا کہ فرینٹ کے میں ماسٹروں کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا تھا جہاں میری بوت کی دستاویز فلم جلائی گئی تھی۔ اور ماسٹروں کے اسی اجتماع میں سونیا کو بوت کی مڑا سنا گئی تھی۔ ویاں میں نے پیرا ستر کی آواز سنی تھی۔ اور اسی وقت اس کے لیے کو اچھی طرح یاد کر لیا تھا لیکن اس کی سوچ کو چھوڑا نہیں تھا کیونکہ وہ بھی روکا کی مشقیں کرنا تھا اور ساتیوں کو روک کر اپنے دماغ کے دووازے بند کر لیتا جاتا تھا۔

پیرا ستر کی سوچ کو نہ چھڑانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں ان لوگوں کے لیے سوچتا تھا۔ اس لیے خیال تو اپنی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا اور اس وقت میں نے سونیا کو بھی ٹیل پیٹی جانتے والی کی کیفیت سے پیش نہیں کیا تھا۔ لیکن اب میں نے سونیا کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے اپنی سوچ کی ہر لہر کو پیرا ستر کے دماغ تک پہنچایا۔ میرا خیال تھا کہ میری سوچ کی ایک لہر نے بھی اگر مطلقاً کی تو وہ اپنی ساتیوں کو روک لے گا۔ لیکن اس کے دماغ کے دووازے کھلے پڑے تھے۔

وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر گرا رہا تھا اور اس کی سوچ کہہ رہی تھی: "آہ! لگتا ہے بارہا سانس نہیں روک سکتا اور یہ بڑا مزہ لگتا ہے میں چھوڑ رہی ہے۔"

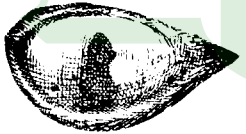
میں اس کی سوچ بڑھ کر تک گیا کہ کون سی بلا اس کی سوچ پر لگتی ہے؟ وہ بارہا سانس کیوں روک رہا ہے؟ کیا کوئی دماغی ہنس اس کے دماغ کو چھین رہی ہے؟

ایسے سوالات کے جواب میں صرف اس معلوم دیوی کا ہی خیال آسکتا تھا۔ وہ بہت زیادہ پراسرار بن گئی تھی کبھی کبھی مجھے شبہ ہوتا کہ وہ میرے دماغ میں بھی چھپ چاہتی ہوگی میرے تمام نازوں سے واقف ہوتی جا رہی ہے۔

اب اگر وہ دیوی پیرا ستر کے دماغ کو چھین رہی تھی تو میرے لیے سہل موقع تھا۔ میں ایک خاموش قماشانی کن کراس معلوم دیوی کے لب و لہجہ کی یادداشت میں ٹھونڈ کر سکتا تھا۔ اس وقت پیرا ستر پریشانی کی حالت میں بڑا بڑا ہٹا اور سونیا کو مخاطب کیا تھا۔

میں نے سونیا! میں تجھ گیا ہوں کہ تم میرے دماغ تک پہنچ گئی ہو۔ جب مجھے براہ عملی کرتے تھے تو اسے شہنی پیٹی کا فن دکھا ہے تو مجھے یقین نہیں آیا پھر میں نے تمام حالات کا تجزیہ کیا کہ تم کھلی گریں لینڈ کے برقیان ملاقہ سے زندہ سلامت واپس آئیں اور پچھیزی جیسے دندے کو بھی اپنا غلام بنا لیا۔ اور کل رات تو تم نے مجھے ناقابل برداشت نقصان پہنچا یا ہے۔ اس اپنی دھماکے کے ایلوں والے نقصان ہوا۔ ہماری ایک بہترین خفیہ ناگاہک تیار ہوئی۔ گریں لینڈ کی تمام ہرف اس دھماکے سے کھیل گئی نتیجے کے طور پر ہر اٹلا ٹنگ کے شمالی حصے میں طوفان آیا ہے۔ کسی ٹوپل ناک مالک سیلاب کی زد میں آئے ہیں۔

پیرا ستر کہتے کہتے ہانپنے لگا۔ بارہا سانس روکنے اور دماغی جھٹکے کھانے کے باعث اس کے اعصاب کمزور ہو گئے تھے۔ اس نے کہا: "میرے گوشے کی مشق کی تھی کراس اپنی دھماکے کی خبر کی بھی ملک کے اخبارات میں شائع نہ ہو لیکن وہی دلنہ بلاغ سے اسے بڑا اچھا لگا۔ یہ سب ہر ملک سے اپنی دھماکے کے خلاف اجتماعی فری بلند ہوتے ہیں۔ سونیا! میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے تھانے ساتھ جو ریاقتاں کی ہیں ان پر شرمندہ ہوں۔ تم ایک بار چھوڑ دو کہ مجھے سے پھر دوستی کرو۔ میں تم سے اس تنظیم کی پراسسز میں نادمہ پیرا ستر کی اتنی ساری کراس کے بعد ایک جھٹکے ہوئی مشق سی ہستی سنا دی۔ پیرا ستر نے مجھ سونیا ہنس رہی ہے لیکن میں سمجھ رہا تھا کہ وہ ہنسنے والی بڑا سزا دیوی اب میری سوچ کی مشق میں بند ہونے ہی والی ہے۔"



پیرا ستر بہتی تھمہ لگنے کے بعد چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئی۔ وہ چند لمحوں کے لیے صبروں کی طرح گڑبے تھے۔ میں ہلکا سا ہلکا سا معلوم دیوی سے تعارف پہنچا جاتا تھا۔ متعارف ہونے والی بات میں نے غلطی کی کہ میں اپنا تعارف اس سے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پیرا ستر کے دماغ میں چھپ کر اس دیوی کا تعارف حاصل کرنا چاہتا تھا۔

پیرا ستر کی حالت عجیب تھی۔ بارہا سانس روکنے اور دماغی جھٹکے کھانے کے باعث وہ کچھ ہمارا سا ہو گیا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ سونیا نے اسے دماغی جھٹکے پہنچائے ہیں جبکہ یہ تھانے وہ معلوم دیوی دکھا رہی تھی۔

بہر حال خاموشی کے وہ چند لمحوں گزر گئے۔ پھر ایک بہت ہی ترنم گیتوں بھری آواز سنا دی۔ وہ کہہ رہی تھی: "میرا کھلا رہے دو وقت! میں سونیا نہیں ہوں۔ مجھے جانا چاہیے ہے تو با با اننگ کھلاؤ۔ اپنے کمرے کا دروازہ کھولو، بابا! باہر کھڑے ہیں۔"

پیرا ستر نے پریشان ہو کر کہا: "سونیا! تم ایضاً بی زبان کیوں بن رہی ہو؟ یہ بی زبان میری تھمہ میں نہیں آتی۔" ٹھوڑی دیر کے لیے پھر خاموشی چھا گئی۔ شاید وہ دیوی بھی انگریزی زبان نہیں سمجھ سکتی تھی۔ پیرا ستر کی کراس کے دوران بار بار سونیا کا نام سن کر وہ یوں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ اسے سونیا سمجھ رہا ہے۔ اسے سن کر دو دروازے پر دستک نہ لائی دی۔ پیرا ستر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دو دروازے کھول دیے۔

بابر تو بھاتا تن رنگ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا: "مجھے سوچ کے اندر یہ بہارت دی گئی کہ میں دو دروازے پر دستک دوں۔ تمہارا ٹھکانہ پیرا ستر کے قمرے کے دروازے کھول دیا۔ اگر نہ کھولتے تو تمہارے دماغ کا کچھ ہو جاتا۔"

تن رنگ نے اندر آ کر دو دروازے کو بند کر دیا، پھر کہا: "پیرا ستر! تم اس دنیا کی بہت بڑی شیطانی طاقت ہو، مگر اب ایک سے بڑی بی لڑکی تمہیں زبردست ہے۔"

پیرا ستر نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا: "کیا سونیا سے تمہاری دوستی ہو گئی ہے؟"

"میں سونیا کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ جو لوگ اس وقت تمہارے دماغ سے کھیل رہی ہے وہ میری بیٹی ہے۔"

"تن رنگ! تم بھڑک کر کہہ رہے ہو۔ تمہاری بیٹی میری قید میں ہے اور وہ شہنی پیٹی نہیں جانتی ہے۔"

"ہاں! یہ درست ہے کہ میری ایک بیٹی تمہاری قید میں ہے لیکن میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ میری دوسری بیٹی اپنے خیالی

میں پرورش پا رہی ہے۔

قصہ یوں ہے کہ ستر برس پہلے ہم اولاد سے محروم تھے میری دھرم بیٹی نے منت مانی کہ اگر اولاد ہوگی تو وہ پہلا بچہ ہوگی کی جھٹکتی کے لیے وقت کرے گی۔ ایک برس بعد میری دھرم بیٹی نے دو لڑکیوں کو جنم دیا۔ ہم نے ایک نام دینا اور دوسری کا نام رس دینا رکھا۔ میری دھرم بیٹی نے اپنی منت کے مطابق دل پر پتھر رکھ کر رس دینا کو مندر کی داسی بننے کے لیے وقت کر دیا۔

رس دینا کو خیالی میں رہتی تھی اور مندر میں جا کر اپنا تمام کی تعلیم حاصل کرتی تھی۔ بچپن سے اسے سمجھا گیا کہ وہ نادریدوں کی داسی ہے۔ اس کے شہر پر رجم کو کوئی انسان ہاتھ نہیں لگا سکتا اس لیے وہ کبھی شادی بھی نہیں کرے گی۔ ہمیشہ لنگا بل کی طرح پورا (پاک) رہے گی۔

وہ دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے دھیان لگانا (مراقبہ) میں مصروف رہتی تھی اپنی ماسٹروں کو گا کی مشقیں کرتی تھی۔ اور مندر کے دیوتے کی اور نظروں جاکر اپنی آتما کی گزرتوں میں سوچ کی اثران کا درس حاصل کرتی تھی۔

پیرا ستر جب قمرے میں دھرم دیوی کا فریب دیا اور غصے یہاں بلا کر میری بیٹی دینا کے ساتھ مجھے قیدی بنایا تو میں نے تم سے جھوٹ کہا کہ میری اور کوئی اولاد نہیں ہے اور میری دھرم بیٹی مر چکی ہے۔ میں حرف دکھاوے کے لیے تمہارے سامنے پریشان رہتا تھا لیکن میرے من میں دھرم دیوی اور شہنی پیٹی میں جانتا تھا کہ رس دینا جب بھی آتا گی ان کی تعلیم مکمل کر کے مندر کی دنیا سے باہر گئے گی تو سب سے پہلے اپنے باپ اور کن کی رکھشا کرے گی۔

آج سے تین دن پہلے ایک بوڑھی عورت مجھ سے ملنے آئی تھی۔ تم اس عورت کو مجھ سے ملنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ تب میں نے غور ہو کر بتا دیا کہ وہ میری دھرم بیٹی ہے۔ اس کے بعد قمرے میں نے کی اجازت دی لیکن اسے بھی یہیں روک لیا۔ دوسرے عقیدوں میں اسے بھی قید کر لیا۔

لیکن تمہارا قمرے (آخری وقت) آ پہنچا ہے۔ جب میری دھرم بیٹی مجھ سے باتیں کر رہی تھی تب میری بیٹی رس دینا اپنی ماں کے دماغ سے میرے دماغ میں پہنچ گئی۔ دو برس بعد اپنی بیٹی کو اپنے دماغ میں پا کر میں جیسے دوبارہ جی اٹھا۔ رس دینا نے مجھے بتایا کہ وہ صرف ہندی زبان جانتی ہے اور تمہارے دماغ تک پہنچنے کے لیے انگریزی جانا ضروری تھا۔

تن رنگ کی بات سن کر پیرا ستر نے حیرانی سے پوچھا۔

”کیا وہ سچ سچ ہماری زبان نہیں جانتی وہ پھر وہ میرے دماغ تک کیسے پہنچ گیا؟“

”تن رنگ نے کہا: تمہارے دماغ تک پہنچنے کیلئے وہ سنی کو ایک ذرے سے سانس کی ضرورت تھی۔ میں نے اسے انگریزی کے دو جملے سکھائے۔ وہ جملے یہ تھے: ”کیا تم میری آواز نہیں پہچان سکتے ہو، میں سیر ماسٹر بول رہا ہوں؟“

چونکہ اس وقت کے لیے یہ زبان بالکل ہی اجنبی تھی اس لیے یہ دو جملے یاد کرنے میں کافی وقت ضائع ہو گیا۔ وہ صبح شام مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرتی تھی۔ پھر ان جملوں کو بولنے کی طرح یاد کر کے مجھے سنائی دینی تھی۔ غلطیاں درست کر دیتا تھا۔ آج اس نے ایک ایک لفظ صحیح تلفظ کے ساتھ یاد کر لیا تو میں نے اپنی بات سن گاہ سے نہیں فون پر لکھ لیا۔ تمہارے سیکرٹری سے درخواست کی کہ وہ تم سے رابطہ قائم کرے، میں بہت ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ تب تم نے ریسپونڈ کر لیا: ”ہیلو مسٹر تن رنگ کیا بات ہے؟“ میں نے پوچھا: ”کون بول رہا ہے؟ اپنا نام بتاؤ؟“ تب تم نے سخت لہجے میں کہا: ”کیا تم میری آواز نہیں پہچان سکتے؟ میں سیر ماسٹر بول رہا ہوں؟“

یہ سنتے ہی میں ریسپونڈ کر کے تمہاری قیام گاہ میں چلا آیا۔ اب تم مجھ سکتے ہو کہ میری بیٹی کس طرح تمہاری کھوپڑی میں ایٹھنی ہے؟

سیر ماسٹر اپنی کھوپڑی ہلانے لگا۔ جیڑا سے کہا: ”ہاں اب میں مجھ گیا اسی لیے وہ بعد میں انگریزی نہیں بول سکی۔ اپنی زبان میں کچھ بولتی رہی۔“

”ٹھیک ہے۔ اب میں تم دونوں کے درمیان انٹریپرٹ ہوں۔ میری بیٹی جھکے گی وہ تمہاری زبان میں نہیں سمجھتا۔“

گاہ ہاں بیٹی رس دیتی۔ اب بتاؤ کیا کہہ رہی ہو؟

میں سیر ماسٹر کے دماغ میں بیٹھ کر تن رنگ کی باتیں سن رہا تھا۔ اگر میں تن رنگ کے دماغ میں پہنچ کر رس دیتی کی باتیں سننا چاہتا ہوں تو اسے بڑھکے کے دماغی دوازے بند نہ کر دیتا، کیونکہ وہ لوگا کا ماسٹر تھا۔ سیر ماسٹر نے اسے ایسے قید کر رکھا تھا کہ وہ ماسٹروں کی تنظیم میں ایک لوگا فوج ترتیب دے رہا تھا۔

بہر حال اب بھی تن رنگ اور رس دیتی پر اپنی نا دیدہ موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد تن رنگ نے سیر ماسٹر سے کہا: ”میری بیٹی کا حکم ہے کہ پوچھیں گھنٹے کے اندر مجھے میری دھرم بیٹی کو اور میری بیٹی وستی کو ہندوستان پہنچا دینا۔ ورنہ وہ تمہیں اڑیاں رگڑ رگڑ کر لوگڑا کرے گی؟“

سیر ماسٹر نے اپنے لیے شراب کا ایک جام بنایا پھر صو

پر بیٹھ کر ایک گھنٹہ بیٹھنے کے بعد کہا: ”میں تمہاری بیٹی کے انکار نہیں کروں گا لیکن میری ایک التجا ہے کہ میری بیٹی غلطیوں کو صاف کر دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف سے بڑی قیمت ادا کر کے رس دیتی کی خدمات حاصل کروں گا۔“

”تن رنگ نے کہا: ”میں ایک امن پسند انسان ہوں صرف وستی کی حفاظت کے لیے اب تک تمہارے جرائم میں شریک ہوا۔ اب رس دیتی کی سہانگیا کو تمہارے سامنے میں بھی رہنا پسند نہیں کروں گا۔“

سیر ماسٹر نے ایک ہی سانس میں جام خالی کر دیا۔ پھر عاجزی سے بولا: ”ایشیا میں جہاں جہاں تمہاری بیٹی کو تین بیٹی میں رس دیتی کو ہاں کی جگہ بنا دوں گا۔ تم رس دیتی کو میری طرف سے یہ آرزو۔ اگر میری طرف سے کوئی بے ایمانی ہو تو وہ بیشک مجھے مار ڈالے۔“

”تن رنگ خاموش رہا۔ یعنی وہ سوچ کے ذریعہ رس دیتی کو سیر ماسٹر کا بیٹا مانتا تھا۔ ذرا دیر بعد اس نے کہا: ”رس دیتی کو کہہ دیجئے کہ ایک شرط تمہاری آفر قبول کرے گی کہ پہلے تم علی ظہر پر وستی شہادت کرو۔“

سیر ماسٹر نے خوش ہو کر دو مہر لایک بنائے ہوتے پوچھا: ”میں ضرور وستی شہادت کروں گا۔ بتاؤ رس دیتی کیا چاہتی ہے؟“

”وہ چاہتی ہے کہ ایٹھنی تو انسانی کے سلسلے میں تمہارے ریس کی بھر پور مدد کرو۔“

”تن رنگ کی زبان سے رس دیتی کا یہ مطالبہ سن کر میں چونک گیا۔ میں ایک پاکستانی ہوں۔ اگر ہمارا کوئی بھی چوسا ملک فوجی طاقت کے توازن کو بگاڑتا ہے اور ایٹھنی تو انسانی قاتل کرنے کے پس پردہ غاصبانہ برتری حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہمارے لیے چونکنے اور ہٹنے کا مقام ہوتا ہے۔“

میں مختار ہو کر ان کی باتیں سننے لگا۔ سیر ماسٹر کہہ رہا تھا۔ ”تن رنگ ایسے تمہارے ہو چکے ہو کہ جو ایک ایٹھنی دھماکہ ہو جائے اس سے ہمیں اربوں ڈالار کا نقصان پہنچا ہے۔ اس ناقابل تلافی نقصان سے ہمیں ہٹانے کے لیے تھوڑی سی ہمت چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ رس دیتی ہماری موجودہ پوزیشن رکھتے ہوئے مجھے ضرور ہمت دے گی۔ تم سے مجھ سکتے ہو۔“

”تن رنگ خاموش ہو کر سوچ کے ذریعہ اپنی بیٹی سے باتیں کرنے لگا۔ یہ فیصلہ کی گھڑی تھی کہ مجھے کیا کرنا چاہیے ہے۔ وہ کچھ کرنے سے پہلے مجھے یہ سوچنا چاہیے تھا کہ تین بیٹی جہاں دالی رس دیتی میرے اور سونیا کے دماغ تک پہنچ سکتی ہے یا نہیں؟ سونیا نے اگر میری صحبت میں رہ کر اچھی خاصی اردو دیکھ لی تھی

تاج محمد دونوں سوچ کے ذریعہ انگریزی میں ہی گفتگو کرتے تھے۔ اس طرح یہ یقین ہو رہا تھا کہ دیوی رس دیتی ہمارے دماغ تک پہنچے ہیں ناکام رہی ہے۔

”تن رنگ نے سیر ماسٹر سے کہا: ”میری بیٹی نے تمہارے وجود نقصانات اور پریشانیوں کو سمجھا ہے۔ وہ تمہیں ہمت دے گی۔ فی الحال تم میری رازداری کا انتظام کرو۔“

”مسٹر تن رنگ! ہمارے درمیان دوئی ہو رہی ہے۔ میں تمہاری بیوی اور بیٹی کو ہندوستان پہنچا دوں گا۔ مگر تین بیٹی وہاں رہ کر میری لوگا فوج کو کھل کر دو۔“

”تن رنگ نے کہا: ”لوگا میں ہمارت رکھنے والا کوئی بھی شخص میری بیٹی کے خلاف کھڑا ہو سکتا ہے۔ وہ تمہارے لیے کسی شخص کو زیر نہیں کر سکتے گی۔ اس لیے تمہاری لوگا فوج بناؤ اور اس کی بات ہے، میں تمہارے کسی ایک آدمی کو بھی یہ فن سیکھنا سکھا دوں گا۔“

سیر ماسٹر نے دل میں سوچا: ”اچھی بات ہے بڑھے۔ میں خفیہ طور سے کسی دوسرے لوگا ماسٹر کا انتظام کروں گا۔ میں وستی رس دیتی سے دوئی کرنا چاہتا ہوں۔“

یہ سوچنے کے بعد وہ مسک کر بولا: ”تم دوست کتنے ہو! کس بھی ایسا کوئی لوگا کا ہرگز ہو گا ورنہ دیتی کے خلاف کھڑا ہو سکے۔ جب رس دیتی مجھ سے دوئی کر رہی ہے تو پھر مجھے لوگا فوج کی ضرورت نہیں ہے۔“

اب میں نے سیر ماسٹر کی سوچ میں کہا: ”میں اب تک اپنی بھڑ بھاکہ اور ایٹھنی دھماکہ سونیا کی شرارت سے ہوا ہے لیکن سونیا نے اب تک فاطمہ زانماز میں مجھ سے دماغی رابطہ قائم نہیں کیا۔ کیا اس دھماکہ میں اس کا ہاتھ نہیں ہے؟“

”تن رنگ نے پوچھا: ”سیر ماسٹر! کیا سوچ ہے؟“

”میری دالی ایسی کا انتظام نہیں کرو گے؟“

سیر ماسٹر نے کہا: ”اپنی بیٹی سے کہو کہ میری ایک گھنٹہ دوں کرے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر ایٹھنی دھماکہ کیا ہے وہاں اتنا سخت ہو چکا کہ پرنہ بھی پوہ نہیں مار سکتا تھا۔ لوگا فوج کا پردہ وہاں پہنچا تھا؟“

”تن رنگ نے کہا: ”یہ سب کچھ ماسک میں کا کیا دھرا معلوم ہوتا ہے۔“

سیر ماسٹر نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: ”ماسک میں کا ایک طرفین بیٹا مجھے مل چکا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مادام سونیا اس کی دوست بن گئی ہے۔ ان کی دوئی کے مبارک ہو کھو پر وہ دھماکہ کیا گیا ہے۔ اگر ماسک میں دوست کتاب ہے تو پھر سونیا

خاموشیوں کیوں ہے۔ میں نے اسے ہمت کی سزا دی تھی۔ وہ تمہارا اس دھماکہ کا حوالہ دے کر مجھے پریشان کر سکتی تھی۔“

”ہاں واقعی یہ بات مجھ میں آتی۔ میں اپنی بیٹی سے پوچھتا ہوں۔ شاید وہ معلومات حاصل کر سکتی گی۔“

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ اب مجھے صحیح معلومات حاصل ہو سکتی تھیں اس لیے میں بے چینی سے تن رنگ کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ سیر ماسٹر تیسرا رنگ بنانے کے بعد شراب کی ہلکی ہلکی چٹکی لے رہا تھا۔ کافی دیر بعد تن رنگ نے کہا: ”میری بیٹی سونیا کے متعلق ایک لمبی داستان سنا رہی ہے۔ یہ درست ہے کہ سونیا ماسک میں کا ساتھ دے رہی تھی۔ جب رس دیتی کو معلوم ہوا کہ سونیا اپنی بیٹی جانتی ہے تو اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعہ سونیا کو اغوا کر لیا۔“

سیر ماسٹر خوشی سے اچھل پڑا: ”کیا واقعی یہ کیا سونیا تمہاری بیٹی کی قید میں ہے؟“

”نہیں! اسے قید کرنا نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ میری بیٹی کے قبضے میں لیکھا جانی ضدی اور ذہن بنے کلاس سے دوستی نہ کی گئی تو وہ فرار ہو جائے گی۔“

”آخر یہ قصہ کیسا ہے۔ میری بھڑ میں نہیں آیا؟“

”میری بیٹی کو کچھ بتا رہی ہے وہ میں نہیں بتا رہا ہوں۔ سونیا میری بیٹی کے ایک خاص ماتحت شخص نے رپورٹ دی تھی کہ سونیا اپنی بیٹی جانتی ہے۔ اس نے ریڈیو یا دیگر ٹیلیفون میں اس کا مظاہرہ کرنا اور کوہا میں نامی ایک خطاناک شخص کی آنکھیں چھوڑ دیں۔ وہ مر گیا تو اس کی زہر لی بیوی نے انتقام لینے کے لیے سونیا کو اغوا کیا لیکن راستے میں شخص کے آدمی سونیا کا تابوت چھین کر اپنی پناہ گاہ میں لے گئے۔“

اس پناہ گاہ کے طرف زہن میں ایک بوڑھا جگ بال سونیا کو اپنی داستان سناتا رہا۔ لیکن سونیا اس سے انگریزی میں باتیں کرتی رہی۔ سیر ماسٹر: ”میری بیٹی نے انگریزی کے دو جملے سیکھے تھے پہلے تمہارے دماغ کو اس لیے نہیں چھڑا تھا کہ تم سانس روک لیتے۔ تمہارے دماغ کو کٹرول کرنے کے لیے تمہاری زبان کے چند الفاظ یاد کرنے ضروری تھے لیکن سونیا لوگا کی ماہر نہیں ہے۔ رس دیتی باسانی اس کے دماغ تک پہنچ گئی۔ جیسا کہ تم جانتے ہو وہ سونیا کے دماغ تک پہنچنے کا باوجود اس کی انگریزی زبان کی سوچ لوگرت میں نہ تھی۔“

سیر ماسٹر نے کہا: ”وہ سونیا کو دماغی جھٹکے تو پہنچا سکتی تھی۔“

”جے شک لیکن دماغی جھٹکے پہنچا کر اسے کیا حاصل ہوتا ہے وہ دشمن بن جاتی۔ اور رس دیتی اسے دوست بنانا چاہتی ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ میں آج تک ماسٹرنے کا فن نہ سیکھ سکا۔
 ہر حال اس وقت پیر ماہر میں ماسٹرنے کے میں نام
 رہا پھر پھر کچھ اور چھاپا ایک بندے ہوئے بولا یوں دینی سونیا، تم
 میری کھڑی میں بھی رہو میں تم سے مخالفت نہیں ہوں جب
 تک تم مجھ سے رابطہ قائم نہیں کر لو گی، میں کوئی تہمت منسوب نہیں
 بناؤں گا۔

اس نے چند گھنٹہ ٹپے۔ پھر ایک میز پر آکر بیٹھ گیا اور
 پیپر بیگ سے ایک سا کاغذ اور قلم نکال کر اسے کھینچنے لگا سونیا
 کے علاوہ ایک اور بلا اس کی کھڑی میں کھس آئی ہے اب بلا
 سے فی الحال اتنا خطرہ نہیں ہے بلکہ وہ انگریزی زبان نہیں
 جانتی۔ لیکن سونیا ہر وقت اس کے دریاغ سے خوف مند ہے وہ
 کہہ سکتی ہے۔ لہذا اسے ماسٹروں کی تنظیم سے ریشا رکھا جائے۔
 تب میں نے اس کی سوچ میں کہا بلا جان اسٹیشن یا ہسٹر
 ہے۔ ایٹمی دھماکے کے بعد بلا کے کام کا اعتماد پھر سے اٹھ گیا ہے۔
 اس سے پہلے کہ وہ مجھے میرے موجودہ عہدے سے ہٹا دیتے۔ میں
 نے اسٹیشن دے دیا ہے۔ لیکن میرے بعد اب پیر ماہر کو ن
 بنے گا پتہ

میں آئندہ مقرب ہونے والے پیر ماہر کے متعلق معلومات
 حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہ سوچنے لگا: "آں میں ابھی کیسے
 اندازہ کر سکتا ہوں کہ میری جگہ کون آئے گا۔ اس بار تو اپنی زندگی
 برتی جانے گی کہ اس تنظیم کا ایک بھی فرد پیر ماہر کی شخصیت سے
 واقف نہیں ہو سکے گا جتنی کہ اس کی آواز بھی نہیں سن سکے
 گا۔ خاص طور سے پیر ماہر پر میرا راجہ بھی نہیں پڑنے دیا
 جائے گا۔"

وہ دوسرے سوچ رہا تھا۔ اب اس خوفناک تنظیم کا سامنا
 دو ٹیپے بھی بنانے جاؤں سے تھا۔ اس لیے اب وہ بہت زیادہ
 احتیاطاً اور زاداری سے کام لینے والے تھے۔ فی الحال مجھے اس
 ریشا ہونے والے پیر ماہر سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔
 اس لیے میں اس کے دریاغ سے نکل آیا۔

اب میں دوامی طور پر بیٹھارے کے اندر حاضر تھا۔ اس وقت
 میں نے گھڑی دیکھی۔ بیٹھارے کے ایسیک سے ماسٹروں کو اطلاع
 دی جا رہی تھی کہ آدھ گھنٹہ بعد وہ بیٹھارے کے سنبول کے پوائنٹ آؤ
 پر پوزیشن آ رہے تھے۔ ماسٹروں نے اپنی سیٹ پر اسیک سے بیٹھ کر
 سیٹھی سیٹھ باندھنے لگے۔ میں نے اپنا سیٹھی سیٹھ باندھتے
 ہوئے آکر پوسٹ ریشا کر دیکھا۔ وہ دور گھڑی ہوئی ایک بدھی
 ماسٹر خورت کو سیٹھ سے باندھ رہی تھی۔
 ریشا سے نظروں میں آؤ وہ مجھ پر انداز میں مسکراتے لگے۔

میں نے بڑی مشکل سے مسکراتے ہوئے اس کی مسکراہٹ کو ہنس لیا۔
 کیونکہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ البتہ اپنی غرض اس سے
 وابستہ تھی۔ میں نے میں بڑا ڈالر ریشا کے پاس رکھوئے تھے
 آکر پوسٹ پر آسانی کسٹروں سے اتنی بڑی رقم لے لی کہ لوہے کے
 واپس کر سکتی تھی۔ میں اسے لالچ دیا تھا کہ اگر پورے سال کا
 سے باہر نکل کر میرے میں بڑا ڈالر مجھے واپس مل جائے گا تو
 میں اسے پانچ ہزار ڈالر دوں گا۔

لیکن وہ آکر پوسٹ ریشا خود کو بہت جالاک سمجھتی تھی بلکہ
 دعویٰ تھا کہ وہ اپنے خاص قوتوں کو صرف ایک تڑپے کے کوان سے
 ساری رقم نکال سکتی ہے۔ وہ مجھے بھی دھوکا دے کر میری قاتل
 کو ہنس کر دیکھا چاہتی تھی اور میں فی الحال اس کی خوشی پوری کر
 رہا تھا۔

طیلہ سے اپنے وقت پر لینڈ کیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد
 میں دوسرے ماسٹروں کے ساتھ بیٹھارے سے باہر جانے لگا۔
 اندیشہ تھا کہ میں میں ایک اسپ کے باوجود پکڑا نہ جاؤں بلکہ
 اطمینان کے لیے میں نے دو ڈالر ریشا کی سوچ پڑھی۔ وہ بہت ڈرنا
 کے کاراج میں قید تھا اور روانہ کے آدمی اس کی گزائی کر پھرتے
 میں نے سیکرٹری ڈوشانا تھا اور پھر دیاں چند کی سوچیں
 بھی پڑھیں۔ سیکرٹری نے میری برادریات کے مطابق پتھر کھینچنے
 میری روانگی کے متعلق عالمی ظاہر کی تھی یعنی اس بات کا
 اطمینان ہو گیا کہ میرے خلاف۔ پورٹ نہیں کی گئی ہے۔ آکر پوسٹ
 ریشا نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنے با پورٹ وغیرہ پڑھان کی
 مہر گواہ کیسی اسٹیشن کے پاس اس کا انتظار کروں۔ وہ اپنی ڈول
 کی مکمل رپورٹ پیش کرنے کے بعد وہاں آئے گی اور نچے پلٹ
 میں لے جائے گی۔

میں چیکنگ کے مرحلے سے پوزیشن نکل آیا۔ مجھے معلوم تھا
 کہ ریشا نہیں آئے گی۔ میں دیننگ روم کے ایک سو ڈالر پیر
 اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ اپنے فیٹھ تک جانے کیسے بھی
 کی محتاج نہیں تھی کیونکہ اس کی آمدورفت کے لیے کپنی کا ایک
 میں مخصوص تھی۔

بیٹھارے میں منٹھ کے بعد وہ کپنی کے دوسرے ملازموں کے
 ساتھ اس میں بیٹھ کر جانے لگی۔ مجھے اس کی سوچ بتا دی گئی
 کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کسی آئینہ کی
 طرف آیا۔ پھر ایک ٹیگ میں بیٹھ کر ڈرائیور کو باٹھارے کی
 طرف جانے کے لیے کہا۔ پھر پیر سیٹھ سے ایک ٹیگ کا دریاغ
 اسکرین پر ریشا کو دیکھنے لگا۔

وہ ایک بڑی سی عمارت کے سامنے بس سے اتر گئی تھی

عمارت کی پیشانی پر "مریم لاج" لکھا ہوا تھا۔ وہ ایک ہاتھ لڑی تھی
 اٹھتے اور اپنے شانے سے بیگ نکالتے مریم لاج کی دوسری منزل
 میں آئی۔ پھر وہیں نمبر کے فیٹھ کے دروازے پر پہنچ کر چابی سے
 اسے کھولے گی۔ وہ بہت خوش تھی کیونکہ اپنی دولت میں میں بڑا
 ڈالر کے ایک آؤ تو بنا کر آئی تھی اور اب اتنی بڑی رقم صرف اس
 کی اپنی ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ بڑی ترنگ میں نکلتا رہی تھی۔
 اپنے فیٹھ میں آکر اس نے جھیر سے لہراتے ہوئے اپنی
 کوزن پر بیٹھ کر ایک کو بیگ پھینکا۔ پھر دیکھا کہ ڈولر کو آن کر کے
 اس کی سیٹی کی تال پر دھس کرنے لگی۔ دولت خوب بچانی ہے
 اگر وہ دولت حرام کی ہو تو آدھ زیادہ لباس کے باہر پھینچنے لگی
 ہے۔ وہ ہاتھ روم میں جانے کے لیے نچتے نچتے لباس اتارنے
 لگی۔

تسے میں مدوازے پر دو تنگ سنائی دی۔ اس کا دل
 دھک سے رہ گیا کہ میں دو ڈرنا نہ آ گیا ہو۔ پھر اس کے بارغ نے
 کھایا۔ نہیں ابھی تو وہ آکر پورٹ میں کوان تک آچھ گئے۔ تنگ
 انتظار کرے گا۔ پھر کسی سے میرا پتہ معلوم کرے گا۔ میرے فزری بیگ کا
 میں میرے اس فیٹھ کا پتہ نہیں لکھا ہوا ہے۔ دفتر سے اسے
 میری آئی کے گھر کا پتہ معلوم ہوگا اور وہ بے جا رہ بھٹکتا ہی رہ
 جائے گا۔

سوچنے کے ساتھ اس نے سینک ٹک گاؤں نکال کر میں لیا
 مدوازے پر دو سرے دستک ہوئی۔ اس کے خیال کے مطابق کوئی
 بڑوں ہستی تھی۔ اس نے لگتا ہے جو سے مدوازے کو کھولا۔ پھر
 ایک م سے گھبرائی۔ کھلے ہوئے مدوازے پر میں کھڑا مسکرا رہا تھا
 اس نے ڈرا ہی دروازے کو بند کرنا چاہا۔ میں نے ایک
 باؤل آگے بڑھا دیا۔ اب وہ جینا جا رہی تھی لیکن اس کا دماغ
 میرے کنٹرول میں تھا اس لیے اس کی تیج تھی میں نہیں کر رہ
 تھی۔ میں نے مدوازے کو بند کرتے ہوئے کہا: "بے شک تمہارے
 اس فیٹھ کا پتہ دفتر میں موجود نہیں ہے لیکن تمہاری بیوی غداروں
 نے نام چھپنے میرے دماغ میں موجود ہوتے ہیں۔"

وہ گھبرا کر کچھ بیٹھ رہی تھی۔ پھر تھوڑے لگتی ہوئی لہ
 میں نے تم مجھ کے کہ میں تمہیں دھوکا دے کر یہاں آگئی ہوں مجھ
 سے کچھ کسی ہوں۔ تمہاری رقم کی حفاظت کے لیے مجھے بیگ
 لگایا تھا۔ آج کل ایک آئینہ میرے پیچھے پڑ گیا تھا اور اس رقم
 میں سے چندے مانگ رہا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اسے دھوکا دے
 چلاؤں اور اس کی بیگ لیاں بدل کر تم سے طے دوبارہ آکر پورٹ کے
 لیے کسی بیٹھ کر جانے لگی۔
 "واقعی پتے میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ پھر تو تمہاری یا ناز

ہو۔ اب میں تم پر شہ نہیں کروں گا۔ ہم دوست بن کر اپنا دل لگاؤ گی پتہ
 سے واپس ہوئی کہ میں اس کی قربت سے بچھل نہ سکا۔
 وہ بظاہر مسکراتی ہوئی لہتی تھی۔ تم آڑھ سے بیٹھو میں ابھی کافی بنا کر
 لاتی ہوں۔"

وہ جلدی سے کچھ کی طرف مچلی گئی۔ اب اس کے ذہن میں
 یہ بات تھی کہ خواب آور گلیاں کافی میں گول کر کچھ پلاستے گی
 جب میں عامل ہو جاؤں گا تو میں بڑا ڈالر کی رقم وہاں سے لے
 جا کر اپنی آئی کے ہاں بیچنے کے لیے تاکہ اس کی سیٹ میں یہ ثروت نہ
 رہے کہ وہ میرے میں بڑا ڈالر لے کر وہاں آئی ہے۔

میں نے پیر پڑے ہوئے اس بیگ کو دیکھا جس میں
 وہ رقم رکھی ہوئی تھی۔ میں وہ بیگ اٹھا کر وہاں سے جا سکتا
 تھا لیکن وہ جگہ وقت گزرتے کے لیے ابھی تھی۔ وہ میں دو ڈرنا
 کے ایک اسپ سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔ چھپیں منٹ بعد
 وہ کافی کی دو پیالیاں لے کر آئی۔ میرے سامنے تیز پردہ پیالی
 دکھی جسے میں نکالی کرے خواب خرگوش کے مزے لے سکتا تھا۔
 دوسری پیالی اس نے پیٹھے وقت اپنے سامنے رکھی۔

میں نے کہا: "گھنٹی کا احساس ہو رہا ہے۔ زیادہ کھڑکی
 کھول دو۔"

وہ پھر ایک باز مسکراتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی اور کھڑکی کھولت
 جانے لگی۔ اس کا دماغ میری تھی میں تھا اور وہ کھڑکی کھولنے تک
 پلٹ کر میری طرف نہیں دیکھ سکتی تھی۔ میں نے جڑے اطمینان سے
 پیالیاں بدل دیں۔ اس نے واپس اپنی بیگ آ کر اٹھا ڈولر وہاں لایا
 کھڑکی نظر سے دیکھا۔ پھر یہ دیکھ کر کھٹن ہو گئی کہ میں کافی کی
 چکیاں لے رہا ہوں۔

وہ اپنی پیالی اٹھا کر بیٹھ گئی۔ پیٹھ کے دوران وہ بڑے
 روحانی انداز میں مجھے تعین دلاری تھی کہ زندگی میں پہلی بار وہ
 کسی مرد کے ساتھ تنہائی میں بیٹھی ہوئی ہے اور بے چاری کو شرم
 بھی آ رہی ہے۔ کافی پیٹھ کے بعد وہ اپنی بیگ سے اٹھی پھر بھڑم
 میں چلی گئی۔ میں اپنے ہوتے اور اس اتارنے لگا۔

دوسری بار ہاتھ روم کا دروازہ کھلا۔ وہ کمرے میں آتے
 ہوئے جا ہی لے رہی تھی۔ اس نے بیٹھ کر سر سے پر بیٹھتے ہوئے
 مجھے دیکھا کہ پھر پوزیشن کا غلبہ ہے یا نہیں ہے میں نے مسکراتے ہوئے
 پوچھا: "کیا تمہیں خند آ رہی ہے؟"

وہ اپنے روتھم کر ہوئی تھی کہ وہ ایسا ہی لگ رہے ہے کیا
 تمہیں خند نہیں آ رہی ہے؟
 وہ اپنی بیٹھ سے لڑ رہی تھی اور دوا اپنا اثر دکھا رہی تھی۔
 میں میں بھی سوچ کے ہاتھوں سے اس کے ذہن کو پھینکے لگا۔

حسب اس کی آنکھیں بند ہو گئیں تو میں نے اس کے دماغ کو بہت دی کوہ دوسری صبح اٹھ بچے سے پہلے میدان ہوا۔ اس کے بعد میں اس کی سنگرامیز کے پاس آیا۔ پھر وہاں بیٹھ کر ڈسٹنگ کریم سے میک اپ اتارنے لگا۔

اس دوران میں نے سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ اس کے ٹرین کے سفر کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ ایک ایک ٹکڑے لٹھڑا لٹھڑا میں آرام سے لیٹی ہوئی ڈیڑھ سے آنتول کی طرف آ رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ فریاداً تم کہاں گم ہو گئے ہو۔ کیا اب میری یاد آئی ہے؟

میں نے کہا: اب جھگڑا شروع نہ کرنا۔ میں تمہاری خبر لیتا رہا ہوں۔ تم میری عزت تھیں۔ اس لیے میں نے تمہیں مخاطب نہیں کیا۔

اگر مخاطب کر لیتے تو کیا تمہاری عیاشی میں فرق آجاتا؟

تمہاری جلی کئی باتوں سے خدا دشمن کو بھی محفوظ رکھے۔

کیا تم کام کی باتیں نہیں سلو گی؟

چولھے میں کیا تمہارا کام۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کہاں ہو چکا؟

تمہیں تو شاید میں نے بتایا تھا کہ آسٹریلیا میں ہوں۔ کل صبح اسٹونل کے لیے روانہ ہو جاؤں گا۔

میں نے سونیا سے اس لیے جھوٹ کہا کہ وہ اسٹونل پہنچے ہی میری طرف دوڑی چلی آئے گی۔ میں خود اس سے ملنے کے لیے بہت تاب تھا لیکن حالات کا جائزہ لینے کے بعد سچ نام نہ ہوتا۔ اور سونیا ایسی تھی کہ وہ مجھ سے ملنے کی خاطر حالات کی پردہ نہیں کر سکتی تھی۔

لیکن جھوٹ بولنے کے بعد فوراً ہی خیال آیا کہ وہ اسٹونل پہنچنے سے پہلے ہی میری پونٹونگھ لے گی۔ میں اسٹونل میں اس سے چھپ کر نہیں رہ سکوں گا۔ وہ شکایتی بولی، اگر کل بھی تمہاں سے روانہ نہ ہو سکتے تو میں کس تک انتظار کرتی رہوں گی؟

میں نہیں انتظار کی زحمت سے بچاؤں گا۔ نہ تمہاری محنت اور دواؤں کی سے خوف نہ وہ جو کہ میں تم سے پہلے ہی اسٹونل پہنچ رہا ہوں بلکہ پہنچ گیا ہوں۔

”دیکھو مذاق نہ کرو، تمہیں میری جان کی تمہاں کہاں جو؟“

”میری تمہاری جان ایک ہی ہے اور اس ایک جان کی قسم میں اسٹونل میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔“

وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ سچ۔ باقی کا ڈھبے یقین نہیں آ رہا ہے۔

”جب تم یہاں پہنچے پہنچے میری پوچھو یا لوگی تو تمہیں یقین آجائے گا۔ اب کام کی بات سنو۔ وہ پورھا جاگ بال سے زبان

ہے۔ اس کا نام رس وقتی ہے۔ میں نے اس کے متعلق معلومات حاصل کر لی ہیں۔“

”یہ تو میں پہلے ہی جانتی تھی کہ تم اس دیوی تک ضرور پہنچو گے۔ خدا کرے کہ وہ پورھی کو سٹاپ ہو۔“

میں نے کہا: تمہاری دعا قبول ہوگی۔ وہ سچ سچ بڑھیا ہے لیکن ٹی بی پی کے ذریعہ دوسروں پر یہی ظاہر کرتی ہے کہ وہ سولہ برس کی چھوڑی ہے۔“

سونیا خوشی سے نہال ہو گئی۔ عورت کی یہ سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے کہ اس کے مرنے والی ہر عورت پورھی جوش نے سونیا کی یہ تمنا پوری کر دی۔ وہ خوش ہو کر بولی: اچھی بات ہے۔ جب مجھ سے سامنا ہوگا تو میں اس بڑھیا کو آنکھوں سے دیکھوں گی۔“

”تم اصلی رس وقتی سے نہیں مل سکو گی۔ وہ سمجھتی ہے کہ وہ تمہارے سامنے آکر بائیں کرے گی تو تم ٹی بی پی کے ذریعوں کے دماغ تک پہنچ جاؤ گی۔“

”لیکن وہ تو جس دم کی ماہرہ ہے۔ پھر مجھ سے کیوں ڈرتی ہے؟“

”اس لیے کہ وہ بیٹھتا سا سن روک کر بیٹھی نہیں ہے گی۔ اس کے خیال کے مطابق اگر سونیا وقت بے وقت اس کی پہنچ کو چھڑتی رہے گی تو اس کا ذہنی سکون برباد ہو جائے گا۔ اس لیے وہ کسی دوسری طرحی کو تمہارے سامنے پیش کرے گی۔“

”تم اس کے دماغ تک کیسے پہنچ گئے؟“

میں اسے تفصیلی واقعات بتانے لگا کہ میں پیرا ماریٹک ذریعہ کسی طرح رس وقتی کی باتیں منتقل کیا۔ میں نے ساری باتیں سمجھانے کے بعد کہا: سونیا اب تمہیں خاطر رہنا چاہیے وہ انگریزی نہیں جانتی لیکن نیکو کہتی ہے۔ لہذا آئندہ میں جاپانی زبان میں تمہیں مخاطب کروں گا۔ اچھا جو کہ تم نے جاپانی میں زبان سمجھ لی تھی۔ اب ہم اس زبان میں گفتگو کریں گے دوسری بات یہ کہ آئندہ مجھے فریاد کرنا مخاطب نہ کرنا اور نہ پورھی سے پیچھے جانے والی مجھے ڈھونڈ نکالے گی۔“

سونیا نے ہنسا۔ ”کیا وہ بڑھیا اس وقت ہماری باتیں نہیں سن رہی ہو گی؟“

”محکم ہے، سن رہی ہو۔ مگر میں نے بتایا تھا کہ وہ انگریزی نہیں سمجھ سکتی لہذا ہماری باتیں اس کے پلے نہیں پڑ سکتیں۔“

”تم ابھی کیا کر رہے ہو؟“

میں نے بتایا کہ غسل کر رہا ہوں اس نے پوچھا: سچ؟

بتاؤ کیا کسی جوش میں ہو چکا؟

”آں۔ ہاں... میں جواب دیتے وقت جھجک گیا۔“

”دیکھو جھوٹ نہ بولو۔ میں تمہارے انداز سے جھوٹ پکارتی ہوں۔“

”مجھے مشکل تو یہ ہے کہ سچ بولتا ہوں۔ تب بھی تم یقین نہیں کرتیں۔“

”سچ کہنا ہے۔ بتاؤ، میں یقین کروں گی۔“

”میں نے تم پھر جھگڑا کر دو گی۔“

”تم سے مجھ کا انہیں کو دل کی۔ نہیں بتاؤ گے تو مجھے نیند نہیں آئے گی۔“

یہ سونیا کی عادت سے کسی بات کے چھپے پڑ جائے گی تو پوچھ کر ہی سبے گی۔ میں نے کہا: اچھا تو سنو۔ میں ایک ایڑ بوسٹس رینا کے فلیٹ میں ہوں۔“

وہ چل کر بولی: ”اور وہ حوا خرازی کہاں ہے؟“

”وہ سو رہی ہے۔“

”اور تم سونے کے بعد غسل کر رہے ہو؟“

”تمہاری جان کی قسم میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔“

”ارے بگلا جھگڑا، کیوں مجھے یہ وقت بنا رہے ہو۔“

میں تمہارے جھوٹ سے ملنے والی عورت نہیں ہوں۔“

”دیکھو سونیا! میں نے تمہیں اپنا مجھ کو سچ کہا ہے۔ مجھ سے چاہے کسی بھی قسم سے تو۔“

”بیٹھ جھوٹ بولنے والا اگر ایک بار سچ کہے تو اس کی قسم کا بھی اعتبار نہیں رہتا۔ نکل جاؤ میرے دماغ سے۔ میں تم سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی۔“

میں چیپ رہا۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی یہی میں نے کچھ نہ کہا تو وہ ایک جھٹکے سے لیٹ گئی۔ ایک کوٹ کے بعد دوسری کوٹ بدلنے لگی۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کی نازا ضکی میں بھی پیار ہوتا ہے۔ اس نے نیکو کو اٹھا کر سینے سے چھینچ لیا۔ پھر مجھے آواز دی: ”تم خاموش کیوں ہو؟“

میں نے جواب نہیں دیا۔ اس کا دل ایسی سے دھڑکنے لگا کہ میں ناراض ہو کر نکلا گیا ہوں۔ اس نے پھر آواز دی: ”فریاداً کیا تم سچ چلے گئے فریاداً...“

اس کے دماغ میں وہی سا ناراض جو جب کی حدائی کے بعد رہتا ہے۔ اس نے ایک مردانہ بھری۔ پیراں کی آنکھیں جھیک گئیں۔ وہ جیسا دوسے کے آئینے کے اس کے مجھ کو ناراض کرنا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ میرے پیچھے میری جان بھیگی آنکھیں چلے آئیں بھری ہیں۔ بس جان لینا کافی ہے۔ عورت کے سلسلے میں عورت کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ حد نہ وہ اور سر چڑھ جاتی ہے۔

مجھ پر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ سونیا نے جلدی سے بھیجی آنکھوں کو بائیں آئینے سے خشک کیا۔ پھر پوچھ کر سے اٹھ کر دروازے تک آئی۔ پھر اس نے سوچ کے ذریعہ مجھے پکارا۔ ”فریاداً اگر تم میرے دماغ میں موجود ہو تو مجھے سہارا دو۔ میں بے خوف و خطر دروازہ کھولوں گی۔“

وہ خوف اور خطرات کو خاطر میں لانے والی عورت نہیں تھی۔ یونہی مجھے اپنے دماغ میں ڈھونڈ نکالنے کا ہمارا ترسنا سا ہاتھ میں خاموش رہا تو اس نے ادھر نہ کہ دروازے کو کھول دیا۔ دیوی رس وقتی کا قد آدرا اور نور و راحت شکوہاں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہیں کے کندھے آتے ہوئے کہا: ”ابھی تک سب خیریت ہے۔ ہم رات کے دو بجے تک بخارا یہ بیچیں گے۔ وہاں سے اسٹونل جانے والی اور ریٹ اکسپریس میں دو بارہ ہمارا سفر شروع ہوگا۔ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم دیں۔“

”شکر ہے! اب میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔“

”ماما! میں نے سنا ہے کہ آپ ہندوستان کی زبان جانتی ہیں۔ اب میری زبان میں کھٹو کوں گی تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔“

سونیا فوراً ہی سمجھ گئی کہ رس وقتی، شکوہ کے دماغ میں موجود ہے اور اپنی زبان کے ذریعے اس کی سوچ کو گرفت میں لینا چاہتی ہے۔ وہ ناگاری سے بولی: ”شکرو! اپنی زبان میں اپنی بڑھیا دیوی کو سمجھاؤ کہ بہت زیادہ جالاک بن کر مجھ سے کوئی چال نہ چلے۔ کبھی کبھی میرے دماغ میں انگریزی میں سبھی زبان سستی رہے اور صبر کرتی رہے۔“

”ماما! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ دیوی آپ کے خلاف کوئی چال نہیں چل رہی ہیں۔“

سونیا نے ہاتھ اٹھا کر کہا: ”بس مجھے نہ سمجھاؤ۔ اپنی دیوی کو بتا دو کہ میرا ایک ماتحت ہے جو فریاد کا دوست رہ چکا ہے۔ اب میں اپنے ماتحت سے انگریزی کے بجائے کسی دوسری زبان میں گفتگو کروں گی۔“

شکوہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں نے چیپ چاپ اس کے دماغ میں جھانکنا چاہا تو اس کی سانس ایک ساعت کے لیے رک گئی۔ اس نے مسکرا کر سونیا سے کہا: ”ماما! آپ میری سوچ کو پڑھنا چاہتی ہیں۔ پلیر! ابھی آپ میرے دماغ سے دور ہیں۔ میں دیوی تک آپ کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔“

سونیا اطمینان کا سانس لے کر بڑھ کر بیٹھ گئی۔ اسے معلوم ہو گیا کہ ابھی میں اس کے پاس موجود ہوں اور شکوہ کے دماغ کو چھین رہا ہوں۔ ایک منٹ کے بعد شکوہ نے کہا: ”ماما! آپ کی باتوں سے دیوی کو معلوم ہو چکا ہے کہ جب وہ پیرا ماریٹک سے

بائیں کر رہی تھیں تو آپ بھی پڑھا کر کے دماغ میں موجود تھیں۔ اسی لیے آپ فریاد اور اجنبی زبان کا ذکر بھی پڑھی ہیں۔ وہ نہایت صرت اتنی سی ہے کہ دیوی اپنی زبان میں آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہیں۔“

سو نیانے کہا ”مجھے متفہم ہے۔ غرض یہ ہے کہ تہا درنی دیوی میرے روبرو باتیں کرنے کے لیے آئے۔ اس سے یہی کہہ دینا کہ واڑ نہیں چلے گا۔ وہ کسی دوسری لڑکی کو دیوی بنا کر پیش کرے گی تو میں اس کی صلیبت سلوم کروں گی۔“

شوگر بھی فراموشی سے سو نیانے کی باتیں دیوی تک پہنچانے لگا۔ سو نیانے نے جھجھے سے کہا ”تم شوگر کے دماغ میں گھس نہیں سکتے اس لیے یہاں حاضر ہونے کے لیے میرے دماغ میں ضرور موجود ہو۔“

”ہاں موجود ہوں لیکن میری تہا درنی کئی ہے۔ میں تو صرت دس دہائی کی چالیس بھینے آیا ہوں۔“

”آخر میرے ہی سہارے کی ضرورت پڑ رہی ہے تانہ“

”یہ تہا درنی خوش فہمی ہے۔ میں تہا درنی عزت رکھنے کے لیے تہا درے واسطے سے کام کر رہا ہوں۔ وہ نہ ابھی سب کے سامنے پول کھل جائے گا کہ تم شیٹی بھی نہیں جانتی ہو۔“

”تم اپنی شیٹی بیٹی اپنے پاس رکھو۔ مجھے جھوٹی شہرت نہیں چاہیے۔“

اسے میں شوگر نے اسے مخاطب کیا ”مامام! جب آپ پڑھا کر کے دماغ میں موجود تھیں تو کیا آپ نے اس کے دماغ میں دیوی کی آواز سنی تھی؟“

سو نیانے میری سوچ کے مطابق کہا ”ہاں۔ میں نے سنا تھا۔ دیوی پڑھا کر کے دماغی جھٹکے پہنچانے کے بعد کہہ رہی تھی۔“

دوسرے (یو وقت) میں سو نیانے میں ہوں۔ مجھے جانا چاہتے ہو تو باقی ہنگام کو بلاؤ۔ اپنے کمرے کا دروازہ کھولو۔ بابا باہر کھڑے ہوتے ہیں۔ تہا درنی دیوی یہ باتیں اپنی زبان میں کہہ رہی تھی، اور پڑھا کر کے زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔“

شوگر بھی اپنی دیوی سے سوچ کے ذریعہ باتیں کرنے کے لیے خاموش رہا۔ اس کے بعد اس نے کہا ”مامام! آپ نے دیوی کی آواز اور سوچ کے انداز کو پہچان لیا ہے، پھر بھی آپ نے دیوی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گی کیونکہ ہم سب نے اپنے دماغوں پر جس دم کا پردہ ڈال رکھا ہے لیکن آپ کو سانس روکنے میں مہارت حاصل نہیں ہے۔ یعنی دیوی یہ کہنا چاہتی ہیں کہ آپ ان کے دماغ کو نہیں چھیر سکتیں۔ وہ آپ کے دماغ کو گولڈا بنا سکتی ہیں۔“

میں نے اچانک ہی شوگر کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا تو وہ

پہلے دھکڑا گیا۔ پھر فوراً ہی سانس روکنے سے اپنے سر کو تھام کر برتھ پڑ پڑ گیا۔ سو نیانے میری سوچ کے مطابق کہنے لگی ”یہ جھڑپاں فونڈے کہ میں کس طرح تم سب کو کال منس روک کر بیٹھنے پر مجبور کر سکتی ہوں۔“

سو نیانے کی بات تم سمجھتے ہو، میں نے اس کے دماغ میں دس دہائی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی ”سو نیانے! میں ایک سہیل کیونکہ تھیں مخاطب کر رہی ہوں۔ اگر تم میری زبان میں پڑھے باتیں کر دو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی کیونکہ کس انداز میں تم نے شوگر کو جھٹکا پہنچایا ہے اسی انداز میں میں تہا درنی زبان کو مجھے لہڑ پڑھنے دماغی جھٹکا پہنچا سکتی ہوں اور یہی سوک تم میرے ساتھ بھی کر سکتی ہو۔ ہم آپس میں دھکڑا کر کر ایک دوسرے کی راہوں میں رکاوٹیں پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتیں گی۔ کیا یہ تہا درنی ہلکا کر ہم آپس میں نہیں بن جائیں۔“

تب میں نے سو نیانے کی سوچ میں دس دہائی کو مخاطب کیا۔ ”اچھا چلو میں تہا درنی زبان میں بول رہی ہوں جیسا کہ آپ سب معلوم ہو چکا ہے۔ فریاد میرا عجوب تھا۔ میں نے اپنی زندگی کے بہتر دن دو سال اس کے ساتھ گزارے پھر دماغوں نے اسے ہلکا کر دیا۔ میں آخری ساتوں تک فریاد سے ادا اس کے ملک سے محبت کرتی رہوں گی۔ لیکن تم بڑی طاقتوں سے ایچی لہڑا حاصل کر کے اپنے دماغ کو پاکستان کے لیے خنواک بنا چاہتی ہو لہذا میں تہا درے ان عزائم میں نہیں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔“

دس دہائی شوگر کی دوسری سوچتی رہی۔ سو نیانے کی آواز وہ اس کے لیے کو اپنی یادداشت میں محفوظ کرتی گئی۔ پھر اس نے کہا ”سو نیانے! مجھے نہیں معلوم تھا کہ ریاست کے میدان میں میرا ایک مطالبہ تم پر گراں گزرتے گا۔ اگر تمہیں اعتراض ہے تو میں سپر ماسٹر سے ایچی ملو طلب نہیں کروں گی۔“

”سوچ دو دس دہائی! تم دس جگت ہو۔ تم نے ہی ایچی طاقت حاصل کرنے کے لیے بڑے جگ پال کو بے وقت بنایا پھر تہا درنا مطالبہ پڑھا کر ایک پہنچ گیا۔ دس دہائی میں تہا دروں کا اب وہ ریٹائر ہو گیا ہے اور اس کی جگہ ایک نیا سپر ماسٹر والا ہے۔ وہ اتنا خفا ہے کہ ہم دونوں اس کی سوچ تک نہیں پہنچ سکیں گی۔“

”یہ تو بہت بڑی خبر ہے۔ کوئی بات نہیں، ابھی میں اپنی دوستی کے بارے میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔“

میں نے کہا ”ایک دوسرے کو تو فرقہ جہاں لینے کے بعد دوستی سکھ ہوتی ہے۔ یہ انحال دوستی کی ابتدا سمجھا اور کوشش کرو کہ مجھے بھی تم سے کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ پھر تم مجھے باج قرآن

بلا کر لے سکو۔“

میرے سونے جاگنے کی نکرہ زور۔ اس دیوی کے پاس

210

کرنے والی سہیل یاد گئی۔ ”تم بھی مجھے ایسی ہی یاد گئی تھی مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے جہاں کرے ہماری دوستی قائم رہے۔“

”انشاء اللہ... میں نے سب غیبت ایک مٹا دی ہے۔ آخر یہ انشاء اللہ کہہ دیا جب کہ سو نیانے اپنی کہہ سکتی تھی۔ دس دہائی نے وہ بک کر پوچھا ”کیا تم نے فریاد کے ساتھ وہ کام قبول کر لیا تھا؟“

میں نے سو نیانے کی طرف سے جواب دیا ”اسلام قبول تو نہیں کیا تھا، البتہ اس مٹانے کی ہولناچ میں شامل ہی ہے کیا بہت ادا کوئی غیب نہیں ہے؟“

دس دہائی نے ایک مردہ بھری پھر کہا ”میں اس نیکے کسی انسان کو اپنا غریب نہیں بنا سکتی کیونکہ میں دیوتاؤں کی داسی ہوں۔“

”پھر تو دیوتاؤں سے تہا درنی طاقتیں ہوتی ہوں گی؟“

وہ غصیب کر کہہ لگی ”یہ بات نہیں ہے۔ میرے مانتا تانے مجھے جین سے مندر کی سوا کے لیے وقت کر دیتا تھا۔ اس لیے مجھے ایسی کئی باتیں یاد آتی ہیں جو تمہیں یاد نہیں آتی۔“

”میں اسے دماغی عذاب میں مبتلا کر دوں گی۔“

”تم بہت دلچسپ رہتی ہو۔ ہر حال اب میں سونا چاہتی ہوں۔“

دس دہائی رخصت ہو گئی، جو مسکا تھا کہ وہ بظاہر رخصت ہو کر سو نیانے کے دماغ میں موجود ہو۔ دماغ کے اندر چھپے ہوئے پورے دنوں کی یادیں بھری ہوئی تھیں۔ سو نیانے نے دماغ کی اطلاع ملی تو اس نے مجھے جاپانی زبان میں مخاطب کیا۔ ”اسے لڑکی! اس نے سونے ہو۔ یہ دیوی تو خود کو لڑکی کہہ رہی تھی۔ تم نے شوگر کو اس کا تھا کہ وہ بڑھی ہے۔“

”اس نے جھوٹ کہا تھا کہ وہ جوان لڑکی ہے۔“

211

صورت میں نظر نہیں آتے۔

میں نے سوچ کے ذریعہ اسے مخاطب کیا: "ریشا! تم سو رہی ہو مگر میری سوچ کی کوئی آواز نہیں رہی ہو۔ بلو سن رہی ہو پتہ وہ نیند میں ڈرا سا کسمانی۔ پھر خواب کی اسکون پر اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ وہ کہہ رہی تھی: "ہاں میں تمہاری آواز سن رہی ہوں۔ تم کون ہو پتہ؟"

"میں تمہارا مافی ہوں۔ یاد کرو کہ تمہارا مافی کیا تھا پتہ اس کے لاشعور نے مافی کا بہن پر ہمارا شروع کیا میں اس کے خواب کی اسکون دیکھ رہا تھا۔ مجھے وہ ریشا نظر آتی جو پچپن سے جوانی کی طرف قدم رکھ رہی تھی۔ دوسری لڑکیوں کی طرح پہلے پہل وہ بھی شرمیلی تھی اور کسی ایک محبوب کا خواب دیکھتی تھی۔ لیکن اس کے چہانے اسے فکری ہمدردی نہ بننے کے لیے اسے ایک بڑھے سے فلم پروڈیوسر کی خواب گاہ میں پہنچا دیا۔ وہیں سے اس کے رومانوی خوابوں کو آگ لگتی رہی۔ اس نے مفاد کی خاطر خود کو بیٹے کا سلیقہ سیکھ لیا۔ پھر ایک اسٹوڈیو اپنے ذرائع استعمال کرتے ہوئے اسے ایڑھوش بنا دیا تاکہ وہ اس کے کام آتی رہے اور اسٹوڈیو کے مال کو بحفاظت کٹم ڈالوں سے بچا کر اس کے پاس پہنچاتی رہے۔

مجھ سے حاصل ہونے والی میں ہزار کی آمدنی اس کی یعنی ہوتی۔ اس میں اسٹوڈیو کا حصہ نہ ہوتا۔ لیکن میں اس سے وہ آمدنی چھیننے والا تھا۔ میں نے وہ چھینا۔ "کیا تمہارے آدمی اسٹوڈیو کے سلسلہ میں اس طیارے میں سفر کرتے ہیں جس میں تمہاری ڈیوٹی ہوتی ہے پتہ؟"

"ہاں۔ ایسے کچھ لوگ ہیں جو اکثر میری ڈیوٹی کے اوقات میں طیارے میں سفر فون کی حیثیت سے موجود رہتے ہیں۔"

"وہی لگتا! میں دور دراز جگہوں سے ہانگ ہانگ واپس جاؤں گا تم اپنے کسی آدمی کا یا سبوت اور وزیر امیر سے حوالے کر دو گی پتہ؟"

"ہاں کروں گی، مگر تم کون ہو پتہ؟"

"میں کوئی بھی ہوں۔ اپنی ضرورت کے وقت تمہارے اس پرائیویٹ سیٹلٹ میں آ جاؤں گا اور جو حکم دوں گا اسکی تعمیل کرو گی۔"

"ہاں تعمیل کروں گی۔"

"بس اب آرام سے سو جاؤ۔ صبح آٹھ بجے میدان چھو جاؤ۔ اسے ہدایت دے کر میں نے اپنے ذہن کو سونے کی ہدایت کی اور جگہ کے وقت قدر کیا۔ اس کے بعد آرام سے سو گیا۔ آرام کی نیند مجھے بہت کم نصیب ہوتی ہے۔

صبح نہانہ پھر سے آنکھ کھل گئی۔ میں نے ضروریات سے فارغ ہو کر کچن میں اپنے لیے ناشتہ تیار کیا۔ ایک پائی کا ٹی بی۔ اس کے

ابدرشا کا ہینڈ بگ کھول کر دیکھا۔ اس میں پوری رقم موجود تھی۔ وہ قالمین پر پرتو گرہری بند سو رہی تھی۔ سینے کے اندر چٹھاؤ سے ساتوں کی آمد وقت کا پتہ چل رہا تھا۔ میں نے پانچ ہزار ڈالر نکال کر اس کے پاس رکھ دیئے۔ وہ اس کے کیش کی رقم تھی۔ وہ مجھے ڈنٹا جاتا رہتی تھی۔ لیکن حالات کے ہاتھوں وہ خود اتنی بڑا چینی تھی کہ میں اسے ٹوٹا نہیں جاتا تھا۔

میں نے فیٹ کے کارڈ واڑہ کھول کر دیکھا۔ کارڈ ہندوستان پڑا تھا۔ میں نے ہمارا کارڈ واڑہ کو بند کر دیا۔ جب میں کارڈ ہندوستان گزرنے لگا تو ایک فیٹ کا کارڈ واڑہ کھلا۔ ایک بڑھی عورت ہمارے پاس رہی تھی۔ اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر دو ٹک فیٹس کے دو سرے دو واڑوں کو دیکھنے لگی۔ شاید اندازہ کرنا چاہتی تھی کہ میں کون سے فیٹ سے نکل کر آ رہا ہوں۔ جب تک وہ اندازہ نہ کرتی، میں اس عمارت سے باہر ایک گلی میں پہنچ چکا تھا۔ گلی کے اطراف چھوٹی چھوٹی دکانیں تھیں۔ وہاں صبح سویرے ہی کارڈ واڑہ شروع ہو جاتا تھا۔ بلا ڈور اور اسٹریٹ کی پہلی عورتیں رہڑوں پر پہل اور ہنریاں فروخت کر رہی تھیں۔ میں شہو بنانے کے لیے ایک بار برشاب میں داخل ہو گیا۔ شہو گیسے دوران سونیا کی خبر لی۔ وہ ٹرین میں تھریٹ سفاکر رہی تھی اور بناماریہ سے گزرتی ہوئی تری کی طرف آ رہی تھی۔

پھر میں نے سے پون کی خبر لی۔ وہ دن گن رہی تھی وہاں کے حسابے جہاں کا ایک دن گزر چکا تھا۔ آج دو مردان تھا۔ دوسرے سے پتہ چلتے دن میں اس کے پاس پہنچنے والا تھا اور دن لگتا راتیں اس کے لیے ہٹا رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں سمجھایا: "یہ دن تو گزر رہی جا رہی ہے۔ مجھے گھوم پھر کبھی وقت گزارنا چاہیئے۔"

اس کی سوچ نے کہا: "کسی نفر میں میرا دل نہیں لگتا۔ میں اسی گھر میں اس کا انتظار کروں گی۔"

میں نے پھر سمجھایا: "ایک جگہ قید ہو کر انتظار کرنے سے وقت نہیں گزرے گا۔ مجھے کم از کم اپنے پاس اور اپنی بہن سے گفت کرنا چاہیئے۔"

وہ جیسے چونک گئی۔ میرے پار کی دیوار لگی رہی تھی تو میں نے خون کے رشتوں کو بھی کھلا دیا تھا۔ اب وہ سوچ رہی تھی: "ہلے میں دیوار کے جوار میں کسی خود غرض بن گئی ہوں۔ انوں کو بالکل ہی خطا۔ بیٹی ہوں۔ ٹھیک ہے۔ مجھے ان سے منا چاہیئے رستے یوں اور با میر سے لیے پریشان ہوں گے۔"

میں نے اسے اب اپنے طور پر سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ارادہ تھا کہ رومانہ سے رابطہ قائم کروں گا۔ لیکن شیو بچکا

تھا۔ میں بل ادا کر کے باہر گیا۔ اب میں دوسری جگہ اظہان سے ملنے کر رہی رومانہ کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔ یوں چلتے پھرتے بھی یہ ممکن تھا لیکن وہ میرے لیے اجنبی جگہ تھی اس لیے میں راستہ چلتے دوامی طور پر حاضر رہنا چاہتا تھا۔

میں جھٹکا ہوا گانا باندھا میں پہنچ گیا۔ یہ ایک بہت ہی وسیع و عریض عمارت کے اندر چھپا ہوا بازار ہے۔ اندر پہنچ کر باہر کے مناظر دکھائی نہیں دیتے۔ اس عمارت کے اندر دکھائی گئیں اور فٹ پاتھروں وغیرہ سب کچھ تھے۔ اس کی چھتیں خراب نا تھیں۔ عاشق مزاج نوجوان فٹ پاتھروں پر کھڑے ہوئے سائے سے گزرنے والی عورتوں کو دیکھتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ میں نے ایک بٹرل انڈر میں پہنچ کر میک اپ کا کام سامان خریدا۔ اپنے لیے ایک بڑی میڈیٹ۔ موٹھی لیا۔ پھر اس پوشیدہ بازار کی عمارت سے باہر گیا۔

میں اپنے اصل رُوپ میں تھا۔ رُوپ بدلنے کے لیے کسی بند کر سے یا کسی ویران مقام پر پہنچنا ضروری تھا۔ میں نے ایک ٹیکسی میں پہنچ کر ڈرائیور سے کہا کہ مجھے شہر سے باہر کسی پورے میں لے جائے۔ وہ میرا ہاتھ لگا لگا۔ یعنی وہ انگریزی نہیں جانتا تھا۔ میں نے اشاروں میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ تب اس نے شہر کا نقشہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ اس نقشے کے باعث مجھے اسٹوڈیو کے متعلق معلومات حاصل ہوئیں۔ میں نے ایک جگہ انگلی رکھ کر کہا: "یہاں لے جاؤ۔"

گاڑی اشارت ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرنے کے بعد رومانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک خوبصورت سے عورت تھی۔ میں ایک آرام دہ صوف پر بیٹھی ہوئی کسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی سوچ سے پتہ چلا کہ وہ اسٹوڈیو پہنچ گئی ہے۔ طیارے میں ایک عورت اس کی ہنس رہی۔ دونوں میں اس حد تک دوستی ہو گئی کہ اس عورت نے رومانہ کو لطفین دلایا کہ وہ اس کے فریڈ اسٹوڈیو میں تلاش کرنے کے سلسلے میں اس کی مدد کرے گی۔

میرا ارادہ تھا کہ میں ایک اپ کرنے کے بعد شیوٹوں کی طرف سے نکل کر کسی جیسے ایسی جگہ پہنچ جاؤں گا جہاں رومانہ موجود ہوگی۔ ابھی اس بات کا فائدہ اظہان ہوا کہ اس نے کسی کو سہیل بنا کر اپنے رہنے کا ٹھکانہ بنا لیا ہے۔ اتنے میں وہ عورت اس کے کمرے میں آ گئی۔ اس کے ساتھ تین مرد تھے۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی، بڑھکا ہے جو تھے۔ تھا باقی دو بچے تھے جو ان میں سے ایک کا سر منڈا ہوا تھا۔ اور وہ چہرے سے ہی مردانہ نظر آتا تھا۔ رومانہ نادان بچی نہیں تھی۔ وہ مندرجہ ذیل سے کھیلنے والی

یوں سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔ مجھے سمندر میں طوفان کی آمد کی خبر ملی ہو۔ اس عورت نے مسکاکر کہا: "رومانہ ڈارنگ! گھر آؤ نہیں۔ یہ لوگ اسٹوڈیو کے لیے تھے۔ وہ صبح سے اہل ہیں۔ تمہارے وائے فریڈ کو چھوڑ دینا۔ تم نے سفر کے دوران فریڈ کے متعلق جو خوب و غریب باتیں بتائی ہیں وہ ان لوگوں کو بھی بتا دو۔"

رومانہ نے کہا: "یہ تو تم بھی جانتی تھی۔ ایک تو یہ کہ وہ حیرت انگیز طور پر پھر تیار ہے۔ اس پر اچانک حوکم کی جانے تب بھی وہ اپنا بیجا ذکر نہتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس میں شو گھنے کی جس خبر معلوم ہے۔ ہم کہیں بھی نہیں وہ ریشا کی بیاہر کے پاس پہنچ سکتا ہے۔"

مجھے یاد آیا کہ میں نے بحری جہاز میں رومانہ اور مندر کی نقاب سے اپنی بیٹی جیجی کی ملاخیزوں کو چھپانے کے لئے جوتھ کہا تھا کہ مجھ میں سرنگے کی حیرت انگیز صلاحیت ہے۔ وہ میری اسی صورتی صلاحیت کا ذکر کر رہی تھی اس اس ادھیڑ عمر کے آدمی نے اپنی ناک پر ہنڈکے در دست کرتے ہوئے کہا: "اگر اس میں سرنگے کی صلاحیت ہے اور اگر وہ اسٹوڈیو میں موجود ہے تو وہ ہتھیاری بڑیا کر میں بھی سٹائے۔"

"ہاں آ سکتا ہے لیکن وہ مجھ سے ناراض ہے میں اسے منانے آئی ہوں۔"

بڑھے نے کہا: "سولوگی! ہماری معلومات کے مطابق صرف ایک ہی عورت شو گھنے کی خبر معلوم ہے۔ اس عورت کا نام سونیا ہے۔ اور ایسا شخص جو اچانک عورتوں سے بچ سکتا ہو اور تمہارے پاس کوئی بدلنے والی زہریلی شراب کا علاج حیرت انگیز طور پر جیسے ہو گیا تھا، وہ صرف فریڈ علی پوری ہو سکتا ہے۔"

"یہ باتیں سن کر ماری باتیں سمجھ میں آئیں گی۔ رومانہ اسٹوڈیو کی تنظیم کے لوگوں میں جا چھپتی ہے۔ اس نے کہا: "میں کسی فریڈ علی پوری کو نہیں جانتی۔"

اس شخص نے جیب سے ایک تصویر نکال کر پوچھا: "کیا تمہیں اس شخص کی تلاش ہے پتہ؟"

رومانہ نے تصویر کو دیکھتے ہی اسے لے کر اپنے دھڑکتے ہوئے سینے سے لگایا: "ہاں مجھے اسی کی تلاش ہے۔ یہی میرا فریڈ ہے مجھے اس کے پاس لے جاؤ۔"

"میں رومانہ! یہ فریڈ نہیں ہے۔ اس کا اصل نام فریڈ علی پوری ہے۔"

"مجھے نام سے کیا لینا ہے۔ میں صرف اپنے محبوب کو پناہی ہوں۔"

"صرف تم اسے نہیں جانتی۔ اس دن ایک سر سے سے دوسرے سر سے تک جتنے قابل بدعاش اور بین الاقوامی

ظہر پر سائین کرنے والی تعظیم ہیں ان سب کے افراد سے چاہتے ہیں۔ زندہ یا مردہ...“

”اوہ! دومان نے جو تک پوچھا؟ اچھا تو تم سب ہی ہو، جن سے فریہ پھینچتا پھرتا ہے پتہ ہے؟“

”ہاں۔ اس نے اپنی موت کا اتنا مکمل ڈرامہ پیش کیا تھا کہ ہر اب تک اسے مردہ سمجھتے تھے۔ میں تمہاری اطلاع کے لیے یہ کہوں کہ ہم اسے زندہ رکھنا چاہتے ہیں، بشرطیکہ وہ ماسٹرول کی تنظیم کا دفاتر میں جلتے۔“

دومان نے کہا: ”اسے جرات سے نفرت ہے۔ اس لیے میں نے اپنا راستہ بدل دیا۔ ہر شے کے تم لوگ بھی اپنا راستہ بدل دو، ورنہ فریہ کو مردہ دیکھنے کی تمنا رکھنے والے میرے ہاتھوں سے زندہ بچ کر نہیں جائیں گے۔“

”بابا بابا۔ واہ واہ واہ! اس سرمژدے دند سے بڑی دردنگی سے سنتے ہوئے کہا میری جان! سب سے پہلے میں تمہاری آغوش میں مزایا کروں گا۔“

اس کی بات ستم ہوتے ہی دومان صوفی پر بیٹھے بیٹھے فریہ کی جانب جھک گیا، جسے سجدے میں جا رہی ہو، پھر عجب تک کی شہزادی دو ہاتھوں کے بل پر فضا میں اچھلتی ہوئی سرمژدے کے پاس اس طرح پہنچی کہ دونوں ٹانگوں سے اس کی گردن میں قبضہ ڈالی ہوئی دوسری طرف فریہ پر پہنچ گئی۔ یہ سب اپنی جلدی ہوا جیسے کبھی کوئی ہو۔ اور وہ بجلی سرمژدے کی گردن کی پستی بن گئی تھی۔۔۔ وہ بڑا ہی شہزور تھا۔ اس داؤ سے نکل سکتا تھا لیکن میں نے مندی ہوئی کھوڑی کے اندر پہنچ کر اس کے سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب کر دی تھیں۔ وہ کسی اندھے کی طرح دیکھتا تھا کہ وہ اور دیکھتا ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن دومان کی گرفت سے اپنی گردن پھرنے لگا، داؤ سے یاد نہیں آ رہا تھا۔

سرمژدے کا دوسرا ساتھی دومان پر حملہ کرنے کے لیے اگے بڑھا۔ بوڑھے آدمی نے ریوار اور کی نال میں سائلٹر لگاتے ہوئے کہا: ”توک جاؤ۔ میں بنگلہ لہنتہ نہیں کرتا۔“ پھر اس نے اپنی ناک پر عینک کو درست کرتے ہوئے کہا: ”میں دومان، تم میری طرف اپنی جگہ پر آکر بیٹھ جاؤ ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔“

اس نے سرمژدے کو چھوڑ دیا۔ اپنی تباہی لکھا کہ کھڑی ہو گئی۔ بوڑھے نے ہی سمجھا کہ وہ دھمکی میں آگئی ہے لیکن اچانک اس کے ریوار پر پتہ نہ رہا۔ ریوار اچھل کر نہ گیا۔ سب ہی دوڑے۔ مگر ان سے پہلے وہ جہاز تک کے کتب دکھائی ہوئی ریوار کو فریہ پر سے اٹھائی ہوئی صورت پر آرام سے بیٹھ گئی۔

وہ میزبان عورت سمجھ کر ریوار سے جا لگی تھی۔ وہ بوڑھا اور

اس کے دونوں ہتھکے ساتھی ابھی تک یوں فریہ پر جھکے ہوئے تھے جیسے وہاں سے ریوار اٹھا رہے ہوں۔ انھیں آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ حسین لڑکی اپنی پتھر تیل ہو سکتی ہے اور اب موت کا سامان اس کے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ وہ بوڑھا کھسیاں مسکراہٹ کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو کر بلاؤ تم بہت ہمالیا لڑی ہو۔ میں تو صرف دھمکی دے رہا تھا ورنہ میں تمہیں دوست بنانے آیا ہوں۔“

دومان نے سفاکی سے کہا: ”مجھے ہاتھ میں ریوار اور دھمکی دینا نہیں آتا۔ اگر تم کو فیصلہ کروں گی تو یہی فرصت میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ لہذا میرے فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بتاؤ کہ آخر تم لوگ فریہ کے پیچھے کیوں بڑھے ہوئے ہو؟ دنیائیں ادھی ہمالیا لگ لوگ موجود ہیں۔“

بوڑھے نے کہا: ”یہ تک اس دنیا میں ایک سے ایک ہمالیا لوگ موجود ہیں لیکن فرماؤ سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ وہ ٹیلی منجی جانتا ہے۔“

”ٹیلی منجی پتہ دومان نے جو تک کو جراتی سے پوچھا، کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ کسی کے بھی دماغ میں چھپی ہوئی باتیں پڑھ لیتا ہے؟“

”ہاں اس کے سامنے جو بھی آتا ہے۔ یادہ جس کی آواز نہ سنی لیتا ہے۔ اس کے دماغ کی سوچوں تک پہنچ جاتا ہے۔ کیا تم نے کبھی غصوں نہیں کیا کہ وہ تمہاری بھی سوچیں پڑھتا رہا ہے؟“

”نہیں میں نے کبھی دھیان نہیں دیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ وہ میرے پیچھے ہوئے خیمات پڑھتا رہا ہوگا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں...“

وہ کہتے کہتے چپ ہو گئی۔ اچانک اسے یاد آیا کہ یون پڑا سر اور قوتوں کی مالک تھی۔ لیکن چھپی ہوئی سازشوں کا عمل اسے نہیں ہوتا تھا۔ یہاں سے چاہتے ہیں خواب اور دو دماغوں کو لگانا یا ہاتھ لگانا۔ اس وقت فریہ آکر سے یون کو لہنتہ لیکن میں نے کیا تھا۔ کیا فریہ نے بنا کہ خیالات کو پڑھ لیا تھا یا ہاں ہو سکتا ہے۔ وہی نے یون کو بجزی جہاز سے نکال کر لے گیا تھا۔ اس نے میرے خیالات کو بھی پڑھ لیا تھا کہ میں اپنے پیاد کی خاطر سے یون کو اس سے الگ کرنا چاہتی ہوں۔

”وہ فریہ! تم کہتے گے کہ ہر اور میں تمہاری گراتی کو نہ پاسکی۔ ہمیں ادھر ہی ادھر سے دیکھتے، سمجھتے اور یاد رکھتی رہی۔ میں پہلے سچ سچ اس قابل نہ تھی کہ تم مجھے اپنا رازدار بنا سکتے ہیں۔ نے اپنی نادانی سے تمہیں ناراض کر دیا۔ ایک بار صرف ایک بار مجھے مل جاؤ۔ میں تمہارے قدموں میں لوٹ کر اور تڑپ تڑپ کر لیتیں

دلاؤں گی کہ میں کتنی جمل گئی ہوں۔“

وہ سوچ میں میرے لیے تڑپ رہی تھی۔ اچانک اسے اپنے ذہن پر بوجھ محسوس ہوا۔ سرمژدے اسے غافل یا کرا کر پر چھایا گیا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے دومان کے ریوار والے ہاتھ کو گرفت میں لیکر دوسرے ہاتھ سے اس کا گلاد بوجھ رہا تھا۔ ایسے وقت دومان کو پتہ چل رہا تھا کہ وہ کیسا فریاد ہی انسان ہے اور اتنا وزنی ہے کہ وہ اسے ٹانگوں پر اچھال کر نہیں چھینک سکتی۔ میں اس کے گلا گھونٹنے کا تاثر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جو رات میں اسے ایک دماغی جھٹکا پہنچایا وہ اچھل کر کھینچ گیا۔ پھر سیرنڈیٹیل سے نکل کر گر پڑا۔ اسے اپنا سر تھام کر سوچنے سمجھنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ دومان نے اس کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی فائر کر دیا۔ کھٹک کی آواز کے ساتھ مندی ہوئی کھوڑی میں سورج ہو گیا۔ اس کا دوسرا ساتھی دومان کے کی طرف جھاک رہا تھا۔ فائرنگ کی دوسری سرگوشی نے اسے دواڑے پر ہی روک دیا۔ اس کا ہاتھ دواڑے کے ہینڈل کو تھام کر جھول گیا۔ دواڑے سے مگ کہ جھپٹتا ہوا فریہ پر اوڑھے منہ ہمیشہ کے لیے سو گیا۔

اب اس کے ریوار کا رخ بوڑھے کی طرف تھا۔ بوڑھے نے مارے دہشت کے نہیں نہیں کی گردن کرتے ہوئے کہا: ”تنت... تم میری بیٹی ہو۔ مجھے نہ مارو۔ میں تمہیں فرماؤں سے ملاؤں گا۔“

اس وقت دومان کا دھیان میری طرف تھا۔ وہ سرچ رہی تھی کہ اس نے سرمژدے پر جوانی کھل نہیں کیا تھا۔ وہ اس وقت بل نہیں تھی کہ اسے اچھال کر کھینک دیتی۔ چہرہ کس طرح آپ ہی آپ کر رہتے ہوئے پیچھے جا کر تھا یا فریہ اس کی مدد کر رہا ہے؟

میں نے اسے ایسا سوچنے سے نہیں روکا کہ میری ٹیلی منجی کی صلاحیتوں کا علم اسے ہو چکا تھا۔ میں بار بار اس کے سوچنے کے انداز کو بدلتا۔ وہ بار بار یہی سوچتی کہ میں اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا اور اب بھی پڑھ رہا ہوں۔ اسی لیے وہ میری طرف سے طے والی مدد پر غور کر رہی تھی اور جب امداد پہنچانے والی بات آتی تو اسے یہ بھی یاد آیا کہ بجزی جہاز میں تمام لوگ جنٹوں کے زخموں سے تھکے اور پریشان تھے یون کی عزت سے کھینچا جاتا تھا۔ تب بھی فریہ نے ہی اس کی مدد کی ہوگی۔ سے یون بنانا پتھر اور قوتوں کی مالک نہیں ہے اسے فریہ نے پرامر بنا دیا ہے۔

اس خیال کے ساتھ ہی وہ سوچنے لگی۔ مجھے پھر کیا یاد آنا نا جانتے کھنڈے کے وقت فریہ میری مدد کر رہے یا نہیں ہے۔ میں ریوار اور اس بوڑھے کے سامنے چھینک دوں گی۔ یہ مجھ پر فائرنگ کرے گا جیسا کہ فریہ نے یون پر فائرنگ کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: ”یہ آزمائش بڑی خطرناک

ہوگی۔ اگر فریہ میری سوچ نہ پڑھ رہا ہو تو یہ پوچھا سچ مجھے مار ڈالے گا۔“

اس کی سوچ نے کہا: ”کیسے مارے گا؟ یہ اس سے پہلے کہ یہ فائر کرے، میں اپنے کتب دکھا کر اس کا تختہ کر دوں گی۔ مجھے صرف یہ دیکھنا ہے کہ فریہ میری مدد کے لیے موجود ہے یا نہیں؟“

یہ سوچتے ہی اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ریوار کو بوڑھے کے سامنے پھینکے ہوئے کہا: ”ایک ہی صورت میں تمہاری سلامتی ہے اور وہ یہ کہ تم نے ریوار اٹھا کر مجھ پر گولی چلاؤ۔“

بوڑھا اور وہ میزبان عورت دونوں ہی اسے جراتی سے دیکھنے لگے۔ بوڑھے نے پھینکے ہوئے کہا: ”ن... نہیں! میں تم پر فائر نہیں کروں گا۔ میں نے ریوار اور تمہیں واپس لوے رہا ہوں۔“

اس نے ریوار اور کھانڈے کے لیے فریہ سمجھنے تک اپنے میں فوراً ہی اس کے دماغ میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس کا دماغ اب ہاتھ کا کہ وہ ریوار اور اٹھلتے ہی فائر کرے گا۔ لیکن اس کی اس کا ذہن بدل گیا۔ اب اس کی کھوڑی میں میرا دماغ تھا۔ یون کہ دماغ کی پیاد دیواری پر جس کی سوچ کا قبضہ ہوتا ہے وہ دماغی گھاس کا ہوتا ہے۔ اس نے جھک کر ریوار کو گرفت میں لیا یا جا کر اس کا ہاتھ ریوار اور ایک باج ادھر آگیا۔ وہ قاتین کو پڑھتا تھا۔

اس نے دوسری بار کوشش کی۔ پھر تیسری بار پھر تھی بار ایک ہر بار اس کا ہاتھ کبھی ریوار اور کبھی ادھر ادھر جا رہا تھا رہا اور وہ جیسے کھیاں مارتا رہا۔ تب میں نے اسے اس بوڑھے کے دماغ میں بیٹھنے کے دومان کی آواز سنئی۔ وہ خوشی سے دیوانی ہو کر کہ رہی تھی ”بھئیے یاد آ گیا۔ سے یون کے سامنے بھی پریشانی کا رخ ریوار اور کو فریہ سے اٹھانا چاہتا تھا اور نہیں اٹھا سکا تھا۔ پتا نے قدم لگا کر کہا تھا کہ پرسس، ریوار اور تمہارے ہونا کھیاں مار رہے ہوتے۔“

وہ سرمژدے کے جوم میں پاگل ہو کر اس میزبان عورت سے لپٹ گئی۔ ”میرا فریہ میرے پاس ہے۔ وہ دیکھو وہاں ہے۔ سے ریوار اٹھانے کا موقع نہیں ہے رہا ہے۔ وہ میاں موجود ہے۔ ہاتے میں خوشی سے مرفاؤں گی۔ فریہ! مجھے آواز دے مجھے اپنے پاس بلاؤ۔“

وہ اپنی فانی آغوش کو بھرا چاہتی تھی اس لیے مذہباتی انداز میں اس میزبان عورت کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ رہی تھی۔ اس کی قوت کا اندازہ وہ بے جا عورت ہی لگا رہی تھی کہ اس کی مائیں لگی جا رہی تھی۔

وہ بوڑھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر میرے لیے میں ہولنے لگا۔ دومان! میں تمہارے پاس موجود ہوں۔“

وہ چونک کر بڑھے کو دیکھنے لگی کیونکہ اس کی زبان سے میں
 بول رہا تھا۔ وہ دیکھ کر سب سے پہلے سوچا کہ یہ تو میری ہی طرف
 آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ میں نے کہا، "اس میں آواز کے دماغ میں
 موجود ہوں۔ اس کی زبان سے بول رہا ہوں اور اس کی آنکھوں سے
 تمہیں قریب آتے دیکھ رہا ہوں۔"

وہ بڑھے کے قریب آ کر گئی، اس کے پاس سے گزرا اور
 نظروں سے دیکھتی ہوئی تندی تندی میری طرف سے بولی، "قریب، یہ ایک جسم
 ہے، آنکھوں سے دیکھ کر بھی نہیں آتا ہے۔"

"یقین آجاتے گا۔ مجھے فریب نہیں فرما دو کیوں میری اصل نام
 ہے۔ اب فرض پر سے ریو اور اٹھاؤ، میں تمہارے دماغ میں آ رہا
 ہوں۔"

اس نے فوراً ہی ریو اور اٹھا لیا۔ پھر کچھ موم بولنے کے دماغ
 کے اندر میرا انتظار کرنے لگی۔ حالانکہ میں بھی کچھ دیر سوچ کی
 لہر میں انتظار نہیں کر سکتی۔ میں تو اس کی پاک جھینکے سے پہلے ہی
 اس کے اندر سما گیا تھا۔ میں نے بڑے پیار سے پوچھا، "رومانا بے
 اپنے اندر تلاش کر رہی ہو؟"

وہ ایک دم سے صوفی پر بیٹھ گئی، "تم... تم فریب نہیں فرماؤ!
 میرے فریاد کی میرے دماغ میں ابھی تم نے کچھ بھیجا ہے۔ بالکل
 تمہارا لہجہ ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کر رہی سوچ تمہارا لہجہ یا دگر ہی ہو؟"

"نہیں میری جان! میں تمہارے اندر بول رہا ہوں اور
 اسی کا ثبوت پیش کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا، "مجھے اٹھنا چاہیے۔"

وہ اچانک کھڑی ہو گئی۔ پھر میری دوسری ہریت کے مطابق بیٹھ
 گئی۔ جب میں نے اس کے دماغ کو اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ کہنے
 لگی کہ وہ کیوں اچانک کھڑی ہوئی پھر بیٹھ گئی؟

میں نے کہا، "یہی سب کچھ ہی کمال ہے۔ میں نے تمہاری
 سوچ اٹھیا کر کے تمہیں اٹھایا یا ادر بنایا تھا۔"

"اوہ فریاد! تم کہتے عجیب و غریب ہو۔ میں نے تمہاری
 قدر نہیں کی۔ مجھے معاف کر دو۔"

"تم نے میری قدر کی ہے اور کہی ہو۔ میں سوچ کی
 راہوں کا بھری ہوں۔ تم سے دوسرے کبھی تمہاری سوچ میں پڑھا
 رہا۔ میں نے تمہیں سمجھنا اور دوسرے ہونے دیکھا اور یہ بھی دیکھ
 رہا ہوں کہ تم میری خاطر پوری جہاد کرو دقت کرنے میری زندگی
 زندگی گزار رہی ہو۔ تم مجھے سے ملاقات کر کے زبان سے سب کچھ
 بتانا چاہتی تھیں۔ دیکھو کہ میں نے بغیر ساری معلومات کے ہوں۔
 "ہاتے فریاد! تم نے میرے دماغ کا وہ ٹکڑا کھینچ لیا۔ میں۔۔
 سوچ سوچ کر لہجہ رہی تھی کہ کس طرح اپنے پچھتاوے کی داستان

سنائوں گی اور کس منہ سے معافی آتوں گی۔ مگر میری حالت زار سے
 واقف رہنے والے جادوگر تم بہت سنگدل ہو۔ تم نے سوچ کی
 آنکھوں سے بھی میرے سانسوں نہیں پوچھے۔ کیا تم نے معاف نہیں
 کیا ہے؟"

"میں کبھی تم سے ناراض نہیں تھا۔ میری معافی کسی ہاں رہنا
 ہے کہ میں ہمیشہ تمہارے پاس موجود رہا مگر تمہیں خبر نہ ہونے دی۔ میں
 چاہتا تھا کہ تم ہمدانی کی آگ میں مل کر نذرین جانو تو جنت کا
 مفہوم اچھی طرح تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔"

"میں کبھی سمجھتی ہوں میرے جادوگر! اب تو آ جاؤ میرے
 پاس۔"

"آ جاؤں گا۔ میں تو جس شہر سے باہر ایک ورلڈ میں اپنا
 ٹیپ بیلنے جا رہا ہوں۔ واپسی میں تم جہاں بھی رہو گی میں وہاں
 پہنچ جاؤں گا۔"

"کیا میں کسی پوسٹ میں قیام کروں؟"

"یہ بہتر ہوگا۔ اس مکان سے نکل جاؤ۔"

"میں نکل و غارت گری سے دور بننا چاہتی تھی لیکن آج
 شہر اور وطن کو بے بس ہے۔ دو دشمن ابھی ملنے نہ کھڑے ہیں۔
 اگر انہیں بھی ٹھکانے نہ لگایا گیا تو یہ یا ان کے آدمی میرا پچھلا ہونہ
 کریں گے۔"

"تم جو مناسب سمجھتی ہو کرو۔ میں فی الحال تمہارے دماغ
 سے رخصت ہو رہا ہوں۔"

"فریاد! نہ جاؤ۔ میں بہت عرصہ تمہارے پاس ہوں۔ اب نہیں
 رہ سکتی۔"

"تم پہلے بھی تمہا نہیں تھیں۔ اب بھی نہیں رہو گی۔ اپنی
 مصروفیت سے فارغ ہوتے ہی پھر تمہارے وجود میں سما جاؤں گا
 دیکھو مجھے اپنے اندر جا رہی ہوں۔"

وہ سر ہٹھا کر تڑپنے لگی۔ میں نے کہا، "بس ٹھیک ہے۔ اسی
 طرح مجھے محسوس کرتی رہی۔ میں بہت جلد تم سے ملوں گا۔ خدا حافظ۔"

میں نے آنکھیں کھول دیں، جیسے شہر سے باہر نکل آئی تھی
 اور ایک بڑھتا ہوا صفحہ سے گزر رہی تھی۔ سڑک کے اطراف سرسبز
 شاداب جنگلوں میں لوگ چلکے مناتے نظر آ رہے تھے۔ پھر لوگ
 چھٹی کے دن بڑے بڑے دولت مند لوگ ادھر جھلکے میں چلنے
 آتے ہیں۔ خوش باش لوگ مگر دونوں ادھر بکروں کی کھالیں لٹا کر
 آگ پر بھرتے ہیں۔ میں نے دیکھا دو بچوں کی اونچی شانوں رکھیں
 دھوپ میں لگائی جا رہی تھیں۔ سنا رہے کہ اپنے تفریحی مقامات میں
 صرف مرد نہیں ہوتے، وہاں طرح طرح کے ڈیزائن کی مین عورتیں
 بھی تھیں۔

میکسی ملڈ پور عقب نما آئینہ میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے
 نظروں سے ہٹا کر اپنی زبانوں میں کہتے ہوئے کچھ کہنے لگا۔ میں کبھی نہ سکا۔
 اس نے اشدوں کی زبان میں پوچھا۔ لکھنے نیندا ہی ہے؟
 میں بڑی دیر تک آنکھیں بند کر کے خیال خوانی میں صرف
 تھا۔ اس کی آنکھوں میں آ کر میں سو رہا ہوں۔ میں نے بھی مسکرا کر
 اشاروں کی زبان میں کھلیا کہ میں اپنی نیند پوری کر چکا ہوں۔ پھر
 چار میل اور آگے جانے کے بعد اس نے گاڑی روک دی۔ وہاں
 دو دروازے تھے۔ درخت نظر آ رہے تھے۔ اس نے اشاروں سے
 کہا کہ میری واپسی کا انتظار کر سکتا ہے لیکن میں انکار کرتے ہوئے
 ٹیکسی سے باہر آ گیا۔ اس بیک کوشا نے سے شکا یا جس میں بندرہ
 ہزار ڈالرز میرا ساٹھ اور ایک اپ کے لوازمات موجود تھے۔
 پھر میں نے جب سے جاس ڈال انکار کر لے لئے۔

اس نے خوش ہو کر سلام کرنے کے انداز میں سر جھکا دیا
 اطمینان سے پلٹ کر دوختوں کے بھند کی طرف جانے لگا۔ یہ اطمینان
 مجھے بڑا ہنگامہ پڑا۔ اچانک ہی سر کے پچھلے حصے پر ایسی زبردست
 پوٹ پڑی کہ میں دن میں تاسے دیکھتا ہوا دن میں بوس ہو گیا۔ وہ
 تکلیف کا قابل برداشت تھی۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی۔
 اذہ سے منگرنے کے بعد ایک بار اٹھنا چاہا۔ لیکن دوسری پوٹ
 نے میرے حواس لگ کر لئے۔

میری غفلت نے مجھے نقصان پہنچا یا، نہ تو سب ہی
 سمجھتے ہیں کہ کم از کم ڈرلے میں پہنچ کر بعض ٹیکسی ڈرائیوروں سے
 ہوشیار بننا چاہیے۔ اگر میں ٹیکسی میں سفر کے دوران آنکھیں کھلی کھتا
 تو یہ بات مجھ میں آجاتی کہ وہ عقب نما آئینہ میں صرف مجھے نہیں
 سامان سے بھرے ہوئے بیک کو بھی دیکھ رہا تھا۔ ہر حال اب تو
 میں اپنے مقدمہ کی تازگی دیکھ رہا تھا۔

یہ نہیں جانتا کہ اس کی سفر کتنا طویل رہا۔ پھر میں نے دماغ
 کی سکرین پر دیکھا کہ میرا جسم ہلکا جھلکا ہو کر فضا میں جھانگنا طرح
 ڈول رہا ہے۔ میرے قدموں سے زمین نہیں تھی اور میرے آسمان
 کا سماڑ اٹھ گیا تھا۔ دو دروازے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ آری
 اس کے بھی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے بہت سی عورتیں ہم آواز
 ہو کر کوئی انجانا سا رنگت گار رہی ہوں۔

اس وقت میں خود اپنی شخصیت سے پوری طرح واقف
 نہیں تھا۔ خواب دیکھنے کے بعد ان ہم بہت سے معاملات میں
 بدلے ہوئے ہیں۔ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتے۔ جو کچھ ہیں ہمارا
 لاشعور دکھاتا ہے جو ہمارا حواس کی طرف خواب کے پرشے میں نہ
 دیکھتے رہتے ہیں۔ ایسے وقت مجھے یہ بھی یاد نہ رہا کہ میں کتنی پیستی
 جانتا ہوں۔ اگر مجھے یاد رہتا تو میں ان گیت گانے والیوں کی آواز

کے سہارے ان کو دماغ تک پہنچ جاتا۔
 میں دماغ کی دھندلی کائنات میں جھٹکتا ہوا ایک جھنڈو بالا
 مہر کے آہنی پھانک کے سامنے پہنچ گیا۔ پھانک کے اوپر کچھ مضبوط
 پٹ آپ ہی آپ کھینچے جا رہے تھے۔ اب مندر کی گھنٹیاں سنائی
 دے رہی تھیں۔ عروج و خراج کے منظر کے آواز مل کھاتے دھوئیں سے
 پر سے مہر کا اندازنی دروازہ دو ہا ہوں کی طرح کھل رہا تھا۔
 اتنی دیر فضا میں جھٹکنے کے بعد میرے قدم مندر کی دیڑھ پر
 پہنچ گئے۔ اندر دیوانی کا سماں تھا۔ چاروں طرف دیئے روشن تھے۔
 گہرے رنگ کی ساڑھیاں پہنی ہوئی نوجوان اور سین داسیاں
 پیش کی مثال اپنی اپنی پتیلی پر رکھے رکھے رہی تھیں۔ مثال پر
 سجے ہوئے بھول پر شاہ اور دیئے بھی ان کے ساتھ رکھے گئے تھے۔
 مجھے دیکھتے ہی وہ سب باری باری نقش کوئی ہوتی میرے
 پاس آئے نہیں میرا ہاتھ تمام کر مجھے آگے بڑھانے لگیں۔ آگے
 مہاراج کا ایک بڑا سا جوتہ تھا۔ ایک ننگ ٹیڑھی گردن سے لٹا ہوا
 اپنا چھین اٹھاتے ہوئے تھا۔ اس جھری آوازوں کا گیت مندر کی
 چار دیواری میں ہر سوز گونج رہا تھا۔ جب ان داسیوں کے کواٹے
 ہاتھوں نے مجھے مہاراج کے جوتے کے پاس پہنچایا تو وہ جوتے ہولے
 ایک طرف سرکے لگا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے والی دیوار ایک
 دو دروازے کی طرح کھلتی چلی گئی۔

میں کھلی ہوئی دیوار سے گزرا ہوا ایک بڑے سے ہال میں
 پہنچ گیا۔ ہال کے وسط میں ایک بڑا سا حوض تھا۔ وہاں کچھ لوگ
 ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ ان میں سے دو آدمیوں نے
 آگے بڑھ کر میرا لباس اتارا۔ پھر مجھے حوض میں لے جا کر غسل کرنے
 کے لیے چھوڑ دیا۔ حوض کا پانی تھنڈا اور صاف و شفاف تھا۔ پتہ
 نہیں اس میں کون سی خوشبو گھول دی گئی تھی کہ میرا دماغ معطر
 ہو رہا تھا۔

غسل کے بعد مجھے ایک نیا ساٹھ پہنایا گیا۔ بعد میں پتہ
 چلا کہ وہ وہی ساٹھ تھا جسے میں نے خریدا تھا۔ جب میں نے
 لباس پہن لیا تو میں داسیاں میرے پاس آئیں۔ پھر میرے
 دونوں ہاتھوں کو تمام کر مجھے اس ہال سے باہر لے گئیں۔ دروازے
 کے دوسری جانب ایک بہت ہی خوبصورت اور بے تکلف ٹولنگ
 تھی۔ فرش پر قالین اتلا تھا اور دیز تھا کہ چلنے وقت پاؤں ٹھنڈے
 لگتے تھے۔ داسیوں نے مجھے ایک وسیع و عریض پنک پر بٹھا دیا۔
 اس پنک کے چاروں طرف عریض پرشے لڑا رہے تھے اور معطر
 حوض میں غسل کرنے کے بعد بھی میرے جسم سے اب تک خوشبو کی
 لہریں اٹھ رہی تھیں۔
 داسیاں چلی گئیں۔ دو دروازہ بند ہو گیا۔ تب مجھے ایک رس

بھری آواز سے مخاطب کیا "فراداد! میں آ رہی ہوں۔ آرام سے لیٹ جاؤ۔"

میں آرام سے لیٹ گیا مجھے اپنے آپ پر اختیار نہیں تھا بھر بھر کچھ گزر ہی تھی میں اسے چپ چاپ قبول کر رہا تھا میں یا تو خواب دیکھ رہا تھا یا پھر مارش کے فلاں میں جھٹک رہا تھا اس وقت میں کوئی بات یقیناً طے سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

مجھے دو بارہ وہی برس بھری آواز سنی وہی "فراداد! کیا تم مجھے میری آواز سے پہچان سکتے ہو؟"

جب میں نے جواب دیا تو مجھے اپنی آواز کی اندھے کوئی سے آتی ہوئی سنسو ہوئی۔ میں نے کہا "ہاں مجھ یوں لگتا ہے جیسے میں بہت پہلے سے تمہاری آواز سنتا آ رہا ہوں!"

"نہیں۔ تم نے میری آواز پہلے بھی نہیں سنی اور اب اس کو مجھے نہیں پہچان لو گے۔"

"ہاں۔ میں نہیں پہچان لوں گا۔"

"تم میرے طبع اور فرماؤ پر ناراض ہو۔ میرے ہر سوال کا جواب دو گے۔"

"میں ہر سوال کا جواب دوں گا۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"فراداد علی بیگم۔"

"جیب سونیا ٹرن میں سفر کر رہی تھی، اس وقت تم نے اس سے دوامنی رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاں۔ میں نے سوچ کے فرید اس سے گفتگو کی تھی۔"

"تم نے سونیا کا لقب دلچسپ اختیار کر کے اس وقت سے بھی گفتگو کی تھی؟"

"ہاں۔ میں نے اس وقت کو دھوکا دیا تھا، مگر..."

میں کہتے کہتے رنگ لگا، اس کی آواز آئی۔ "میں تمہاری سوچ پڑھ رہی ہوں۔ تم پوچھنا چاہتے ہو کہ میں کون ہوں؟ ہنسوں کوئی بھی ہوں۔ تم بیداری کے بعد میری آواز کا اور اس خطاب کو جھول جاؤ گے۔"

"ہاں میں جھول جاؤں گا۔"

"اچھا سوئو۔ میں ٹرن کے سفر کی بات کر رہی ہوں۔ اس وقت سے سونیا سے دوستی کرنے کے بعد اسے اطلاع کہا تھا لیکن وہ رخصت نہیں ہوتی تھی۔ چپ چاپ سونیا کے دماغ میں موجود رہی۔ تب اس نے تمہاری آواز سنی۔ تو اب جتنی زبان میں بات کر رہے تھے۔ وہ زبان سمجھ رہی تھی مگر تمہارے دماغ تک پہنچنے کے لیے تمہاری آواز کو سمارنا پڑی۔"

کسی کی سوچ تک پہنچنے کے لیے صرف آواز کا کافی نہیں ہوتی۔ لہذا

ہاں۔ میں جوں جوں کے غلام ہوں۔"

"آئندہ تم ان تینوں عورتوں سے دوامنی اور جہانی تعلق نہیں رکھو گے۔"

"میں ان تینوں عورتوں سے دوامنی اور جہانی تعلق نہیں رکھتا۔"

"تم ہمیشہ میرے طبع اور فرماؤ پر ناراض ہو گے۔"

"میں ہمیشہ تمہارا طبع اور فرماؤ پر ناراض رہا ہوں گا۔"

"فراداد! اگر اس وقت تمہارے دماغ میں جھانکی نہ رہتی تو وہی سنی ڈرا ہوتی رہتا۔ کام تمام کر چکا ہوتا۔ اس وقت ڈرا پور کی زبان میں نہیں کہہ سکتی تھی لیکن اس کی آواز سن چکی تھی۔ اس آواز کے ہلکے اس نے اسے دوامنی جھٹکنے پہنچتے تو وہ بولھلا کر کھا گیا۔"

"اب تم اس وقت کی بات گاہے میں جو۔ بیداری کے بعد تم غائب کی باتیں بھول جاؤ گے اور صرف میرا یہ حکم یاد رکھو گے کہ جب بھی یہ آواز تمہارے دماغ تک پہنچے گی۔ تم اس آواز کے سامنے ایک تابعدار کی طرح جھک جاؤ گے۔"

"میں اس آواز کے سامنے ایک تابع وار کی طرح جھک جاؤں گا۔"

"اب تم آرام سے سو رہو۔ پانچ گھنٹے بعد بیدار ہو جاؤ۔"

میرے دماغ کی اسکرین دھندلی پڑ گئی۔ پھر تاریکی چھا گئی۔ میں اس نیند کی تباہی میں پانچ گھنٹے کے لیے گم ہو گیا۔ جب اٹھ کھلی تو میں نے خود کو ایک ماڈرن کمپ کے بیڈروم میں پایا۔

میں فوم کے سلام بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اوپر کھینچا گیا گاہ کی ٹیبلٹ لٹائی تھی جیسی سی ٹی جو تیار ہی ہوئی تھی۔ وہاں دیکھنے کے لیے بہت سے زائنتی مسلمان تھے لیکن میرے دماغ میں تقسیم ٹانگڑیں وہاں کیسے پہنچ گئیں؟

اس وقت مجھے خواب کی باتیں یاد نہ آسکیں۔ یہ یقیناً ہنڈیوں کا رد عمل تھا لیکن میں خود نشی ہو رہی تھی۔ میں ہنڈیوں کی آوازوں سے گزر رہا تھا۔ میری قوت ارادی اتنی مستحکم تھی کہ کوئی آواز مجھے پہنچاتا تو نہیں کہہ سکتا تھا۔ حاصل سرکہ کھینچنے سے

میں... نہ شہر ہو گیا کھانے کے بعد میرا دماغ گزرد ہو گیا تھا اور اپنی صلاحیتیں تیار پڑ گئیں تھیں اس لیے میں اس وقت ہنڈیوں کے نوحوں سے گزر رہا تھا اور وہی طرز پر غلاب کی باتیں بھول چکا تھا۔

سب سے پہلے مجھے وہ ویرانہ یاد آیا، جہاں کسی ڈرا پور

پر ٹھہر کر چھو گیا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ خدا کا کوئی نیک بندہ

بگڑا تھا کہ تیار ہوا کسی کے لیے اپنے گھر لے آیا ہے۔ میں نے نہ ت

معلوم کرنے کے لیے اپنی کلائی دیکھی تو وہاں گھڑی نہیں تھی برس

سوکے پھلے چھتے سے۔ وہ ہلکی سی تھیں۔ ہر سے لے کر تینے تک پچاس بندھی ہوئی تھیں۔

اسی تکلیف اور تنہائی کے وقت سونیا یاد آئی۔ جس ہستی سے زیادہ اپنا تبت ہوئی ہے وہی ایسے وقت یاد آتی ہے۔ میں نے فوراً ہی اس سے دوامنی رابطہ قائم کرنا چاہا۔ اپنی سوچ کی لہروں کو سونیا تک پہنچانے کی کوشش کی لیکن میرے دماغ کے اندر ہی وہ سوچ کی لہروں میں گھم گئیں۔ میں نے اپنے آپ سے کہا "میں اس میں سونیا، دعا مانہ اور سے کون سے رابطہ قائم نہیں کروں گا۔ میں صرف ایک آواز کے احکامات کا پابند ہوں گا اور وہ آواز ہے..."

آواز آنے لگی۔ میرے دماغ میں ہنڈیوں کی آوازوں کے تھیں۔ ہلکھلکی آوازوں کی آوازوں کے ہجوم میں اس وقت کی آواز سنی دی۔ وہ آواز تھی "فراداد! تم مجھے یاد رکھو گے۔"

میں سر کی تکلیف کے باوجود مسکراتے لگا۔ وہ میری سزا تھی ہوئی سوچ کو پڑھ کر میری رائے سے بولی "اوه! تم مجھے پہچان رہے ہو۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ کیا تم پہنچ سکتے ہو؟ وہاں اس میں تھے؟"

شاید وہ مینا ٹوم کو پہنچ گیا تھا کہ میری تھی۔ لیکن میں نے مین کے معنی سمجھا ہی نہیں تھا کہ سونیا کو اپنی غفلت کے بعد ان میں کسی پہنچنے سے گزر چکا ہوں۔ میں خود مردوں کے خوابوں سے فائدہ اٹھا کر بہت سی معلومات حاصل کر رہا ہوں۔ اس لیے رات بگھنے میں دیر نہ لگی کہ اس وقت میرے خوابیہ خیالات سے فائدہ اٹھا چکی ہے۔

میں یہ سب کچھ سوچ رہا تھا اور اس وقت یہ خیالات پڑھ رہی تھی۔ پھر وہ شکست خوردہ لہجہ میں بولی "میں عاقبت تھی کہ مینا ٹوم اور تیلی تیس جلدنوں والوں کو ٹرانس میں نہیں لایا جا سکتا۔ لیکن جب تم میری چوڑوں کے باعث ٹرانس میں آ گئے تو میں نے یہ تجربہ کیا۔ تمہارے دماغ سے اپنی آواز مانہ پڑی پہچان ٹرانس کی کوشش نہیں لیکن انوس سے یہ تجربہ نام کام ثابت ہو رہا ہے تم نے مجھے پہچان لیا ہے تو گزردے ہوئے خواب کو بھی سمجھی یاد کر لو گے۔"

"ہاں۔ میں نے کہا۔" میرے سامنے ایک شمع روشن کر دی۔ میں جھولے ہوئے خواب کو یاد کروں گا۔ ہر تجربہ کے تم مجھے اس رحمت سے بچانے کے لیے خود ہی بیان کر دو۔"

اس نے بیان کر دیا۔ میرے چوٹ کھاتے ہوئے خوابیہ

دماغ کو توازن میں لانے کے بعد اس نے جو معمولات حاصل کی تھیں وہ سب مجھے بتا دیں۔ جو کچھ خیال خوانی کے دوران اس کے دماغ کے دوران سے کھلے ہوئے تھے۔ اس لیے میں بھی سامانی اس کی سوچ چھو سکتا تھا۔

جب اس کا بیان ختم ہو گیا تو میں نے پوچھا: تم یہ کیوں چاہتی ہو کہ میں اپنی کئی غور سے رابطہ قائم نہ کروں؟
اب میرے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا جوتا ہے۔ تمہارا دماغ اب تھکے قابو میں نہیں ہے۔

”اگر میں قابو میں رہتا تو تم جو باتوں کے سلسلے میں بندھیں کیوں عائد کرتی ہو؟“
”اس لیے کہ یہ بڑی بات ہے۔ انسان کو یا تو برہم چاری (مدا کنوارا) رہنا چاہیے۔ یا پھر ایک دھرم پنڈے کے ساتھ حیران کن کارناما چاہیے۔“

میں نے کہا: ہمارے مذہب میں برہمچاریوں کا تصور نہیں ہے۔ ہم تو چار شاخ دیاں کر سکتے ہیں اور اچھی میرے پاس پوچھنی کی گنجائش ہے۔“

یہ کہتے وقت میں سکول نے فکا۔ میرے تصور میں اور میری مشکوٹ کے پیچھے کیا تھا؟ ہر س دینی نے سوچ کے اندر پڑھ لیا۔ چند لمحوں تک بالکل خاموش رہی۔ یہ سمجھتی رہی کہ اس کی خاموشی سوچ کو بڑھ رہا ہوں۔ پھر وہ سخت لہجے میں بولی ”فریاد! مجھ سے جو پڑھا نہ کرو۔ تم کبھی سہو میں مجھے جھوٹے سکولے میں دو تاؤں کی امانت ہو۔ تم کسی مجھے عام خوردوں میں شمار نہ کرنا۔ میں اپنی توہین برداشت نہیں کروں گی۔“

”یہ بڑی اچھی بات ہے کہ تو دو تاؤں کی امانت ہو۔ لوگ مجھے بھی دیتا دیکھتے ہیں۔ میں زندگی کے کسی موڑ پر دو تاؤں کی حیثیت سے اپنی امانت ضرور واپس لوں گا۔“

وہ غصے سے بولی ”تم بہت ہی گھٹیا قسم کے آدمی ہو۔“

میں تم پوچھتی ہوں۔
اگر میں بھی تم پر تھوکتا چاہوں تو ہمیں تھوکنے کے لیے ایک دو مرسے کے سامنے مانا پڑے گا۔ اور تم میرے سامنے آنے کا حوصلہ نہیں کر سکتی۔“

وہ اندر ہی اندر بیچ و تاب کھا رہی تھی۔ غصے میں یہ بھول گئی کہ اسے اپنے دماغ کے دورانوں کو بند کر دینا چاہیے۔ اس کی ایک کڑوی ہلچھ میں آگئی کہ اس کی توہین کی جانے تو وہ غصے کی حالت میں ہوش سے بے گانہ ہوتی ہے۔ یعنی کسی موقع پر میں اس کی اس کڑوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔

وہ غصے سے سوچ رہی تھی۔ میں اس پر معاش کا اندازہ نہیں چھوڑوں گی۔ اس کا دماغ اچھی کڑوری ہے۔ میں دماغی ٹھیکے پھانسی بلے موت ماروں گی۔“

میں نے اس کی سوچ میں کہا: ہاں اسے مار ڈالنا چاہیے۔ میرے مقابلہ پر کوئی دماغی مشین بنانے والا ذرے تو بہتر ہے۔ ”اں پڑوہ چونک کر سوچنے لگی دیکھا میں کچھ سچ اسے مار ڈالوں؟“

اس سوال کے ساتھ میری صورت اور میری شخصیت بال کے دماغ کے پرے پر ابھرا آئی۔ اس سے تھکا کر میری غفلت کے دوران وہ کہیں میرے سامنے آئی تھی اور مجھے اچھی طرح دیکھ رہی تھی۔ اس وقت وہ سوچ رہی تھی: اسے ایک بار اور تباہ کر دینا چاہیے۔ اگر یہ سوچا تو وہ اسے دور سے صرف میری آگیا کا پان لگا کر لگا کر تار سے تو میں اس کی بد تمیزی کو محاف کردوں گی۔

میں نے کہا: ”میری جان! تم بڑی یا ما کو لکھ کر کئی ہون جو بہن کو فریاد کا پتہ بنا سکتی ہو۔“

تب اسے ہوش آیا کہ میں اس کے خیالات بڑھ رہا ہوں وہ طیش میں آ کر بولی ”میں نہیں ضرور مزادوں گی۔۔۔۔۔۔“

اس سے پہلے ہی میں نے اسے مزاد دی۔ اسے ایک بہت دماغی جھٹکا پہنچایا۔ اس نے سچ مانے ہوئے دونوں ہاتھوں سے مر کو حصار لیا۔ پھر فوراً اپنی اس رائے روک لی۔ اس کی کھنکھ میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ باس والے کمرے میں موجود ہے۔

میں آہستہ آہستہ بستر پر بیٹھ گیا۔ میرا مہو پڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ لیکن میں تکلیف برداشت کرتے ہوئے دروازے تک پہنچ گیا۔ مجھے اطمینان تھا کہ وہ سامنے رشکے اور اپنے دماغ کے دروازے بند کیے بیٹھ رہی ہوگی۔ اور کسی بھی لمحے اچانک بجائی ہو بھی کر سکتی ہے۔ اس لیے میں دماغی طور پر پوری طرح مستعد اور بار بار اپنی سوچ کی لمروں کو اس کے دماغ تک پہنچانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

غیرت کو ہی یہ صفت نازک کہا جاتا ہے کہ واقعی وہ نازک ہوتی ہے۔ ہلکی سی ٹھیک پھینچے تو شیشے کی طرح پھینچ جاتی ہے۔ جبکہ میں نے اسے زبردست دماغی جھٹکا پہنچایا تھا۔ وہ ٹھیک ٹھاکہ روکے اب تک ماعنی تکلیف کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے دروازے کے بیٹھنے پر ہاتھ رکھ کر ہکا سادا ڈالا تو وہ کھٹا بیٹھا گیا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھکے میری نگاہوں کے سامنے ایک آرام دہ صورت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے پہلی نظر میں اعتراض کیا کہ اپنی زندگی میں کبھی میں نے اتنی حسین عورت نہیں دیکھی۔

میرے کے نقوش ایسے تھکے ایسے ماذب نظر تھے کہ نظریں جذب کے عالم میں اس پر جم رہی تھیں۔ دماغی تکلیف کے باعث اس کے پرے پر کب کے آنا نظر آ رہے تھے۔ وہ عموماً ہی سوکرت تکلیف برداشت کرتے ہوئے اور کبھی چین دکھاتی رہے یہی تھی جی چاہتا تھا کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے گلدان میں اس بھولے پرے کو کبھی کر اس کا دکھ دور کر دوں۔

دراصل میں نے دماغی جھٹکا پہنچاتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھا تھا کہ مقابلے میں ایک نازک کی کنواری کھڑی ہے۔ اس کی صلاحیتوں نے اسے مضبوط اور سخت بنا کر پیش کیا تھا۔ اب وہ رو کر تھک کر تپ رہا کہ وہ شیشے کا نازک سا پتھر سے بیٹھا اس کو اتار دو تو دل میں اترا جائے گا نہیں تو ٹوٹ جائے گا۔

سامنے رشکے کے باعث وہ موٹے پتھر بھی ہوتی ہے جان بڑی تھک رہی تھی۔ ماضی پوسنے کی نیندا جھلک رہی تھی۔ منہ آنکھوں کے ادنیٰ خطوں بتا رہے تھے کہ جب وہ آنکھیں کھولے گی تو وہ آنکھیں کنول کنولوں کی طرح کھل جائیں گی۔

سامنے رشکے کا عمل کیسا جوتا ہے؟ یہ میں بہت پہلے بتا چکا ہوں۔ آج بھی بتا دوں گا اکثر جسموں کے ماہر روحانی معلومات حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنے دماغ کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کی شقیں کرتے ہیں۔ اپنے اندر جھانک کر روح کا گیان حاصل کرنے کے لیے لازمی ہے کہ خیالات منتشر نہ ہوں۔ تمام فضول سوچیں دور ہو جائیں اور تو صرف ایک خیال پر مرکوز رہے۔ روحانی نے اپنے دھرم کے اصولوں کے مطابق سامنے رشکے میں مہارت حاصل کی تھی اور اساری دینا سے غافل ہو کر اپنی توجہ کسی ایک خیال پر مرکوز کر دیتی تھی۔

اس کے چہرے سے غلا بچھنے والی پریشانی نے بتا دیا کہ ابھی اس کی توجہ صرف اپنی دماغی تکلیف پر مرکوز ہے۔ اس نے اپنی شقیں کے متعلق یہ نہیں سوچا تھا کہ فریاد اس کے ذریعہ اس کا مارا لگا لگا سکتا ہے اور زخمی ہونے کے باوجود اس کو کمرے میں پہنچ سکتا ہے۔ میری سوچ کی لمبریں اس کے دماغ کے آس پاس جھٹک رہی تھیں۔ تب اس نے بڑی دیوبند ہونے سے سامنے لیتے ہوئے کھنکھائی۔ میں کنول کی میری تھک دکھلائی۔ مجھے سمجھتے ہی وہ کھڑکی میں نے اسے سنبھل کر جوانی لگے کا موقع نہیں دیا۔ اس بار نے ہکا سادھا پہنچایا تو اس نے کراہتے ہوئے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

میں نے کہا: ”تم سامنے رشکے کو دماغی رابطہ کو ختم کر سکتی ہو۔ لیکن میری آواز کو اپنے کانوں تک پہنچنے سے نہیں روک سکتیں۔“
میں نے کہا: ”تم سامنے رشکے کو دماغی رابطہ کو ختم کر سکتی ہو۔ لیکن میری آواز کو اپنے کانوں تک پہنچنے سے نہیں روک سکتیں۔“

دالی ہوئیں برداشت نہیں کر سکتیں۔ تم نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ جب بھی مجھے ذہنی آڑیں پہنچانے کے لیے اپنے دماغ کے دروازے کھولو گی تو میں بھی برق رفتاری سے ان کھلے ہوئے راستوں سے گزر کر تمہارے دماغ کو چھوڑا بنا دوں گا۔“

وہ سامنوں کے بغیر ایک لاشیٰ بنی بیٹھی تھی۔ اور جواب دینے کے لیے اپنے ذہن کے درمیانے کھولنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے کہا: ”تمہارا دعویٰ تھا کہ کوئی انسان تمہیں سمجھ نہیں سکتا۔ اب دیکھو میرے تمہارے درمیان صرف ایک ہاتھ کا ناملا ہے۔ میں ہاتھ رکھ کر اپنی بازوؤں میں سمیٹ سکتا ہوں۔ مگر تمہارا حق طلبے سے یاد کرنے کے لیے نہیں بلکہ پیار سے ظلم کرنے کے لیے ہے۔ میں تمہیں ہاتھ نہ لگا کر تمہارے غرض کی لاج رکھ رہا ہوں۔ اب تم سامنے لو، اور دوستانہ انداز میں باتیں کرو۔ میں تمہیں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔“

میں نے دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ سامنے لینے لگی تھی۔ مگر وہ آنکھ نہیں کھول رہی تھی۔ میں نے مسکرا کر پوچھا۔

”کیا آنکھ نہیں کھولی ہے؟“
وہ جھپکی نہ لگی۔ پہلے اس نے سر پر پانچل ڈالا۔ پھر اس کی آنکھوں کو گھٹھٹ بنا کر اپنے پرے کو چھپا لیا۔ میں نے فرسٹل یہ کھٹے ٹھیک کر کہا: ”تم کبھی مجھے اپنا غلام نہیں بنا سکو گی البتہ رحمت سے حیات ملتی ہو۔ گھٹھٹ اٹھا لو۔ میں فلائوٹر کریم کے تخلیقی مشاہیر کو بھی ہبر کے دیکھنا چاہتا ہوں۔“

میں بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ حسین لڑکیاں مجھ پر مرنی ہیں۔ میری شخصیت سے متاثر اور مرعوب ہو کر میری آغوش میں چلا آتی ہیں۔ اس دینی کے متعلق بھی میں نے سوچ لیا کہ وہ زیر ہوگی ہے اور اب مجھے زبردستی لگی۔

تب اچانک ہی میری خوش فہمی کو زبردست جھٹکا پہنچا۔ میں اپنی تھیں نہ روک سکا۔ فرسٹل پر زبردستی لگا۔ میرا سر پہلے ہی چھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ اب وہ میرے دماغ پر ابھری سوچ کی مزہیں لگا رہی تھی۔ وہ گھٹھٹ کے پیچھے سے جھک کر آئی ہی فوراً۔۔۔ سامنے رشکے لپٹی تھی۔ پھر اچانک سامنے لیتے ہوئے دوبارہ حملہ کرتی تھی۔ مجھے سمجھنے کے موقع نہیں دے رہی تھی۔ وہ جیسے میرا آخری دست تھا۔ فریاد علی ٹیورس شخصیت

صرف دماغی صلاحیتوں سے قائم ہے اور وہ میرے دماغ کی جویاں اڑا رہی تھی۔ اگر میری کھڑکی صحت مند ہوتی تو شاید میں وہ حملے برداشت کر لیتا۔ لیکن زخم پر بار بار زخم لگانے کا میں تو فریاد ہی حوصلے کو گھٹھٹ ہار جلتے ہیں۔ میں اپنا دماغ ہار گیا۔ تار کی، گری تار کی اور طویل تار کی میرا مقدمہ نہ لگتی تھی۔ نہیں میں کب تک دنیا والوں کے لیے مردہ بنا رہا۔ پھر میں

خوابوں میں زندہ رہنے لگا۔ اس وقت نے حکم دیا تھا کہ میں یونان
 روانہ ہوں۔ یونان سے پیشہ کے لیے تعلقات توڑوں۔ میں نے
 تسلیم نہیں کیا تھا لیکن تعلقات اب خود بخود ٹوٹ گئے تھے۔
 میں ان سے دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میرا ذہن خود
 دماغ اور کردار و عواطف کی اس دنیوی مٹی میں نہیں۔
 نہ جاننے کے لئے دن گزرتے جا رہے تھے مجھے ذہنی بیداری
 کا موقع نہیں دیا جا رہا تھا۔ میں نیند میں ڈوب رہا تھا اور خواب
 کے عالم میں جاگتا رہتا تھا، اور ان خوابوں میں صرف اس دنیوی
 نظر آتی تھی۔ مگر افسوس کہ وہ جنت کرنے نہیں تھے بلکہ حکومت کرنے
 آتی تھی۔

اس کا پاس ایک ہی تھا۔ وہ بی گھر کے رنگ کی مٹھی
 اور مٹھی کے چمچے بانٹتے تھے کہ پونی بھی کبھی چمکتی تھی۔ آنکھوں
 کے دھار میں سے بھی مٹھی لگا جاتی ہے کیونکہ وہ گھٹنوں تک پہنچی
 تھی۔ گوری گوری پنڈلیاں اور سبکے پائیکل کی دھرتی پر قدم
 رکھتے تھے۔

لیکن میں ابھی اس کے ظاہری حُسن کو بیان نہیں کر دینا
 اس لیے کہ باطن میں وہ بہت ہی خطرناک کی جگہ تھی۔ میں چمکنے
 کا عادی نہیں ہوں، جبراً اپنی صلاحیتوں کے سامنے جھکا رہی تھی۔
 میں نے اکثر اسے خواب کے وہندگوں میں دیکھا وہ وہندگوں
 ہو کر کہیں بھی رہتی تھی۔ آنکھیں بند کر کے سامن روک لیتی تھی۔
 اس کے بعد میرے دماغ میں بونے لگتی تھی۔

وہ میرے نظروں میں وہ مجھے تابع وارن کر رہے تھے کہ سبق
 بٹھانی رہتی تھی۔ میرا ذہن اس کا تابع فرمان تھا۔ اس لیے میں
 سبق پڑھتا اور یاد کرتا رہتا تھا۔ پھر ایک بار اس نے مجھے پوچھا
 ”جانتے ہو تم کتنے دنوں سے میری کیا کیا پان کر رہے ہو؟“
 ”میں نہیں جانتا“

”آہستہ آہستہ سب کچھ جان لو گے۔ میں پہلے دھوکا کھا گئی
 تھی۔ یہ مجھ نہیں سکتی تھی کہ تم فلاڈیلا اور اڈول کے مالک ہو۔ تم نے
 ہوش میں آتے ہی اپنی اہمیت دکھائی۔ آج تک مجھے کسی نے
 ذہنی مذہب میں مبتلا نہیں کیا تھا۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ میں
 فدا بھی ڈھیل دکھائی تو تم میری جان کے دشمن بن جاؤ گے۔“

تمہارے کارن میں نے جو باتیں برداشت کی ہیں اس کے
 نتیجے میں نہیں ملو گے لیکن تم نے میرے ساتھ ایک تکی کی تھی۔
 تم نے میری بے بسی کے وقت مجھے ماتہ نہیں لگایا۔ میرے عقوب
 کی لاج رکھی۔ اس لیے میں نہیں ایک موقع اور دووں کی جیسے
 ساتھ آؤ۔ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہیں کس طرح زندہ رکھا جائیگا
 وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف جانے لگی۔ میں نے

دیکھا کہ میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔ وہ یقیناً جہان میں سفر نہیں
 تھا۔ صرف سوچ کا سفر جا رہی تھی۔ ہم دونوں آگے پیچھے چلے
 دھرتوں کے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ وہاں پہلوان قسم کے نڈتے لوگ
 تیار کر رہے تھے۔ پھر لوگ ڈنڈ پیٹھک میں مھووت تے۔ ایک
 درخت کے سامنے میں ایک دیدار باوند دستے میں کوئی دوا
 تیار کر رہا تھا۔ اس کے سامنے دھرت کی چھایاں جڑی بوٹیوں،
 اور پتے بکھرے ہوئے تھے۔

اس دنیوی سنے مجھے وہاں بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں جیسے
 بیٹھ گیا۔ دیدار نے ایک بڑا سا پارہ اٹھا کر میری جانب پھینک
 ہونے لگا۔ اسے لی جاؤ۔

میں نے پارہ ہاتھوں میں لے کر دنیوی کی جانب پھینک
 اس نے پینے کا اشارہ کیا۔ میں نے پینے لگا۔ دوا بہت ہی کڑی تھی
 لیکن میں کھنک بندہ بنا ہوا تھا۔ نہ ہر بھی بی سکتا تھا۔ اس پارے
 کی تمام دوا کو لقمہ میں اتار دیا۔

تیس دن دنیوی نے کہا۔ اس دوا سے تمہارے سر کے زخم
 جاتیں گے لیکن ذہن کدو جگائے گا۔ تمہاری وقت آزادی کو روک
 جائے گی یعنی تم اس طرح زندہ ہو گے کہ تمہاری نظریات
 کلاؤ گے لیکن دماغی طور پر ہاتھوں میں زندگی گزارو گے۔
 یہ باتیں سننے کے بعد مجھے آندہ اس دوا کو پاتا بھی نہیں
 لگا جاتیے تھا لیکن میں اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ اس دنیوی
 جب بھی مجھے دیدار کے پاس لے جاتی اور پارے پڑھنے
 بڑھادیا جاتا تو میں بلاوجہ اور ادھرت سے آندہ رہتا تھا۔

پھر ایک وقت آیا کہ میرے سر سے مٹیاں اتر گئیں۔ زخم
 گتے اور میں خودی طور پر بیدار ہو گیا یعنی میں جسے سب خواب
 میں ہو رہا تھا اسی خواب گاہ میں میں نے آنکھ کھولی۔ اس دنیوی
 اپنے مخصوص لباس میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے پوچھا
 ”کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟“

میں جیسے جہان رہا تھا مگر یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس کمال
 دیکھا ہے۔ میں اپنے ذہن پر زور ڈال کر سوچنے لگا۔ وہ کاغذ
 انداز میں مٹکا کر بولی۔ ”سو کر دماغ میں دیوتاؤں کی عبادت
 تمہاری دیوی رس دیتی ہوں۔“

”ہاں مجھے یاد آیا۔ میں تمہیں خوابوں میں دیکھا رہا ہوں۔“
 وہ جتنی جوتی بولی۔ ”میں نے جسے جیسے ہوش سنبھالا ہے
 آپ جتنی کھتی عالم ہی ہوں۔ اس آپ سے میں تمہارا دل بھی رہا
 گا کیونکہ تم ایک جیسے جتنی بن چکے ہو۔ اب بتاؤ کہ تمہارا نام
 کیا ہے؟“
 ”میرا نام پشمین نے سوچا ہے ہوتے کہا۔ ہاں زیادہ یا باجا

مدد سے دیکھ رہے ہو۔ ہر سے کہ قافلوں سے تمہارے بچے
 میں سونیا کے پاس پہنچ رہا تھا مگر اسے مخاطب نہیں
 کر سکتا تھا۔ وہ بہت پریشان نظر آ رہی تھی۔ ریڈیو اور سے غارت
 کرنے والے بھی لوگ وہاں موجود تھے۔ وہ لوگ بھی پریشان
 نظروں سے سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ پھر مادام ویرلے نے کہا۔ مادام
 سونیا! ہمیں یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ کی بیٹی کی تمام صلاحیتیں
 بھول چکی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ دماغی پریشانوں کے اثر
 دنیوی طور پر اپنی سیٹ ہو گئی ہوں۔ آپ آرام فرمائیں۔ بعد
 میں آپ کا ذہن کام کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

سونیا نے ایک گری ماسن نے کہا۔ ”میں اس تم لوگوں
 سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی
 ٹیلی بیٹی جاتی ہی نہیں تھی۔“

سب ہی لوگ چونک کر اسے یقینی سے دیکھنے لگے
 مٹھیناک نے ہنسنے ہونے کہا۔ ”مادام! آپ مذاق کر رہی
 ہیں۔ سونیا نے ٹیلی بیٹی کے وقت شے دکھائے ہیں، ہم ان
 چشم دید واقعات سے انکار نہیں کر سکتے۔“

سونیا نے کہا۔ ”تم لوگ جو مجھ کو دیکھ چکے ہو، وہ دست تھا
 اسیہ بھی دست ہے کہ میں ٹیلی بیٹی نہیں جانتی۔ کوئی دوسرا
 جانتا ہے۔ وہ میرے دماغ کے اندر یہ تم لوگوں کو وہ تھانے لکھا
 رہا۔ یوں سمجھو کہ میں اس کی آگہ گرتی اور وہ میرے ذہنی
 ماسکوں کی ڈرپ کرنا چاہتا تھا۔“

سب لوگ ایک دوسرے کو الیہ نظروں سے دیکھنے
 لگے۔ پھر اس میں پیکر مٹیوں کو کرنے لگے۔ اس کے بعد ایک
 پاس نے پوچھا۔ ”کیا وہ ٹیلی بیٹی جاننے والا شخص فرما رہے ہے؟“
 سونیا نے ایک سرد آہ بھرے ہوئے کہا۔ ”ہاں۔“

”لیکن وہ تو مٹھیناک سے“
 ”ایسا نہ کہو۔ سونیا کی آنکھوں میں آنسو آگے دکھائی
 ہوئی آواز میں بولی۔ ”وہ زندہ ہے اور کسی صحبت میں گرفتار
 ہو گیا ہے۔ درنہ مجھ سے رابطہ ضرور قائم کرتا۔“

مادام ویرلے نے پوچھا۔ ”کیا آپ وہ جتنے سے وہاں ہی
 کے رابطہ قائم کرنے کا انتہا کر رہی ہیں؟“
 ”وہ جتنے سے سونیا نے وہاں سے لیے ہیں کہ وہ ہیشیرے
 دماغ میں موجود رہتا تھا۔ میں نے کسی باقی طویل جدائی بداشت
 نہیں کی۔ یہ سوچ سوچ کر تڑپ رہی ہوں کہ نہ جانے اس پر کیا
 افتادہ آؤ رہی ہے؟“

”کیا آپ اس کا تہہ شکا نہ نہیں جانتی ہیں؟“
 ”اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اسٹول میں موجود ہے گا۔ مجھ

نہ میرا نام پیکھا تھا۔ حق۔ میرا نام الحق ہے۔“
 وہ کھٹکھٹا رہنے لگی۔ بڑی ہی بیٹی بڑی ہی سرخی ہنس
 تھی۔ میں نے افسوس رکھا۔ تمہاری ہنسی میں کتنی مٹھاس ہے۔
 برادل دھڑک رہا ہے۔“

وہ بیگنٹ خاموش ہو گئی۔ پہلے تو اس نے مجھے جراتی سے
 دیکھا۔ پھر غصے سے بولی۔ ”تم سب کچھ بھول گئے مگر خود توں سے
 رہنے والی نگاہوں کو نہیں بھولے۔“
 ”میں نہیں جانتا کہ میں کیا بھول چکا ہوں۔ صرف اتنا
 جانتا ہوں کہ جیسے خوابوں میں دیکھا رہا، وہ تجربہ نگار نے کھڑی
 ہے اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی ہیں۔“

میری باتیں سن کر اس کے ہر سے پر ایک رنگ آ رہا تھا
 ایک رنگ جا رہا تھا۔ اگر میں خیالات پڑھنے والا فرما دوں تو
 اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھ لیتا۔ وہ شاید کسی کس کش میں
 بند ہو گئی تھی۔ آہستہ آہستہ چلے جاتی ہوئی ایک صوفے پر جھن
 گئی۔ اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور میرے دماغ میں
 ہوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

بڑی دریدراس نے پریشان ہو کر کہا۔ ”میں مطمئن ہوں کہ
 نے مجھے وہ وقت نہیں بنا رہے۔ ہر نہیں اپنا نام اور کبھی زندگی
 سب کچھ یاد ہے مگر اس کے لیے تمہیں دماغ پر زور ڈال کر یاد
 کرنا ہو گا لیکن میں ایک بار مجھ سمجھتی ہوں کہ مجھ سے نگاہوں
 کی باتیں نہ کرو۔ وہ میں بہت بڑی طرح پیش آؤں گی۔“

”مجھے اتنا بتاؤ کہ میں کن ہوں اہم اس سے آیا ہوں؟“
 اس نے کہا۔ ”آنکھیں بند کر دو تمہیں سب کچھ معلوم ہو
 جائے گا۔“

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ سب مجھے اپنے اندر دنیوی
 کی آواز سنائی دی۔ ”فریاد! میں تمہاری سوچ ہوں۔ تمہارے دماغ
 میں جو سوچ رہی ہوں اسے تم تمہیں دیکھ رہے ہو جیکو کہ میں
 کو اپنا نظر آ رہی ہے۔“

میں نے بند آنکھوں کے پیچھے دماغ کی اسکرین پر دیکھا۔
 ایک ٹمبے سے ہال میں سونیا نظر آ رہی تھی۔ اس کے پاس پاس
 بجزری، شیشا، مادام ویرا اور مٹھیناک وغیرہ دکھائی دے رہے
 تھے۔ میں نے بے اختیار سونیا کو مخاطب کیا۔ اسے آواز میں دلی۔
 لیکن میری آواز اس کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

اس دنیوی کو سوچنے لگا۔ ”تم ایک مدت سے دماغ کے
 بارے میں اپنے سچے لوگوں کو دیکھتے آ رہے تھے۔ لیکن اب تمہارا
 دماغ اس قدر کمزور ہو گیا ہے کہ تمہاری سوچ کی لڑوں کو صرف
 لگا کر دماغ پر تک پہنچا سکتی ہوں۔ اس وقت بھی تم میری

میں ہونگے کی صلاحیتیں ہیں کہ میں کسی بھی انسان کی دوسرے کلاس کے پاس پہنچ سکتی ہوں۔ لیکن یہاں مجھے اس کی وہ نہیں مل رہی ہے۔

وہ سب ہونگے کی حیرت انگیز صلاحیتوں پر بحث کرنے لگے۔ پھر ایک نے کہا: "فریاد! یہاں موجود نہیں ہے اسی لیے اس کی وہ آپ کو نہیں مل رہی ہے۔"

"یہ سوچ کر میں خود کو کشتی میں سمجھتا ہوں کہ وہ مجھ سے ہزاروں میل دور ہے۔ میں وہ نہیں ہونگے کشتی لیکن وہ دماغی رابطہ قائم کر سکتا ہے اور اگر وہ کسی بہت بڑی معیبت میں گرفتار ہو چکا ہے تو میں اس کی مدد کے لیے کیسے پہنچوں؟ کوئی تدبیر سیکھ کر نہیں آتی۔"

چیمپیز نے کہا: "جی! ہو سکتا ہے کہ وہ مر گیا ہو۔"

"جو اس وقت کہ وہ سوینا نے پہنچ کر کہا: "وہ نہیں مر سکتا۔ جب تک میں زندہ ہوں اسے مرنے نہیں دلیں گی۔ کوئی مجھے وہ جگہ بتا دے جہاں وہ بے بسی کی زندگی گزار رہا ہے۔ میں موت، نیکو دشمنوں تک پہنچوں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے کیونکہ انہوں نے افسردہ برہے تھے۔ اس بڑے سے ہال میں سناٹا چھا گیا تھا۔ سب اپنے اپنے سر جھکانے پھر سوچ رہے تھے۔ میری حالت یہ تھی کہ میں بے بسی سے سوینا کے پڑنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اب مجھے سب کچھ یاد آ گیا تھا کہ میں فریاد علی تجور ہوں۔ ٹیلی پیس جانا ہوں۔ اور سوینا سے میرے باہر کا ناقابل شکست رشتہ ہے۔

رس وقتی سے میری سوچ بڑھ کر کہا: "ناقابل شکست رشتے جی تک کہ جو جلتے ہیں۔ جیسے وہ معلوم ہی ہو چکا ہے کہ تم سبلی جیسی قاتل ہو۔ جیوں میں تمہارے ذہن کو آزاد چھوڑ رہی ہوں۔ تم سوینا سے نامی رابطہ قائم کرو۔"

یہ کہتے ہی خاموشی چھا گئی۔ میرے دماغ کی اسکرین پر پڑھرا چھایا تھا۔ میں نے سوینا کو یاد کیا وہ تھوڑی دکانی دوکانی میں نے اسے آواز دی لیکن تھوڑی دکانی کے داسے کردار ہماری آواز نہیں سننے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ دماغی رابطہ کیسے قائم کیا جاتا ہے؟ رس وقتی نے کہا: "سوینا کی آواز کو اور نیچے کو یاد کرو پھر میری آواز آواز نیچے میں اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچاؤ۔" میں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن ناکامی ہوئی خیال تو ان کے لئے کرتے کرتے کمزور ہونے لگے کہ اپنی زبان بھول گئے تھے۔ اس وقت میں ایک عام سا آدمی تھا۔ ابھی میری سے کسی کے ساتھ سوچ کے رشتے قائم نہیں کر سکا تھا۔ رس وقتی نے پوچھا: "کیا تمہیں وہ بے رحمی سے کہنے کی باتیں یاد ہیں؟" میں نے کہا: "سوینا نے پہنچ کر کہا: "وہ نہیں مر سکتا۔"

میں یاد کرنے لگا۔ اس یاد کے ساتھ ہی میرے دماغ کی اسکرین پر ایک شمع روشن ہو گئی۔ اسے دیکھ کر میرے اندر عجیب سی بلے چینی پیدا ہونے لگی۔ میری نگاہیں شمع کی پورجھ جانا چاہتی تھیں۔ اسی وقت رس وقتی نے ایک بھونک مادی، میری سوچ کی لہروں کو بڑا کھینچا۔ اس کے ساتھ ہی جیسے جھجک جھجک کر میرے دماغ میں اندھیرا چھا گیا۔

پھر اس تاریکی میں رس وقتی نظر آئی۔ اس نے کہا: "تم نے سائنس شمع بھی نہیں چلے گی اور نہ ہی میں کسی میں جھلا ہوا ہوں یاد کرنے کا وقت وہی ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا: "میں نہیں جانتا کہ جھلا ہوا ہوں کیا ہے۔ میں صرف سوینا سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں۔ اگر تمہاری تقدیر اجازت دے گی تو تم اس سے حذر ملو گے۔"

"تم کہ از کم سوچ کے ذریعے مجھے اس کے پاس پہنچا سکتی ہو۔ حذر پر پہنچاؤں گی۔ میں بھی اس سے باخبر رہنا چاہتی ہوں۔" او میری سوچ کی انگلی تمام نوادہ وہاں چلو۔ دیکھو وہ آکاٹھ میں ہے اور اب اپنی جگہ سے اٹھ کر کھل رہی ہے۔ میرے دماغ کی اسکرین روشن ہو چکی تھی اور میں سوینا کا منظر اس کے عالم میں ادھر سے ادھر تھمتے ہوتے دیکھ رہا تھا۔ ریڈ بادل کی ایک مادام کہہ رہی تھی: "مادام کو سوینا! ہم نے آپ کا صلاحیتوں پر پھر دوسرے کے ساتھ میں سے بناوٹ کی کیا کیا؟ یہ الزام عائد نہیں ہوتا کہ آپ نے شعلہ کی تھی کہ ہمارے ہم سے فریاد کیا ہے۔ ہمیں ایسے مقام پر لاکھڑوڑ دیا ہے جہاں ہم کسی تنظیم کے بغیر اپنی حفاظت نہیں کر سکتے۔"

مادام دیرانے سوینا کی حمایت میں کچھ کہنا شروع کیا تو ایک باس نے کہا: "انسان کی عزت اس کی ہر مذہبی اور صلاحیتوں سے ہوتی ہے اور اب سوینا کے پاس ایسی کوئی صلاحیت نہیں ہے کہ یہ ہم سے برتری حاصل کر سکے۔ ہم عاجز کریں گے کہ سوینا نے اپنی دھمکیوں دیا ہے۔"

خداسی دیر میں وہاں سوینا کے خلاف آوازیں اٹھنے لگیں اس میں شرمیلیں کر دینا طاقت کی بے کاری ہے۔ وہ لوگ جیتے ہیں کہ رہتے تھے۔ جب سوینا ان کے ساتھ میں سے زیادہ طاقتور نظر آئی تو وہ سوینا کی پوجا کرتے ہوئے استنبول تک پہنچ گئے۔ سوینا نے اسے تازہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اسے بے چاری کی تقدیر یاد تھی۔ میری گمشدگی کا سدھم کم نہیں تھا۔ اس پرستم کے ساتھ ہی دشمن بن رہے تھے۔ رس وقتی نے کہا: "فریاد! میں تمہاری سوچ کے ذریعے"

لوگوں کی باتیں کی حد تک سمجھ رہی ہوں۔ مجھے بتاؤ پھر چیمپیز کی زبان سے۔ یہ سوینا کوئی گمراہ ہے اور اس کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہونا ہے۔"

میں نے ذہن پر زور ڈال کر سوینا شروع کیا پھر کہا: "میں چیمپیز کی کسی حد تک پہچانتے لگا ہوں۔ مگر کیا تم نہیں سمجھ رہی ہو کہ میرا دل و دماغ سوینا کی طرف لگا ہوا ہے۔ پہلے اسے دشمنوں سے بچاؤ۔"

"میں اسے کیوں بچاؤں؟ اسے اسے کیوں مرنے ہے۔ آج ہی مر سکتی ہے۔"

میں نے جھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ لیٹر پر اٹھ بیٹھا۔ مائے ضرور پر رس وقتی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے غصے سے کہا: "میں ابھی سوینا کے پاس جاؤں گا۔"

وہ مزید بولنے لگی: "چپ چاپ لیٹ کر آنکھیں بند کرو۔"

مجھے یوں لگا جیسے میرا دماغ اس کے حکم کی تعمیل کرنے والا ہو۔ چشم زدن میں بناوٹ کا خیال آیا۔ دماغ نے کہا: "پنگ کے پاس رکھا ہوا گدانا اٹھا کر رس وقتی پر حملہ کروں گا۔"

"بڑی بات ہے۔ رس وقتی نے کہا: "تمہارا دماغ وہی کرسٹ کا جو میں کہہ رہی ہوں۔ لیٹ جاؤ۔ پھر اس نے حکمانہ لہجے میں زور سے کہا: "لیٹ جاؤ۔"

میں نے اختیار لیٹر پر لیٹ گیا۔ پھر میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ جسمانی طور پر قید کیے جانے والے کسی ذہنی طرح فرار ہوجاتے ہیں لیکن مجھ جیسے دماغ کی کالی کٹھڑی میں قید ہونے والے کے لیے فرار کا کوئی راستہ نہ تھا۔

مجھے پھر وہی منظر دکھائی دیا۔ سوینا کے اطراف چیمپیز کی ٹیڈا، مادام دیرا اور سترنگا کا محافظ بن کر کھڑے ہوتے تھے۔ سوینا کے ان حمایتیوں کو میں ان کے نام سن کر کسی حد تک پکچان لیا تھا۔ سترنگا نے کہا: "دوستو! مادام سوینا آپ لوگوں کو دھمکا دینے کی نیت سے یہاں نہیں لائی ہیں۔ آپ لوگوں کو ہمدردی سے سوچنا چاہیے کہ تقدیر نے مادام سے دھمکا لیا ہے۔ اگر آپ ہمدردی سے نہیں سوچیں گے تو پھر ہم ایک دوسرے سے لڑ چھو کر مرنے جاویں گے۔ دانش مندی ہے کہ ہم چپ چاپ اپنی اپنی راہوں پر چلے جائیں۔"

ایک باس نے کہا: "ہم ریڈیو میں واپس نہیں جاسکتے کیونکہ ہمیں جانتے کہ وہاں عدالتی کی کٹھن فرنگ سترنگا میں دی جاتی ہیں۔"

"میں جانتا ہوں مگر آپ سب باصلاحیت لوگ ہیں۔"

ریڈیو یا در میں نہ کسی ماسٹروں کی تنظیم میں آپ سب اپنا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ میں خود تنہا کا واپس جا رہا ہوں۔ جب بھی کسی بڑی تنظیم سے افرطے گا میں قبول کروں گا۔"

اس کی یہ باتیں قابل قبول نہیں۔ وہ سب بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے رخصت ہونے لگے۔ اتنے میں فون کی کھنٹی سنائی دی۔ چیمپیز نے فریاد اٹھایا۔ پھر کھنٹے کے بعد سید سرور سوینا کی طرف بڑھا دیا۔ "جی! آپ کی کالی ہے۔"

سوینا نے فریاد سیدرا اٹھا کر پوچھا: "سیو، کون فریاد؟" فریاد اس کے دل و دماغ میں بسا ہوا تھا۔ ایسی دیوانگی میں وہ یہ نہیں سوچ سکتی تھی کہ فریاد تو خیال غانی کے ذریعے رابطہ قائم کرتا ہے جھلا فون کے ذریعے کیوں کالی کرے گا۔

اسی وقت رس وقتی میری سوچ کو اڑائی ہوئی شکل کے پاس پہنچ گئی۔ شکر ایک شیلی فون پر تھکے اندر سیدرا کالی سے لگاتے کمر ہاتھا۔ "سوینا! تم نے استنبول پہنچ کر مجھے نظر انداز کرنا لیکن میں اب بھی تمہارا رشتہ خواہ ہوں۔ نہیں فریاد سے ملا سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ سوینا کی باتیں سننے لگا۔ پھر اس نے کہا: "ہاں مگر ایک شرط ہے۔ میں جہاں ٹلاؤں گا۔ تم وہاں تمہارا آؤ گی۔"

وہ میری خاطر کسی بھی خطرناک مقام پر تمہارا جاسکتی تھی۔ اس کا جواب سن کر شکر نے کہا: "پرسنس آئی لینڈ پہنچ جاؤ۔ تم لگانا برج سے فریاد کے ذریعہ وہاں بے آسانی پہنچ سکتی ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے فریاد رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی میرے دماغ کی اسکرین پر اندھرا چھا گیا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ رس وقتی سامنے صوفے پر بیٹھی سکر رہی تھی۔ میں نے منظر پر کور کہا: "تم نے رابطہ کیوں ختم کر دیا؟ مجھے سوینا کے پاس پہنچاؤ۔"

"جب وہ پرسنس آئی لینڈ میں آجائے گی تو میں سوچ کے ذریعہ تمہیں اس کے پاس پہنچا دوں گی۔"

"کیا میں اس وقت پرسنس آئی لینڈ میں ہوں؟"

"ہاں۔ وہ اٹھ کر جلتے گی۔ میں نے پوچھا: "تم کہاں جا رہی ہو۔ سوینا یہاں کب پہنچے گی؟"

"جب پہنچے گی تو میں یہاں آ جاؤں گی۔"

وہ خوابگاہ سے باہر گئی۔ پھر دروازہ بند ہو گیا۔ وہ مجھے ماش کی اسکرین پر سوینا کی ادھوری فون دکھا کر ایک مذاہب میں سترنگا کی تھی۔ دوسرے لفظوں میں میری بے بسی کا مذاق اڑا کر گئی تھی کہ میں ہاتھ پاؤں رکھتے ہوئے جی بے دست و پا ہوں۔ دماغ رکھتے ہوئے بھی سوینا کی مخالفت کے لیے پلاننگ نہیں کر سکتا۔

میں بڑی دیر تک اضطراب میں مبتلا رہا۔ پھر دماغ میں بات آئی کچھ ایسے وقت پر سکون رہنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

شکوہ نہ کیا تھا اس کھنڈر میں فریاد کو پکارتی ہوئی جاؤ۔
 نہیں فریاد تک پہنچانے کے لیے کوئی نہ کوئی مل ہی جلتے گا۔
 سونیا گری سبیدگی سے سوچنے کی۔ میں بھی سوچ میں نہ گیا۔
 کو کوئی گری چال ہے۔ شاید وہاں سونیا کو گھیر کر قتل کر دیا جائے
 گا۔ میں نے فرمایا ہی رس وقتی کو آواز دی۔ اس نے کہا "میں
 تمہاری سوچ پڑھ رہی ہوں۔ تمہیں اس لابی سے ہمت دور
 ایک کھنڈر نظر آئے گا۔ سونیا وہاں پہنچ گئی ہے۔ لیکن تم اس
 کی مدد کے لیے وہاں تک نہیں جا سکو گے۔ بہتر ہے کہ چپے چلاب
 تمہارا دیکھتے رہو۔"

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ جس لابی میں میں بیٹھا ہوا
 تھا، وہاں سے وہ کھنڈر نظر آ رہا تھا۔ اندازاً دو میل کا فاصلہ ہوگا۔
 اگر میں دوڑتا ہوا جاتا تب بھی سونیا کو اچانکے خطرے سے نہ پہنچا سکتا۔
 کاسٹ کیری آواز ہی اس کے کان تک پہنچ سکتی۔
 میں نے دو بارہ آنکھیں بند کر لیں۔ سونیا کھنڈر میں پہنچ
 گئی تھی اور مجھے آوازیں دیتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ دیر لگنے
 میں اس کی آواز زخمی پر بندے کی طرح پھر پھر آ رہی تھی۔ فریاد
 فریاد۔ فریاد۔ فریاد۔

آواز کا پرندہ ہمت دور تک پھرتا نظر آ رہا تھا۔ پھر وہاں
 آئے لگا۔ سونیا سنبھل کر کھڑی ہو گئی۔ اسے اپنی پکار کے جواب
 میں دو سری پکار سنا دی۔ وہ بھی تھی۔ سونیا نے پوچھا "کون ہے؟"
 جواباً ایک آواز نے پوچھا "تم کون ہو؟"
 "میں کوئی بھی ہوں۔ تمہارے آؤ۔"
 "مسلنے آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔"

دونوں کے سوال جواب اس کھنڈر میں گونج رہے تھے۔
 یہ سمجھنا دشوار تھا کہ آوازیں کس سمت سے آ رہی ہیں۔ سونیا اس
 کی تلاش میں جھٹک رہی تھی۔ پھر ایک جگہ ٹھیک لگی پیاس
 گزرنے کی فاصلہ پر سامنے ایک موٹے سے ستون کے پیچھے کسی کی ہودنگی
 کا پتہ چلا۔ وہاں سے ایک پتھر اٹھانے کے لیے نیچے جا رہا تھا۔
 "کون ہے۔ مسلنے آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔"

بادگشت کی گونج میں وہ ستون کے پیچھے سے نکل کر سامنے
 آ گئی۔ سونیا کی سوچ نے بتایا کہ سامنے آنے والی بے ہوش عورت ہے۔
 پتلون اور سلویوں میں بیان میں اس کے بدن کی دھنیاں جگہ جگہ
 ہیں۔ صاف پتھر چل رہا تھا اس کے بدن کو جتنا شک کی آنکھوں
 نے تراش ہے۔

سونیا نے پوچھا "کون ہو تم؟"
 وہ دونوں ہاتھ کر پریکھ کر بڑی رعونت سے بولی "میں
 ہوں سمندر کی بیٹی رومانہ۔ اگر تم کچھ دیکھو تو نہ رہنا چاہتی ہو تو مجھے

فریاد کا پتہ بتا دو۔"
 سونیا نے آنکھیں میکر کر اسے دیکھا۔ پھر اس کے منہ
 پوچھا "تم میرے فریاد کا پتہ کیوں پوچھ رہی ہو؟"
 "تمہارا ہمیں پھر فریاد۔ تم زبردستی اسے اپنی جان بچانا
 سکتیں۔ شیخو نامی ایک شخص نے مجھے بتایا ہے کہ اس کھنڈر میں
 عورت آئے گی اس لیے فریاد کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔"
 سونیا نے اپنے ہونٹ سکڑ کر اس سے سر سے پاؤں تک
 دیکھا پھر کہا "تم ایک نادان بچی ہو گا۔ اگر ذرا عقل ہوتی تو
 لیں کہ فریاد میرے پاس ہوتا تو میں اسے پکارتی ہوئی یہاں
 بھبھکتی۔"

رومانہ اپنا سر مسلاتی ہوئی بولی "اوه تو اس کا حال
 یہ ہے کہ شکر مجھے دھوکا دے کر یہاں لایا ہے۔"
 "ہاں! اس نے مجھے بھی جھانڈے کر کہاں بیٹھا ہے۔"
 تب اس کھنڈر میں شیخو کے قدم گونجنے لگے۔ وہ لگتا
 چکراتی ہوئی آواز کے ساتھ گھوم کر دیکھا۔ وہ کھنڈر کے
 شکستہ دروازے کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھنے
 ہوئے کہا "تم دونوں کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ فریاد
 دیوی کی قید میں ہے۔ دیوی نے اس کی کھڑکیوں میں لگا رکھا
 کہ وہ تھیل پھینچی بھول چکا ہے۔ وہ تم میں سے کسی کی مدد کے
 یہاں نہیں آسکے گا۔ البتہ تم دونوں میں سے کوئی ایک
 سکتی ہے۔"

"میں جاؤں گی۔" رومانہ نے آگے بڑھ کر کہا۔
 "نہیں۔ میں جاؤں گی۔" سونیا نے رومانہ کو ٹھکرا کر
 رومانہ اس کی طرف پلٹ کر بولی "تم میرے ہاتھوں
 مرنے کے لیے یہاں آئی ہو۔"
 سونیا نے اسے ایسے دیکھا جیسے کوئی ہندی کی لڑکی
 ہو۔ پھر اس نے شکر سے کہا "کیا رس وقتی کی بیٹی ہے؟"
 معلوم نہیں کس کسٹی کو فریاد پر مارجا ہے۔ یہ رومانہ عیبی
 کے لیے عرض فریاد کا سامان ہوتی ہیں۔

شکر نے جواباً "دیوی تمہاری سوچ کو پڑھ سکتی ہے۔"
 لیکن یہ رومانہ ہندی اور اردو نہیں جانتی ہے۔ اس میں اس کا
 علم ہے۔ یہ فریاد کے لیے ہانگ کا رنگ سے یہاں آئی ہے۔
 "میں اس کی دیوانگی کو اس کھنڈر میں دفن کر دینا
 شیخو نے سنا ہے۔" سونیا نے کہا "ایسا ہو جلتے تو یہ
 ایک میدان میں دو خاروں میں رہ سکتیں۔ ایک ہی
 (پاک، زندگی گزارنے والی دیوی کی ملک ہے کہ فریاد کے
 ہی جیون ساتھی ہوگی۔ تم دونوں فیصلہ کر لو کہ تم میں سے

باز زندگی گزارے گی۔ فیصلے کے بعد جو زندہ رہے گی میں اسے
 کے پاس پہنچا دوں گا۔"
 اس کی بات ختم ہوتے ہی "ہا۔ ہنپ۔ ہنپ" کی آواز
 آئی۔ رومانہ دونوں ہاتھوں سے گلابازیاں کھاتی جتنا شک
 روت دکھاتی ہوئی سونیا کے اطراف دائرے کی صورت میں
 ہتی تھی۔ سونیا اس کے رٹنے کے انداز سے واقف نہیں
 رہ سکتی تھی۔ اس کے منہ پر ایک زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ پھر
 راتی ہوئی ایک پتھر کے پاس جا کر ٹک گئی۔

اس کی آنکھوں سے دھوا سا خون نکل آیا تھا۔ وہ اپنی ہتھیلی
 پہ ٹوک لڑ پختی ہوئی اور غرق ہوئی بولی "یہ بی، موت
 دینا سے دامن چھڑا کر رکھا گئی ہے۔ میں آخری وار ٹنگتی تھی
 جاگ جاگ۔ یہاں سے بھاگ جا۔ مجھے تیری چوستی جوانی پر
 اڑا ہے۔"
 "ہا۔ ہنپ۔ ہنپ۔۔۔ جتنا شک کی چیک پھری شروع
 ہوئی۔ وہ سونیا اور پتھر کے اطراف دائرے کی صورت میں
 ہتی تھی۔ اس بار سونیا نے گری نظروں سے جائزہ لیا کہ وہ
 کس کی ایک دائرے کی تکمیل کر رہی ہے۔ اس نے دل ہی دل
 میں لگے لگے پھر ایک ہی پتھر بٹک لگا دی۔ فضا میں اچھتی
 تھی ہوئی پتھر مارنے کی طرف تھی۔ لیکن گراہ کے ساتھ
 مارا پتھر اس کے فزق پر گر پڑی۔

اسی سخت پتھر میں آئی تھیں کہ وہ فوراً ہی زائچہ کی رومانہ
 ان ہاتھ کر کے ایک پتھر کی ہندی پر کھڑی ہوئی تھی۔ کون
 اسے کھنڈر کی کون سی لکڑی ہندی تک اس کے اگلی اگلی پتھی
 ان کے منہ پر چھوڑ کر رکھ دے گی۔

دیوی رعونت سے بولی "مجھے سمندر کی لڑکی نے لٹھا
 فریاد کے زائچوں نے سمجھا لا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ فریاد
 بھلا کا دل کے۔ میں اب بھی ہمیں زندگی کی خیرات دیتی ہوں
 لٹھلٹھا جاؤ۔"

سونیا نے کھڑکی پر گھومی۔ پھر اپنے گسے بندھے ہوئے
 ان کو کھولی ہوئی بولی "فریاد ایک نرس ہے جو مرنے کے بعد
 اس سے اتر آئے۔ اب میرے قریب آ کر دیکھ کر میں یہ نشہ
 کھڑے ذہن سے آتاری ہوں۔"

شکر کو اس نے اس کا رت کا پانی آنکھوں پر بانڈ لیا۔ رومانہ
 راتی سے دیکھ رہی تھی کہ وہ اندھی گولن رہی ہے، اور
 لڑا تھا کہ وہ بند آنکھوں کی تاریکی میں اپنی ساری توجہ صرف
 لڑا لڑا کر رہا ہے۔ وہ جو جتنا شک کے رتبہ دکھاتی ہے

توان کر توں کے قریب میں نہیں آتے گی۔
 پھر ایک بار جنگ کا آغاز ہوا۔ تاریکی میں "ہا۔ ہنپ۔ ہنپ۔"
 کی آواز ہی آ رہی تھی۔ سونیا کڑے کا پوزے بنا کر چپ چاپ کھڑکی
 کھڑی ہوئی پھر سونیا نے تھی۔ وہ کبھی دانتیں کبھی ہانپیں کبھی آگے
 اور کبھی پیچھے ہٹتی تھی۔ پھر وہ بڑی برق رفتاری سے سونیا کے
 پیچھے آئی۔ اس کے ساتھ ہی کڑے کا ہاتھ چل گیا۔ رومانہ کی چیخ سنانی
 دی۔ وہ نکلیصت کی شدت سے دو سری چوری تھی۔ اسی وقت
 سونیا نے اس کی کلائی تمام کر اپنے شان پر اسے اچھلا پھر ایک
 طرف پھینک دیا۔

رومانہ گولن اور پتھوں پر چڑھتی ہوئی جاری تھی۔ شکر
 نے بے اختیار چیخ کر کہا "ارے وہ اندھے کون ہیں کہ نہ جاری ہے؟"

سودھی

نے شاید اسی لئے جنگ کا اہتمام کیا تھا
 کہ میری دو چاہنے والیوں میں سے ایک
 زندہ رہے اور دوسری میرے خیال سے باز آ کر کھجکا جاتے یا مر جاتے
 جب شکر نے اپنے اختیاراً چیخ کر بتایا کہ رومانہ اندھے کون ہیں میں گریونالی
 سے تو ان اکہدم سے تڑپ گیا۔ پھر چیخ کر میں ذبحی کو مخاطب کیا:
 "رومانہ کو کچھ آگے بڑھ کر مجھ کو ٹھیک کر دینا۔ تمہارا دشمن بن جاؤں گا؟"
 اس وقت ذبحی کی سوچ نے کہا "اچھی نہ رہی ہے۔ رومانہ کو تو
 سونیا مار رہی ہے، تم میرے دشمن کیوں ہو گے؟"

"یہ تمہارے تمہی کہہ رہی ہو۔ سونیا سے کہو کہ وہ اپنی آنکھوں سے
 ذبحی بٹھاؤ۔ نہ زور دیکھ سکتی ہے، نہ زور مانو کے متعلق سوچ سکتی ہے۔
 کچھ بہت تو پھلنا چاہتے کہ رومانہ کس حال میں ہے؟"
 میری بات ختم ہوتے ہی رومانہ کی زندگی کے آواز پڑے۔
 بیٹے میں نے بدلہ لیا، میں تو تیرے نہیں دی تھی۔ اب میں نے سونیا کی سوچ
 کے ذریعہ معلوم کیا کہ وہ رومانہ کی جو جھک کر رہی ہے یعنی وہ اندھے
 کون ہیں، میں کرنے سے بچ گئی ہے۔
 اس وقت ذبحی نے میری سوچ کو سونیا کے دماغ تک محدود رکھا
 تھا، میں نے کہا۔ "ارن۔ ذبحی آجے رومانہ کے دماغ تک پہنچاؤ؟"
 مجھ سے اس نے کہا "رومانہ کی جھپٹی سوچ میں میری
 گرفت میں نہیں آ رہی ہیں، جس طرح تمہارے منہ کی با آرزو بولنے پر
 مجبور کرو تو میں نہیں رومانہ کے پاس پہنچاؤں گی؟"
 یہ بات رومانہ کے مفید تھی کون ذبحی اس کی زبان نہیں
 جانتی۔ میں نے کہا "رومانہ ہمارے زبان، بالکل ہی نہیں بولی سکتی ہیں
 اُسے بولنے پر مجبور نہیں کر سکتوں گا؟"
 میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ تم نہیں چاہتے کہ رومانہ کا دل مٹے میری
 گرفت میں آئے؟

”تم جو چاہو سمجھ لو۔ فی الحال ان دونوں کا جگہ پر اتھم کرو۔ میں ان سے ملوں گا؟“
 ”تم کہیں ایک سے مل سکو گے۔ بلو کیسے چلتے ہو؟ سوئیگا بلو زمانہ کو؟“

وہ سمجھے اچھا رہی تھی۔ میں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دے سکتا تھا جو میرے لئے مرنا جاتی ہوں، میں ان کے لئے زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ زندگی نے کہا: ”میں بھی طرح طرح کی کھجی ہوں کہ تم کسی ایک کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکو گے اور نہ ہی مجھ پر وہ حالات ہیں ان کی مدد کر سکو گے۔ چلو! انہیں آپ میں فیصلہ کرنے دو۔“ آٹھ مہینے بند کرو۔ میں تین وہاں لے جا رہی ہوں۔“

میں نے انہیں بند کر دیں۔ میں اس وقت وہاں مانگ رہا تھا کہ سوئیگا اور ڈیوڑھی کو قتل آجائے۔ کم از کم وہ یہ سمجھ لیں کہ ان میں سے کسی کی بھی جان جانے کی طرف ہلکا دھمکنا نہیں ہے۔ کاش مشکل یہ ہے کہ عورتیں انہیں سوئیں گے اور اسٹینٹ نہیں کرتی ہیں!

میں پھر سوئیگا کی بندھا کھولنے کے لیے بیٹھ گیا تھا۔ وہاں تاریکی ہی تاریکی تھی اور وہ گھبراہٹ کی بوجھ میں ڈری تھی۔ اس کے سونکنے کی جین بتا رہی تھی کہ رومانہ قریب آگئی ہے۔ اسی وقت سوئیگانے فلائنگ گنگ ماری۔ ایک باہر رومانہ کی گراہ مٹائی دی۔ وہ ڈوبتی گئی تھی۔ سوئیگانے اپنی کھوپڑی پر سے اسکاٹن کو مٹا دیا۔ رومانہ چند قدم کے فاصلہ پر پھینرتے بدلے ہوئے نظر آ رہی تھی۔ سوئیگانے کہا: ”تم بڑی سخت جان ہو اور میرے یہ دو گئے دشمنوں کو سٹلا دیتے ہیں؟“

”میں پچھتے سے سمندر کی لہروں سے کھینچ آئی ہوں، میں تھکنا، لہنا اور جڑنا نہیں جانتی؟“
 سوئیگانے مسکرا کر کہا: ”تو میری ڈھمکے بڑا کروڑا ڈانٹا کرین میری یہ دعوت قبول کر لگی ہے؟“

”فرود آؤ زمانہ نے اپنے دو دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے سوئیگا بھی تڑپا آگئی۔ دونوں کے پیچھے آپس میں مل گئے۔ دونوں انوکھائی کرنے لگیں۔ تب سوئیگانے آہٹ بھئی کہہ: ”تہیں انگریزی کے علاوہ کوئی دوسری زبان آتی ہے؟“

”وہاں نے جانے باقی زبان میں جواب دیا۔ سوئیگانے جوابا کہا: اب رہی دفع اور شکر ہماری باتیں نہیں سمجھ سکیں گے۔ اب ذرا عقل سے کام لو۔ کیا تم بھی وہی ہو کہ میں مار ڈالنے سے پہلے تماشہ کر رہے ہیں؟ ہم میں سے جو زندہ بچے گی، وہ بھی نہ بچ سکے گی۔ سوئیگانے نے کہا: ”یہ بات میرے دماغ میں آئی تھی۔ مگر پھر ایک ہی دھن سوا ہے کہ کسی طرح شمشاد کو بچھڑ جائیں؟“
 ”یہ ہون چکے تھے میرے اور ہم دونوں اسی جنون میں تھم

سو جا رہی تھی؟
 شکر نے قریب آتے ہوئے پوچھا: ”اسے تم دونوں میں زبانیں کبواں کر رہی ہو؟“

”ابو اس صورت زبان سے نہیں، باہتوں سے میری باتیں ہوتی ہیں۔ قریب پہنچتے ہی سوئیگانے ایک ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ تھکا ہوا لڑکھنڈہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ سوئیگانے ماری باہر جھلنے لگی۔ اس وقت ان کے دماغی جڑ کا پہچانیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے کسے کسے کھام کھام لگتی تھی۔“

شکر کو سنبھل کر دیا اور نکالنے کا موقع مل گیا۔ اس کے منہ پر ہاتھ پٹی کی آواز ابھری۔ دوسرے لمحے گولی چلنے لگا اور گونجی۔ لیکن اسی دوسرے لمحہ رومانہ نے دیا اور پڑھ کر ڈالی۔ دیا اور گولی اگلا ہوا آسمان کی طرف گیا، پھر زمین پر آگیا۔

اس کے بعد ہی میرے دماغ کی اسکرین اندھی ہو گئی۔ میں نے اب میری سوچ کا سہارا نہیں بن سکی تھی۔ وہ شکر کی مخالفین کے سلسلہ میں مصروف ہو گئی تھی۔ میں نے رس دینی کو دیکھا اور اپنا نہیں ملا۔ یقین ہو گیا کہ وہ فی الحال مجھ سے غافل ہو گئی ہے۔

میں فوراً اپنی بیگ سے اٹھا۔ پھر ڈیوڑھی اور ہاتھ دوانے لپکا گیا۔ سوئیگا اور رومانہ کی سلامتی کے لئے میں یہی کر سکتا تھا کہ شکر کی مدد کر کے نیا موقع بنادوں۔ اس وقت وہ سوئیگانے کے سے کھیل سکتی تھی۔ مگر رومانہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اگر اسے سا جینکا بھی پہنچا سکتی تو... دوسری طرف سوئیگانے اسے جھک کر دیتی۔

میں دواڑھ کھول کر کارڈ میں آ گیا۔ دوسری طرف ایک کارڈ اڑھ نظر آیا۔ میں نے اسے آہٹ بھئی سے کھولا۔ وہاں وہ ڈھکے پر پہنچی رہے، آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ شکر پہنچی ہوئی تھی۔ دواڑھ سے قریب ایک صحت مند جوان اس کا ہاتھ لپکا تھا۔ اس نے مجھے گھور کر دیکھا پھر ہاتھ باہر اشارت اس میں باہر چلا جاؤں۔ میں نے انکار کرتے ہوئے اشارت سے اسے پاس بلایا۔ اس نے جھلا مٹ کا اظہار کیا۔ پھر وہ قہر سے باہر گیا۔

”کیا تہیں نہیں معلوم کہ ایسے وقت دلیوی کو دوسرا کیا جاتا ہے؟“

میں نے اچانک ہی اس کے بیٹھ میں گھونٹ مارا۔ دوسری طرف اس کی ناک پر پڑا۔ وہ کافی ہیچ اور تھا۔ مار کھانے کے باوجود سر سے ایک گھبراہٹ سے بھری تھی۔ میں نے دیکھا، اٹھا، پھر وہ لگا۔ وہ دوسری گھبراہٹ سے لے آیا۔ میں نے جھل کر ایک طرف نیتجہ کے طور پر وہ منہ کے بل دیوار سے ٹکرایا۔ میں نے اسے

اتنی زور سے اُست دیوار کے ساتھ ٹکرایا کہ وہ چیخ مچی نہ سکا۔ جاؤں۔ زبش پھیل گیا۔

میں نے شکر کو اٹھائیں کہ کیا کہہ دوں اور آرم کر رہے گا۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ زبش پرستور وہاں مارتے ہیں تھی شاید اس کا ماتحت شکر ابھی تک سوئیگا اور رومانہ کے منہ میں تھا۔ بیٹھ ایک بیٹل کا گلدان اٹھایا پھر وہ بے قدموں چلتا جو اس زبش کے پاس پہنچ گیا۔ اب اس کی کھوپڑی کھونٹے والی تھی۔

اس نے میری بیٹی بیٹھی کو قہقہاں پہنچا تھا۔ میں بہ ترس نہیں لگا سکتا تھا جب کہ وہ بے حاشین تھی۔ میں نے صرف یہ لپکا گیا کہ اس نے سے حملہ نہیں کیا۔ کیونکہ پیشانی پر جو آئی تو نہیں کھڑے پر دانت لگ جاتا۔ میں ایک حسین شاہنشاہ کو بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے اس کے کچھ حصہ پر زبردگی مرتب لگا کر۔

”ہم آہ آہ... اس کے حلق سے کیناگ آواز نکلی جس کے دیتے پھیل گئے۔ پھر وہ منہ کے بل زبش پر لڑھک گیا۔“
 میں نے اس کی ناک کے پاس ہاتھ رکھا جس کی کسانوں کو عروس کرنا چاہا۔ کچھ عرصے میں نہیں آیا کہ وہ زندہ ہے یا مردوں میں شامل ہو چکی ہے۔

صاف ناک پر ایسا ظلم کرنے کے بعد مجھے انہوں میں لپکنا وہاں بیٹھ کر انہیں دیکھ کر نیا موقع نہیں تھا۔ میں اسے چھو کر دواڑھ تک آیا۔ ایک صحت سوری ہو والی نظر اس پر ڈالی پھر کارڈ میں آ گیا۔

رس دینی کا محاذ پر آتے ہوئے زبش سے اٹھنا چاہتا تھا۔ میں اس کے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ وہ پھر زبش پر چھل پڑنے لگا۔ میں دوسری ٹھوکر مار کر اسے ٹھنڈا کر دیا پھر اس کی تلاش لینے کے لئے اس کی جیکٹ کھولی تو بغلی طور سے ایک جینا سا بپڑ مل گیا۔ میں اسے جیب میں رکھ کر تڑپ سے چلتا ہوا زبش سے آیا۔ بیٹھے ہلے کیے تو گولی کی باتیں کرنے لگا اور آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ خطرے سے خالی نہیں تھا اس لئے میں وہاں سے بیٹھ آیا۔

پھر اسی کارڈ میں سے گزرتا ہوا اس کمرے میں آیا یہاں باگھی میں کھانے کی میز تھی۔ میں نے بالکونی سے جھانک کر دیکھا۔ وہاں سے ہر اچھرا لانا پھر نہٹ نیچے تھا۔ بالکونی سے ٹھنڈے کے بعد زبش مصروف آٹھ منٹ کے فاصلے پر رہ جاتی تھی۔ میں وہاں سے لنگ کر آسانی لان میں پہنچ گیا۔ ایک شخص وہاں کارڈ کے صفائی کر رہا تھا۔ میرے کونے کی آواز پر چونک کر اس نے مجھے دیکھا۔ شاید وہ مجھے ذہنی کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔ اس لئے میری آہ حرکت پر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

میں نے اس کی جانب بڑھے۔ ہونے سے مسکرا کر کہا: ”بھیلو! تم شاید ڈراؤ اور ہر وہ“

اس نے اشدت میں سر ملایا کر دیکھا: ”میں کون ہوں؟“
 میں نے بالکل قریب پہنچ کر بپڑ لنگال کیا۔ میں تہاڑو سے ہوں۔ تم مجھے دشمن بھی بنا سکتے ہو؟

میں نے دیکھ کر کارڈ کا دروازہ کھولی کہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اپنی زندگی کے عزیز نہیں ہوتی۔ وہ اگلی سیٹ پر سے کھسکتا ہوا اس کے رنگ کے پاس بیٹھا گیا۔ میں نے اس کے پاس بیٹھ کر دواڑھ بند کر دی۔ اس کے بعد گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھے۔

ادری منزل میں رس دینی اور اس کے محافظ پر کیا بیٹھ گئی تھی۔ اس کا علم ابھی کچھ نہ تھا۔ اس لئے میرے فرار کے بارے میں کوئی پتہ نہیں ہو رہی تھی۔ پتہ کیٹ پر لگا ہوا دوران اس دوران کو اپنی طرح جانتا تھا۔ اس لئے اس نے کچھ پوچھے۔ پتہ کیٹ کھول کر گزرنے کی اجازت دے دی۔

کچھ دور چانے کے بعد میں نے ڈراؤ سے کہا: ”وہ جو سلنے کھنڈرات نظر آ رہے ہیں، مجھے وہاں سے چلو؟“
 اس نے پوچھا: ”کیا تم ذہنی ہو جسے دلیوی نے مہمان بنا کر رکھا ہے؟“

”رکھا تھا۔ اب تو میں اس کی مہمان نوازی سے بجات پا چکا ہوں۔ کیا تم اسی تجزیے میں رہتے ہو؟“
 ”میں استنبول کا رہنے والا ہوں۔ اس عمارت کو دلیوی کے آؤں نے خرید لیا ہے۔ میں یہاں کچھ عمارت سے ملازم ہوں۔ اب تہاڑی وجہ سے یہ ملازمت بھی ختم ہو چکی ہے؟“

”نہ کر کرو، میں تہیں ان سے زیادہ قسم ڈون گا؟“
 ایسا کہتے وقت مجھے یاد آیا کہ میری جیب خالی ہے۔ اس بیٹی ملک میں کہیں سے قسم حاصل نہیں کر سکتا۔ بیٹی بیٹی کی صلاحیتوں نے فی الحال اس کا پھول پھول دیا تھا۔ میں کسی کے دماغ کی تجزیہ کھول کر منہ مانگی دولت حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت مجھے اپنی بیٹی کا حال پتہ نہ تھا۔ اب میں ایک نام سا آ رہی تھی۔ اس ڈراؤ پر تو ایک ڈالو دینے کے قابل بھی نہیں رہا تھا!

ڈراؤ بھرتے کہا: ”تم کون ہو؟ کہاں رہتے ہو؟“
 ”یہ مسلمان ہوں اور پاکستان سے آ ہوں؟“
 اس نے چونک کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا: ”انگریز! میں بھی مسلمان ہوں۔ میرا نام فرزان بیگ ہے۔ میرے مسلم دوست کا نام کیا ہے؟“

”فرزان بیگ! میں ان ہندوستان کیوں سے حال میں ہیں؟“
 ”اب انہیں میرے نفلہ کا علم ہو گا تو وہ پھر میرے پیچھے پڑ جائیں گے؟“

”مجب ہے کہ وہ تمہارے دشمن کیوں ہیں۔ لپٹا پڑو وہ لوگ

وہ بے بسی سے پہلو بدل کر نبولی، جھٹک سے، استنبول پہ
 کرے مشق کرتے رہتا، ابھی بھلی بھی کیا ہے؟
 کیسی باتیں کرتے ہیں؟ آن وقت تک رس ذہنی میں شکار
 نے گی لیکن جتہ نہیں وہ اب تک خاموش کیوں ہے؟ وہ کافی وقت گزار
 چکا ہے، وہ اتنی دیر تک بے ہوش نہیں رہ سکتی؟
 وہ طنز سے انداز میں بولی، "وہ تمہاری یاووں کے نشے میں
 مدہوش ہوئی؟"

میں اٹھ کر مڑنے لگا۔ وہ فوراً ہی آگے بڑھ کر میرا راستہ روکتی
 ہوئی بولی، "کہاں جا رہے ہو؟"
 "میں لالچ کے مانگ سے پوچھوں گا۔ راستہ لیاؤں کے پاس
 موم بیٹیاں بل جائیں؟"

وہ میری گردن میں ہاتھیں ڈال کر بولی، "تم آرام سے بیٹھو،
 میں موم بیٹیاں لے کر آتی ہوں؟"
 میں نے کہا، "پہلے میں اپنے کسی بچے کو کرنا چاہتی۔
 میری مہلا جیتیں مجھے وہیں ملے گی تو پھر میں وہ سنی ہوں اس طرح
 پر لٹاؤں نہیں کر سکتی؟"

وہ کہنے سے اسی طرح گئی، میں بے ہوش ہو کر رہ گیا۔ ایسے
 وقت میں اپنے چہرے اور ان کی سوچیں پڑھا کرتا تھا۔ وہ جہاں بھی
 ہوتے، ان کی غیر حیرت وراثت کو لیتا۔ لیکن اس مزاحمت اور
 گزیرنے کی طرح تھا، جس کی تارک گہرائیوں میں چھپی ہوئی تھی۔ یہی
 کو میں دوبارہ دریافت نہیں کر سکتا تھا۔

میرا ذہن اُدھر اُدھر جھٹکتا جھٹکتا کھلی، زمانہ متعلقہ میں کہتی۔
 نے شگ موت کسی سے غافل و مروت نہیں کرتی۔ بے شک بڑے شہ زلف
 کو میں نے یاد دلائی ہے لیکن میں جہاں جاتی میں اٹھنے والی نہیں ہوں۔
 میں نے عسوں کی ایک اس طرح زمانہ کے متعلق سوچنا یا تو
 باگل ہو جائی گا، یا پھر وہ سب و ماٹ موجودہ خطرات کے متعلق سوچنے

اور اپنی حفاظت کی تدبیر کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ یہ سوچتے
 ہی میں زمانہ کے تقاضے سے فی الحال چھپا چھپنے کوئی کوشش کرنے لگا۔
 اس وقت پتہ چلا کہ وہ اپنے بس میں نہیں ہوتا۔ سوچنے کی
 لہروں میں ادھر سے ادھر اُدھر گرتے جا رہے۔ میرے ماٹ نے کہا، "زلف
 اب انسانوں... کی کیفیتاں کو سمجھو کہ تیب وہ اپنے عزیزوں سے
 چھپنے میں تو یقینی ہوتی ہے لیکن اس طرح زندہ رہنے ہیں۔ وہ اپنے
 عزیزوں کے لئے رہنے ہیں، تڑپتے ہیں، جیسے بے یوں تڑپ رہی
 ہوگی۔ وہ تمہارے متعلق... ہے جیسے ہوتی ہی ہاتھ نہیں جانتی
 سنی۔ اب تم بھی اندھے ہو۔ اسے خیال خرابی کی آنکھ سے نہیں دیکھ
 سکتے...!"

میں بے بسی سے کو میں بدلنے لگا۔ نیلی بیٹی کے بڑے رنگ

رہتا جیسے میرا کام سر و ماٹ سے خالی ہے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔
 سوتیا ابھی تک وہاں نہیں آئی تھی۔ میں لیوں سے نکل کر مڑے پر آیا
 کہیں گی، دوسری طرف سوتیا رنگ کے پاس کھڑی تھی۔ اس کی
 پشت میری جانب تھی، وہ مجھے نہ دیکھ سکی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ
 وہ کوئی چیز باقی میں چھیدک رہی ہے۔
 اس نے کیا چھینکے؟

میرے ذہن نے سوال کیا۔ میں فوراً ہی کہنے کی آڑ میں آگیا۔
 سوتیا جب میرے پاس سے گئی تھی، تمباکو کے باغوں میں کچھ نہیں تھا،
 پھر اس کے باغوں میں کیا تھا؟ جسے اس نے ہائی کی گہرائیوں میں
 چھیدکے دیا تھا؟

میں وہ پاؤں آگے بڑھ کر زینے سے اترنے سے پہلے زمین کو
 طرف جانے لگا۔ لالچ کے ملازم اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔
 لالچ کا مانگ ان سے کچھ کہہ دیتا تھا۔ سہروہ وہی کی بول منہ سے نکل کر
 پینے لگا۔ میں نے قریب جا کر پوچھا، "آپ کے پاس موم بیٹیاں ہوں؟"
 وہ نے کئی، اس نے بول منہ سے مل کر پوچھے گئے موت دیکھا
 پھر مجھے دیکھنے ہی چوک کر بولا، "کیا کہا تم نے؟ موم بیٹیاں؟ اہ
 تو وہ لالچ میں موم بیٹوں کا کیا کام؟ سوری..."

وہ پھر پینے لگا۔ میں نے سہرا پینے سے کہا، "ہاں جب وہ
 گئی ہے تو تمہارے پاس نہیں ہوسکتی۔ میں نے یہاں آئے ہیں دیکر
 دی۔ ورسل وہ وہ چھڑے۔ وہ موم بیٹیاں جہاں جہاں ہوتی ہے۔
 مجھ سے غلطی ہوتی کہ میں نے آپ کو پہلے نہیں بتایا؟
 وہ میرا ف سے دیدے چھڑا کر دیکھنے لگا، کیا وہ وہی ذہنی
 مر لیتے ہے؟"

ہاں، ہاں تو وہ مارا دیتی ہے، مرے موم بیٹیاں جہاں
 کاٹھنڈے۔ ایسا خبر دے کہ وہ بھاری سے بھاری قیمت ادا کر کے بھی
 موم بیٹیاں تلاش کر لیتی ہے؟

اس نے تیزی سے مل کر کہا، "ہاں۔ ہاں۔ اس نے ایک بیٹی
 موم بیٹوں کے چھپاؤ ڈالے اور لے گیا۔ اسے آج میں نے کسی کو اتنی
 سہیگی موم بیٹیاں خریدنے سے بھیجتے تھیں دیکھا۔ اگر میرے پاس...
 مزید بیٹیاں ہوتے تو میں انہیں بھی وضاحت کر دیتا؟
 کیا آپ کے پاس اور موم بیٹیاں ہیں؟"

کہہ تو رہا ہوں کہ اگر وہ تو میں ساری کی ساری اُسے
 فروخت کر دیتا۔ وہ بہت سی لاک ہے۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ آپ اگر
 موم بیٹیاں طلب کریں تو میں کہہ دوں کہ لالچ میں موم بیٹوں کی کوئی
 ضرورت نہیں ہے، اس لئے تمہارے پاس نہیں ہیں؟
 بہر حال میں ابھی اس سے موم بیٹیاں چھین کر ہائی میں چھینک

دونگا؟

میں وہاں سے علاحدہ اور پھر شہن سوتیا مجھے تلاش کر رہی
 تھی۔ مجھے دیکھنے ہی اُس نے کہا۔ "کہاں چلے گئے تھے؟"
 وہ مجھے لہجے میں موم بیٹوں سے دیکھنے کی سزا دے کر معلوم کرنا
 چاہتی تھی کہ لالچ کے مانگ نے کہاں بول تو نہیں بھولی دیا میں نے
 سنا ہے ہوئے کہا، "میں ہمیں تلاش کرنے بیچے گیا تھا۔ کچھ باغوں
 میں ہی کے لئے بھی پوچھا۔"

وہ مدھی سے بولی، "میں انکار کر رہا ہوں؟"
 میں نے کہنے میں داخل ہوتے ہوئے کہا، "ہاں، لالچ کا کہہ رہا تھا کہ
 میں موم بیٹوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی چیز میں وہ نہیں
 کچھ..."

وہاں، مجھ سے بھی یہی کہہ رہا تھا؟
 میں نے کوم کر سوتیا کے منہ پر ایک طباخہ رسید کیا۔ وہ گہرا
 لہجے دیکھنے لگی، میں نے کہا، "سچا میں ڈالوں میں موم بیٹوں کا ایک
 بیٹ... اور وہ بیٹے کچھ شرم کی تہ میں بیچے گیا ہے؟
 وہ ڈھٹائی سے بولا، "ہاں؟"

میں نے غصے سے کہا، "اب مجھے تمہاری سائنٹوں کا علم ہو
 گیا ہے، تمہیں چاہتیں کہ میں تمہاری سوچے پڑھ کر تمہارے چہرے پر
 لڑائی کی قاتلہ کا چہرہ دیکھ سکوں؟
 یہ جھوٹ ہے؟ وہ پوچھ کر بولی، "میں نے زمانہ کو قتل نہیں
 کیا؟"

میں نے پھر ایک طباخہ زبرد کر کے ہوئے پوچھا، "نیلی بیٹی جوتی کے
 بیڑوں، تمہارے جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھوں؟"
 وہ بڑے سہل سے بولی، "مجھ پر اٹھنے والے پھنڈوں کو میں تو لڑیا
 کرتی ہوں۔ مگر میرے جسم و جان کے مانگ ہو۔ مجھے مار ڈالو گے،
 یہ بھی اہت نہیں کروں گی؟"

میں نے کہا، "تمہاری سوتیا نے لالچ کو مجھے موم بیٹیاں نہیں ملنے گئے؟
 وہ آگے بڑھ کر شہن پائی، پھر منہ کے ذمے سے لپٹ کر بولی۔
 انہیں لڑو، اُس کے لئے نیلی بیٹی کا خیال دل سے نکال دو۔ اس
 کو میں شہن کی وجہ سے تم دوسری برائیوں کے دل و دماغ جیت لیتے
 ہوا رہتے ہے، مگر میں جانتے ہوں۔"

میں نے اسے ذمے سے الگ کرتے ہوئے کہا، "میں تمہاری
 قوت کی قدر نہیں کر سکتا کیونکہ تم نے زمانہ کے پاس ایک قدرتی
 نہیں سوچا کہ اس لڑکی نے میرے لئے کتنی قربانیاں دی تھیں؟
 "زلف! میں تمہارے پیار کے قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے زمانہ کو
 قتل نہیں کیا ہے۔ نے شگ میرے دل میں صد کا خنجر تھا لیکن
 نے بڑا راستہ نہ کر سکا، مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اسے جان سے مار ڈالتی
 لڑو زندہ رہتی تو میں ضرور اسے تمہارے راستے سے جھٹکا دیتی کوفی

237

یہی تدبیر کرتی کہ وہ تم سے کبھی نہ مل سکتی؟
 "تم یہی تدبیر کر رہی ہو کہ میں نیلی بیٹی جوتی کی طرف واپس جاؤں
 اور نہ ہی گتہ زمانہ تک پہنچ سکوں؟"
 "نسر ماؤ! زمانہ کی اجاگ موت نے تمہارا اعتماد مجھ سے
 اٹھا دیا ہے۔ ورنہ میں جانتی ہوں کہ نیلی بیٹی جوتی علم ہی اب تمہیں مرنے
 والی تک نہیں پہنچا سکتے گا۔ مجھے یہ سوچ کر نہیں کا احسان ہوتا
 کہ تم مجھ پر اندھا لیت کر رہتے تھے، اب نہیں کر رہے ہو؟"

"میں فی الحال ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ تم نے
 مجھے موم بیٹوں سے کون محروم کر دیا؟"
 وہ ایک کراس سائے لے کر مجھ پر بیٹھ گئی، پھر کہنے لگی، "وہی
 رس ذہنی نے آج مجھ سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا۔ اس نے مجھے
 بتایا کہ تمہارے دماغ کو زبرد بنا دیا گیا ہے۔ اگر میں وہی کو اس بات
 کی ضمانت دوں کہ میں نہیں کبھی نیلی بیٹی جوتی کی طرف جاننا موقع نہیں
 دوں گی تو وہ مجھے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع دے گی؟
 وہ کہنے لگی، "میں نے پوچھا۔"

"ایسے کہ وہ مجھے تمہارے ساتھ اپنے علاقے میں لے جا کر چھوڑ
 دے گی جہاں کوئی جوان لڑکی یا جوان عورت نہیں ہوگی البتہ لڑھی
 عورتیں اور مرد ہوں گے۔ وہ بہت ہی خوبصورت علاقہ ہوگا۔ وہاں
 ہم اپنی بقیہ زندگی گزار سکیں گے؟"

"میں اپنی زندگی کا آخری حصہ اپنے وطن میں گزاروں گا۔ جہاں
 یہ بعد کی باتیں ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے رس ذہنی کو کیا جواب دیا؟"
 رس ذہنی میرے دل کی بات کہہ رہی تھی، میں راضی ہو گئی۔
 لیکن اس کی سزا لگنے تھیں کہ میں نہیں دوبارہ نیلی بیٹی جوتی کی طرف
 جانے دوں۔ دوسرے یہ کہ زمانہ راستے میں آئے تو میں اسے
 قتل کر دوں؟

وہ ایک ساحت کے لئے چپ ہوئی، پھر بولنے لگی، "مجھے اُس کی
 پہلی شرط منظور تھی کہ میں شمالی خرابی کا دوبارہ علم حاصل نہیں
 کرنا چاہتی۔ تمہارے اس جملے کی وجہ سے میں نے بڑی مہمیں اٹھائی
 ہیں۔ تمہیں حاصل کرنے کے لئے ملتا بارہ شمالی کیم کے مانگ باکر
 آتی ہوں سچ پوچھو تو اب میں تمہارے کسی کو شہن تمہاری
 تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں؟"

میں نے اس کی تلاش کو نظر انداز کر کے پوچھا، "تم زمانہ کی ہلا
 کے متعلق بتاؤ؟"

"میں نے اس کی دوسری شرط ماننے سے انکار کر دیا میں نے
 رس ذہنی سے کہا، "میں سچ سے کسی لڑکی کو فریاد کے قریب بد اشتہا نہیں
 کر سکتی لیکن جب بھی فریاد کرتے ہیں گے گا کہ میں نے زمانہ کو ہلاک
 کیا ہے، تو وہ مجھے کبھی سزا نہیں دے گا؟"

237

میں اس نے یہ بے وقوفیوں پر غصہ کیا اور کہا کہ وہی لاؤ بیچ میں
 بیچ گیا۔ کوئی آہستہ آہستہ بائیں کر رہا تھا اس آواز کی سمت چہ قردوں
 سے بڑھا ہوا ایک کھڑکی کے پاس پہنچ گیا۔
 کھڑکی پر پردہ پڑا تھا اس میں کسی کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ایک
 مرد کی آواز سن سکتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: دادام! اگر آپ عین وقت
 پر پہنچیں تو میرا حرام کا پلٹے ہوئے شوٹ کر دیتا میں مگر منہ سے آپ کا
 شکریہ ادا کروں؟
 سونیا کی آواز سنائی دی: پاشا تم بار بار شکریہ ادا کرنے میں
 میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ باہر میرا ساتھی میرا انتظار کر رہا ہے لہذا
 پہلے گاڑی کی بات سمجھ لو!
 میں سب سمجھ گیا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں میں کل صبح ہی
 آپ دونوں کو مہربانستان پہنچا دوں گا۔ میرے پاس کتنے ہی چھٹی
 پاسپورٹ ہیں!
 وہ پاشا: تم میرے رشتہ دار نہیں سمجھتے تھے؟
 میں: کیوں نہیں مار رہا ہوں۔ میرا وہ ہڈی ایسا ہے کہ
 میرے پاس جہلی پاسپورٹ ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ میرا وہ ہڈی ہے
 کہ.....
 میں: آگے ڈالو۔ اس سے پہلے کہ میں اپنے ساتھی کو یہاں ٹلا کر
 لاؤں، تم ایک ضروری بات سن لو۔ اگر میرا ساتھی موم بتیاں مانگے
 یا میں تم سے مانگوں تو کہہ دینا کہ تمہارے گھر میں نہیں ہیں؟
 میں: وہ قردوں لاؤنگے کے آخری سر سے پہنچ گیا کیونکہ سونیا
 اب مجھے ٹھکانے کے لیے نیچے جانے والی تھی۔ میں لاؤنگے کی رنگ لگ کے
 دوسری طرف جا کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت سونیا اور بات کر کے
 سے باہر آئے۔ پاشا نے کہا: آپ اپنے ساتھی کو کھڑکی سے جھانک کر بھی
 بٹھا سکتی ہیں؟
 سونیا نے کہا: اتنی عقل مجھ میں بھی ہے میں جانتی ہوں کہ
 میرے نیچے جا کر والوں نے انہی تمام موم بتیوں کو کسٹور میں چھپا
 دو جاؤ جلدی کرو!
 پاشا کرنے میں واہیں پہلے گیا۔ سونیا زینے سے اترتی ہوئی
 اوجھل ہو گئی۔ میں نیچے لان میں گڑ گیا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا
 اس جگہ آ کر کھڑا ہوا کی جہاں سونیا مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ زندگی
 میں پہلی بار مجھے یہ تجربہ ہوا تھا کہ خیال خرافی کا علم نہ ہو تو ایجنٹ
 کی سازشیں معلوم کرنے کے لیے کیسی صفاگ و زور کوئی ہوتی ہے۔
 سونیا کی سازش مجھے نقصان پہنچانے کے لیے نہیں تھی۔
 وہ میری محبت کی دیوانگی ہی، ایک اور میری تھی۔ میں اس کی ان
 حرکتوں سے متعلق ہوں کہ اس سے نفرت نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے
 غصہ دکھانے کا ارادہ تھا۔ محبت کی نیوالی عورتیں اپنی اور اپنے پار کی

سلامتی کے لیے اسی طرح پیار بھی کرتی ہیں۔ سونیا بھی
 یہی کر رہی تھی۔ اور میں بحیثیت مرد یہ سمجھتا ہوں کہ عورت کی محبت کی
 قدر تو کوئی پامانیہ نہیں مگر اس عورت کا پابند ہو کر زندگی نہیں گزارنا چاہتا۔
 میرے سوچنے کے دوران سونیا آگئی۔ میں نے پوچھا: تیرے تھے،
 اتنی دیر لگا دی۔
 اندر سے میں جاتی ہوں، ہم آگے بڑھ گئے وہ بولی: تم نے دست
 کہا تھا ریل باؤر کا ایک ٹیکل مال پاشا کے سر پر سوار تھا۔ اس سے
 میرا بچہ بچھو رہا تھا اور اسے دھکی دے رہا تھا کہ میرا بچہ نہ تھایا گیا تو
 وہ سائیکلنگ کے ہوتے اور اسے شوٹ کر دے گا!
 ہم کو بھی کا دوا اور اکل کر ڈی زینے کی طرف بڑھ گئے۔ وہ
 کہہ رہی تھی: میں وہ قردوں میں اس کے سر پہنچ گئی۔ پھر میرے زوالہ
 کے دوسرے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ پاشا نے بھی بڑی ہی زور لگائی
 وہ فریضہ پر گرا تو پاشا نے اس کے سائیکلنگ کے ہوتے زوالہ کو بھی
 دیا۔ پھر ایک شخص نے اپنے گھیرا لے کر مار دی۔ اسی وجہ سے
 یہاں وہ ہو گئی!
 اس نے تاثر سے آہنکا ہوا پیشہ کر دیا میں نے بھی اسے سمجھ لیا
 کیونکہ اس کے بیان کی سچائی ثابت کرنے کے لیے وہاں کرے ہیں ایک
 شخص کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ آئے دن کے مشاہدات سے پہلے
 سے کہ یہاں فی سچائی کے پیچھے اور بھی سچائیوں ہوتی ہیں جن میں مصلحتاً
 چھپا دیا جاتا ہے۔
 کمانی پاشا دوسرے کرے سے نکل کر عمارت میں آ رہا تھا
 اسٹور روم سے آ رہا تھا۔ سونیا نے تعارف کرانے ہوئے کہا: پاشا ان
 لو، یہ فریڈا علی تجور ہیں؟
 پاشا میرا نام سننے ہی اگدم سے چونک گیا۔ پھر بڑی گونجی
 سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا: وہ مسٹر فریڈا! آپ اور میرے عزیز
 میں بچے یقین نہیں آ رہے؟
 سونیا مسکرائی ہوئی بولی: میں نے کہا تھا کہ باہر میرا ایک ساتھی
 کھڑا ہے۔ میں نے اس وقت جان بوجھ کر نام نہیں بتایا تھا۔ میں نہیں
 بھونکا دینا چاہتی تھی!
 پاشا نے میرے ہاتھ چوم کر کہا: میرے خدایا! میں کتنا
 خوش نصیب ہوں۔ مجھے انہوں نے کہا کہ میں ایک لاش کے ساتھ آ جا
 استقبال کر رہا ہوں؟
 میں نے کہا: انہوں نے مجھے بھی ہے کہ جہاں جانا ہوا، وہاں
 استقبال کے لیے نذرانوں کے ساتھ مرے بھی ہوتے ہیں؟
 اس نے میرے شانے ہاتھ رکھ کر کہا: آئیے، ہم دوسرے کرے
 میں چلیں۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو فون کیا ہے، وہ یہاں سے لاش اٹھا
 کر لے جائیں گے؟

ہم تینوں دوسرے کرے میں آ گئے۔ وہ کہہ بڑے تکلف سے
 یہ لگتا تھا۔ صوفے اتنے آرام دہ تھے کہ کمانا ہوا انسان بیٹھے ہی سے
 ہان کی گونج پہنچ جاتا تھا۔ وہاں پہنچ کر مجھے خیال آیا کہ میں بہت تنگ
 جا رہا ہوں اور سوچا جانا چاہتا ہوں۔
 پاشا نے کہا: مسٹر فریڈا! مائے میں وام سونیا کے ذریعہ
 بہت ہی سلی چینی کا تماشا دیکھا ہے۔ حالانکہ میرا نام کمانا
 ہے، وہ تینا کی نظر نہ کہ نظیریں آپ سے خوفزدہ رہتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں
 کہ آپ ابھی پہلی ہی چینی کا تھوڑا سا مظاہرہ کریں۔ کیا آپ تینا پند کر کے
 کہیں بھی گیا سوچ رہا ہوں؟
 سونیا نے کہا: پاشا! بولے ہو تو اس کے کمانا نام نہیں لیتے۔
 فرما دینی چینی کا مظاہرہ نہیں کر سکیں گے؟
 کیوں؟ وہ سوائید نظروں سے دیکھنے لگا۔
 میں نے کہا: ایک علامت میں میرا نام اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ
 میں سوچ کی پروازیں بھول گیا ہوں۔ بھولی ہوئی پروازوں کو یاد کرنے
 کے لیے مجھے دوبارہ خیال خرافی کی مشقوں سے گزرنا ہوا گا! یہ کہتے ہی
 میں نے اپنا کمانا سوال کیا: کیا آپ کے پاس موم بتیاں ہوں گی؟
 مسٹر فریڈا نے خیال میں ہاں کہہ دیا۔ مائیکن سونیا نے فوراً
 کہا: فریڈا! تم نے وعدہ کیا ہے کہ دوبارہ پہلی ہی چینی کا مظاہرہ حاصل نہیں
 کرو گے؟
 پاشا نے کہا: لیکن دادام! یہ تو شہرت کی بلندوں پر پہنچنے
 والا اور انسان کو حاکم بنانے والا علم ہے۔ آپ فریڈا صاحب کو متنع
 کیوں کر رہی ہیں؟
 یہ علم فریڈا کو مجھ سے دوسرے جاتا ہے میں شہرت اور سکونت
 نہیں، صرف فریڈا کو چاہی ہوں۔ تم کیوں اعتراض کر رہے ہو؟
 مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ بہتر سمجھتی ہیں، مسٹر فریڈا!
 میرے گھر میں موم بتی نہیں ہے، بالکل نہیں ہے؟
 میں نے کہا: میزبان اپنے گھر کی کوئی ہی چیز نہ ممان کو نہ
 دینے کے لیے ہزاروں بہانے تراش سکتا ہے۔ مجھے آپ کے کوئی شکایت
 نہیں ہے۔ میں کل صبح بازار سے آؤں گا؟
 تو آپ میری سوچ بڑھ لیں!
 میں مسکرائے لگا۔ سونیا میرے پاس آ کر بیٹھی ہوئی بولی: لاؤنگے
 میں تم نے میری بات مان لی تھی۔ اب کیوں اپنی بات سے پھر رہے ہو۔
 سونیا! میں اس علم کے بغیر خود کو بالکل بہتہ اور اضافی خالی
 سمجھ رہا ہوں۔ میں اپنے دامنے کے ویران تلاء میں نہ رہتا ہوں کہ سونیا!
 اتنے ہی کال ہلی جیسے ہی آواز سنائی دی۔ پاشا نے اٹھتے ہوئے
 کہا: میرے ماتحت آگئے ہیں، میں ابھی آتا ہوں؟

وہ کرے سے پہلے گیا۔ اس کے جانے ہی سونیا نے کہا:
 فریڈا! میں جانتی ہوں کہ تم نے میرے حوالے
 ہو، اپنی ہی من مانی کرو گے۔ میں تو میرے شہرتی اسے لگا کر اپنی
 کہ کچھ وقت کے لیے میری بات مان لو۔ کہیں پہل کر ایک عام سی
 سادہ سی زندگی گزار کر دیکھو، وہاں کوئی ہنگامہ نہ ہو گا کوئی دشمن
 نہ ہو گا۔ جب تمہیں سکون ملے گا تو پھر سکون ہی کی تمنا کرنے دو گے!
 پھر وہ مسکرائی میں بولنے لگی: فریڈا!
 میری جان! دین وقت اسے نہ غاموش ہے کہ میں نہیں اس علم کے
 معمول سے روک رہی ہوں۔ کیا تم کچھ عرصہ کے لیے میری بات نہیں
 مان سکتے؟ بولو تو میں اپنی جان دے کر کہیں سناؤں؟
 پہلو کچھ عرصہ کے لیے کہتی ہو تو میں تمہاری بات مان لیتا
 ہوں۔ اب تیرے شو چھاؤ؟
 مجھے یہ خیال پریشان کرنا تھا کہ دینی خاموش
 کیوں ہے؟
 میں نے کئی بار دہلے کے اندر سوچ کے ذریعے دین کو بھی پکارا
 اور کبھی لنگھاراکہ میں دوبارہ ٹیلی سٹیجی کا علم حاصل کروں گا۔ وہ۔
 روکنا چاہے تو مجھے روکے لیکن مجھے اس کی طرف سے کوئی جواب
 نہ ملا۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا تھا کہ دین وقتے میں میرا خیال چھوڑ دیا۔
 اگر وہ محبت سے یاد کرتی تو نفرت سے مزور انتقام لیتی لیکن افسر
 سے بالکل خاموش تھی۔ ایک خیالی آواز کہہ رہی وہ متو نہیں گئی؟
 میں نے اس کے سر پر ضرب لگاتے وقت اپنے ہاتھ کے وزن
 کا خیال نہیں رکھا تھا۔ وہ نازک انعام حینتہ بد اس جگہ پر ہوا
 نہ کوئی ہو اور اس وقت سے کوچ کر گئی ہو۔ ایسا سوچتے ہوئے دل
 صدمے سے بھر جاتا تھا کیوں کہ وہ میری جان کی دشمن نہیں تھی مجھے
 صرف ٹیلی سٹیجی کے راستے سے بٹھا اپنی تھی۔ اگر میں نے اس کی توجہ
 لی ہے تو پھر اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں ہو سکتا میں ہمیشہ سچیتا
 رہوں گا! جس کی خیریت نہ معلوم ہو سکتے ہیں کے لیے طرح طرح کے
 دوسرے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ پھر یہی دل بٹھا ہے کہ خیریت ہی
 ہوگی۔ دینی کسی مصلحت سے غاموش ہے کبھی نہ کبھی وہ میرے
 دامنے کے دوازے پر دستک فرود دے گی؟
 بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ میں نے کہہ رہا تھا کہ سونیا کی بات
 مان کر میں ایسے علم سے محروم نہیں رہ سکتا تھا جس کے ذریعے میں
 دماغوں کی چوریان پڑ لیا کرتا ہوں۔ میں جلد از جلد دینی کی
 خاموشی کا سبب معلوم کرنا چاہتا تھا۔ یہ مقصدی طرح حاصل ہو
 سکتا تھا کہ میں سونیا کی دماغی میں شمع جی کی مشین کروں۔
 میں سوچتا رہا منھوے بنا رہا۔ اسی وقت کرے کا دماغ
 کھل گیا۔ پاشا نے مسکرائے مجھے کہا: یہ خیال ہے کہ اب میں آپ

نہیں اچھے یہاں لانے والی سوتیلی بہن جو سستی تھی۔ بہت نہیں وہ کہاں بیٹھ کر نیند کا سہارا لیتا۔ ہو گئی ہو۔ پھر ایک خیال آیا کہ اسے میری طرح بیلا بیل کر دو تو کو با لیتا چلیں۔ اگر وہ میری جو کو نہیں با رہی ہے، تو پھر اب تک نیند میں غافل ہوگی۔ یا پھر حالات نے اسے سہارا بنا دیا۔ ہنسا دیا جو کہاں سے اس کے سونکنے کی جس کام نہیں آسکے گی! میں نے چلنے کی طرف دیکھا سالن یکا رہا۔ دیکھا وہ زیادہ ڈور تھی نہیں ہوگی۔ اسے نہ کھے ریشا کا خیال آیا۔ شاید وہ اہم ہوش تھے یہاں لانی سے۔ مگر... مگر نہیں....

میں تھکا ہار کر در پڑ گیا۔ یہ عقیدہ ہی کہنے کو تھے میرا سر دکھنے لگا تھا۔ سوچ کی اڑان قائم رہتی تو آئی وہ دوسری نہ ہوتی۔ میں نے سوچنا ہی چھوڑ دیا۔ جو بھی ہوگی وہ سکتے آہی جائیگی۔ خواہ سزاوار سر کھینک کا فائدہ نہ نکلتا۔

مجھے سمجھا گیا۔ میں ڈری پر لیٹ گیا۔ خواب آواز دوا کا اثر ابھی تک باقی تھا۔ سر سے کافی مقدار میں خون بہہ جانے کے باعث کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ کمزور اور باہمی ہوتے ہیں، کبھی جاگتے ہیں، یہی میری حالت ہو گئی۔ لیٹنے کے بخٹوری دیر بعد میں تندرستی خوش بین ہو گیا۔

اس دوران میرے کلب کے بڑوں کا سالن اور کچھ سوپ تیار ہو گیا۔ مجھے بس وقت پتہ چل گیا جس کی کسب پنی آواز میرے کانوں میں شہر کی طرح پھینکنے لگی۔ میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر دیکھا جا رہی سے وہ دلہا بچا ایک چہرہ میرے چہرے پر بھکا ہوا تھا۔ ایسے چہرے کبھی خوابوں میں ہی نظر آتے ہیں۔ اس کے زخموں پر گلابوں کی تار لگی تھی۔ شہی آنکھوں سے آسمان سماجک رہا تھا۔ ملازمہ بون کی بیٹیکوڑیاں کا پتہ دہی تھیں جیسے کلی چسکنے سے پیل پڑ رہی ہو۔ اس کی سنہری زلفوں پر سورج کا سونا بکھرا ہوا تھا۔ میں وہ سوچا وہ کیسے بنا۔ لیٹنگ لگ رہا تھا جیسے خواب آواز گلابیں ابھی تک خواب دکھا رہی ہیں! پھر اس کے لبوں کی بیٹیکوڑیاں کھلے لیگیں۔ وہ مجھ کو کہ رہی تھی۔

میں کھر رہا ہوں کہ تمہاری زبان میری سمجھ میں نہیں آتی پہلے تم اپنی باتوں کو کراؤ، میں اپنی سمجھنے کے بارے میں جاننے کے لئے پوچھتا ہوں!

وہ مسیحتی اور نامتھی سے بولی۔ کیا تم مذاق کر رہے ہو؟ کیا مذاق میں سمجھدگی سے بوجھ رہا ہوں؟ وہ میرے سر کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ کر بولی۔ کیا یہ تمہاری سمجھدگی ہے؟ مجھ سے تعارف حاصل کرنا چاہتے ہو۔ شہر کو کھینک چلو۔ اٹھاؤ مجھے بتاؤ کہ تم اسے ایک کہاں غائب ہو گئے تھے اور اس سے بھی کڑا کرنے کے بعد کہاں ہو کر وہاں کھڑے ہوئے تھے؟ اس کی باتوں سے میری سمجھ میں آ گیا کہ میں اس کے ساتھ تھا۔ پھر اس نے میرے دل کے اس کے بندھنے کی حالت میں دوبارہ اس سے مل گیا۔ لیٹھی وہ مجھے بہت پہلے سے جانتی تھی بلکہ تمہاری جان پہچان میں بے تکلفی تھی میری!

میں نے اٹھ کر بیٹھے تھے کہ کہا! تمہاری باتیں مجھے اٹھا رہی ہیں میں تمہیں نہیں جانتا ہوں۔ اور تمہاری باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چکے ہو؟ وہ غصہ نہ برائی سے بولی۔ عازم بیگ! کیا تمہارا دماغ بیل گیا۔ مذاق میں یہ نہ دیکھو کہ تم مجھے نہیں جانتے ہو۔ کیا ایسا ہی چھوٹا مذاق کرنے کے لئے تم نے مجھ سے شادی کی ہے؟

شادی؟ میں نے قہر میں پوچھنا چاہا۔ صحتی تم کو وہ مجھے اپنا شوہر کیوں بنا رہی ہو؟ وہ ڈرامہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے! وہ غصہ سے سر نہ ہونے لگی۔ تمہاری شادی کو ابھی چوبیس گھنٹے گزرے ہیں اور تم اچھی سے اپنا رنگ دکھا رہے ہو۔ اچھا بچا، کینے تمہارے ساتھ سہاگ رات نہیں گزاری۔ اب تم میری انگلی بھی نہیں پلا سکو گے۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں!!

مگر اس کا ولی نہیں ماننا۔ وہ اپنی حیثیت اور خدمت گزار کی کے جذبات سے مجبور ہو رہی ہے۔ اس نے ناراضگی کے وجود ایک پیانے میں جین سوپ لاکر میرے کلب سے نکال دیا۔

میرے ذہن نے ایک تیسری سوچی۔ میں اس کے سامنے بڑبڑانے لگا۔ "مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے کہ میں کون ہوں؟ اور کہاں سے آیا ہوں؟ سوتیلی ہونے کو کس کو کھینک لگتا ہے؟ وہ چونک کر مجھ سے دیکھنے لگی۔ کیا تم نے کہا جانتے ہو کہ خود کو کھول سکتے ہو؟

میں اپنے سر سے بندھی ہوئی تکی کو ہلانے لگا۔ وہ میرے قہر کی بھر پور غصے سے دیکھنے لگی۔ بولی۔ کیا واقعی تمہیں کچھ یاد نہیں آ رہا ہے؟ نہیں! میں بہت دیر سے سوچ رہا ہوں کہ تم کون ہو؟ اور تمہیں پوچھنا میرا نام کیوں ہو؟

ا وہ عازم! اس نے پریشان ہو کر میرا ہاتھ تھام لیا۔ معلوم ہوا ہے کہ اس کی جوت نہ تمہارے زمانے کو میری طرح متاثر کیا ہے۔ میں نے شہانے کو چوٹ لگا کر دانے گھنٹے قہر کی یادداشت لگ کر جوتی ہے۔ وہ ناخن کو کھول جاتا ہے! میں اتنی سوتیلی صورت کیوں بن گئی تھی جیسے جھوٹے چہرے پر کویا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وہ ہنسنے کو اپنے گلابی ریشا لگ رہی تھی بولی۔ "تمہیں عازم! تم مجھے نہیں کھول سکتے۔ میں تمہیں یاد دلاؤں گی کہ یہ تمہاری کشتیاں تھیں۔"

کھینک سے دیکھ کر جاری تھی۔ میں نے کہا: "شہانہ! میری یادداشت سلامت ہے۔ میں عازم نہیں ہوں میرا نام فراد ہے؟" وہ سکراتی ہوئی بولی۔ "تم نے سچے کہ بہت خوبصورت نام رکھ لیا ہے۔ اگر تمہاری بیوا اس وقت سلامت ہے تو کہیں یہی یاد ہو گا کہ پہلے تمہارا نام سلطان تھا۔ تم کچھ ماہ پہلے نام بدل کر عازم رکھ لیا۔ اب پھر نام بدل کر خود کو فراد کہہ رہے ہو؟"

"میں سچے سچ فراد ہوں!" وہ بولی۔ "کل صبح کو رٹ میرے کتبے کے وقت تم نے فراد نام کیوں رکھ لیا؟ شہادتی عازم کے نام سے ہوئی اور میں فراد کے نام سے سوتیلی ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آخر تم مستقل مزاج کیوں نہیں ہو؟ کبھی نام بدلنے لگتے ہو، کبھی مشتعل ہوتے رہتے ہو؟"

"مشتعل؟ میں نے کون سا مشغلہ بدلا ہے؟" "تم خود ہی کہتے تھے کہ کلب کو گڑھا کھلاڑی تھے! پھر کھیل چھوڑ کر جو ڈوڈا کر کے سکتے تھے، اس کے بعد میں نے خود دیکھا ہے کہ تم کلب سے کبھی سکتے رہتے تھے!" "کلب سے کبھی؟ میں نے جب تک کر کہا؟ کیا عازم بیگ یہ علم سیکھ رہا تھا؟" "ہاں، تم سیکھ رہے تھے!" "چلو یہ سچی ہے یا جھوٹی؟ میں موم بتیاں فروز ہوں گی!" "بہت ساری سچیں، میں نے پھینک دیں!"

میں نے اس کے تمام کر دیا۔ کیوں سمجھتا ہے؟ وہ سوتیلی سوتیلی بولی۔ "جو کہ اہل نیک، پہلے بھی موم بتیاں سمجھتا ہے دینے سے تم کھیلنا دیا کرتے تھے۔ میں پوچھتی ہوں کہ آخر یہ کیا خبط ہے؟ موم بتیاں کلاس کی نوکری تھیں۔ میں نے آہستہ آہستہ فراد سے آنکھیں خراب ہو رہی ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ تم اندر سے فراد اور مجھے کبھی نہ دیکھ سکو!" میں نے پوچھا: "تمہارا کیا نام ہے؟ تمہاری سوچ پڑھ لیا کہ تمہارا بچہ؟" میں نے کس حد تک یہ علم سیکھا تھا؟

میرے پاس نہیں تھا۔ میری کوئی منزل بھی نہیں تھی۔ پتہ نہیں مشیاد
 تھے اس جنگ میں کیوں لے کر تھی؟
 میں نے پوچھا کیا ہم اس جنگ میں ہلکے مندے آئے ہیں؟
 "نہیں تو کسی اسپتال میں ہلکے مندا چاہیے تھا۔ کوئی نہیں تمہاری
 تیمارداری کرتی۔ میں تمہارے ساتھ اسپتال میں نہیں روکتی تھی۔ کیا
 میں نے تمہیں ہاتھ پائیا کہ اسپتال میں میرے ایک انکل سے سامنا ہو سکتا
 ہے، پھر سارے خاندان میں یہ خبر پھیل جائے گی کہ تم نے چھپ کر کوشاوی
 کر لی ہے؟"
 "ایک قسم نے چھپ کر کوشاوی کی ہے؟"
 "اوہ! میں تو بھلا جانتی ہوں کہ تم سب کچھ چھپو گے یہو؟"
 "تو خبر تھی مجھے باڈو لاڈ کو میں کون ہوں؟ کہاں رہتا تھا؟ اور
 تم سے رشتہ کیسے ہو گیا؟"
 "شہادت نے اٹھ کر چھوٹا سا بلایا۔ پھر جیسے بنائے گی تیاری کرتے
 ہوئے ہوئی،
 "میں ایک دو لہنگہ پاپ کی مٹی ہوں سچیت سے جو ان تک میں
 کبھی کسی چیز کی محتاج نہیں رہی۔ میں بڑھنے میں یا لہنگہ سیرت میں
 زندگی گزارتی رہی۔ ایک بار میری ماں ایک حادثہ میں ہلاک ہو گئی۔
 اگر ماں کو خوری طور پر لٹی امداد مل جاتی تو شاید وہ نہ مرتی۔ ان
 کی موت نے میرے اندر یہ جذبہ پیدا کیا کہ مجھے نہ سگ کوں ہلک کرنا
 چاہیے۔ اس مقصد کے لیے میں سب ڈیوٹی اسپتال میں ٹرننگ ٹائل کرنے
 کی طرف سے چلنے لگی۔ وہاں ایک روز تم سے سا منا ہو گیا؟
 "اناکہ کہو اس نے مجھے دیکھا۔ اس کی نگاہیں پوچھ رہی تھیں۔
 "کچھ یاد آیا؟"
 "بہر حال وہ آگے کہنے لگی۔ تم اس اسپتال میں کسی بھی کو طبی
 امداد دلانے لگتے تھے جب میں اس زمی کو اٹینڈ کرنے لگی تو تم خواہ
 خواہ سے تکلف ہو کر مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ میں نے تمہیں ڈانٹ
 کر کہا: "میرا زمین کوئی معنی نہیں ہے۔ انقرہ کے ایک ایل واؤ
 کی بیٹی ہوں؟"
 تم نے ڈھٹائی سے کہا: "میں بھی کوئی معنی آدی نہیں ہوں
 یہاں کی حسین لوگوں میں مجھے انقرہ کا شہزادہ کہتی ہیں لیکن میں بھی
 کے آگے لکھاس نہیں ڈالنا۔ خانی ہو کیوں؟"
 میں تمہارا منہ نہ تکتے تھی۔ کیوں؟
 "اس نے کہہ کر کہیں گھاس نہیں کھا تھی؟"
 تمہارا جواب سن کر مجھے نے افسانہ سنی آگئی۔ تم نے کہا: "باقی
 دی وہ میرا نام عازم بیگ ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"
 "میں کوئی بھی کوئی نام یا پتا بند نہیں کرتی؟"
 "میں تمہارا رشتہ نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں اگر کس نام

سے پکاروں گا؟

میرا جواب سن کر تم چہینب گئے۔ وہ ہماری پہلی ملاقات تھی
 دوسری بار میں نے تمہیں اسپتال کے کیمیاؤ ڈیون دیکھا۔ تم میرا
 انتقال کر رہے تھے۔ میں اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگی تو تم نے بغٹ
 مانگی۔ میں نے کہا: "میرے ڈیوٹی بہت فغہ والے ہیں کسی بھی
 میری کار میں بڑا اشتہا نہیں کریں گے؟"
 "اسی لئے تو تمہا ہوں کہ دوست بنا لو۔ جہتیت منعم کرو؟"
 "ڈیوٹی میرے دوستوں کو کوئی مار سکے ہیں؟"
 "ایسا کون مار ڈیوٹی میں نے کہیں نہیں دیکھا؟"
 "میں تمہیں دکھانا نہیں چاہتی۔ تمہاری جوانی پر ترس آتا ہے؟"
 "مخلا کا شکریہ کہ تم جوانی نے جوانی پر ترس نہ دکھایا؟"
 "میں کار میں سٹارٹ کر کے آگے بڑھ گئی۔ تمہیں کچھ خبر دیا۔
 تب میں نے تم سے عرض کیا کہ میرا دل بھی بیچے تمہارے پاس رہ لگے۔
 میں تم سے نہ سکی کہ تم مجھے کیسا متاثر کرو۔ تمہارا وقت تمہارا دل ڈالنا
 مروانہ دعا بہت یا تمہاری حاضر جوانی، بہت نہیں تمہاری کوشی خوبی
 میری سوچ کو صرف تمہاری طرف اڑانے لئے جا رہی تھی۔
 میں نے تمہاری ملاقات میں تمہیں بغٹ دی وہ پھر پوچھا؟ تم
 کیا کہتے ہو؟"
 تم خند مخوں تک خاموش رہے۔ پھر کہنے لگے: "میں نے کبھی سچ
 نہیں کہا، محکمہ سے کہوں گا، غراہ تم نے نہ کرو یا محبت۔ میری
 حقیقت یہ ہے کہ میں اس دنیا میں تمہا ہوں۔ ماں باپ مر چکے ہیں۔
 سچیت میں یہ پیش سہ جالا، خود کو غنڈوں اور بد معاشروں میں پایا،
 میں یہاں کا ایک بدنام حسیب کڑا ہوں؟"
 میں نے تمہاری باتیں سن کر گارڈی روک دی پھر حقرات سے
 کہا: "میری سوچ سچی ہے اس عورت سے کہ میں تمہارا سایہ بھی اپنے قدم
 برداشت نہیں کر سکتی گمٹ آؤٹ؟"
 "کمال ہے۔ سچ بولنے کی ہی سزا ہوتی ہے کہ گمٹ آؤٹ جو عاید
 "حسیب کروں کو پلین اسٹیشن کیسے چھوٹا ہونا چاہیے۔ دور جہاد
 میری نظروں سے؟"
 تم بڑی شرافت سے ورا زہ کو دل کر باہر چلے گئے۔ میں نے کار آگے
 بڑھادی۔ آدی نظروں کے سامنے رہے تو آئی قدر نہیں ہوتی یعنی
 کو نظروں سے دور ہو جانے کے بعد ہوتی ہے۔ پہلے تو مجھے اس بات پر
 غصہ آتا رہا کہ تم ایک معمولی حسیب کرتے ہو کہ کوئی بھی اعلیٰ اور بلند
 خاندان کی روٹی سے محبت کے خواب دیکھ رہے تھے۔ یقیناً تمہارا
 دھندلا نہیں چل رہا ہوگا، اس لئے مجھے جیسا رس ہے۔
 گھر پہنچ کر غصہ فراخ دھندلا ہوا۔ رات کو بے پروا ہونے دینے ہے

بے سوچا کہ اگر تم فریب سے مجھے بھانسا چاہتے تو اپنی حقیقت
 ان نہ کرتے۔ تم ایک غلط آدمی ضرور ہو مگر میرے لئے سچے اور
 بڑے ہو!
 اس حقیقت نے مجھے ہلایا شروع کر دیا۔ تمہارا چہرہ میرے
 تہور کی آنکھ سے ٹھٹھا نہیں چاہتا تھا۔ تمہاری تہور دنی اور مروانہ
 بہت میرے حذیوں میں کوشش کی طرح اتر رہی تھی۔ دوسرے
 دن تو صبح ہی کہ تم پھر اسپتال میں لوگے۔ لیکن تم نہیں آئے میں جو
 ایک ہی چہیت کی حقدار نہ رہی تھی۔ اس روز میں شہادت سے
 تمہاری کمی محسوس کی۔
 تیسرے دن بھی نہیں آئے تو میرے دل نے کہا: "تم میری پہلی
 اور آخری ضرورت ہو۔ تمہارے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا ہوں اب
 میں کار چلانے کے دوران سڑکوں پر ادھر ادھر دھرتی جاتی تھی
 پتا نہ تھا کہ نظر آ جاؤ گے تمہاری سچائی ماری تھی اور مجھے مار ڈالنے
 والا نظر نہیں آ رہا تھا؟"
 شہادت نے انانکھنے کے بعد چلنے کی سیالیاں لے کر میرے پاس
 آئی۔ اس کی نگاہیں پھر پوچھ رہی تھیں: "کچھ یاد آیا؟"
 اگر میں عازم بیگ ہونا تو سب بد بدولانے پھوٹی ہوئی
 باتیں یاد آجاتی تھیں۔ مگر میں جہتیت فریاد علی ہو چکی تھی نہیں ہو
 تھا۔ اس لئے خاموشی سے چائے کی چوبھی لینے لگا۔
 وہ کہنے لگی: "ایک ماہ کے بعد اسپتال میں تمہارا فون آیا۔
 ریپر پر تمہاری آواز سننے میں میں خوشی سے باگی ہو گئی۔ تم کہہ رہے
 تھے: "شہادت! تم نے اپنا نام نہیں بتایا تھا لیکن میں نے معلوم کر
 لیا۔ تم مجھ سے نفرت کر رہی ہو، اس لئے میں تمہارا وقت برباد نہیں کروں
 اگر تم میری دو لہنگوں کی نظروں سچائی کی فریاد بھی قیمت ہے تو
 آج وہ قیمت ادا کرو؟"
 "میں بڑی سے بڑی قیمت ادا کروں گی۔ تم کہاں ہو؟"
 "میں آنا توک بازار کے خانے میں ہوں۔ میری ضمانت دینے
 والا کوئی نہیں ہے، اگر تم"
 میں نے تمہاری بات کاٹ کر کہا: "میں آگئی رہی ہوں؟"
 میں ریپر رکھ کر تری سے سیاتی ہوئی اسپتال کے پارکنگ
 ایسٹ میں آئی۔ وہاں سے کار میں بیٹھ کر سیدھی خانے پہنچی۔
 تم پولیس اسٹیشن کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا: "تمہاری
 ضمانت کس نے دی ہے؟"
 "کسی مہربان نے دے دی۔ میں نے تمہیں نامی تکلیف دہی
 مجھے انصاف سے تم جاسکتی ہو؟"
 "اب میں تمہارے بغیر نہیں جاؤں گی۔ آؤ کار میں بیٹھو؟"
 "تم آؤ سچی سوچ سچی کی شہزادی ہو، بدنام ہو جاؤ گی؟"

"مجھے شہادت نے کہہ کر عازم بیٹھ جاؤ۔"
 میں نے کار کا دروازہ کھول دیا۔ تم میرے گے کار آگے بٹھی تو
 ہم خاموش تھے۔ میں انتظار کرتی رہی کہ شہادت تم کچھ بولو گے۔ آخر
 میں نے ہی پوچھا: "کیا ناراض ہو؟"
 "نہیں؟ تم نے مختصر سا جواب دیا۔"
 میں نے کہا: "تم جھوٹ بولی رہے ہو۔"
 "جھوٹ بہتر ہوتا ہے سچائی مہنگی پڑتی ہے؟"
 "مہنگی بڑی ہے، مگر اپنا اتنا ضرور دکھاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو
 میں تمہاری طرف واپس نہ آتی؟"
 تم نے میری طرف گھوم کر کہا: "شہادت! میں بہت بڑا فریب آدی
 جھوٹوں کا سزا ہوں۔ مگر تمہاری تمنا میں میں جھوٹ سے سچائی
 کی طرف ہلک رہا ہوں۔ میں تمہیں دھوکہ نہیں دیتا چاہتا۔ میں نے
 اس وقت سچا ہوا کہا تھا۔ کیا باقی آگے سچ کی سچائی بڑا اشتہا کر سکتی؟
 "کہو لو؟"
 "اگر پھر سنا بیٹھ میرا نام سلطان بیگ تھا۔ میں ایک ممتاز خاندان
 سے تعلق رکھتا ہوں۔ حسیب کڑا شہادت کے بعد میں نے اپنا نام عازم رکھ لیا
 ایک بار میں نے ایک بڑے آدمی کی حسیب پر لہنگہ ڈالا اور پتلا کیا۔ پھر
 وہی پتلا آدمی مجھے ضمانت پر پرہ کر کے اپنے کلب میں لے آیا۔ اس نے
 کہا: "عازم! تم حسیب ہو رہے ہو۔ عذرہ لباس پہن کر بیٹھے گھرانوں کی
 برکھوں کو جھانسنے کے ہوا اور ان کی دولت پر لہنگہ صاف کر سکتے ہو۔ یہ
 حسیب کرنے کا ذلیل و خندا پھوڑو؟"
 میں نے وہ دھندلا چھوڑ دیا۔ اس بڑے آدمی نے مجھے عذرہ کیا
 پہنا کر میری حسیبت بٹھا کر مجھے اسی سوکھی کا شہزادہ بنا دیا۔ میں
 نے اب تک تین دو لہنگہ برکھوں سے پونے دو لاکھ ڈالرو وصول کئے
 ہیں۔ وہ پتلا آدمی میری کافی کا پیسہ تین فیصد دیتا ہے۔ باقی وہ
 خود رکھ لیتا ہے؟"
 پھر زیکڈن اس بڑے آدمی نے مجھے تمہارا پتہ دیا کہ کجا: "ہاں
 ایک آدمی زنجی سے اٹسے کے اسپتال جاؤ۔ اور شہادت نامی ہو گئی
 دوسری کو روہ ایک ارب پی ہاپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ میں اس زنجی کو
 لیجو اسپتال پہنچا تو تمہیں دیکھے۔ یہ خود کھل ہو گیا۔ میرے دل
 نے بے اختیار کہا کہ تم میرے لئے بیوا کی جی جو اور جو میرے لئے ہو،
 میں آسے فریب نہیں دے سکتا، اپنی آملی کا ذریعہ نہیں بنا سکتا۔
 تم اس روز ناراض ہو کر سچی گئیں تو میرا دل ٹوٹ گیا۔ سچائی
 پر سے ایمان بٹھا گیا۔ لیکن یہ وقتی ایسی تھی۔ بس دولت میں نے
 اسپتال کے کیمیاؤ کو بھی چھپ چھپ کر تمہیں دیکھا ہے۔ تم روزانہ کار
 سے اتر کر ہسپتال میں داخل ہونے سے پہلے ادھر ادھر کو گیتی تھیں۔
 میرے دل نے کہا: "تم مجھے تلاش کر رہی ہو۔ سچائی اپنا اتنا دکھا چکی؟"

وہ ہٹا آدمی بار بار اصرار کر رہا تھا کہ میں تمہیں ڈھیلے ڈھولے
 فوراً ہی تمہیں اپنے دام میں لانے کے لئے کوئی چال چیلوں۔ لہذا آج
 میں نے فون پر یہ کہا کہ تمہارے پاس مجھے تمہاری ضمانت کی ضرورت ہے
 میں یہ عرضی جو طویل فون کرنا چاہتی تھی سہی کیا زمانہ جانتا تھا
 آزمائش ہو چکی ہے۔ اب پھر ایک بل کرچہ ڈول رہا ہوں۔ اگر قطعاً آئے تو
 گاڑ لوگ دو، میں جیلا جاؤں گا؟
 میرے عازم! یہ کہہ کر تم خاموش ہو گئے۔ میں نے کار روکنے کی
 تم دروازہ کھول کر جانے لگے تو میں نے تمہارا ہاتھ پکڑ لیا۔ تم نے سولہ
 نظروں سے مجھے دیکھا۔ میری مسکراہٹ نے تمہیں دیکھا اور یارکین ناراض نہیں
 ہوئے، تمہاری فکر کر رہی ہوں،
 تم نے دروازہ بند کر دیا۔ میں نے تم سے ہماری دوستی کا آغاز کیا۔
 پہلی بار تم نے میرا ہاتھ تھام کر اسے چھوڑا تو میری رنگ دیکھ میں تھپتھپ
 انکار سے وہ بچنے لگے۔ میں نے فوراً ہی ہاتھ کھینچ کر کہا، میں یہ کہتا
 نہیں جا سکتی۔ وعدہ کرو کہ شادی ہونے تک تمہارے ڈریسنگ
 شرافت کی دیوار قائم رہے گی؟
 "میں سمجھ نہیں سکتا کہ شرافت کی دیوار کیا ہوتی ہے، کیسے
 شادی کے بعد میان بیوی شرافت نہیں رہتے۔ یہ دعائیاں
 شروع کر دیتے ہیں یہ؟"
 میں نے بھینپ کر گاڑی ہٹا ڈال کر دی۔ ہم ہسٹو ویگ
 ادر ادر کھڑے ہوئے۔ بڑی خوبصورتی سے وقت گزارا۔ تم میرے
 ساتھ تھے تو یوں لگ رہا تھا جیسے کسی دوسرا میرے ساتھ چل
 رہی ہے۔ ایسے وقت اپنے محبوب کی صحبت میں کسی دوسری دنیا
 سمٹ آتی ہے!
 دو ہر کہہ رہا تھا کہ میں اپنے لئے لگے۔ وہاں تم نے
 میری پسند کے مطابق کھانے کا آرڈر دیا۔ آرڈر کی تعمیل ہونے تک
 ہم چہلے ہوئے۔ اتنے میں ایک برسرے آئے کہ کہا "میں آپ کی
 فون سے، کاؤنٹر پر ڈش فریٹ لے جاؤں گی؟
 میں نے کہا "تعمیب ہے، میرے پروگرام کا کسی کو علم نہیں ہے۔
 یہاں میرا فون کیسے آسکتا ہے؟
 میں اپنی زیر نگرانی دوڑ کرنے کا ڈنک لگاؤں۔ وہاں زیر نگرانی
 تو دوسری طرف سے ڈیڑی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو شرفی!
 تم ڈائینگ ہال میں کس کے ساتھ بیٹھی ہو؟
 میں نے تیرا ہی سے پہچان لیا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں
 یہاں کسی کے ساتھ موجود ہوں؟
 "تم میری بات کا جواب دو!
 "سواری ڈینگ! پہلے مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کیسے
 پیہرہ بٹھا رہا ہے!"

جسے تم جمان ہوئی ہو۔ یہ نادانی کی عمر ہے۔ کیا تمہارا
 باپ کو جتنا پڑھنا پڑتا ہے؟
 "میں تادان نہیں ہوں۔ بڑی حد تک اس سے ایک بیوی
 ساتھی کا انتخاب کیا ہے؟
 "ہوں۔ اس کا نام اور پتہ بتاؤ۔"
 "نام عازم بیگ ہے۔ بلیو بیرون میں رہتا ہے۔
 ڈیڑی نے ریسپور رکھ دیا۔ میں اندیشوں میں کھڑی کھڑی
 اس کا ہونے والا ہے۔ گاڈ نائٹ سے لپٹ کر تمہارے پاس آئی تو تم نے
 پوچھا۔ "کیا بات ہے، پریشان نظر آ رہی ہو۔"
 "ڈیڑی کو یہ پتہ چل گیا کہ میں تمہارے ساتھ وقت گزار رہی
 ہوں۔ ایک دن تو پتہ چلنا ہی تھا۔ اچھا ہے اب وہ میرے ملنے
 غور کرو گی؟
 "عازم! وہ تمہیں کبھی قبول نہیں کریں گے۔ تمہیں پاکر
 ڈیڑی کے مزاج کو سمجھ لو گی تھی۔ اسے بندگی سے سوچنا ہو گا؟
 ہم کھانے کے دوران سوچتے رہے۔ جسم نے ایک دوسرے کو
 اپنا اپنا فون نمبر دیا کہ ہمارے ڈریسنگ روم میں بیٹھ کر ہم
 فون کے ذریعہ رابطہ قائم کر سکیں۔ بیچ سے فارغ ہو کر میں فون لگاؤں
 وہاں ڈیڑی غصے میں بھرے بیٹھی تھی۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر
 بلیو بیرون ایک مدمام کلب ہے اور وہ غائب ہو گیا۔ یہ جولا
 چکا ہے۔ کیا تم میری عزت کو خاک میں ملان چاہتی ہو؟
 میں نے کہا "میں عازم کے متعلق سب کچھ جانتی ہوں۔
 اپنے متعلق سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے۔ میں ساری سمرکس کا
 کروں گی؟
 "اس نے تمہیں متاثر کرنے کے لئے سچ کہا ہے۔ وہ تمہیں جو فون
 بنا کر میری دولت حاصل کرنا چاہتا ہے؟
 "آپ اپنی دولت کو میری ذات سے الگ کریں۔ وہ
 تمہیں ہے؟
 "شوہی! میرے تجارت سے ہنگامہ دو۔ وہ کل سے تم سے متعلق
 جاؤ گی اور نہ ہی اس سے ملنے کی کوشش کرے گی۔ اگر تم میری بات
 مانو گی تو میں اسے جو حالات میں بیچ دوں گا؟
 میرا اندیشہ درست نکلا۔ ڈیڑی نے مجھ پر پابندی عائد کر
 میں نے فون کے ذریعہ تم سے رابطہ قائم کیا۔ تم نے ملاقات کا دن
 مقرر کیا، ڈیڑی سے تجویز کے مطابق ہیں۔ وہ رات کو ڈوب آؤ گے
 لگا کر سوتے ہیں۔ ان کے ہونے کے بعد میں بلیو بیرون میں تم سے
 آئی۔ تم اپنے کمرے میں فون پر پالٹی مارے بیٹھی تھی۔ تمہارے ساتھ
 ایک موم جی روشن تھی اور تم ان کی لوگو ایک ٹک دیکھنے جا رہے
 میں نے پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

میں بیٹھی کھینچ رہا ہوں؟
 ایسے تو تمہاری آنکھیں خراب ہو جائیں گی!
 تم نے تسلیم کرنے سے کہا "اب، ڈاکٹر نے مجھے عینک لگا
 دو دی ہے۔ مگر میں یہ تسلیم کر سکتا ہوں کہ میں
 میں نے صحت کوئی سوشل میڈیا پر اپنی تصویریں نہیں لگائی
 ہوں۔ یہاں بتایا گیا کہ ڈیڑی سے باہر عینک دینا "میں نہیں
 کرتی اس عینک میں ان سے ہوا جو۔ اور مجھے کبھی نہ لگے
 شہادت "میں اپنے اور تمہارے خاندان سے لے کر سیکھ رہا
 ہے کہ تم نے بعد تمہارے ڈیڑی کی سوجنا کر اپنی گرفت میں لے
 اور وہ ہماری شادی کرادیں گے!
 "میں نہیں جانتی کہ ڈیڑی میں ایسا کوئی علم ہے۔ ان ساتھیوں
 میں ان کے ہر قسم کو ٹھیک کر دینا گے!"
 میں وہاں سے چلی آئی۔ تم نے ڈریسنگ روم میں جا کر
 اپنے دل میں دیکھا کہ میں نے سچ کرنا ہے۔ میں نے
 فون کے ذریعہ شادی کر دی۔ ایک دن پہلے اپنا تمام ضروری
 سامان نکال کر اپنا گاڑی دیکھی میں چپا دیا۔ ڈیڑی ایک برسرے
 رات میں میری شادی کی بات طے کر رہے تھے مگر میں نے اپنی
 کافی کر لی۔
 کوئی میں شادی ہونے کے بعد میں نے ڈیڑی کو فون پر
 بلا دی۔ وہ غصے سے گرتے لگے انہوں نے تمہیں کوئی مارنے
 کی دیکھی لیکن جسم نے وہ شہری چھوڑ دیا۔ الفز سے یہاں پہلے
 تم نے اپنے میں بھندرتے کسی بول میں سہاگرات گزارا۔
 میرا ہاتھ پکڑ رہے تھے اور کبھی بول چلا جاتا تھا۔ میں تمہاری
 گانوں سے لگے انکار نہ تھا۔ لیکن ڈیڑی کا فون تھا کہ ان کے ڈی
 رات بھر کھینچ کر کے ہیں۔ انہوں نے کہا "میں نے استنبول بیچ
 لیا ہے سوچو، یاد کرو کہ مجھ سے کیسے بچ کر گئے تھے۔ میں نے ساری
 باتوں کو یاد رکھا۔ کیا اب بھی تمہیں کچھ یاد نہیں آ رہا ہے؟
 شہادت ساری یادوں کو تازہ کرنا شروع ہو گئی۔ مجھے سولہ نظروں
 سے لگے میں نے کہا "میں کیا پاؤں؟ میں کچھ نہیں جانتی۔ تم
 بتاؤ!"
 مجھے معلوم ہوا تو یہ سچی بتا دیتی کہ میں نے ایک جگہ کار پارک
 کی تھی۔ تم بولیں کہ یہ وہ دن یاد کرانے کے تھے۔ میں ڈریسنگ
 روم میں بیٹھی تھی۔ ایک سنگ تیرنے لگی۔ وہی میں تمہارا کافی
 لگا رہا۔ پھر بولنے کا ڈنک پڑا کہ تمہارے متعلق پوچھا کا ڈنک
 میں تمہارے متعلق لا علمی کا اظہار کیا۔ میں پریشان ہو کر اس علاقہ
 میں گیا۔ تمہیں کبھی نہیں تلاش کرتی رہی۔ پھر سوچا کہ اگر تم کہیں
 لگے، میں تمہیں تلاش کرنے کا راز دینا چاہتا تھا۔ آدھ لگنے کی
 اگر تم کے بعد تمہیں زخمی حالت میں مل سکے۔"

وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی "مگر انہوں نے تم آدھے
 طے ہو اور آدھے اب تک تم ہو؟
 یہ کہہ کر وہ قریب آئی پھر اپنی مہربانیاں کا بار عازم
 کی گردن میں بٹھا دیا۔ میں فریادوں اور عازم کا عالم مجھے مل رہا
 تھا۔ وہ فریب لگا رہی تھی لیکن میں فریب نہیں دیتا چاہتا۔ میں نے
 پوچھا "تم عازم کو دل وہاں سے چاہتی ہو؟
 "اباں! اب میں اپنی جان سے زیادہ چاہتی ہوں!"
 "اگر عازم کا کوئی ہم شکل تمہیں مل جائے تو کیا تم اسے قبول کر
 لو گی؟
 "کہا ناں سنیں باتیں کر رہے ہو۔ اول تو میں نے تم سے کچھ
 ہم شکل نہیں دیکھا، دوم یہ کہ میں اسے نہیں ہوں۔ اگر کوئی تمہارا
 ہم شکل ہوگی تو میں اس سے دھوکہ نہیں کھا سکتی!"
 "تم دھوکہ کھا رہی ہو۔ دیکھو میں کچھ باتوں کو میں فریادوں،
 پکڑ کر * کا باشندہ بن میری یادداشت سلامت ہے۔ میں یہاں
 آ کر ایک دن کے حال میں بیٹھ گیا تھا۔ وہاں سے زخمی حالت میں یاد
 ہو کر میں ذلت یافتہ پکھڑا ہوا تھا۔ تم مجھے عازم سمجھ کر یہاں لے آئیں۔
 وہ اپنے دو ذہن ہاتھوں سے میرے ہر کچھ کو غور سے دیکھنے
 لگی پھر بولی "میں کبھی نہیں کھینچ کر تم کو فریادوں۔ صاف
 صاف کہو کیا تم مجھ سے کچھ چھوڑنا چاہتے ہو؟
 "نہیں۔ تم میری محبت ہو۔ میں تم سے کچھ چھوڑنے کے بجائے
 تمہارے ساتھ رہ کر تمہارے عازم کو تلاش کروں گا!"
 "معلوم ہوتا ہے کہ تم اب دوستی کے ساتھ ساتھ اپنا ذہنی توازن
 بھی کھینچ رہے ہو۔ خود عازم کو تلاش کرنے کی بات کر رہے ہو۔ تمہیں کیا
 ہو گیا ہے، کل تک تم میرے قریب آئے لگے تیرے رہتے آج میں
 قریب آ رہی ہوں تو تم کسٹھار رہے ہو؟
 شام کا اندھیرا جنگلی کیڑیوں کی پھجوا رہا تھا۔ بڑھی ہوئی رات کی
 تاریکی اور جنگل کا پر سر اور دان پور ہوا تھا کہ ہر گھبراہٹ کا
 خود بخود ہاتھ آئے تو اسے چھلکنے سے پہلے فون کر لینا چاہیے۔
 بے شک میں جن و مشابہ کار میا ہوں۔ لیکن کسی کے پیادگی
 تو نہیں نہیں کرنا چاہتا کبھی شہادت کو پتہ چلا کہ وہ دھوکہ دینے عازم کی
 حسین امانت میرے سولے کو کبھی ہے تو دونوں میدان بیوی کو زبردست
 مددہ پہنچے گا۔ میں ان کی جلی صحبت میں اپنی بیکواری کا دلہہ نہیں
 لگانا چاہتا تھا!
 اس کی قربت مجھے ڈوبنا ہی چاہتی تھی کہ میں نے اسے ایک جھکے
 سے الگ کر دیا۔ پہلے تو وہ حیران ہوئی پھر جھکنا کراٹھی ہوئی بولی تم
 کیسے ہو شادی سے پہلے مجھے قابل دیکھے، اب شادی کے بعد مجھے
 تیار رہے ہو۔ میری تو نہیں کر رہے ہو؟"

میں نے جھوٹے سے بھی کبھی سُسرال کا خواب نہیں دیکھا تھا۔ تم نے ایک سُسر کو مجھ پر مسلہ کر دیا۔ کیا وقت آیا ہے۔ ایک لڑکی مجھے دو لہا بنا کر سُسرال لے جا رہی ہے؟

وہ ہنسنے لگی۔ قہقہہ خنجر کھسک رہی تھی۔ وہ سبب الفیہ ہنسنے لگی۔ کوٹھی کے احاطہ میں گاڑی کی آواز سن کر شبنا نے کاپ بائین ڈبیری بڑھتے میں آیا۔ اس نے شبنا کی پیشانی پر ٹوٹی۔ پھر مجھ سے مصفا کرتے ہوئے کچھ کہا۔ شبنا نے کہا کہ یہ صبرت انگریزی بول سکتے ہیں۔ بائین ڈبیری نے مسکرا کر کہا: "مہر عازم، جو عاقبت کی سیلاب سے آگے بڑھے بند نہیں باز رہ سکتے۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ آؤ..."

مہر عازم ڈرائیگ روم میں آگئے۔ بس کوٹھی کی سیواٹ اور قہقہہ ساز سامان دیکھنے سے نعلق رکھتا تھا۔ وہ اپنے کونے کونے سے لٹکی امرات نظر پھری تھی۔ ملازم کارڈ کی طرف سے ہمارا سامان نکال کر لارے تھے۔ میں نے کہا: "یہ سامان ڈکی میں رہے تو تیرے جسم پر کلا ہنگ گانگ جا بیکار ہو گا۔ کیا بنایا ہے؟"

بائین ڈبیری نے کہا: "ہاں، تم دوڑوں کو ملک سے باہر کچھ وقت گزارنا چاہیے۔ ایک لہا یہاں کھینے کے بعد یہاں سے روانہ ہو گا۔ میرا مشورہ ہے کہ ایک دن یہاں گزارو، پھر چلے جانا؟"

شبنا نے اپنے باپ کی تائید کی۔ لیکن میں حلد از حلد اپنی منزل تک پہنچنا چاہتا تھا۔ ہمارے وصال جوت شروع ہو چکی۔ آخر مجھے باپ بیٹی کی بات بائین ڈبیری سُسرال میں جھکتا ہی پڑتا ہے۔ بائین ڈبیری نے کہا: "عازم، تم چاہتے کرے میں جاؤ۔ غسل وغیرہ کو کسے لایا نہیں تو بول کر دو، میں شبنا سے کچھ بائین کرنا چاہتا ہوں؟"

میں ایک ملازم کی رہنمائی میں کرتے نکلتے۔ اس کا دروازہ کھولا۔ اندر تازگی تھی۔ شبنا نے میرے پاس آوازی۔ "تم ریلو کی ڈب میں ہو۔ واپس جانے کی پھر تو نہ کوٹھا، ورنہ پچھتائے کی ذوبت تمہیں ملے گی۔ سیدھے چلے آؤ۔"

میں نے نکلے جوئے و شازے کو یاد کیا۔ تاریکی میں آیا پھر و شازے بند ہونے کی آواز آئی۔ اس کے بعد سوچے آئے ہوئے ہی روشنی ہو گئی۔ سلسلے انری جیسے رہے ایک شخص ریلو لے بیٹھا تھا۔ ریلو اور بر سائنس رکھا گیا تھا۔ میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا جہاں ہم سے پہلے ہی کسی نے میری دوڑوں بھلوں میں ہاتھ سے جا کر گڑن میں قبضہ ڈال دیا۔ اس کے سر میں داخل ہونے سے پہلے ہی وہاں کی تاریکی میں شبنا و ماش میں خطرے کی گھنٹی بجا رہی تھی۔ اس نے میرے سر میں قابو میں تھے۔ مجھے پیچھے سے گڑن میں لینے والا شخص قہقہہ ڈار تھا۔ اس کی گرفت تیار رہی تھی کہ کلا کا قہقہہ تھا ہے؟

اس نے خود ہی کہا: "میری گرفت میں آنے کے بعد جوڈ مرکری

سجائے پاتے ہیں۔ کہ ان خانہ کو دیا

بے شک وہ غمزہ دار تھا۔ مجھ میں بھی ایسا گور وہیں تھا کہ ان کی گرفت میں پڑنے کی سکت بھی باقی رہتی۔ خانہ کا حکم سننے ہی میں نے پوری قوت سے اپنے ہوجہ کو فرش کی طرف کھینچا۔ کھٹکی آواز ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ خانہ کوڑنے والا ایک ساعت کھینچ لے لہلا گیا تھا۔ میں فرش پر پڑھکتا ہوا ایک پائی کی طرف گیا۔ دوسری پار خانہ کوڑنے کا لہکسا کھٹکا ہوا۔ میرے دھچکنے رہنے کے باعث نہ خطا ہو گیا۔ پھر تیسرے خانے سے پہلے ہی میں نے پائی اٹھا کر اچھاں دھر۔ اُدھر لگتا تھی کہ مجھے کسی کی کوشش کی۔ اور وہیں نے اٹھ کر پھر چھلانگ لگائی۔ بس پھر دیش کے پیش نظر میں نے سب سے پہلے اس کے پیلا والے ہاتھ کو گرفت میں لیا تھا۔ وہ شاید صرف ایک اچھا نٹ بنا تھا، لڑنے کے فن سے واقف نہیں تھا۔ ایک منٹ کی حد پھر میں یگانے اس سے ریلو اور چھین لیا۔

اب وہ سہا ہوا ہوا رہا تھا۔ میں نے اس سے زور کو دیکھا میں نے کچھ پیچھے سے گرفت میں لیا تھا۔ وہ فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا اور اس سر سے خون بہ رہا تھا۔ پہلی خانہ رنگ کی جو گولی مجھے تھی سپاہی تھی وہ اس کی کھوپڑی میں سوراخ بنا کر گڑ گئی تھی۔

میں نے دوسرے شخص سے پوچھا: "یہ کیا پھر ہے؟"

وہ رٹنے کے انداز میں بولا: "یہ پکڑ تو میری سچ میں بھی نہیں آتا ہے۔ تم کو رٹ بھرنے کے بعد شبنا کے ساتھ ساتھ جا کر اسٹیبل گئے۔ بائین صاحب نے اسٹیبل میں اپنے ساتوں کو ڈونڈ کیا کہ تمہیں مار کر کہیں چھینک دیں۔ سب کے اچھی موت نظر آ رہی ہے؟"

وہ حوک نگل کر بولا: "اسٹیبل سے بائین صاحب کے ماتحتی نے اطلاع دی کہ شبنا نے ایک چرل اسٹور میں شاپنگ کے لئے گئی تھی اور تم ایک ہولٹ کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے تمہیں ریلو اور لہلا کھانچا کلا میں بٹھا لیا۔ وہ تمہیں ہلاک کرنے کسی ویرانے کی طرف لے جا رہے تھے۔ اسی تک ایک کار نے اور ٹھیک کیا۔ پھر اس کا راستہ رک دیا۔ لہلا کا رے ایک نو جوان دوشیزہ نے اڑ کر تمہیں لہلا۔ اس کے ہاتھ میں بیٹھی تھا اور وہ کار کا ڈرائیو کر رہی تھی۔

"فریڈ کو کھوڑو۔ ورنہ میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا؟ میں فریڈ اس کے سلسلے کے ساتھ تھا اور وہ کچھ فریڈ کی حاشا شروع کر رہا تھا۔"

میں نے پوچھا: "وہ دوشیزہ کون تھی؟"

ہم نہیں جانتے۔ ہمارے آدمیوں نے اس دوشیزہ سے کہا کہ وہ خود خراب نہیں چاہتے۔ اگر وہ عازم کو لے کر اس ملک سے باہر چلی جائے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا؟

"کیا عازم اسے جانتا تھا؟"

"مجھے تم ہی فرماؤ تم ہو؟"

میں نے ڈانٹ کر کہا: "کیوں مت کرو۔ میرے سوال کا جواب؟"

"جواب کیا دوں، ہمارے آدمیوں کا بیان ہے کہ تم نے کار سے نکلی کر اس دوشیزہ سے کہا: "ہاں تم کو کھنچ کر گئے تھیں۔ میں تمہارا اندر آؤ ہوں خدا کے لئے" مجھے ان غلطوں سے بچاؤ؟"

میں اچھی کھوپڑی سلہانے لگا۔ عازم بلکا جلا لگا ثابت ہو رہا تھا۔ ایک لڑکی نے اسے فہرہ دیا کہہ کر مخاطب کیا اور اس نے فریڈ ہی اپنی جان بچانے کے لئے تسلیم کر لیا کہ وہ فریڈ ہے؟ میں نے اس شخص سے کہا: "مجھے یہ فریڈ، کیا اس لڑکی نے اپنا تعارف نہیں کر لیا تھا؟"

"نہیں؟ اس شخص نے کہا: "اسی دوشیزہ نے اس کی بات سن کر فریڈ سے پیچھے ہمت کر لیا۔ فہرہ دیا، خدا شکر ہے کہ تم نے فریڈ کو فریڈ ہی بچا لیا۔"

"رومانہ... میں تمہیں یہاں بیٹھنے پڑا۔"

رومانہ تو افسوس کنوں میں فنا ہو چکی تھی!



زندگی

ایک اذہا کنواں ہے۔ اس کی گرائی کا پتہ نہیں چلا کہ تم کئی گرائی میں ڈوب چکے ہیں ہیں ایک دوسرے کا پتہ نہیں چلا۔ میرے لئے جو شخص ہمارا فریڈ پر بیٹھا تھا۔ اس کی باتوں سے معلوم ہوا تھا کہ رومانہ اندھے کوئی میں نہیں گری تھی۔ میں نے سائینسنگ کے ہوتے رومانہ سے اس شخص کا نشانہ لیتے ہوئے پوچھا: "سچ بتاؤ کیا تمہارے آدمیوں کو لہلا نے الی رومانہ تھی؟"

وہ رومانہ کو دیکھتے ہوئے تھوک لنگتے ہوئے بولا: "مجھے گولی نہ مارو۔ میں خود اسٹیبل میں نہیں تھا۔ وہاں ہمارے آدمیوں نے مجھ پر دیا، وہ وہ میں بیان کر جاؤں۔ انہوں نے اپنے کانوں سے سنبھلے۔ وہ لڑکی اپنا نام رومانہ بتا رہی تھی؟"

میں نے پوچھا: "تمہارے آدمی عازم کو ہلاک کرنے کسی رومانہ کی طرف سے جا رہے تھے۔ پھر انہوں نے عازم کو رومانہ کے توالے کیسے کر دیا ہے؟"

"ایسا کرنے کی ہمت ہی وجوہات ہیں لیکن میری کچھ میں نہیں آتا کہ تم خود عازم ہو کر یہ باتیں کیوں پوچھ رہے ہو۔ وہ سب کچھ رومانہ کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا؟"

"میں عازم نہیں فرما رہی ہوں؟"

"آئیں، پہلے تو اس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا پھر بات

میں سز لا کر بولا: "ہاں ایسا ہو سکتا ہے جب رومانہ نے عازم کو فریڈ کہہ کر ہی طلب کیا تو عازم نے فوراً ہی تسلیم کر لیا کہ وہ فریڈ ہے کیا وہ پہلے سے جانتا تھا کہ وہ تمہارا ہتھیار ہے؟"

"نہیں، میں نے کہا: "میں نے اور عازم نے لیکر فرسے کو کبھی نہیں دیکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ بہت ہی مہنگے ہوئے فریڈوں سے بچنے کے لیے فوراً ہی فریڈ بن گیا؟"

اس شخص نے کہا: "ہمارے آدمی رومانہ پر خانہ رنگ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ قریب ہی ایک چھوٹی سی سی کاپولیس اسٹیشن تھا۔ پھر یہ کہ عازم نے رومانہ سے شامانی ظاہر کر کے اور خود کو فریڈ کہہ کر ہمارے آدمیوں کو مغلطے میں ڈال دیا تھا وہ لوگ عازم کو پھر سے نہیں پہچانتے تھے۔ اسے ستر میں شبنا کی کار سے اتارنے دیکھ کر اندازہ لگایا تھا کہ وہی عازم ہو سکتا ہے اور اسی عازم نے خود کو فریڈ کہہ کر انہیں الجھا دیا تھا۔ رومانہ کو کبھی ہر وقت بنا کر اس کے ساتھ چلنا پڑا۔ وہ تو وہی کچھ ہی ہوگی کہ تمہیں اپنے ساتھ لے جا رہی ہے؟"

میں نے ان آنکھوں سے اس شہزادہ کی جانب دیکھا جس کی کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا تھا اور اس کی لاش فرش پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ صرف ایک لمحوے کے لیے میری توجہ سٹاپ کی تھی۔ اس شخص نے اچانک ہی تپائی اٹھا کر پھر چل گیا۔ وہ تپائی میرے بائیں بازو پر آکر لگی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آخری کارواہی منی۔ کیونکہ میری انگلی ٹرک پر چل رہی تھی۔ وہ فرش پر گر کر تڑپا ہوا تھا۔ جس کم جہاں پاک۔ اب اس کمرے میں صرف مڑوہ دہن تھے۔ میں تیزی سے حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ مجھے یہ سوچ کر خوشی ہو رہی تھی کہ میری رومانہ زندہ ہے۔ شکر یا سونیل نے اسے اندھے کوئی میں نہیں گرایا تھا البتہ سونیل نے غلط بیانی سے کام لے کر رومانہ کو مجھ سے دور کر دیا تھا۔

اسی لئے وہ میری شبلی پیٹھی کے خلاف تھی۔ میں دوبارہ وہ علم حاصل کر کے رومانہ کی زندہ ہوجوں تک پہنچ سکتا تھا۔ فرسے کہ رومانہ کو دھکے دے والی سونیا خود مجھ سے دور ہو گئی تھی۔ پتہ نہیں کہاں ہوگی۔ اپنی سونگھنے کی صلاحیتوں کو کام میں لا کر بھی مجھ تک پہنچ نہیں پاری تھی۔

بہر حال اب مجھے رومانہ کی فکر تھی۔ وہ دھک لکھا کر عازم کو اسی طرح فریڈ مجھ پر ہی تھی جس طرح شبنا نے مجھے عازم سمجھنے سے کہنے کے لیے بھنڈا ہو گئی تھی۔ میں تو دیا تندی سے شبنا کے عازم کی کاپت سمجھ کر اس سے سزا رہا تھا۔ پتہ نہیں عازم بھی دیا منت دار ہو گا یا نہیں؟"

شبنا اور عازم کا رومانہ صرف اس حد تک تھا کہ انہیں

شادی کے بعد بھی سہاگ رات گزارنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ عمارت بھی شاندار طرح کنواری اور اچھی تھی۔ بھری جہاز میں ہم ایک دوسرے کے قریب آئے تھے۔ محکمہ ہون کا تعارف باقی رہ گیا تھا۔ یعنی وہ دونوں ہی منہ زور اُدھال تھیں۔ ادھر شاندار جھے اور ادھر روانہ عازم کو کہا کہ اسے جاسکتی تھیں۔

میں نے آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ کھولا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم کے دروازے تک پہنچ گیا وہاں بائیں زبیری اپنی بیٹی شاندار کو بائیں میں اٹھاتے ہوئے تھا۔ اس کے آدھی ٹھکانے لگا دیں گے لیکن اس کی امیدوں پر پانی پانی گر گیا۔ جھے دروازے پر دیکھتے ہی وہ سہم کر اچھل پڑا۔

شاندار نے میرے ہاتھ میں دیا اور دیکھ کر پوچھا: "کیسا بات ہے؟"

"اپنے ڈیڑھی سے پوچھو۔ یہ راولپور جھے ہلاک کرنے کے لیے تھا لیکن اب اس کی باقی کو کیاں تمہارے مکار باپ کے سینے میں اتریں گی؟"

شاندار جلدی سے باپ کے سامنے ڈھال بن کر بولی: "میں عازم، باغی، اسی طاقت نہ کرنا میں کسی حد تک سمجھتی ہوں۔ ڈیڑھی ہمارا نکاح نامہ منسوخ نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہمیں میری زندگی سے منسوخ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جیسے بھی ہیں میرے باپ ہیں۔ انہیں میری خاطر صاف کر دو۔ میں ابھی تمہارے ساتھ یہ گھر چھوڑ دوں گی؟"

"اس کے بعد بھی تمہارے باپ کے کتے تمیر لے لیا کرتے؟"

بائیں زبیری نے کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی تمہیں نقصان پہنچانے کے متعلق نہیں سوچوں گا؟"

"مشرقا میں اب کیا تم نے اپنی بیٹی کو یہ نہیں بتایا کہ سنبول میں تمہارے آدیوں نے عازم کو بھلا دیا تھا، پھر اسے ہلاک کرنے کیوں لے جا رہے تھے لیکن اسے فریاد نہ کر سکی تو تمہارے حوالے کر دیا تھا؟"

"آں... آں... نہیں نہ! بائیں زبیری اپنی بیٹی کی حقیقت چھیلنے کے لیے بھول گئے۔ ہوتے ہولانا سنبول میں میرے آدی ہیں تمہیں پر سے نہیں چھینتے تھے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ تمہیں ادھر شاندار کو میرے پاس لے آئیں لیکن انہوں نے غلطی سے فریاد نامی کسی شخص کو بھلا دیا تھا؟"

"وہ فریاد میں ہوں۔ تمہارے آدیوں نے عازم کو بھلا کر چھوڑ دیا ہے؟"

وہ جھے شدید زبیری سے دیکھنے لگا۔ شاندار میری جانب بڑھتی ہوئی بولی: "عازم، تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ڈیڑھی

کے سامنے اسی احمقانہ باتیں نہیں کر دو گے۔ تم فریاد نہیں، عازم ہو؟"

"تھوڑی سی؟" بائیں زبیری نے کہا: "یہ شخص خود کو فریاد کہہ رہا ہے۔ مجھے اس کی باتیں سننے دو؟"

شاندار جھلکا کر بولی: "آپ کیا نہیں گے؟ ہر آپ عازم کے سر کی چوٹ سے بھڑکتے ہیں کہ اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہیں۔ ڈیڑھی صاف صاف سن لیتے۔ میں اپنے معاملات میں آپ کو مداخلت کی اجازت نہیں دوں گی، عازم؟"

وہ میرے بازو سے آگ لگ گئی۔ میں اسے یقین نہیں ملا سکتا تھا کہ میں فریاد ہوں۔ یقین ملانے والا شخص میری گولی سے ہلاک ہو چکا تھا۔ وہ اپنے باپ کی ہر بات کو قریب سمجھتی، اس کے باپ نے جھے ہلاک کر دینے کی جو سازش کی تھی اس کے پیش نظر وہ اعتماد کے قابل نہیں رہا تھا۔

میں نے کہا: "مشرقا میں اب صرف اتنا یاد دہانہ ہوں کہ جو شخص تمہارے آدیوں کے ہاتھ آیا تھا وہ رومان نامی لڑکی کے ساتھ کہاں گیا ہے؟"

وہ سوچنے لگا۔ میں نے تینہر کی دیکھو غلط نہ کہانا نہ شاندار کا لحاظ لے لیں ہمیں گولی مار دوں گا؟"

وہ بولا: "میں ایک باپ کی حقیقت سے اپنی بیٹی کو جس حد تک تم سے وعدہ رکھنے کی کوشش کر سکتا تھا وہ کر چکا ہوں۔ اب میں شاندار کے رشتے میں نہیں آؤں گا۔ اس لیے سچ کہہ رہا ہوں کہ وہ رومان کے ساتھ ہانگ ہانگ گیا ہے؟"

میں نے پوچھا: "عازم کا پاسپورٹ میرے پاس ہے؟"

کیسے جاسکتا ہے؟"

"ایک بھری جہاز میں ہمارے ایسے لوگ ہیں جو اسے پاسپورٹ کے بغیر کہیں بھی پہنچا دیں گے؟"

"کیا وہ رومان کے ساتھ جلتے کے لیے راضی ہو گیا تھا؟"

"یقیناً، ہمارے آدی اس وقت تک بندرگاہ میں موجود رہے، جب تک کہ جہاز انہیں لے کر روانہ نہ ہو گیا؟"

"ابھی بات ہے۔ میں ابھی شاندار کے ساتھ باغی بجے والی خلافت سے جاؤں گا۔ تم ابھی ہمارے لیے سیٹ ڈیفنڈ کرو؟"

وہ سیدھا اٹھا کر فریاد کو بل کرنے لگا۔ میں نے سائیلنٹ فلک کو روک لیا اور کو جیسے دیکھ لیا۔ شاندار نے ایک ملازم کو بلا کر حکم دیا کہ ہمارا سامان واپس ڈکی میں رکھا جائے۔ تھوڑی سی بعد بائیں زبیری نے کہا: "سیٹ مل جاسکتی ہے۔ تم دونوں کو ابھی ایر پورٹ جانا ہو گا؟"

میں نے کہا: "صرف ہم دونوں نہیں تم بھی ہمارے ساتھ ایر پورٹ تک چلو گے۔ میں نہیں جانتا کہ تم ہمارے پیچھے کوئی مازن کرو؟"

"اگر تم عازم ہی ہو تو میں تم میاں بیوی کے خلاف بائیں کا دروازی نہیں کھولوں گا؟"

"کوئی اچھا دار تو کر سکتے ہو۔ بھگت نہ کو دو چپ چاپ چلو؟"

ہم تینوں کو ٹھی کے باہر آگئے۔ شاندار نے اسٹیئرنگ منہالی میں بائیں زبیری کے ساتھ جھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عام حالات میں سسر اپنے دامادوں پر کوئی نظر نہیں کرتے ہیں، باجی داماد اپنے سسر کا پیر پیر بنا ہوا تھا اگر سسر مالے لے ہی ہوتے ہیں تو یہ میری دانشمندی ہے کہ میں نے اب تک شادی نہیں کی، ماور نہی کر دیں گا۔ جھے جرت دلانے کے لیے ہی ایک سسر کا بیٹا تھا۔

ایر پورٹ پہنچ کر بھی میں نے بائیں زبیری کو اپنے ساتھ رکھا۔ مجھے ٹکٹ حاصل کرنے کے بعد ایک ریلو اسٹیشن میں وقت گزارا۔ وہ بہت عجیب تھا امالانگو میں اسے راولپور میں دکھایا تھا۔ اس کے باوجود اسے اپنی عزت کی خاطر خاطر شہر بنا پڑا۔ اگر وہ میرے خلاف کچھ کہتا تو اس کی بیٹی میری حمایت پر اتر آتی۔

باغی بجنے میں... دس منٹ رہ گئے تھے تو میں بائیں زبیری سے الوداعی صفا ہو گیا۔ شاندار کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ سہاگ بن کر رخصت ہو رہی تھی لیکن باپ اسے سسر کی رخصت نہیں کر رہا تھا۔ میں اسے سہارا دے کر طیارے میں آگیا۔

اپنی سیٹ پر بیٹھنے کے بعد وہ بہت دیر تک اداس رہی۔ جب طیارہ فضا میں بلند ہو گیا تو وہ سرواہ بھر کر بولی۔ "بہن! میں میری تقدیر میں کیا کھلے۔ تک تک میں اپنے باپ کی لاڈلی بیٹی تھی۔ ادھر تمہاری جان سے زیادہ عزت مجھ پر تھی۔ آج توڑی نے مجھے پیار سے رخصت نہیں کیا اور تم خود فریاد لکر مجھ سے کسرا رہے ہو آہ! آج میں کتنی اکیلی ہوں؟"

وہ سر جھکا کر اپنے آنسو پونچھنے لگی۔ واقعی وہ اپنی زندگی کے عجیب موڑ پر آگئی تھی۔ اس نے باپ کی محبت اور دولت چھوڑ دی تھی۔ عازم کے ساتھ نئی منزل کی طرف چلی تو عازم کی بگڑی ہوئی ایک اب وہ کبھی یقین نہیں کر سکتی تھی کہ میں فریاد ہوں۔ شوہروں کے مزاج شادی کے بعد بدل جاتے ہیں لیکن بات قابل یقین نہیں تھی کہ شوہر بیٹھی جی طور پر بدل گیا ہے۔ میں نے ہوسے کہا: "شاندار، جو حوصلہ رکھو اگر میں تمہارا

عازم ہوں تو لیکن ان تمہارا ہی بن کر رہوں گا۔ اب بھی اجنبیت کے باوجود تمہارے ساتھ ہوں اور جب تک تمہارا پیار نہیں واپس نہیں کروں گا تب تک ساتھ نہیں چھوڑوں گا؟"

وہ نظریں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔ آنسوؤں سے دھلی ہوئی غزالی آنکھوں میں ایسی کشش تھی کہ میں نظریں نہ چلا سکا۔ اس کی آنکھیں جیسے بولتی تھیں: "میں اکیلی ہوں۔ تم کیسے بھڑکے ہو کہ ساتھ ہو جاؤ۔ وہ بھی ہو۔ کیا میری آنکھیں نہیں ہنسی بھاری رہیں گی؟ یہ آؤ مجھے اتنی زبرد سے بھڑکے میں مر جاؤں..."

سچ تو یہ ہے کہ میں خود اس آواز کے دوران مرد ہوا تھا۔ اب سے پہلے میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ شرافت سے کسی کی امانت کی حفاظت کر دوں گا۔ مجھے تو یوں لگ رہا تھا جیسے میں اپنے ساتھ ناقص تم لے چل رہا ہوں۔ پتہ نہیں وہ کس وقت مجھے بھانگے سے اڑا دے گی۔

وہ ہوسے بولی: "سچ بتاؤ کیا کچھ میں کوئی کی ہے؟" میں نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا: "اللہ تعالیٰ نے جتنی حسین اور شاہکار صورتیں بنائی ہیں ان میں سے تم ایک ہو۔ تمہارے خوبصورت سے دل میں محبت کا ایک ایسا سمندر ہے۔ تمہارے پیار کے لیے سنسنا چھوڑ دیا۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ تمہیں پانے کے لیے میں ہرک بھی سکا ہوں۔ تمہارا غور کرو کہ اگر میں عازم ہوں تو کس قدر دیانت دار ہوں کہ تمہیں پرانی لڑکی جان کر خود کو کشیدہ شاندار کے لیے محفوظ رکھ رہا ہوں؟"

"مجھے یہی تو دکھ ہے کہ تم مجھے پرانی لڑکی سمجھ رہے ہو۔ میں گمشدہ نہیں ہوں تم ہو؟"

"ایک ہی بات ہے۔ انسان خود کو بھول جاتا ہے تو اس کے لیے ساری دنیا گمشدہ ہو جاتی ہے؟"

"اچھا تو تم تسلیم کر رہے ہو کہ تم فریاد نہیں بلکہ خود کو بھولے ہوئے عازم ہو چو؟"

"میں تمہارا دل نہیں توڑنا جانتا، اس لیے تسلیم کر لیا ہوں۔"

"پھر ہانگ ہانگ کیوں جا رہے ہو؟"

"یہ خیانت کرنے کے لیے کہ تمہارا عازم میری محبوب کے ساتھ وہاں گیا ہے؟"

"تم نے مجھ پر فریاد بتایا تھا کہ ہانگ ہانگ میں سے لڑکی نامی تمہاری ایک محبوبہ ہے لیکن یہاں سنبول میں کوئی فریاد کسی رومان نامی لڑکی کے ساتھ گیا ہے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فریاد کی دو محبوبہ ہیں؟"

"دو نہیں تین۔ ایک کا نام سونیا، دوسری کا نام رومان اور تیسری کا نام ہے رومن ہے اور وہ دونوں مجھ سے بچھڑ گئی ہیں۔"

آمدنی کی توقع میں بانگ کا تک جا رہا ہوں۔ اس نے کہا: "مناجیہ دولت مند باپ کی بیٹی کے خرافات برداشت کرنے کے لیے آپ کو کم از کم دس ہزار ڈالر مانگنا ہوگا کیا آپ کسی قابل ذکر صلاحیت کے مالک ہیں؟ میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "فی الحال تو مجھے کرنے کی صلاحیت تھی اس لیے بنا نہ کا دل حیرت لیا۔ اگر اس کے خواہات برداشت ذکر سکا تو شاید اسے چھوڑ دوں گا۔ یہ بات میں نے دودو شرما کی عیاش طبیعت کو سمجھتے ہوئے کہی تھی۔ وہ فوراً ہی کھل گیا۔ اس نے پوچھا: "کیا آپ سینگ کی سے یہ بات کہہ رہے ہیں؟" "بے شک۔ جو لوگ تھی کار اور پٹرول کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے بالآخر اس کار کو فروخت کر دیتے ہیں۔" وہ آہستگی سے بولا: "یہ بات اب کسی سے نہ کہنا۔ میں بانگ کا پہنچ کر کہیں اتنی رقم دوں گا کہ تم نے بھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔" میں زبردستی نہ لگا۔ انسان کی فطرت کو سمجھنے کے لیے ٹیلی بیسن کا مطالعہ ہی نہیں ہے۔ آپ اپنے لگے دانے سے اس کے مطلب کی باتیں کریں تو وہ جلد ہی کھلی کتاب کی طرح خود کو پیش کر دے گا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: "اچھا بیٹے! میں بانگ کا تک پہنچ کر کہتا رہی سو دے بازی کا جواب دوں گا۔" اتنے میں ریشا ایک لڑائی کے ساتھ آگئی۔ اس نے وہ سکی کی بوتل اٹھلا کر شرما کے سامنے رکھتے ہوئے کہا: "آپ لوگوں نے سیٹ بدل لی ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ مضافوں کو ایک دوسرے سے دھکی کر بیچنے سے۔" اس نے مشرب و گلاس کی مری طرف بڑھا دیا۔ دودو شرمانے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیا ہے آپ وہ سکی نہیں پیئیں گے؟" "میں شراب نہیں صرف شراب پیتا ہوں۔" ریشمانے کہا: "مشر شرما بھلے یاد آیا۔ وہ نقل و نودو شرما تھا، وہ بھی شراب نہیں پیتا تھا۔ میں نے سفر کے دوران اس سے وہ سکی کے لیے پوچھا تو اس نے شراب طلب کیا تھا۔" شرمانے ہنستے ہوئے کہا: "مشر عازم بھی شراب نہیں پیتے ہیں۔ کیوں نہ ہم انہیں وی بہرہ دیا کھلیں؟" ریشمانے مجھے گری نظروں سے دیکھا۔ پھر سکر کر بولی: "اودہ نو۔ مشر عازم ایک شریف انسان ہیں۔ مشر شرما! اس بہرہ دینے کے لیے شک آپ کو پریشان کیا تھا لیکن میں یہ مزید کہوں گی کہ وہ بذات خود بے حد شریف اور لڑاؤ کا ہدف تھا۔"

شرمانے ناگوارگی کا اظہار کیا، میں نے پوچھا: "مشر صاحب کو پریشان کرنے والا شریف کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ بولی: "آپ سب کوں۔ اس بہرہ دینے سے میرے فیلٹ سے جلدتہ وقت کو تیز نہیں بڑاتی، میں نے ضرور سوری تھی۔ وہ میرے سینے پر پانچ ہزار ڈالر کی گڈیاں دکھا کر چلا گیا۔ مانی گڈن۔ میں اسے کبھی نہیں بھولوں گی۔" شرمانے کہا: "تمہارے یا دوستہ بننے سے وہ انہیں جانتے گا، اور ابھی جاتے تو یہاں نہیں جلتے گا۔" ریشمانے مجھے غری نظروں سے دیکھا پھر بولی: "عورت جب تنہا ہی میں کسی کو یاد کرنے کی سعی ہے تو کافوں میں اس کا لب و لہجہ جھولے ہوئے سبق کی طرح یاد آتا رہتا ہے۔ میں ناقصانہ میں بھی اس کی آواز پہچان لوں گی۔" یہ کہہ کر وہ مجھے دیکھتے ہوئے حملی گئی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے پہچان چکی ہے یا پھر پہچاننے کی کوشش کر رہی ہے۔ میرے سامنے دعویٰ کرنے کا مطلب یہ ہو سکتا تھا کہ میں اس کی باتوں سے قائل ہو کر اس کے سامنے کھل جاؤں لیکن میں نے اس اور انجان بننا چاہا۔ اس دوران دودو شرما پہلا بیگ حلق سے آرا بچکا تھا اس نے دو مہر ایک نلتے ہوئے کہا: "میں اس بہرہ دینے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے پوچھا: "اتھو قصہ کیا ہے؟" "وہ بہرہ دینے میرے بہرہ دینے میں مجھے اود میرے آدمیوں کو بوقوف بنانا رہا۔ پھر میرا سپورٹ کرنے کو بانگ کا تک سے استنبول چلا گیا۔" اسے استنبول کے ایر پورٹ پر پہنچا دیا گیا تھا۔ "مجھے پولیس کو اطلاع دینے کا موقع ہی نہیں ملا۔ مٹھاننا نامی ایک لڑکی نے مجھے اپنے کالج میں قید کر دیا تھا۔" "عجب ہے،" میں نے پوچھا: "آپ بہرہ دینے والی کے سامنے کیسے بے بس ہو گئے؟" وہ ایک گھٹ پٹی بی کر بولا: "وہ لڑکی انہیں پہچان تھی۔ میں سمجھا کہ وہ مجھ پر مڑتی ہے۔ میں اس کے ساتھ مروج کرنے کے لیے گیا تو کالج میں اس کے آدمیوں نے مجھے پکڑ کر سبوں سے باندھا۔" وہ دو مہر اٹھوٹ کی کر بولا: "میں عورتوں کو حاصل کرنے کی ہوس ختم نہیں ہوتی۔ اس ہوس نے مجھے بار بار نقصان پہنچایا ہے۔ میں اس لڑکی کو حاصل کر کے ہی رہوں گا۔" "کون سی لڑکی؟" "وہی رومانہ۔ پولیس والے اس کی تلاش میں ہیں۔ اس کی کوئی تصویر حاصل نہ ہو سکی۔" دودو شرمانے استنبول میں ہی پکڑی جاتی۔

"آب رو مانہ کے کالج سے فرار کیسے ہوئے تھے؟" "وہ خود ہی اپنے آدمیوں سے بول کر گئی تھی کہ کچھ لڑکیاں گھنٹے کے بعد چھوڑ دو جاہلے۔ وہ اس بہرہ دینے کی دیوانی تھی اسی کے بچھے استنبول گئی تھی سب واپس بانگ کا تک آئے گی، تو بڑی جلدتہ گی۔" میں نے سوچا۔ وہ بکری ہمارے آ رہی ہے۔ اسے بانگ کا تک پہنچنے میں میں نہیں دن لگایں گے۔ اس وقت تک میں اس کی حفاظت کو کوئی تدبیر سوچ لوں گا۔" رو مانہ کے متعلق سوچتے وقت پھر مجھے خیال آیا کہ عازم مکار ہے۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔ اگر وہ فریادی بنا رہا تو فرمانہ (زیب میں) اگر میرا پیداس کے حوالے کرے گی پھر کیا ہوگا؟ کیا آئندہ کبھی وہ مجھے فریاد یا اپنے محبوب کی تحقیرت سے قبول کرے گی؟ میں نے ایک مائنس میں شربت کا گلاس خالی کر لیا اور میرے اور شرمانہ کے ساتھ کیا ہوگا، اودھ رو مانہ اور عازم کے ساتھ کیا ہوگا؟ یہ میں نہیں جان سکتا تھا۔ افسوس کہ کشتی پستی کی راہ دوبارہ تلاش کرنے کے لیے مجھے تھکنے بیٹی کا مودہ نہیں مل رہا تھا۔ شرما بڑا بڑا رہا تھا۔ وہ بہرہ دینا یعنی خوبرو اور دیر کوشش شخصیت کا مالک ہوگا۔ تب ہی اس پر حسین لڑکیاں مڑتی ہیں۔ وہاں پولیس والوں نے تحقیقات شروع کی تو اس کی ایک اور محبوبہ دریافت ہوگی۔ اس کا نام ہونے لگا۔۔۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بیٹے میں مصروف تھا۔ بڑے اضطراب کو نہ سمجھ سکتے لگا۔ "اے! اس ننھی سی بیٹی وہ شیرو نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ میں اسے کبھی بھلا نہ سکوں گا۔" میں نے پوچھا: "کیا وہ بانگ کا تک میں سے ہے؟" اس نے مجھے دیکھا۔ ایک گری مائنس کی پھر کہا: "ہوس نے میرے مزہ پوز بروست ملا پچا مارا ہے۔ ہوا لوں کا انٹروال کے ایک باسوں نے ایک بوڑھی عورت کا بڑا بڑا کیا۔ وہ بہت لالچی تھی۔ اس نے بتایا کہ ہون ایک انجینی کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی وہ انجینی ایک دن ادا ایک سات اس کے ساتھ گڑھ کے بعد کہیں چلا گیا۔ وہ اس کی واپس کا انتظار کرتی رہی۔ پھر ایک دن یہ کہہ کر ہائی گئی کہ فریاد واپس آئے تو اسے دک کر کھنا دہ اپنے خاندان والوں سے مل کر دوسرے دن آجلیتہ گی۔" پھر پتہ چلا کہ بانگ کا تک کے معاملہ پر اس کا بھائی اور ایک بہن ایک کشتی میں رہتے ہیں۔ میں نے اس بڑھیکے ہاتھوں کے پتہ پڑنے کوٹ رکھے۔ وہ میرے حضور بے کے مطابق سے ہون کے اس کی اوداسے بتایا کہ اس کا فریاد واپس آ گیا ہے اسی ایک کشتی اس کا انتظار کر رہا ہے۔"

وہ دیوانہ وار بھاگتی ہوئی میری کشتی میں آگئی۔ میں کشتی پر بانس کے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے کین میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اندر آتے ہی ہنسنے لگی۔ بڑھیکے بتایا کہ وہ بیار ہے۔ میں نے دیکھا وہ بانس پر ہی تھی اور تھا بہت سے کانپ رہی تھی بیار سخن بڑا ہی دلکش تھا۔ بے اختیار اس پر دل آ گیا۔ میں نے کہا: "آؤ بیٹھو۔" وہ مکڑی کے باعث فریاد بستر پر گر پڑی۔ فریاد! میری ہونیا تم کہاں رہ گئے تھے؟" میں نے کہا: "تمہارے دیوانہ پوٹا کو پولیس تلاش کر رہی ہے اور اب تم بھی پولیس کی حراست میں ہو۔" وہ گھبرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے ہنستے ہوئے پوچھا: "تمہارا دیوانہ میرے ہی میک اپ میں یہاں سے فرار ہوا ہے۔ تم مجھے دیوانا سمجھ رہی ہو نا؟" اس نے پریشان ہو کر اٹھنے کی کوشش کی مگر گھوڑی پر اس برودینے میں پتہ نہیں کسی کوشش تھی کہ اسے وہاں تک بھیج لانی تھی ورنہ اس میں جیلنے پھرے کی بھی سکت نہ تھی۔ میں نے بڑھیا کو بھگا دیا۔ کشتی لگاؤن کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ وہ کھارن لڑتی ہوئی کہہ رہی تھی: "مجھے جانے دو۔ وہ مزہ داپس آئے گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا: "تمہارے بہروں میں جاننے کی قوت ہے تو جلی جاؤ۔ میں شراب اور شراب کو اپنے ہاتھوں سے کبھی نہیں جانے دیتا۔" میں ہنستے ہوئے شراب کا ایک بیگ بندنے لگا۔ ہانے یہ جوانی کیا چیز ہے۔ انسان کو ادھا کر دیتی ہے۔ میں کھلی کھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہ مجاز کر دوار مجبور ہے۔ میں صرف اپنی ہوس کی تکمیل چاہتا تھا۔ دودو شرما کی باتیں سن کر میں غصت سے کھول رہا تھا۔ میرے تصور میں عجت کی ماری بیار سے ہون میرے لیے تو بڑی ہی تھی، اور شرما کے جسم سے کھینٹنے کی باتیں کر رہا تھا۔ میں نے تمھیں بیخ میں گھر سے سنتا رہا کہ اگے ہون کا انجام ہوا اور دودو شرما اسی طیارے میں میرے ہاتھوں سے کی موت مرے گا۔ وہ کہنے لگا: "بانگ کا تک کی شام تھی، شراب تھا اور شراب تھی۔ اور دل میں انتقام کی آگ بھی بھڑک رہی تھی کہ اس بہرہ دینے کی ہر جھوٹی کی ایسی ہی کر دوں گا۔ تب وہ روٹی ہوتی بولی: "میں صرف دینے کے لیے ہوں مجھے کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔ میں مر جاؤں گی۔ میں مر جاؤں گی۔" میں نے پہلا بیگ خالی کرنے کے بعد اسے دیکھا تو میرے

شرابی ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کی آنسو جھری آنکھیں جیسے میرے دل میں پھینکے گئیں۔ مہلا کا وہ پہلے سے دوسری تھی لیکن دوسری کے ایک بیگ کے ایک جھٹکے نے مجھے دہاں سے آستی کے پاس پہنچا دیا۔

آرتی بھی نے یونی کی طرح نخصے سے کہی بھولی بھالی سی ہڑکی تھی۔ اسے چند غنڈے اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں پولیس کی بڑے لے کر جب ایک گھنڈے میں پہنچا تو غنڈے اس کی آبرو ٹھٹھکے تھے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی چیخ کر بولی: "بھیا! میرے پاس مت آؤ!"

انہوں نے اسے بانٹوں میں چھپایا جا یا گاگرہ مڑ چکی تھی! آہ! اس سے پتہ چلا کہ عورت تیلے سے میری مر جاتی ہے جیتے جی اپنے بھائی اور باپ کو مزہ نہیں دکھا سکتی....

دو دو شراب آٹکھیں بھیک گئیں۔ وہ بی رہا تھا گلاس کے اندر سے ایک سما انسان بول رہا تھا۔ میں نے نشی آنکھوں سے دیکھا تو فریض بشر پر پڑی ہوئی لڑکی کبھی مجھے نے یون نظر آئی، کبھی آرتی دکھائی دی۔ میرے چہرے نے مجھے سمجھوڑ کر کہا: "یہ یون بھی کسی کی بہن ہوگی اور بھی آرتی کی طرح اس کی عزت لٹگی۔"

میرے ہاتھ سے شراب کا جام چھوٹ گیا۔ میں نے سے یون کے پاس اگر فریض پر گھٹنے ٹیک دیئے۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ وہ آٹھری اکھڑی سی سانس لے رہی تھی۔ میں نے اس کے بازوؤں کو تھام کر کہا: "جسے یون! میں شیطان نہیں، انسان ہوں، اور انسانوں کی بہنیں بھی ہوا کرتی ہیں۔ ابھی تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا میری بہنا...."

یہ کہہ کر میں نے اسے سینے سے لگا لیا۔ وہ جب تھی۔ جب میں نے آرتی کو اپنے بازوؤں میں چھپایا تھا۔ تب وہ بھی اسی طرح چپے تھی۔ میں نے گھر کو اسے آواز دی: "مے یون! میں بہت غنڈے ہوں مگر بہن کی محبت سے خالی ہوں مجھے بھائی کہہ کر آواز دو آرتی...."

مگر وہ چپے تھی۔ میری آواز سے بہت دور جا چکی تھی میری بات سمجھ رہے ہونا میری۔ میری دوسری آرتی بھی میرے بازوؤں میں دو ٹوٹ چکی تھی.... دو دو شرابی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ وہ اپنی آستین سے آنکھیں پونھنے لگا۔

اد میں... میں تو اپنے آپ کو بھول چکا تھا میری آنکھوں کے سامنے جو اندھیرا چھا گیا تھا اس اندھیرے میں صرف سے یون کی لاش نظر آ رہی تھی۔ وہ مڑ چکی تھی۔ گلاس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور میرے کانوں میں آواز آ رہی تھی سے

مجھے نے تو بعد میں سمجھ کر دکھا دانا کا پاس! آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تیرے نظار میں میرے دل پر گھونٹے لگے تھے۔ اسے چھوڑ کر آتے وقت میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری جوانی میں اسے بیماری کاٹ چلے گی۔ اد مجھے وعدے کے مطابق پہنچنے میں دیر ہو جائے گی تو میں کیا کروں؟ میں اس دوائی لڑکی کو فارموسا سے ہانگ کا لنگ ٹیک سمجھا آیا تھا کہ میرا خیال دل سے نکال دے۔ مجھے سوچنا ہی پڑا کہ یہ دل لگا سکتی ہے یعنی اسی عورت کو میری جدائی کہتے تھے پہلے اور اپنے حوصلوں سے تمنا زائد رہ سکے۔

میں جانتا ہوں سے یون کو بیماری نے نہیں میری جدائی کے دکھنے مارا ہے۔ وہ لڑکی جس کی روح کی خدا صرف محبت ہی عبت کے بغیر زندہ نہ رہ سکی۔

میرے اور شراب کے درمیان بڑی دیرینک خاموشی رہی شراب کا چہرہ گہرے صدمہ کی تصویر بنا ہوا تھا۔ اس وقت میرے دل میں اس کے لیے بھردری اور محبت پیدا ہوئی۔ کیونکہ اس نے سے یون کو آرا بگھ کر اس کے آخری لمحات کو آسان بنا دیا تھا۔

اس نے ایک نیا پیگ بناتے ہوئے کہا: "میں غیاش ہوں اور شاید اپنی جوانی کی آخری سانس تک غیاشی کرتا رہوں گا۔ میں آرتی اور سے یون کی موت نے مجھے سمجھا دیا ہے کہ مجھ کو یونوں کا مجبور یوں سے نہیں کھیلنا چاہیے جو باطنی خوشی آتے اس سے دل خوشی سوا کر اور نہ تالیے حسن و شباب کو ذہن سے نکال دوں۔"

وہ ایک گھونٹ پنی کو میری طرف دیکھتے ہوئے بولا: "شانہ کو دیکھ کر میں پھر بہک رہا ہوں۔ میں نے اپنی سیکڑی کو اس مقصد کے لیے شانہ کے پاس چھپا ہے کہ وہ تم دونوں کے حالات معلوم کرے۔ اگر وہ خریدی جا سکتی ہے تو میں بڑی سے بڑی رقم اٹا کروں گا اور اس کا خیال دل سے نکال دوں گا۔"

میں نے کہا: "مشر شراب! میں نے تمہاری لنگا ہوں سے لیا تھا کہ تم غیاش ہو گین اب تمہارے اندر کے انسان کو دیکھنا صاف کہہ دوں گا میں تمہیں بلے دو وقت بنا رہا تھا۔ حقیقت یہ کہ میں بیوی کو فروخت کرنے والا ہے غیرت آدمی جس میں ہونے کی خرید لگا کا انداز دیکھ کر غصہ آ رہا تھا۔ میں تم سے نہیں خریدتا، لیکن تمہارے اندر چھپی ہوئی شرافت نے مجھے دشمن بنا دیا ہے۔"

وہ مجھے ٹٹوٹی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر گسری لڑکی سے بولا: "تم نے مجھے حقیقت بیان کر دی۔ یہ اچھا نہیں ہوا۔ اگر انتقام لینے تو بہتر ہوتا۔ اس طرح مجھے پھر ایک نظر دیکھتی۔ پھر شاید یہ کبھی کسی غیر کی بڑی کو بڑی نظر سے نہ دیکھتا۔"

"مشر شراب! انسان بار بار تو کہتا ہے اور پھر تڑپتا ہے۔ بے کہ میں اپنی عورت سے زیادہ پر اپنی عورت حسین اور دلربا لڑکی ہے۔ میں خود یہ کوشش کرتا ہوں کہ حسین عورتوں سے دور رہوں...."

میں نے بات ادھوری چھوڑ کر دوڑ بیٹھی ہوئی شانہ کی بات دیکھا۔ اس حین سے دہر دہر بننے کی کوشش کرنے کے باوجود بات ختم اس سے قریب کرتے جا رہے تھے۔ شانہ نے تائید میں سر ہلا کر کہا: "میں سمجھ گیا۔ ہم دونوں ایک ہی کے سوار ہیں۔ ہم تو بہت کر تے ہیں اور توڑتے ہیں مگر بار بار یہ بات سے کہ تم شراب نہیں پیتے۔"

میں نے کہا: "شاب کا لنگ ٹیک کم ہے۔ میں تو اسی ایک نشہ چھپا کر چھپا رہا ہوں۔"

"بائیں نہ بناؤ، آؤ مجھ سے دوستی کی ابتدا ایک جام سے کرو۔" جام تو خالی ہو جاتے ہیں مگر دوستی کبھی خالی نہیں جاتی مجھے کرو دوست۔"

مگی۔ اس کا گلہ بی گلہ کی سا ہاتھ گرم تھا، نرم تھا۔ کھن جیسی ملائم آنکھوں کے انخوں کی پالش پچھلی تھی اور خون کی طرح سرخ تھی اور مجھ پر جیسے شب خون مار رہی تھی۔ میرے لوہی حرارت ٹھنکے گی۔ میں نے بڑی آہستگی سے ہاتھ چھڑا کر پانا چاؤ وہ اپنی گرفت مضبوط کر لی ہوئی۔ "تم تو یوں کرتا رہے ہو جیسے میں تمہیں نہیں جھگا کر لے جا رہی ہوں۔"

"تقدیر ہم دونوں کو جھگا رہی ہے۔ ہانگ کا لنگ پہنچ کر حقیقت کھلے گی کہ کون سی منزل کسی کی ہے۔"

"تم پھر وہی عازم اندر فاد والی محبت چھپانا چاہتے ہو؟" "نہیں، بات سے بات نکل گئی اس لیے کہہ دیا۔ میں جب تک خود کو فاد ثابت نہیں کروں گا اس وقت تک تمہارا عازم بنا رہوں گا اور اس سلسلہ میں محبت نہیں کروں گا۔"

"اور مجھ سے ہاتھ بھی چھڑاتے رہو گے؟" میں نے دھڑکتے ہوئے اساتوں سے اپنے ہاتھ کو دیکھا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ پھر سکا کر کہا: "اچھا کیا یاد رکھی جاؤ۔ یہ ہاتھ میں سے نہیں سو منپے یا بسنا ل کر کھنا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر اس نے میرا ہاتھ اٹھا کر اپنے رخسار پر رکھ لیا۔ اس کے رخسار میں بر جوانی کی دھوپ تھی۔ میرا ہاتھ تپنے لگا وہ دھوپ میرے دل تک پہنچ رہی تھی۔ میں نے تپش سے بچنے کے لیے وہ چھوڑ دیا۔ یہ کیا حرکت ہے؟

” لیکن میری خواہش ہے کہ میں تم سے دو عمارتیں بنا دوں۔“
 وہ دواڑے پر ایک جانب سٹھکتی تھی۔ میرے گزرنے کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ میں کیمین کے اندر آیا۔ وہ دواڑہ بند کرنے کے بعد پلٹ کر بولی ” بیسٹرو ڈوڈو شرماء...“
 وہ مجھے جو نکالنا چاہتا تھا وہی تھی۔ میں نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ” تم جھولی رہی ہو۔ دو ڈوڈو شرماء بیسٹرو کے دوسری جانب والی سیٹ پر بیٹھا ہے۔“
 وہ مسکاکر بولی ” میں بھی اصلی نہیں فعلی دوڈو شرماء سے مخاطب ہوں۔“
 میں نے غصے سے کہا ” کیا تم مجھے ایک ناکرہ جوڑم میں ٹوٹ کر نانا چاہتی ہو؟“
 وہ دیر تو مسکرا کر بولی ” ہمیں دوست! میں اپنی بد قسمت کا اظہار کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے تمہارے میں ہزار ڈالر خرچ کر کے ایک گوشہ کی۔ تم میری محفلت سے ناگاہ اٹھا سکتے تھے۔ میرے عہد سے کھیل سکتے تھے۔ پورے میں ہزار ڈالر لے جا سکتے تھے۔ لیکن تم اپنے وعدے کے مطابق کیش کے پانچ ہزار ڈالر میرے لیے چھوڑ گئے۔ تم ایک عظیم انسان ہو اور میں نہیں سچا سے میں غلطی نہیں کر سکتی۔“
 میں نے انجان بن کر کہا ” کیا میرا لب و لہجہ فعلی دوڈو شرماء جیسا ہے؟“
 ” ہاں۔ تم انجان نہ ہو۔“
 ” ہمیں اپنی بد قسمت پر صدمہ سے زیادہ احماد ہے۔ اگر میں وہ ہوتا تو جیل و محبت کے بغیر تیرم کو لٹا کر تو تم کس کی دشمن نہیں دو دست ہو اور اس کی قدر کر رہی ہو لیکن میں عازم کے بجائے فعلی دوڈو شرماء کو اپنی قدر نہیں کرانا چاہتا۔“
 ” مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ تمہارا نام عازم ہے لیکن تمہاری شخصیت کا دور مرا پہلو ہی ہے جو میں چاہتی ہوں۔“
 میں نے کہا ” تمہاری غلط فہمی دود ہو سکتی ہے۔ تم میری دلچسپی کا پتہ لے کر پوچھو۔ میرا پاس پورٹ دیکھو۔ ہمیں معلوم ہوگا کہ میں کون سا لفظ کا باشندہ ہوں اور پاس پورٹ کے مطابق پہلی بار میری مالک کا سفر کر رہا ہوں۔“
 ” دوڈو شرماء کا پاس پورٹ بھی درست تھا صرف تم غلط تھے۔“
 ” کیا تم یہ بتانا چاہتی ہو کہ میں عازم کے پاس پورٹ پر نقل عازم بن کر سفر کر رہا ہوں؟“
 ” ایسا ممکن ہے۔ تم زبردست ہر دیتے ہو۔“
 ” تو پھر میرے چہرے پر وہ ٹینگ کریم لگا دو دیکھو میں جیسا ہے۔“
 میں نہیں ہوں۔“
 وہ میرے سامنوں کے قریب آگئی۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر میرے

چہرے کو چھونے اور ٹھونسنے لگی۔ پھر بے یقینی سے بولی ” ہر کھلتے ہے کہ تم نے ماسک والا ایک ایک کیا ہوا؟“
 میں نے کہا ” ماسک کا جو ڈون پر بالوں کے ترچھے اور ڈون پر لباس کے نیچے ہوتا ہے۔ تم اس کی بھی تسلی کرو۔“
 میں نے کوٹ اتارا۔ لنگائی کھولی۔ ٹیٹھ کے بٹن بھی کھول دیئے۔ وہ میرے گریبان میں ہاتھ ڈال کر میرے شانوں کو ٹھونسنے لگی۔ بڑے بڑھے سمجھتے ہیں کہ کسی کو اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالنے کا وقوف نہیں دینا چاہیے۔
 ایسی بات نہیں ہے کہ میں اپنا کب بہت زیادہ باہر بیان گیا تھا اور ہر عورت سے کتنا شروع کر دیا تھا۔ شانہ کو پائی امانت کہ کر اس کے ساتھ دیا تیار سے ہٹنے کے لیے میں اپنی ہوس کا رخ ریشا کی جانب موڑ سکتا تھا لیکن میرے دل دو باغ پر سے یون کی ادبی جدائی کا مدد تھا اور اس وقت میں دنیا کی کسی عورت سے بھی پیوستی نہیں لے سکتا تھا۔
 ریشا نے کہا ” لوگ میرے قریب آنے کے لیے ترستے ہیں۔ لیکن تمہارے کمر لے کر انڈا چینی کھا رہا ہے کہ تو وہی ہو۔ اس نے بھی میرے فیلڈ میں میرے ساتھ رات گزار کر مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔“
 ” تم گھوم چکے ہو کہ وہی ہر دیا کھلتی ہو۔ دنیا میں بے فیلڈ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پرائی تو دل سے دودھ پیتے ہیں۔“
 ” لیکن لب و لہجہ میری، انداز میری وہی عمارتیں چاہتی ہیں۔ اچھا اگر تم عازم ہو۔ تو ترکی باشندے ہو تو ترکی زبان بولو۔ میں پکڑ لیا۔ اس نے میری دیکھی رنگ بولی تھی۔ اب اگر میں کہتا ہوں کہ میں یقینیت عازم یا دواڑت کھو بیٹھا ہوں تو یہ بات ناقابل یقین ہوتی کہ عازم اپنی مادی زبان بھول کر صرف انگریزی بولتا ہے۔“
 اسی وقت میں دواڑے پر دستک ہوئی۔ مجھے سنبھلنے کا وقوف مل گیا۔ ریشا میرے پاس سے پلٹ کر گئی۔ پھر اس نے دواڑہ کھول دیا۔ کھلے ہوئے دواڑے پر شانہ دیکھ کر تھی۔ وہ میری دعوت دیکھ کر پلٹ کر آئے۔ وہ غمی کی نگاہوں سے اترتا ہوا تھا۔ کئی ادبیتیں کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ عازم میں ایک جوان عورت کے کمرے میں بند تھا۔
 وہ غصے سے سنبھلا بیٹھتی ہوئی بولی ” اچھا تو یہاں بیگ ریشا کی منانی جا رہی ہیں۔ بدکار زہر جانی اگر تمہارا معیار ایسا ہے تو تمہاری عورتیں میرے شادی کیوں کی؟“
 میں نے آگے بڑھ کر کہا ” تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔“
 ” خبردار میرے قریب نہ آنا۔“ وہ پیچھے ہٹ کر دواڑے

سے لگ گئی۔
 ” شانہ! مجھے تم سے دو میں نے اس عورت کو ہاتھ تک نہیں لگایا ہے۔“
 وہ ہاتھ نیچا کر کے بولی ” تمہیں اس کی لب انگل تھا کہ اسے چہرے پر نظر آ رہی ہے۔ جو شہو، ہکارا، فریبی...“
 میں نے گال پر ہاتھ لگا کر دیکھا کہ میری انگلیوں پر لب انگل کی لائی آگئی۔ میں نے غصے سے ریشا کو مخاطب کیا ” تم مجھ کو تمہاری بے باکیوں نے ہمارے درمیان کسی غلط فہمی پیدا کر دی ہے اب میں کیسے یقین دلاؤں کہ میں تم سے کتنا ہاتھ آتا؟“
 شانہ بڑبڑاتا انداز میں بولی ” اچھا کرتے کے لیے تم نے میرا پاس اتارا تھا۔ دوبارہ جن رہے تھے کہ میں آگئی۔ میں نے ہمیں رشتے باقیوں پر دیا ہے۔ اب میں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تم میری محفلت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب تم نے یہ دیکھا کہ میں نے غلطی کے بعد گھبرایا ہے۔ ٹیڈی کی مخالفت مول لی ہے اور اب ٹیڈی کی مجھے اپنی دولت میں سے ایک ڈالر بھی نہیں دیں گے تو تم نے پھر بائیں بنائی شروع کیں۔ مجھے یہ کھانے کے یادداشت کھینچنے ہو۔ پھر خود کو عازم کی بجائے فراڈ کرنے لگے۔ میں پھر بھی تمہارے ساتھ تھی رہی تو تم میرے پاس سے اٹھ کر اس ایئر بس کے پاس آئے۔ میں ایک ارب بیٹی باپ کی لاڈلی بیٹی اور انفرہ کی حسین ترین لڑکی ہوں۔ میں نے تو تین بدادشت نہیں کوئی کی۔“
 وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگی۔ شانہ کے لفظ نظر سے دیکھا جائے تو واقعی بد نظمی اس کے چہرے پر چکی تھی اس نے جس عازم کے لیے اپنا گھر لینے باپ کی قیمت اور دولت چھوڑی، اس عازم نے اس کے ساتھ ساگ رات تک نہیں گزارا۔ وہ عازم، فریاد بن کر اس سے کتنا رازا نقدی ایک محبت کرنے والی لڑکی کی قدم قدم پر تو تین کر رہی تھی۔ اور میری موجودہ حالت نے اس کے اعتماد کو اب تو آخری کیل چھوڑ کر ہی تھی اب وہ گھر کی رہی تھی نہ کھانے کی میز سے بھاگنے والی لڑکی اور وہ کہ پوچھتا رہی تھی۔
 میں نے خود چاہتا تھا کہ وہ مجھے عازم سمجھے لیکن یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ بلا کسی حد بھی کسی کے ہاتھ کو پہنچ جائے۔ ریشا نے شانہ کو مخاطب کیا ” منہ عازم! اندوہ جی زندگی، عمارت کے بغیر نہیں گزارتی اگر تم سچائی کو سمجھنا چاہو تو سچا ہے کہ عازم ہی ہر دیا ہے جسے دوڈو شرماء تلاش کر رہا ہے۔“
 شانہ نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹا کر آنسو بھی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ ریشا نے کہا ” مجھے شہو کہ تمہارا شوہر ماسک تک اپنا نہیں ہے۔ اسی لیے اس نے کوٹ اور نکائی اتاری تھی تاکہ میں

گردن اور فیض کے نیچے ماسک تلاش کر سکوں۔“
 میں نے ریشا کو احسان مندی سے سمجھتے ہوئے فیض اور نکائی درست کی۔ پھر کوٹ پہننے لگا۔ شانہ نے مذہب میں تھی۔ ریشا نے اس سے کہا ” جو سچ تھا وہ میں نے کہہ دیا۔ ادب سے بات دہری سے کہتی ہوں کہ یہ تو کی باشندہ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہاں کی مادی زبان خنوا بولتا۔“
 میں نے کہا ” ریشا میرے سر کی کچی دو دیکھو۔ شانہ گواہی سے گی کہ میں اپنی یادداشت کھری چکا ہوں۔“
 ریشا نے کہا ” تو صرف یادداشت کے گھرنے کی بات کر رہے ہو وہ نہ جو لوگ پاگل ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں وہ بھی اپنی مادی زبان نہیں بھولتے۔ تم مجھے سے ہزار بار کراؤ اور پوچھیں نہیں ایک بار اپنا کر کے ہی رہو ہوں گی۔“
 شانہ کو شاید غفلت آگئی کہ ریشا اس کے شوہر عازم کو پتہ اپنا نام چاہتی ہے۔ وہ ریشا سے بولی ” جواس مت کرو۔ ابھی تم نے عرض کیا ہے کہ عازم اپنا شریف ہے کہ ہمیں ہاتھ لگانا بھی گوارا نہیں کرتا۔ کیا تمہارے زبردستی ہر وہ بات کرنا چاہتی ہو جو۔“
 ریشا کے جواب دینے سے پہلے ہی دواڑے کو ایک زور کا دھکا لگا۔ شانہ دل ٹیک لگاتے کھڑی تھی۔ دھکا لگتے ہی وہ لڑکھائی مونی میسے باندھوں کی آگئی۔ دواڑہ لڑی طرح کھل گیا تھا۔ ماٹا دو شخص ریڈا اور اسٹین گس لیے کھڑے تھے۔
 چند لمحوں کے لیے گہری خاموشی چھا گئی کچھ پھرتے ہی نہیں باا کر یہ کہا ہو رہا ہے۔ پھر ایک آدمی کے آدنی نے عمارت سے ریشا کو دیکھتے ہوئے کہا ” تم بھتی ہو کہ باا ساتھ نہیں دگی تو تم قانون کے ہتھے چڑھ جاؤ گے۔“
 ریشا نے پیچھے ہٹ کر پوچھا ” فاسکرا یہی نہیں بھی کہ تم کہنا کیا چاہتے ہو جو۔“
 ریشا نے میری جانب دیکھا پھر کہا ” میں باس کو تیار چکی ہوں کہ ایک ایسا نذر شخص نے میرے سوچنے کے انداز کو بدل دیا ہے۔ میں جانتا تھی سے یہ ملازم ت کروں گی اور امانتہ اننگلنگ کے سلسلے میں باس کا ساتھ نہیں دوں گی۔“
 واسکو نے امانت پوچھی کہ کہا ” باس نے تمہیں زندہ چھوڑ کر غلطی کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم پولیس والوں کی غمخیز بنو گے۔“
 ” یہ جھوٹ ہے تو دینا ہے سچ کہہنا۔“
 ” یہ سچ ہے۔ پولیس والوں کو دل میں پہلے لگا تھا کہ اس جہاز میں دو کروڑ نکال جا رہا ہے۔ مجھ سے اب ان لفظوں میں آگے میں ہم اس وقت اس لیے جوڑ رہے کہ وہ حال اس جہاز میں سچ لگا تھا۔ اب ہمیں ملنے والی اطلاع کے مطابق ہنگ کانگ میں انٹر پول کے مسلح آدمی ہمارے استقبال کے لیے موجود ہیں گے۔ اور یہ سب

کچھ تیار لگا ہوا ہے۔

”مجھے خواہ مخواہ الزام دہو۔ میں نے پہلے میں یہاں کا چارج سنبھالنے وقت تم لوگوں کو دیکھا تھا پھر بھی انجان ہی رہی۔ میں نے پہلے ہی باس سے کہہ دیا تھا کسی غیر قانونی ہم میں ساتھ نہیں ہوں گی۔ اور ذی مخیر کی روٹی کی زیادہ مقدار صرف یہاں کہا جاواری سے روزی حاصل کروں۔ اور اس ایسا مارا دی کو تلاش کرتی رہوں۔ جس نے میری دنیا بل دی۔“

یہ کہہ کر وہ پھر مجھے دیکھنے لگی۔ واسکر نے پوچھا ”تم اسے بار بار کریں دیکھ رہی ہو گی۔ یہی تمہاری دنیا کو بدلنے والا شخص ہے۔“
شبانہ مجھ سے چبک لگی۔ جیسے کوئی تھے اس سے چپین لیا ہو۔ چھوہ بولی ”ہیں برسرے تو نہیں ہیں۔“

وہ پہلی بار میرے اتنے قریب آئی تھی اس کا دل میرے سینے پر دھڑک رہا تھا کچھ سوچا نہیں تھی کہ میں دھڑکنوں کا تجربہ نہیں کر سکتا تھا۔ واسکر نے مجھ سے کہا ”سڑا اپنی وائف کو لیکر اپنی سیٹی پر جاؤ۔ یہ جہاز بوری طرح ہمارے کنٹرول میں ہے اور یہ ہماری منزل پر پہنچ کر لڑنے لڑنے کا ہے۔“

مجھے اب حلال دوزی کہنے والی رہنا کی فکر ہو گئی تھی میں نے کہا ”مڑوا سکر اہم ہے ضرور سفر میں اور دنیا ہماری خوش اخلاق میزبان رہی ہیں بتا دو کہ ہمارا انجام کیا ہو گا۔“
اس نے کہا ”ہم اپنی منزل پر پہنچ کر تمام سفول کو چھوڑیں گے۔ رہنا کا فیصلہ تو میں ہمارا باس کر دے گا۔“

شبانہ بھی ہوتی تھی۔ میں اسے ہمارا دے کر کہیں کے باہر لے آیا۔ وہاں تمام سامان سمجھ ہونے بیٹھے تھے۔ طیارے کے اگلے اور پچھلے سرے پر چار آدمی ایسٹین کہیں لیے کھڑے تھے۔ باقی دو مرد اور دو عورتیں مسافروں کی باری باری تلاش لے رہی تھیں۔ میری اور شانہ کی بھی تلاش ہی لگی۔ شبانہ کی کوٹھی میں جو رول اور میں نے اپنے دوٹمن سے چھینا تھا۔ اس سے میں نے بائیں تیر کی کار کی ایک سیٹ کے نیچے چھوڑ دیا تھا۔ اس طرح میں ایک حصہ اور بے ضرور سفر سمجھا گیا۔ انہوں نے میں سمجھنے کی اجازت دے دی۔
شبانہ بھی تھی مرنی ہوئی۔ واسکر نے بولی ”عازم! یہ کیا ہو رہا ہے۔ تمہارے ساتھ شادی کرتے ہی ایسے حالات سے دوچار ہو رہی ہوں کہ عقل تیران ہے۔“

وہ پھر رونے لگی۔ میں کتنی باغیض ہوں کہ مجھے شہاک کی سیج زلی۔ اپنا شوہر میرا نہیں ہے۔ اپنی کوئی منزل بھی نہیں ہے۔ یہ نہیں یہ جہاز اٹھا کر لے والے اب مجھے کس جہنم میں پہنچا دیں گے۔ میرا دل تھرا گیا۔ میں نے جب سے رومان کمال کر شاد کو اپنے قریب کیا پھر اس کا مارنے سے شاعر ہر لکھ کر رومان سے اس کے

انسو پوچھنے لگا۔ ”شانہ! انہیں کوئی جہنم میں نہیں پہنچانے گا۔ تم میرے انڈوں کی جنت میں دہم کی میرے جیسے جی ہم پر کوئی تھکا نہیں آئے گی۔“

میری پناہ میں آکر وہ اور زیادہ رونے لگی کیونکہ بڑے انتظار کے بعد اسے عازم کی محبت اور توجہ مل رہی تھی وہ سمجھتی تھی کہ کوئی اس سے نہیں ڈنکے۔ اس نے مجھے اسی طرح اپنے اندر چھپا کر رکھ لو۔ عازم! اب تم نے رنج دکھائی تو میں مجاؤں گی۔

میں اسے بولے ہونے لگی۔ تھکنے لگا طیارے میں اور بھی بولے تھے جو اپنی بیویوں مجر باؤں اور بچوں کو سٹیاں دے رہے تھے۔ وہ فرماتے اپنی سیکرٹری واسکا کا ہاتھ تھا لیا تھا ایک بار اس نے میری طرف دیکھا تو میں نے کہا۔ ”پریشان ہونے کی بات نہیں ہے۔ یہ اسمگلرز ہیں۔ صرف اپنی سلامتی کے لیے جہاز کو کہیں لے جا رہے ہیں۔ جہاں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔“

شربل نے پوچھا ”تمہیں کیسے معلوم ہوا؟“
میں نے کہا ”ابھی میں اور شبانہ ڈائریوشن ریشا کے کیبن میں تھے۔ وہاں ایک اسمگلر نے ہمیں یہ باتیں بتائی ہیں۔“
ہمارے اگلے پچھلے کے تمام سیٹوں والے مسافر کان لگا کر ہماری باتیں سننے لگے۔ ایک عورت اپنے نیچے کو سینے سے چھپانے لگی۔ وہاں اس جہاز کو پہنچ نہیں کر آئیں گے نا۔“

میں نے مسک کر کہا ”ہمیں مزیم! اس طرح تو ہر لوگ بھی زندہ نہیں رہیں گے۔ یہ اپنی سلامتی کے لیے ہمیں بھی سلامتی سے زمین تک پہنچائیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔“
ہاں خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہ دلوں دار اپنے سینے کو جوئے لگی۔ طیارے کا ماحول ایک دم سے بدل گیا تھا۔ پہلے تمام مسافر ایک دوسرے سے بے گمان تھے۔ اب آپس میں بول رہے تھے۔ ایک دوسرے کی سن رہے تھے۔ بالکل گھبراہٹ ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ یہ انسان عجیب چیز ہے۔ زندگی میں کوئی کسی کو نہیں دیکھتا۔ موت کو سانس دیکھتے ہی ایک دوسرے کا سہارا ڈھونڈنے لگتا ہے۔ ایسا خود غرض لوگوں کی جانور بھی نہ ہو گا۔

ایسیک سے ادا کرنے لگی ”تو تیر فرماتیں۔ تو تیر فرماتیں۔ میں اپنے گینگ کا لیڈر آپ لوگوں سے مخاطب ہوں۔ اگر آپ لوگ ہم سے تعاون کریں گے اور ہمارے خلاف کوئی غلط حرکت نہیں کریں گے تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کو تیریت ملے گی۔ مزیم تک پہنچا دیا جائے گا۔“

سب لوگ دم سادھے وہ آواز سن رہے تھے۔ آواز جاری تھی۔ ”تاہم وہاں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو سلامتی کا یقین دلائیں۔ اور عورتوں سے گرا کر اس سے کہہ کر اپنے بچوں کو چھپ

کرائیں۔ زہر موٹس اسیٹوار ڈاؤں آپ کی فریاد کے لیے پھر حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ اطمینان سے سکاٹیں ہیں اور اپنا سفر جاری رکھیں۔ دیش آل.....“

ایسیک کا موٹس ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ایٹوار ڈاؤں دو ایٹوار موٹس نظر میں آئے۔ میں رہا بھی تھی۔ ان کے چہروں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ بڑا مسکرا رہے ہیں اور مسافروں کے آرزو رٹ کر لے رہے ہیں۔ ریشا ہماری طرف نہیں آئی۔ میں نے دو دوسری ایٹوار موٹس کو کافی کا آڈر دیا۔ جب وہ پہنچی تو وہ زور دے کر میری طرف پلٹ کر کہا ”سڑا عازم! تمہاری وائف نے میری سیکرٹری کو تیار کیا ہے کہ تم شربل بیٹے کو تھج ہے کہ میرے ساتھ پیٹے سے بیوٹل اٹھا کر لے رہے ہو۔“

میں اس نئی اطلاع سے پریشان ہو گیا۔ میں نے شبانہ سے پوچھا ”تم نے واسن سے یہ کیوں کیا؟“
وہ بولی ”میں نے غلط تو نہیں کہا۔ کیا تم نے کوٹھی کے بعد استقبل جلتے وقت شادی کی کوٹھی میں نہیں ہی تھی؟“
میں کھش میں مبتلا ہو گیا کہ یہاں اور کیا ہوں؟ شربل کے سامنے اگر شربل تو کسی سے الگا کرنا تو وہ شربل مبتلا ہو جانا کیونکہ ریشا اس سے کہہ چکی تھی کہ وہ میرا صرف شربت پیٹا ہے۔

جب شام آتی ہے تو پھر برف سے آتی ہے۔ اس وقت ریشا ہمارے ساتھ بیٹھے ہوتے۔ ایک پتے کو اٹھا لیا دے رہی تھی۔ اس نے شاد کی بات سن لی میرے پاس آکر بولی ”سڑا عازم! صرف شادی کی کوٹھی میں نہیں دو سٹوں کی فرمائش پر بھی بنا چاہیے۔ میں نے سڑا تھا کر دیکھا۔ وہ مجھے سستی تیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ چاہتی تو ایک پل میں اعلان کر سکتی تھی کہ میں نے ہی بہرہ یوں لیکن میری خاطر اپنی زبان بولنے والی عورت ایک من کے سامنے میرا راز فاش نہیں کر سکتی تھی۔“

اس نے فرمایا ”شانہ! کہ طرف جھک کر کہا۔“ ایسے وقت جبکہ یہ جہاز اڑاؤ کیا جا رہا ہے۔ آپ کے شوہر کو ہوش دہاس میں بہنا چاہیے۔ ورنہ آپ کو حفاظت کو ن کرے گا؟“
آنا کہہ کر وہ گئی۔ اور اٹھایا کہہ دینا کافی تھا۔ شانہ کو عقل آگئی۔ وہ شربل کی طرف دیکھ کر بولی ”میں نے شک مارا ہے۔ میں نے سڑا میں ان حالات میں انہیں پیٹے کی اجازت نہیں دے دی۔ ابھی ہم سب کو ہوش دہاس میں رہنا چاہیے۔“

شربانے شانہ سے اچھا کہا۔ ”ایٹوار موٹس۔ میں نے تو سمجھا ہوں کہ خطرات کے وقت آدمی کو خوب ڈیڑھ روٹیں رہنا چاہیے۔“
میں نے کہا ”میں حلالی نہیں ہوں۔ اس لیے نوڈ بکر جانتے گا۔ سو رہی۔“

وہ ہندوستانی زبان میں بڑبڑایا۔ ”یہ تو جوڑو کا غلام نکلا۔“
تیری کی.....“

میں اس کی بولی سمجھ کر بھی ترکی باشتہ نہ مارا۔ مجبور ہوئی شبانہ نے کہا ”میں ہر دوسری ہوں۔ مجھے سے باتیں کرو۔“
”کیا باتیں کروں تم نے مجھے خواہ مخواہ سزا ہی بنا دیا۔“
”میری تمہیں نہیں آتا عازم کہ نہیں ماضی کیسے باؤ نے گا۔ اگر ہر اشد میں حالے نہ ہوتے تو میں نہیں خوب بلائی۔ جو سکتا ہے کہ نشہ کی زیادتی سے بھولی ہوتی باتیں یاد آ جائیں۔“
”مذہم بیٹا ہوں۔ فریبوں کا شکل یہ ہے کہ نہ پینے سے شربل مجھے وہی بہرہ یا بھج سکتا ہے۔“

”تو مجھ سے وہ ریشا بھی نہیں بہرہ یا بھج کر رہی جا رہی ہے۔“
”اگر وہ انفرہ میں ہوتی تو میں نے شوٹ کر دیتی۔“
”خفتہ تھو کر دو۔ ہم دوسری باتیں کریں گے۔“

گھنکر کا موضوع بدلنا ہی مناسب تھا۔ میں شربل کے سامنے بہرہ یا نہیں بن سکتا تھا۔ شانہ کے لیے عازم نہیں بن سکتا تھا اور وہ کو فریڈ کوٹھرا عازم کے سپاؤٹ پر سفر نہیں کر سکتا تھا۔ اس طیارے میں صرف ریشا مجھے پہچان گئی تھی۔ اور تیری ہاشندی سے طیر حرم رکھ رہی تھی۔

ایک گھنٹہ بعد ایک سے ہدایات دی گئیں کہ تمام مسافر سفٹی بلٹ باز رہیں۔ طیارے کو کس لائن کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ہم نے ہدایات پر عمل کیا۔ سفٹی بلٹ بازہ کراچی سٹیٹ پر چر گئے۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ میں نے اپنے والے تھے کہ کئی کے باہر کئی تاریکی تھی۔ کچھ سبب نہیں آکر دیکھا کہ ہمیں کہاں پہنچا یا جا رہا ہے۔

پھر طیارہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے ڈولنے لگا۔ کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف جھکنے لگا۔ موٹس رو رہی تھیں۔ پتے پیچھے سے تھے۔ اور تمام مردوں کو بچھڑے ہوئے تھے۔ طیارے کی روانہ ہو گئی تھی۔ کبھی کبھی کھڑکی کے باہر ایسی روشنی دکھائی دیتی تھی جیسے بہت سی ستلیں جل رہی ہوں۔ دور تک جیسے دیتے ٹھارے تھے۔ وہ دوستانہ بھی کبھی گھوم جاتی تھیں۔ لیکن طیارہ دار نے کسورت میں جھک لگا رہا تھا۔ کسی دن سے اور سنگ کی کی تیز لہر کا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ جہاز ایک پل میں تباہ ہو سکتا تھا۔

مجھے تو یوں لگا جیسے وہ پری زندگی کے آخری لمحات ہوں۔ شانہ نے تھوڑے سے میرا ہاتھ تھام لیا تھا۔ مجھ کو ہوش پر کون تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ میں سے ہاتھ نہ لے کر آؤں گی۔ مجھے ہو چھا چاکل ہی جہاز کو دھچکا لگا گا۔ اسے مسافر کر رہ گئے۔ طیارے کے پتوں

نہیں کو کھول دیا تھا۔ اس کی رفتار سست ہوئی جلی گئی۔
تھوڑی دیر کے لیے کبری خاموشی چھا گئی۔ جیسے سب کو
موت سونگھ کر گزر گئی ہو۔ پھر ایک ٹھنڈے سے بچنے سے دوکانڈنگی کا
تردیا۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑکی کے باہر کھینے لگے۔
معلم ہوا طیبیاس کے دلوں طرف مشعل برداروں تک کھڑے ہوئے
تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنے دو دیمان ایک پانچار من سے بنا کر طیبیاس
کا ترے کا مرقہ داہتا۔

باہر کی کبری تاریکی میں ہلا کے صرف وہی تنگ دھڑنگ
باڑے نظر آ رہے تھے۔ جواپنے ہاتھوں میں مشعلیں تھامے ہوئے
تھے۔ ان کے بدن پر صرف ایک لنگوٹ نما کپڑا بندھا ہوا تھا۔
اپنی سر سے آواز آنے لگی۔ "امینشن بلڈ ایچ ایم آپ کو بخیریت
زمین تک پہنچنے کی مہارک بادیتے ہیں۔ یہ طابا کی مزمین سے اور
آپ وہاں سے جزیرے کے قریب کلتھن کے گئے تھیں۔ یہاں
کے باشندے ہمدی تہذیب سے نا آشنا ہیں۔ یہ دوست بن کر مہمان
لواری کر سکتے ہیں اور وہ زمین کو ایک ایک کورٹ کے گھاٹ انا ر
سکتے ہیں۔"

مزارع زمین ہم کر لیتے اس پاس مردوں کو دیکھنے لگیں۔
انہا ڈری تھی۔ "اب اس جنگ کی تہذیب سے گزر کر تہذیب تہذیب
کے مہینا آپ کا کام ہے۔ آپ لوگوں کو ایک گھنڈا بعد اس طیبیاس
سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی جائے گی۔ سب لوگ اپنی اپنی
جگہ صبر و تحمل سے بیٹھے رہیں اگر کوئی مرقہ وقت سے پہلے جیرو باہر
آنا چلے گا تو اسے بے دریغ کوئی مادی جائے گی۔ ہمیں توقع ہے
کہ آپ ہمیں خون خولے پر مجبور نہیں کر سگے۔" دیش آل۔

اپنی سبکدوشی کے مطابق سب لوگ اپنی جگہ خاموش
بیٹھے رہے۔ مبلغ افراد اپنے ہاتھوں میں سوٹ لیس وغیرہ اٹھا کر لے
جا رہے تھے۔ میں نے آخر میں رہنا دیکھا۔ اس کے پیچھے دو شخص
اشیں لگی اٹھانے چل رہے تھے۔ رہانے میرے پاس سے گزرتے
وقت مجھے بڑی محبت اور سنجیدگی سے دیکھا میرے اندر ڈیبل سی
یڈا ہو گئی۔ وہ لوگ دینا کو باہر لے جا کر شوٹ کر سکتے تھے اور میں
خاموش قاتلانہ کی طرح بیٹھا نہیں رہ سکتا تھا۔

وہ دو مسافر افراد دینا کو لے کر جہاز کے لنگے حصہ دی آئی
کلاس کو طرف گئے تھے۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شانہ نے ہاتھ بڑھا کر
پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"
"میں بھی اٹھوں۔"
"نہیں۔ میں نہیں کہیں نہیں جانے دوں گی۔"
دوسری طرف شانہ نے کہا "مہرازم! آپ مرقہ وقت سے
پہلے اٹھیں گے تو وہ لوگ ہمارے دشمن بن جائیں گے۔"

تیسری طرف سے آواز آنی مہرازم! ایلڈ جاؤ۔
میں نے کہا "آپ لوگ خواہ مخواہ گھبراہٹ میں۔ اگر میں جاؤں
گا تو وہ مجھے گولی ماریں گے۔"
"میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ شانہ اٹھ کھڑے لپٹ گئی۔
"شانہ! اچھے چھوڑو۔ رہنا صبر اور بے تقویٰ ہے۔ وہ لوگ
اسے مار ڈالیں گے۔"
شانہ نے ضد کی۔ پہلے مجھے مار ڈالو پھر اپنی مگ کے ساتھ
مرنے چلے جانا۔

چادروں طرف سے لوگ دی دی ماراؤں مجھے دھکیا دینے
لگے کہ میں بیٹھ جاؤں۔ ورنہ وہ سب بترہ مجھے بھادیں گے۔
میں اس خیال سے بڑھ گیا کہ شانہ اپنی جگہ بیٹھنے کی تو میں اپنا ہاتھ
دھڑکا ہوا ریشاٹا طرف جلا جاؤں گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ اسی
وقت وہی آئی کی کلاس کا سردار وہ کھلا۔ پھر ایک شخص نے پوچھا
"عامر کس کا نام ہے؟"
"میں ہوں عامر۔"
"ایک منٹ کے لیے ادھر آؤ۔"

شانہ نے پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو تھیک کر
تسلی دی۔ پھر مجھے بڑھ کر سرخ شخص کے پاس پہنچا گیا۔ اس نے
اشیں گن سے ساگے بڑھے کا شاہہ کیا۔ میں دوڑا نہ کھول کر دی آئی پی
کلاس میں داخل ہو گیا۔ وہاں دیشا کھڑی ہوئی تھی۔ ایک شخص اشیں گن
اٹھانے اس کے تہذیب تھک دوسری اشیں گن میرے پیچھے تھی۔ اس
کلاس کا دو اعانہ باہر جانے کے لیے کھلا ہوا تھا۔

رہانے مجھے کہا "میرے ساتھی دوست میں نہیں جانتی کہ
میرا ہتھیار کیا ہو گا۔ مگر میں نے ان لوگوں سے عہد کر دیا ہے کہ جب
تک تم مجھے باہر نہیں کر دو گے میں اس عہد سے باہر نہیں جاؤں گی۔
ایک شخص نے کہا "ریشا! ہم مجبوراً تمہاری ضد پروری کر رہے
ہیں۔ ورنہ نہیں ہیں گولی مار دیتے۔ لیکن تمہاری زندگی اور موت کا
فیصلہ باس کرے گا۔"

رہانے دونوں ہاتھیں پھیلا کر کہا "آؤ دوست! میں تمہاری
آغوش میں چھوڑی دیر ہی لینا چاہتی ہوں پھر نہ کہنا کہ محبت کرنے والی ہوں
اپنے غم کو نہیں پہچانتی ہے۔"
میں نے اسے بڑھ کر اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ میرا دل دکھنا
تھا۔ وہ زندگی کے آخری کتا ہے پر کھڑی اپنی محبت دے رہی تھی۔ میں
نے اس سے کہا "ترہ زہر ہو گیا پھر میں بھی تمہارے ساتھ دوں گا۔"
وہ بڑی آہستگی سے بولی "تیسری۔" میں پتھول ہے۔
ہاتھ ڈالو۔ بیٹھنی کچھ آئے۔
یہ بات سنتے ہی میرے سر میں بجلی سی جھری گئی۔

میرا دایاں ہاتھ نیچا م کے اندر پہنچا تھا ساہتوں گرفت
میں لپٹی۔ میں نے بھرتی سے لپٹ کر فائر کیا۔ اس کے ساتھ ہی دیشا
کو لینے بیٹھے فز پر گر پڑا۔
یہ کھت علی اس لیے تھی کہ دوسرے شخص کی ہیل ہاڑنگ خالی
جاتے۔ اور میں فز پر گرتے ہی اسے نشانہ بنانوں۔ کچھ ایسا ہی ہوتے تھے
آیا۔ اس کی اشیں گن کا پہلا برسٹ خالی گیا۔ مگر تیسری برسٹ سے یہاں
بھر پڑا گری تھی۔ جب تک میں فائر کرتا۔ دوسرے برسٹ کو گولیاں سے
چھنی کرتی چلی گئیں۔ میلا شانہ بھی خالی نہیں گیا۔ لیکن رہنا زندگی سے
خالی ہو گئی تھی۔

میرا لباس اس کے لہر سے ہیک رہا تھا۔ طیبیاس کے دوسری
طرف عورتوں اور بچوں کا شور مٹانی دے رہا تھا۔ سب ہی فائرنگ
کی آواز سن کر خرد ہوئے تھے۔ میں نے بڑی آہستگی سے رہنا کو فز پر لٹا دیا۔
اس کا چہرہ خاموش اور پرسکون تھا۔ آہ! بیجاری نے میری شناسائی
کے لیے اپنی زندگی کی شناخت سے انکار کر دیا تھا۔
آسمانوں پر میرا بانی کرنے والی رہا۔ میں تھے ہمیں نہیں بھولوں گا۔
اچھا ایک طیارے کے باہر سے فائرنگ ہوئی۔ میں فز پر اڑوڑھا

لیٹا رہا۔ دوواڑے سے وہی سنسک نہیں تھا۔ لٹا کسی کے اندر آئے
کا خدشہ نہیں تھا۔ باہر سے واسکر کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا "کہاؤں
کیا ہو رہا ہے۔ فرانس! ریڈی! تم دونوں خاموش کیوں ہو؟"
میں فز پر اڑوڑھا ہوا وہ فرانس اور قریبی کے پاس پہنچا۔
وہاں سے ایک اشیں گن اٹھائی۔ آہستگی سے اٹھ کر دوواڑے کی آڑی۔ میں
مشغول کی روشنی میں داسکر اولاس کے ساتھ نظر رہے تھے۔ میں
نے اچانک ہی دوواڑے کے سامنے کراہتیں گن کا ایک برسٹ اٹھا لیا۔
پھر جھلا ننگ لگا کر دوبارہ دوواڑے کی آڑ میں پہنچ گیا۔

باہر کتنی ہی چیخیں مٹانی دیں۔ روشنی دور ہوئی جارہی تھی۔
اس کا مطلب یہ تھا کہ شعل بردار مقامی باشندے بھاگ رہے تھے۔
پھر بھاری بھگر کر لوگوں کے اشارے ہونے کی آواز سنائی دی وہ دایین
جانب مڑتی ہوئی جا رہی تھیں۔ ہینڈ لائٹس کی گھومتی ہوئی روشنی میں
داسکر اولاس کے ساتھیوں کی لائٹیں زمین پر نظر آئیں۔

میں نے دوواڑے کو ادا نہ کیا پھر دوبارہ کھول دیا۔ تاکہ باہر
طلے ہی نہیں کھڑے سے فائر کرنے والا دوواڑے برآ گیا ہے۔ پھر
وہ فائرنگ کریں گے تو مجھے ان کی موجودگی کا پتہ چلے گا۔ لیکن باہر روشنی
سری۔ صرف دو جاتی ہوئی کر لوگوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔
میں نے دوسری اشیں گن اٹھائی۔ پھر وہی آئی کی کلاس کا
دوواڑہ کھول دیا۔ شانہ نے میرے غم کو دیکھ کر ایک
پتھول مادی۔ پھر چھا گئی۔ ہونی میری طرف آئے گی۔ دوسرے مسافر بھی
مجھے پتھوٹی پتھوٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر شانہ کو

دیکھتے ہوئے کہا "میرے قریب نہ آنا۔ تمہارے پاس پہلو کے
دیکھتے پڑ جائیں گے۔ اطمینان رکھو۔ میں زخمی نہیں ہوں۔"
میرے سر کرنے کے باوجود وہ مجھے لپٹ گئی۔ عامر! یہ
کیا ہو رہا ہے۔ تڑپتی جان کے دشمن کیوں بند ہے جو۔ اب میں
تمہیں جانے نہیں دوں گی۔
میں نے کہا "غیرہ کیا گیا ہے۔ میرے لانڈازے کے مطابق
طیبیاس کے گواہ کو مارنے والے سات آدمی مارے گئے ہیں۔ باقی مسافر
ہو گئے۔"

پھر میں نے طیبیاس سے کہا "دوستو! میرے پاس ایک
اشیں گن فاضل ہے۔ اگر کوئی میرے ساتھ اپنی زندگی داؤ پر لگانا
چاہے تو باہر چلے آ کر آپ سب خاموش بیٹھے رہے تو فز پر مرنے والے
دوبارہ متحد ہو کر ہاں! سکتے ہیں اور ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"
میری آواز پر کئی لاکھ کھڑے ہو گئے۔ دو جوان میرے
قریب آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "مہرا! اپنے ساتھیوں کے بدلے کی ہے
ہم انتہا کر سگے۔ اب آپ کو اپنی دانت کے پاس رہنا چاہیے۔
ہم باہر جائیں گے۔"

دونوں نے میرے ہاتھوں سے اشیں گن لے لی۔ ایک بوڑھے نے
کہا "آخرا سب بھگا کر کیا ضرورت تھی اسلذا کرنے والے ہمیں نقصان
نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ چپ چاپ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ کر جا
رہے تھے۔"

میں نے کہا "بڑے میاں! وہ اسلذا نہ تھے تھے نہیں ہیں کوہ
قانون کے محافظوں کے سامنے ان کی شناخت کے لیے ہمیں زندہ
چھوڑ جاتے۔ وہ اس جہاز کے ساتھ ہم سب کو تباہ کر دیتے اور یہ
تمہیں سے لکھتے تھے اس مفید کے لیے یہاں کسی جگہ انہیں رکھنا پڑا۔
میری یہ دلیل سنتے ہی سب خوفزدہ ہو کر بچنے لگے۔ کتنے
ہی باہر نکلنے کے لیے دوواڑے تک آئے۔ میں ان دو جوانوں کے
ساتھ نہیں روک نہ سکا۔ ان کے سیلاب میں بہتا ہوا وہی آئی کی کلاس
میں پہنچ گیا۔ کھلے ہوئے دوواڑے کے پاس آ کر سب رنگ کے نیونرک
باہر جانے کے لیے نہ رہے تھے۔

کچھ ایسے دہشت زدہ بھی تھے جو انہیں ہر ملاک نہیں ہونا
چاہتے تھے۔ انہیں نہ نہ ہاد ہند باہر کی طرف جھلا ننگ لگا دی ان
کے کرنے اور پیچھے کی آوازیں مٹانی ہوں کسی کے مانع روشنی کی۔
نیچے پھینچنے والے سے بے شمار طیبیاس سے دور بھاگ رہے تھے۔ اس
طرح یہ اذازہ ہو گیا کہ باہر دشمن موجود نہیں ہیں۔
شانہ اس بھڑکی بھڑکی تھی میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر
چھلا ننگ لگا دی۔ زمین پر پہنچا تو میرے قریب دو جلا فز ارا ودا
گرے۔ وہ لوگ تقریباً ہوش و حواس میں تھے۔ میں نے کہا "عورتوں

اور بچوں کو فورا ہی بچے لگانے کا انتظام کرنا ہوگا۔
ایک جوان نے کہا: "اس کے لیے میری بی بی مانی ہوگی۔ یاد دہانی
دیکھا کر انہیں اتانا ہوگا۔"

ہم تہذیب میں سوچا ہے۔ اتنے میں طیارے کے دانے
سے استیوار ڈی کی آواز آئی وہ مافول سے کہا ہاتھ "آپ لوگ ایک
طرف ہو جائیں۔ کیجیج ہم سے آپ لوگوں کے بریکول کر دینے چاہتے
جائیں گے۔ تاکہ آپ لوگوں کو چھلانگیں لگانے کے بعد چوٹ نہ پینے
بٹ جائے۔ پیچھے ہٹ جائے۔"

پابج منٹ کے بعد ہی استیوار ڈاؤن ڈاؤن طیارے کا پائلٹ نوڈنگ
لیٹوں کو پھینکنے لگے۔ ہم انہیں کھول کھول کر بچھانے لگے۔ جب بیرون
کا بہت ہی دیرپا سٹیج بن گیا تو پہلے بچوں کو نیچے پھینکا گیا۔ پھر زمین
چھلانگ لگا کر اپنے بچوں کو سٹیج ہونی طیارے سے دور بھانگے لگیں۔
شاہد سے کہیں پاس آگئی۔ آخر میں ہر دن چھلانگ لگائی۔

طیارہ وہ قالی ہوتا جا رہا تھا۔ لوگ ایک ایک جھٹکے جا رہے
تھے۔ سب کے ذہن میں ایک ہی بدبختی تھی کہ طیارے میں کہیں ٹائم
بم رکھا گیا ہے اور دقت میں قیامت خیز دھماکا سے اس کے
پہنچنے سے ڈر سکتے ہیں۔ شاہد میرے ساتھ عدلتہ عدلتہ ہاتھ پٹنے
لگی۔ وہ بار بار کہنے لگتی تھی میں سہا جاتا جا رہا تھا۔

وہ ایک جگہ ٹھک ہا کر بیٹھ گئی۔ سائنس تیزی سے چل رہی
تھی۔
باعث منہ سے آواز نہیں نکلتی تھی اس نے اشارے سے بتایا
کہ آگے نہیں بڑھ سکتے گی۔

میں نے اس پاس ہو گیا۔ اندھیرے میں بہت سی نوروں اور
بچوں کی جھمی جھمی آوازیں سنا دیں۔ سب ہی وہاں ڈھال ہو کر
بیٹھ گئے تھے۔ طیارہ وہاں سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ تہذیب ہم جھٹکے
ہوتے کتنی دور آگے تھے کسی حد تک یہ اطمینان ہو گیا کہ دھماکے سے
یہاں نقصان نہیں پہنچے گا۔

اندھیرے میں کسی نے کہا: "اسٹیکروں نے ہمیں ایک گھنٹہ تک
طیارے میں خاموش بیٹھنے کے لیے کہا تھا۔ وہ ایک گھنٹہ گزر چکا
ہے۔ میرا خیال ہے کہ ٹائم ہم نہیں لگا گیا ہے۔
کسی عورت نے تائیکہ "ہاں۔ اس عازم نامی شخص نے
ہمیں خواہ مخواہ خوفزدہ کیا ہے۔ لعنت ہے اس پر۔۔۔۔۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "اگر میں نے خواہ مخواہ وہ بات کہی تھی
تو تم طیارے میں واپس جا کر اپنا سامان لے آؤ۔"

میری بات کا کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا: "دشمنوں
کے کسی بھی ہتھیار کی توقع کی جا سکتی ہے۔ میں نے ایک شب کے
سخت تم لوگوں کو طیارے سے دور پھینکا ایک حفاظتی تدبیر کی ہے۔

کوئی ہم نہیں کیلے۔"

لگنے ہی کو میری تائیکہ کرنے لگے۔ پھر ایک ٹانوح کو دشمن
ہوئی۔ اس بدبختی میں دور تک سافر نظر آئے۔ پھر گھاس پر بیٹھے
ہوتے تھے۔ کچھ لیٹے ہوئے تھے اور کچھ دشمنوں سے ٹیک لگانے
کھڑے تھے۔ ایک نے پوچھا: "کیا سب یہاں آگے ہیں؟"
ایک عورت نے مدد سے ہوتے کہا: "میرا پانچ برس کا بچہ
نظر نہیں آ رہا ہے۔ مدنی۔ مدنی۔ تم کہاں ہو؟"

وہ مدح والے کے ساتھ ردی کو تلاش کرنے لگی۔ اتنے میں
شرکی آواز سنی دی۔ "میری سیکڑی نظر نہیں آ رہی ہے۔ واسنا!
تم کہاں ہو۔ میری آواز سن کر چلی آؤ۔"

اس کے بعد ایک لڑکی کی آواز سنی دی: "پاپا! تم کہاں ہو۔
میں مدنی نہیں آواز دے رہی ہوں۔ پیاپا۔۔۔۔۔"
میں نے کہا: "پچھ لوگ تم کو گئے ہیں۔ شاہد طیارے سے
باہر نہیں لانے گئے۔ ہمیں واپس جانا چاہیے۔"
شاہد نے کہا: "میں نہیں جانے دھن کی کہاں ہو تم؟"
میرے قریب آ رہی۔

وہ تارکی میں میری آواز کی سمت بڑھی۔ میں پیچھے مٹ گیا۔
پھر دے قدموں اس سے دور تیرا جلا گیا۔ وہ قلعے میں تھی۔ میں
کچھ دیر کے لیے اسے دباں چھوڑا تھا۔ دورانہ میرے پاس اس کا آواز
سنائی دی۔ "عازم! تم کہاں ہو؟ آواز کیوں نہیں دیتے؟"

کسی نے ہنستے ہوئے کہا: "لو۔ وہ بھی تم ہو گیا۔"
شاہد کی ہفتہ بھری آواز سنائی دی۔ "تاہج دشمنی کو۔ وہ

ابھی یہاں تھا۔۔۔۔۔"

مجھے ٹانوح کی بھی ردفی نظر آئی۔ لیکن میں دشمنوں کے جھنڈوں
ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ جب ٹانوح جھنگی تو میں پھر بھاگنا ہوا
طیارے کی سمت جانے لگا۔ تارکی میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ میں صبح
سمت جا رہا تھا۔ کوئی کہہ نہ سکتا تھا۔ طیارے سے دور گئے تھے۔ ایک
دوسرے کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز نے ہم سب کو ایک مقام
پر پہنچا ہوا تھا۔ لڑکی کی تارکی میں کسی ایک مقام کو پہنچانا اور یاد رکھنا
تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

میں تیزی سے آگے بڑھا رہا۔ تاریک سائے کی طرح کھڑے
ہوتے درخت قریب آتے وقت نظر جاتے تھے۔ میں ان سے کتر آگے
بڑھ جاتا تھا۔ ہر کوئی یقیناً ہوتا تھا کہ وہ ایک میل طیارہ درادور سے نظر
جائے گا۔

بہت دیر بعد اپنی حاکم کا احساس ہوا۔ مجھے پہلے سمجھ لینا
چاہیے تھا کہ دشمنوں کے جھنڈوں میں طیارہ لینے نہیں کر سکتا تھا۔ ہفتہ
میدانی علاقہ تھا۔ جہاں ہم نے طیارے کو چھوڑا تھا اور میں بچ رہی

دشمنوں کے درمیان سے گزرا جا رہا تھا۔ میں نے ایک بچہ پھر کر دکھا۔
شرف کی سمت اٹھ پر لگی سی لالی نظر آ رہی تھی کسی دم صبح ہونے والی تھی۔
میں پھلند طرف گھوم کر آوازی۔ "مدنی۔ مدنی۔۔۔۔۔ واسنا
واسنا۔۔۔۔۔"

میری آواز دور تک گونج گئی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ میں ایک
درخت سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ تب میری جھمی سے کہا کہ جنگل
خاموش نہیں ہے۔ قریب ہی کہیں خطرے کی آہٹ ہے۔ جیسے میں
محسوس تو کر سکتا تھا۔ ہر خطرے کی سمت کا تین نہیں کر سکتا تھا۔ کھلی
جگہ جھاگ کر اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔

میں فوراً بیٹھ گیا۔ پھر زمین پر لیٹ کر ہمتا رہنے لگنے لگا۔ جہاں
کسی نے میری پوز نہ کھلی تھی۔ وہ کہہ چھوڑ دینا ہی ایشی تھی۔ ویلے
اس وقت نظر کہاں نہیں تھا؟ جنگل میں سانپ بھی تو ہوتے ہیں وہ
بھی میری طرح پیٹ کے بل بیٹھتے ہوئے پھر پھر حملہ کر سکتے تھے۔ زمین
سے اٹھ کر کسی دشمن کا ٹارگٹ نہیں بننا چاہتا تھا۔

میں پھر پھر کر سٹش کے بل دیکھتا ہوا آواز دہرا دہرا کر آسمان کا
شرفی کنارہ کچھ واضح ہو گیا تھا۔ پھر زمین پر سبیا ہو جاؤنگل جاتے
والا تھا۔ پھر میں اپنی بدبختی برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ یہ حد شرفی
نادرہ دشمن کو بھی تھا کہ وہ چھپ کر حملہ نہیں کر سکتا اس لیے طویل
انگھلا سے جھجھکا کر اس نے آواز دی۔ "بڑھو زمین! تم کہاں مر گئے؟"
آواز وہ دہرا دہرا کر آواز دی اور کچھ گونجی ماروں کا۔

میں نے اطمینان کی سائنس کی صورت اور پتے کہنے کا مطلب
بڑھی ہو سکتا تھا کہ وہ واسنا اور مدنی کے متعلق کہہ رہا ہے۔ بہت دیر
پہلے میں نے ان دونوں کا نام لے کر آوازی تھی۔ مجھے لگتا کہ وہ والا
بھجھا گیا تھا۔ کہ میں ان دونوں کی تلاش میں آیا ہوں۔ اسی لیے انہیں
گولی مار دینے کی گھمٹی دے رہا تھا۔

خوبی قسمت سے وہ میرے بائیں طرف تھا۔ ہمارے
درمیان مورتے کا نایل کا درخت کھڑا ہوا تھا۔ میں بڑی آہستگی سے
انھار کھڑا ہو گیا۔ مجھے کبھی کسی سسکی سنائی دی۔ پھر ایک مردان آواز
کر گزری: "میں اچھی۔ اے اسے چپ کر لو۔ ورنہ شوٹ کر دوں گا۔"
واسنا کو جھمی سی آواز سنائی دی۔ "تم بار بار دھمکی دے کر
بچے کو خوفزدہ کر رہے ہو۔ میں اب بھی کہتی ہوں۔ ہمیں تلاش کرنے
والا جا چکا ہے۔ جھنگلان کے لیے ہمیں چاہئے۔"

"تکواس مت کرو۔ مردکی آواز آئی۔ میں نے اس کے قدموں
کی آواز نہیں سنی ہے۔ وہ واپس نہیں گیا ہے۔"

میں نے مسکرا دیا۔ میں جھکا کر درخت کی آواز سے کچھ آفتاب
کی سہل کر کھنچ رہی تھی۔ بائیں ہی جگہ میری روشنی تھی۔ جو
تارکی کو دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مجھے واسنا نظر آئی۔ وہ

درخت سے دو قدم کے فاصلہ پر ردی کو گود میں اٹھانے کھڑی تھی۔
اسی وقت درخت کے پیچھے سے ایک ریلا اور والا بھاگنے
بڑھا۔ وہ درخت کے دوسری جانب بیٹھنے کے لیے جھک رہا تھا۔
میں نے کیابگی اس کی کلائی کو مضبوطی سے گرفت میں لے کر اوپر کی
طرف جھکا دیا۔ خاتون کی آواز کے ساتھ گولی چلی۔ دشمنوں کے پرفسے
شور مچاتے ہوئے اڑنے لگے۔

خاتونیں۔۔۔۔۔ دوسری فائرنگ کے ساتھ ہی میں نے ریلا اور
والے ہاتھ کو گود کر کے گرفت میں لیا لیکن اسے اٹھا کر پھینکنے سے پہلے
معات کر دیا کیونکہ وہ بڑھا اور کڑو تھا۔ ریلا اور آسانی سے میری گرفت
میں آ گیا تھا۔ میں نے اسے بولے سے دھکا دیا تو وہ گھاس پر گر پڑی۔ میں
نے اسے پھان لیا۔ وہ وی بڑھا تھا جس نے طیارے میں پھر پر
اعتراف کیا تھا۔ اس کا سر گھولوں کو گولوں کا نشانہ بنا کر مجھے ہنکا کر نہیں
کھرا کرنا چاہتے تھا۔

وہ ہم گھاس پر سے اٹھتے ہوئے بولا: "مجھے مانا۔ میں
دشمن نہیں ہوں۔"

میں نے پوچھا: "تم لغوی کے بپا ہو؟"

"ہاں۔ میں وہی ہوں۔ مجھے خاروہ نہیں تو میری بی بی میرے
غم میں مر جائے گی۔"

میں نے واسنا کی جانب دیکھا۔ صبح کا اجلا نلغ ہو کر اس کے
بدن سے پیٹ رہا تھا۔ وہ ردی کو گود سے اٹا کر اپنی ساڑھی ذرت
کر رہی تھی اور مجھے اساتندی سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے پیٹ کر
بولے سے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

"دائن لیزگر۔" اس نے کہا۔

"تمہاری بی بی کو چھوڑ کر واسنا اور مدنی کو کہاں لے جا رہے تھے؟"

"کہیں نہیں۔ ہم سلاستہ جنگل گئے تھے۔"

واسنا آگے بڑھ کر لینی۔ یہ ہر شہ کہا ہے۔ میں طیارے سے
کودنے کے بعد مر رہا تو تلاش کر رہی تھی لیکن وہاں سب لوگ
ناممعم سے خوفزدہ ہو کر جھاگ رہے تھے۔ میں اسے اٹھا کر چلنے لگی۔
مگر گھوڑا کھرا کر بڑھی۔ تب یہ بڑھا دائن میرے پاس آیا۔ یہ سب
سے آخر میں طیارے سے اترتا تھا۔ سب لوگ جا چکے تھے۔ اس نے

اندھیرے میں میری سازی کو چھوڑ کر کہا۔

"اچھا تو تم وہی ہندوستانی لڑکی ہو؟"

"ہاں۔ یہ۔ پھر کچھ ماں باپ سے پوچھ کر آیا ہے۔ اسے اٹھا کر
لے چلو۔"

یہ بچے کا اٹھا کر تیزی سے چلنے لگا۔ میں نے کہا: "جھاگ رہیں
کسی وقت بھی ناممعم کا دھماکا ہو سکتا ہے۔"

یہ ہنستے ہوئے بولا: "یہ سب ہو کر اس ہے۔ آرام سے چلو۔"

کیوں میں اور تیزی سے چلنے لگی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔
 ”تہا آگے بڑھو گی تو اس جنگل کی جھول جھولیوں میں گم ہو جاؤ گی میں
 یہاں کے راستے جانتا ہوں۔“

”کیسے جانتے ہو؟“
 ”میں یہاں کئی بار آچکا ہوں۔ یہاں کے باشندے بھی مجھے
 پہچانتے ہیں۔“

دانا کی باتیں سن کر میں نے دانا اڈ کر سے کہا۔ ”لیئے وقت
 جبکہ سب ہی خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ تم سب سے آخر میں
 اطمینان سے چلیاے کے باہر آئے۔ تمہیں کیسے یقین ہوا کہ وہاں
 ٹانگہ تم نہیں رکھا گیا ہے؟“

اس نے جواب دیا۔ ”بس بوٹی میں نے سوچا کہ اس جنگل میں
 طیارے کو تاہم تم سے متاثر کریں گے تو دھاگوں کی آواز اور کیڑے بولتے
 شعلہ دوڑنے کا جین گے۔ چہرہ فرار ہونے سے پہلے ہی بولنے جاؤں
 گے۔ لہذا وہ طیارے میں تاہم تمہیں کیسے کی حاکم نہیں کر سکتے۔“
 میں نے پوچھا۔ ”یہاں کے باشندے تمہیں کیسے طرح پہچانتے ہیں۔“
 ”میں یہاں سے ناپا لیا کیسٹ لیا کرتا تھا۔ اس لیے
 تمہاری باتوں سے واقفیت ہے۔ ابھی تمہیں ساتھ چلو میں تم
 سے تعارف کراؤں گا۔“

مجھے شبہ ہوا کہ وہ ہمیں نارا ہے۔ وہ کوالا پرا اور نارا جنگ
 جیسے لایا کے شہر میں پھٹ کر نرس کر سکتا تھا۔ اس دوران وہ جنگل میں
 غیر مزید لوگوں میں آ کر لو بار کرنے والی بات کو ذہن نشین نہیں کر
 رہا تھا۔ میرے ذہن میں ایک تصویر آئی۔ میں دانا کی طرف ہٹ کر
 باتیں کرتے ہوئے ریوا لو کے کیمپ کو خالی کرنے لگا۔ میری پشت
 بڑھے داتا کی طرف تھی۔ میں نے پوچھا۔ ”دانا! کیا خیال ہے؟“
 کیا ہمیں داتا کیساتھ قحامی باشندوں کی سستی میں جانا چاہیے؟
 وہ بڑی محبت اور عقیدت سے مجھے دیکھ دیکھ کر سسکا رہی تھی۔

اس نے کہا۔ ”تم ذہنی ہو اور دلیر بھی۔ اتنے سارے سافروں
 میں کوئی ہماری تلاش کے لیے نہیں نکلا۔ میں کس منہ سے تمہاری تعریف
 کروں۔“

میں نے دانا کو اکھڑاتے ہوئے کہا۔ ”میں دیکھ رہا ہوں
 کہ تم اس ریوا لو سے خوفزدہ ہو گئے کی بات میں ہے۔ میں اسے
 یہیں پھینک دیتا ہوں۔“

میں نے ریوا لو کو دودھ پھینکے ہوئے کہا۔ ”چلو واہن! سستی
 تک جاری رہنا ہی کرو۔“

وہ ہمارے پیچھے آگے بڑھا۔ پھر حندقہ چلنے کے بعد جانک
 ہی پلٹ کر بھاگا ہوا ریوا لو کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے آواز
 دی۔ اس نے ریوا لو زمان کر قبضہ رکھتا ہوا ہاتھ دیا۔ ”میں تمہیں اس
 سستی میں نہیں بہنم میں۔ پتہ چاندن گا۔“

میں نے سہم کر کہا۔ ”تم مشروران! تم حکومت مجھے بناؤ گیوں
 چاہتے ہو؟“

وہ دانت پس کر بولا۔ ”مرنے سے پہلے میں لو کر میں سمجھوں
 کا پاس ہوں۔ ریوا لو میں اس کو جانی تھی وہ میرا بڑا بڑا ہے۔ یہ میری
 پلاننگ تھی کہ میرے ماتحت مجھے سافروں کے درمیان چھوڑ کر چلیں
 گئے۔ پہلے وہ تمام مال کو ایک محفوظ مقام تک پہنچائیں گے اس وقت
 تک اگر تم سافروں کی نافرمانی باترائیں یا ہمارے سے نکل کر میں تو میں
 ان کے ساتھ رہ کر اپنے لوگوں کو خفیہ پیغام پہنچاؤں گا۔ تاکہ وہ تم سب
 کو اس جنگل میں گھیر کر رہے رہیں اور پتہ دیا گیا ہوں کہ وہاں سستی ہیں۔
 میں نے پوچھا۔ پھر تو میں اس سافروں کے پاس جانا چاہیے
 قتل دانا اور ددی کے ساتھ لوہر میں آگے؟“

”ہی ہی ہی“ وہ ہنستے ہوئے دانا کو لپٹائی نظروں سے دیکھتے
 ہوئے بولا۔ ”اس کی جوانی بڑھل آ گیا ہے۔ تمہارے آنے سے پہلے
 میں بڑھ چکی تھی کہ تمہارا بچہ تو میں نہیں آ رہی تھی۔ ایسے ہی وقت
 جیسے اس میں ہوا کہ ہمارے قریب کوئی ہے پھر تمہارے پالنے کی
 آواز سنی دی۔ کوئی بات نہیں۔ اب تمہاری موت کے بعد میرے
 ارمان پورے ہو جائیں گے۔“

رکتے ہی اس نے ریوا لو کے ٹرک کو اونگلی سے دبا دیکھ
 کی آواز ہوئی۔ ٹرک گولی نہ چلی۔ میں نے آگے ہاتھ بڑھا کر اپنی تھکی کھول
 دی میری پھیل چلا جا کر اس کے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا ہر وقت
 بڑھے۔ اگر میں یہ چال نہ چلاتا تو تم اپنی زبان سے اپنا پول دھکوتے۔
 لاؤ۔ ریوا لو واپس کرو۔“

اس نے پھر مارنے کے انداز میں ریوا لو کھینچ کر مارا پھر ایک
 سمت بھاگنے لگا۔ میں نے کاتوں پھینک کر اس کے پیچھے دوڑا گا۔
 ”رک جاؤ واہن! میں تمہاری موت کے پاس نہیں زندہ واپس لے جاؤں گا۔
 لیکن وہ نے تمہارا بھائی مارا تھا۔ اس کے دہانے کا انداز
 بتا رہا تھا کہ وہ اس جنگل کے پتے پتے سے واقف ہے۔ اور جنگلی
 باشندوں کی طرح اور اپنے پیچھے لاتوں پر دھڑکتے رہنے کا علاوی
 ہے۔ وہ سخت برابر فاصلہ رکھ کر بھاگ رہا تھا۔ اگر مجھے اس کی ترقی
 اور طاری کا اندازہ ہوتا تو میں اسے دھکی دینے کے لیے ریوا لو ضرور
 ساتھ لاتا۔“ نے غرا خواہ لے دھکی دی۔ ”رک جاؤ۔ ورنہ ناز کر
 دوں۔ بڑھا جاؤ گا۔ تمہارے دھکی میں نہیں آیا اب میں اسے بڑھا جائی
 ہوں تاکہ وہ ہوا ہواؤں کی طرح وہ ڈر لگا رہا تھا۔ بلکہ جالوں سے زیادہ
 پھرتی دکھا رہا تھا۔“

یقیناً اس کوئی نزل ہوگی۔ اس لیے وہ نے نکان مڑا تھا تے
 بھاگا جا رہا تھا۔ ایک بچہ پتہ پتہ آچا تک ہی اس نے ایک لہی پھلا تک
 گناں جیسے کوئی نارا بھلا تک رہا ہو۔ حالانکہ وہاں صرف کھاس جھوس
 کا ڈھیر تھا۔ بھلا تک گناں تے ہی وہ کر گیا۔ میں اسے بکنے کی سن میں
 تھا۔ اس لیے اس کی پھلا تک کے قصہ پر غور نہ کر سکا۔ بیدھا ہوا

چلا گیا۔ تب اچانک ہی میرے پاؤں تلے زمین ٹھکی گئی۔
 بے اختیار میرے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ میں گہری سستی میں
 گرا ہوا ایک گڑھے کی تہ میں پہنچ گیا۔ گڑھے کی تہ پتھر کی نہیں تھی۔
 پھر بھی میری ڈان میں دھکنے لگیں۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناپنے
 نکلے۔ تب سمجھ میں آیا کہ جاؤں کو یا دشمنوں کو شکار کرنے کے لیے
 جنگلی باشندے اسی طرح گڑھے کو دو پر سے کھاس جھوس
 بچھا دیتے ہیں۔

میں نے ایسی جنگلی تہ میں کتاوں میں بڑھی تھیں یا لہروں میں
 دھکی تھیں۔ اب خود ایسے ایک گڑھے میں کر کے ہو گیا تھا۔ میں نے
 سر کو جھینک کر اوپر کی جانب دیکھا۔ داتا گڑھے کے ناسے سے جھلکتے
 ہوئے ہانپ رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ ”الو کہ پتھے! میں ساری دنیا
 کی پولس کو پختا ہوں۔ تم کس کھیت کی موی ہو۔ اب یہاں انا سے
 بڑے رہو۔ میرے ماتحت کسی وقت یہاں آکر نہیں ٹھکانے لگا
 دیں گے۔“

یہ کہہ کر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ نظروں سے باہل ہو گیا۔ میں نے
 اسے آواز دی۔ ”واہن! میری بات سنو۔ مجھے دشمنی پر مجبور نہ کرو۔“
 اس کی آواز سنائی دی۔ ”دشمنی اور کہتے ہیں؟ تمہیں میرے
 چہرہ ترین آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اب میرے آئی تمہیں زندہ نہیں
 چھوڑیں گے۔“

اس کی آواز دہرتی چلی گئی۔ میں نے اسے پھر آواز دی لیکن
 کوئی جواب نہ ملا۔ تب میں دانا کو پکارنے لگا۔ ”واہن! کا عاقب
 کرتے ہوئے تیرے نہیں میں تھنی دوں اگر ہمیں کیا تھا میں اس امید سے
 پکار رہا تھا کہ جنگل میں دودھ کا آواز کوئی چلی جاتی ہے۔“

میں پکارنے لگا۔ ”پکارنے ٹھک گیا۔ بے بس ہو کر آکڑوں بیٹھ
 گیا۔ ایسا لگا رہا تھا جیسے اپنی قبر میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اس گڑھے
 کی چوڑائی تقریباً چھ فٹ اور گہرائی پندرہ فٹ تھی۔ میں پندہ فٹ
 کی بلندی تک اچھل کر گڑھے سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اگر چاقو
 یا کوئی اور ایسی ہتھیار ہوتا تو اس سے آس پاس کی دیواروں کو راز
 نمود کر دیا ہوتے۔ تب میرے کھاس جھوس میں بالکل ہی ہنسا تھا
 میں آٹھ کر جانے طرف کی دیواروں کو ٹونے لگا۔ جانور گڑھے
 میں گرنے کے بعد بالکل میری طرح چلوں طرف گھومتے ہوں گے۔
 اور راستہ بنا کر دیواروں سے سر نکالتے ہوں گے۔ میں دیواروں
 پر مارا تھا مار رہا تھا۔ وہ سخت تھی کی دیواریں تھیں۔ انہیں رست
 یا کھلی تھی کی طرح انگلیوں سے کھودا نہیں جا سکتا تھا۔ میں پریشان
 ہو کر بھینچ گیا۔

وقتاً بوقتاً ہمت گزرنے لگا۔ دانا نے یقیناً مجھے تلاش کیا
 ہو گا۔ اور راستہ جنگل گئی ہوگی۔ اپنی مدد چلی گئی ہوگی کہ میری آواز

اس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکی ہوگی۔ میں اپنے طور پر سوچ رہا
 تھا۔ باہر کی دنیا کی خبر مجھے نہیں تھی۔ فزک کی دنیا میں میری ذہانت کام
 نہیں آ رہی تھی۔ تجربہ بہرہ بردار تھا کہ قبر میں کھنڈ کر انسان واپس لانے کی
 تدبیر نہیں کر سکتا۔

تقریباً پانچ گھنٹے گزر گئے۔ باہر تیز دھوپ کی جھلک دکھائی
 دے رہی تھی۔ اس دھوپ کے باوجود گڑھے میں ٹھنڈی تھی۔ اور
 اب مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ میں پھر اٹھ کر بے چینی سے سراٹھا کر
 دیکھنے لگا۔ صرف آسمان نظر آ رہا تھا۔ میری پریشانی بڑھنے لگی۔
 واہن! ڈر کر گیا تھا کہ اس کے ماتحت یہاں آکر مجھے ہلاک کر دیں
 گے۔ وہ قحامی باشندوں کی سستی میں پہنچ گیا ہوگا۔ اور اسے آڈیوں
 کے ساتھ واپس آ رہا ہوگا۔ کاش کہ وہاں سے نکل جھانگنے کی کوئی
 تدبیر سمجھ میں آسکتی۔

کتنی ہی پریشانیوں نے ایک ساتھ گھیر لیا تھا۔ شانہ کو چھوڑ
 کرتے وقت میں بیسوج بھی نہیں سکتا تھا۔ کلاس طرح گڑھے میں
 آگولیا گا۔ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہوگی۔ مجھے عازم سمجھ کر مارا کرٹے
 والی مسکے انتظار میں بھوک رہی سکتی ہے۔ میں تصور میں اسے
 پریشان دیکھ رہا تھا۔

اب کیا ہونے والا تھا۔ خلا ہی بہتر جانتا تھا۔ بس بہرہ بردار دشمن
 کی آمد کا دھکا لگا تھا۔ ایسی موت کے تصور ہی سے لذت کھاساں
 ہو رہا تھا کہ مجھے چوبے کی طرح اس چوبے دان میں قید کر کے آسانی
 سے مارا جائے گا۔

میں سمجھا کر انگلیوں سے دیوار کو چوتے کھسرتے لگا اچھل
 اچھل کر اڑا لکھنے لگا کہ کتنی دلچسپی تک پہنچ سکتا ہوں۔ میرا اپنے
 تذکی مناسبت سے گڑھے کی تہ سے آٹھ فٹ کی بلندی تک جا سکتا
 تھا۔ باقی سات فٹ کی بلندی ستر ہزار ہوتی تھی۔

اچھلنے کو نہنے کے باعث بھوک اور بڑھ گئی۔ میں سوچنے
 لگا کہ میں دی فرما دیوں تو میں ہوں جو ہمیشہ موت سے بچے لو اتنے
 ہوتے گور جا رہا ہے۔ آج تک ہو گیا ہو گیا کیا خیال غواں کی کمی نے مجھے
 ایک تھکر بنا دیا ہے؟

میں ہمارے دنیا میں ہزاروں ایسے انسان ہیں جو سستی پتی
 کے بدلے ہی حرم و دست اور لذت سے قہم قدم ہر صاحب کو
 شکست دیتے ہیں۔ مجھے ایسا ہی ایک مثالی انسان بنا چاہیے۔
 میں نے آسمان کی طرف لڑھا کر کہا۔ ”غدا یا میں چھوٹے کیا مانگوں۔
 اپنی آزادی چاہتی ذہانت ہے اپنے ملکی واپسی ہے اپنے چلنے والوں
 کی شہرت ہے۔ اپنے بیٹ کے لیے کھانا بنا میں کیا مانگوں؟ سنا
 ہے تو مانگنے سے پہلے ہی دے دیتا ہے۔۔۔۔۔
 میں زبردست دعا مانگ رہا تھا کہ واپس پاس کے دشمنوں

میں خود سنانی دیا۔ میں پیچ پیچ کر ادا کر دینے لگا: "دانا سنا شہانہ شرملا...."

اچانک لول لگا جیسے دشمنوں نے گولے پھینکنے شروع کر دیئے ہوں۔ میں دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ ایک گولہ میری گریہ اور درد سے گولہ میری ٹانگ پر لگا۔ میں گر گیا اور دیکھا تو جیسے حضرت موسیٰ کی تاریخ مردانہ جاری ہو۔ خداوند کریم کو میری ایک ہالہ پند آگئی تھی۔ آسانی سے من و سلویٰ تازہ ہوا تھا۔ تین عدد بڑے بڑے تاریلن میرے قریب پڑے ہوئے تھے۔

میں تھوڑی دیر تک دیوار سے چپک کر اڑا ہوا ڈیڑھ تنکا ادا کر گولے پھینکنے جا رہا تھا۔ جب دیر تک خاموش رہی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پندرہ فٹ کی بلندی پر گڑھے کے کنارے ڈالین کے باپ دادا کھڑے ہوئے مجھے دیکھ رہے تھے۔

بندس کے ہاتھ میں تاریلن والی بات تھی۔ مجھے تماشہ سمجھ کر دیکھنے والے بندلوں سے دوستوں سے تاریلن توڑ کر میری طرف پھینکا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے ہم جڑیا گھر میں بندلوں کے پیچھے سے میں کھانے کی چیزیں پھینکتے ہیں۔ آج وہ جانور بڑی فخر خانی سے انسان کے پیچھے میں کھانا پہنچا رہے تھے۔

میں نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ وہ سب دانت نکال کر کھلے گئے۔ میں بدلوں کا ہاتھ اٹھا کر پھینکے لگا۔ انہیں سمجھانے لگا کہ میں باہر آ جا جا رہا ہوں۔ وہ بھی گڑھے کے کنارے چھلکے گئے۔ میں نے سر کھینٹے ہوئے سو جا۔ یہ بند رہیں۔ صرف نفل آتا رہے۔ وہ بھی سر کھینچ کر میری طرف دیکھنے لگے۔

میں شور مچا کر بھاگ گیا۔ پیلے پٹ کی آگ جھاننا ضروری تھا۔ میں ایک تاریلن پر دو سرے تاریلن کو مار کر ٹوٹنے لگا۔ تھوڑی دیر میں قاب (تاریلن) کے چھلکے اتنے کمزور ہو گئے کہ میں انہیں لٹکیوں سے نزع کرانگ کر لے لگا۔ میں بار بار اوری بھی دوکھتا جا رہا تھا۔ ایک بار ایک بند گڑھے کے کنارے اپنی لٹا بھی دم لٹکا کر بیٹھ گیا۔ جیسے مجھے باہر نکلنے کے لیے رسی لٹکا دیا ہو۔

میں تو آہی آہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ وقت ہی تھی۔ میں بندر کی دم پکڑ کر اوری نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ وہ سیڑھی کی سی جھانپنا، خودی پیچھے آجاتا۔ پھر یہ دم پکھنے کے باوجود وہ میری پیچھے سے دوڑتی تاہم میں اپنا اتھارنا حرکتوں سے انہیں کھنا چاہتا تھا کہ میں لٹکتا ہوں۔ کوئی بھی پیچھے نہ آ کر اوری آ جا رہا ہوں۔

اس خیال سے میں بدلوں کا ہاتھ اٹھاتا ہوں۔ ہر دم کی طرف اچھلا کر چھوہ ہوتے درہن تھی۔ لیکن اس بدعاش نے اپنی دم پکڑ کر اوری اٹھا لی۔ میری طرف منگھا کر منسا پھینچی دم سیدھی کودی جیسے پیچھے بھاگ کر ہوا۔ آؤ بہت ہے تو میری دم پکڑا۔

میں جھٹکا کر بیٹھا گیا۔ ڈاب کا اعزنی حصہ توڑ کر پھینکنے لگا۔ غنڈا مٹھانا پھا گیا۔ پھر تاریلن کو کھانے لگا۔ وہ سب کنارے پیچھے جا کر لے رہے تھے کہ اگر تمام انسانوں کو اسی طرح کھڑوں میں بند کر دیا جائے تو وہ لھاتے پیچھے وقت جانور نظر آئیں گے یا انسان ہی نہیں گئے۔ مجھے تو وہ اسی انداز میں سوچنے والے لٹکتی نظر آ رہے تھے۔

میرا بیٹ بھرا گیا۔ جھٹکا ہٹ ختم ہو گیا۔ میں نے سر اٹھا کر احسانندی سے بندلوں کو دیکھا۔ لولن تو رقیق غذا کی طرف سے ملتا ہے۔ بچہ مجھے ریا تہ پیشہ دار سے لگا رہی جانوروں نے بچہ تک کھانا پہنچا ہوا تھا۔ میں تاریلن کے چھلکوں کو سمیٹ کر اوری پھینکنے لگا۔ بندر بھاگ گئے۔ تاریلن کا اندر بھی لٹکا کر ہی طرح سخت ہوتا ہے۔ میں اسے ہاتھ میں لے کر دیوار کو آہستہ آہستہ کھڑے لگا۔

دیوار کی ہی گونگی تھی۔ میں وہاں دونوں ہاتھ دکھ کر اوری کی جانب اٹھ سکتا تھا۔ لیکن شی ملا تم نہیں تھی۔ ہاتھ رکھنے کی پہلی جگہ بیٹھے سے پہلے ہی تاریلن کا چھلکا ٹوٹ گیا۔ میں نے دو سرے لٹکا اٹھا کر کھونا شروع کیا۔ اگر میں دو تین فٹ کے فاصلہ پر اسی طرح ہاتھ رکھنے لگا، بلندی تک کھڑا چلا جاتا تو اس گڑھے سے نکلنا آسان ہوتا۔

لیکن تاریلن کے چھلکے ٹوٹتے جا رہے تھے۔ جب میں نے دوس فٹ کی بلندی تک پہنچنے کے لیے کھدائی نکل کر لی، تو اس وقت تک تمام چھلکے ٹوٹ کر رزہ رزہ ہو چکے تھے۔ میں نے انہیں اٹھا کر گڑھے سے باہر پھینک دیا۔ کیونکہ وہ کسی طرح بھی کا نہیں آ سکتے تھے۔

ایک بار میں پھر تھک ہار کر بیٹھا گیا۔ اب میں پہلے کی طرح تاریلن نہیں تھا۔ سر اٹھا کر دوس فٹ کی بلندی تک کھڑے ہوئے۔ بچوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد صرف پانچ فٹ کی اونچائی رہ جاتی تھی۔ اگر میں پانچ فٹ کی بلندی تک اٹھا تو اوری کے گڑھے کے لیے دو فٹ کا فاصلہ تھا۔ اگر میرا سا فاصلہ نظر پھر دیکھ رہا تھا۔ بچوں کے آگے لب بام پہنچنے کے لیے ایک باشت کا فاصلہ بھی وہ جانے تو اس وقت وہ قیامت کا فاصلہ ہوتا ہے۔ کیسی بے بسی تھی کہ میں دو فٹ کا فاصلہ طے نہیں کر سکتا تھا۔ تمام بندر بھی غائب ہو گئے تھے۔ میں نے انہیں آواز دی۔ "ارے ارے ادا دیوں گے شے دار۔ کہاں چلے گئے۔ دوچار تاریلن اور چھٹک دو بند ہاتھ اٹھا کر لے گا۔"

میری آواز پر گونگی نہ آیا انسان ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر جانوروں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ اس بات پر پرانی تھی کہ دشمن بھی مجھے ہلاک کرنے نہیں آ رہے تھے۔ آدھان توڑ کر ہی چکا تھا۔ پتہ نہیں دانا ایگرگہ میں ہی جا کر خاموش کیوں بیٹھ گیا تھا۔ کم از کم وہ میری موت کا سامنا کرنے آتا تو کسی تدبیر سے زندگی کا سامنا کر لیتا۔ قسمت کی قسم طرحی کہ دشمنوں کا سہارا بھی چھوٹ

چونکہ میری طرح بھی ہوتی تھی۔ اس لیے میں نہ سکتی سوال نہیں کیا۔ چپ چاپ اپنے سینے پر اس کی ہانپتی ہوئی جوانی کے دکھاؤں کو محسوس کرتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد دوسری کی آواز سنانی دی۔ "تو تم کہاں ہو؟" وہ مہم کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اسے چپ سنے کا اشارہ کیا۔ دوسری یا ادا وادا کی "تم مجھے چھپ نہیں سکو گی۔ کسی درخت کے نیچے ہو سنا ہے اجاؤ۔"

میں شہانہ کے ساتھ دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ اوری گڑھے کے کنارے لگا س چھوٹے سے ٹکے لٹکتے نظر آ رہے تھے۔ شہانہ کا تعاقب کرنے والا کسی بھی لڑو وہاں پہنچ کر میں دیکھ سکتا تھا۔ شہانہ یقیناً اس سے چھپنے کے لیے گڑھے میں کود پڑتی تھی۔ ورنہ اسے اتنی بھانپتی کہ مجھ وہاں سے نکلنے کی تدبیر کر سکتی تھی۔

ہم دم ملے دیوار سے ٹکے کھڑے تھے۔ میں سوچتا رہا کہ والے سے کس طرح بچنا چاہیے۔ میں نے شہانہ کے کان میں سرگوشی کی کیا کمانڈ سننے ہے؟

وہ سب کے کان میں بولی، اس کے پاس ایک ہی تھول ہے۔ مجھے ریشا کھینچنا سول یا دانا میں نے اسے ہی تھول سے ہمارے میں دھا سٹنگ کر ڈالنا تھا۔ پھر سے چپک کر کشین کن اٹھانی تھی یقیناً اس ہتھول کو کسی نے اٹھا کر کھٹا تھا۔ پھر کچھ بھی ہو۔ میں گڑھے کی تہ میں رہ کر اس ہتھول والے سے مرٹ نہیں سکتا تھا۔

بہت دیر ہو گئی۔ گڑھے کا کنارہ دیران رہا۔ وہاں کوئی نہیں آیا۔ میں نے شہانہ سے پوچھا۔ "سبیت چھلکی آ رہی تھی تو کیا یہ گڑھا نظر آتا تھا؟"

نہیں۔ دو دو گنگ گنگ بھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ تمہاری آواز سن کر قریب آئی تب دیکھنا نظر آیا۔"

میں نے اطمینان کی سانس لے کر کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں تلاش کرنے دوسری طرف چلا گیا ہے۔"

"فکر سے ایسا ہی ہو۔ وہ سیکرے سینے پر سر کھڑ کر بولی تم مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے؟ کیا مجھ سے بیز اثر ہو؟"

"نہیں شہانہ! جب مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے قافلہ میں رہی ادا وادا نہیں ہیں تو میں ان کی تلاش میں چلا گیا۔ تم سے اجازت لینا تو تم جانے نہ دیکیں۔ اور میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں کسی کو اس جنگل میں تنہا چھوڑ کر تمہارے ساتھ سکون سے نہیں رہ سکتا تھا۔" مجھے اسی بات کا دکھ ہے کہ تمہارے دل میں دوسروں کا درد ہے۔ دوسروں کے لیے تم اس نصیبت میں کچھتے ہو۔ آخر میں کیا حاصل ہوا؟"

میں نے اسے بتایا کہ میں نے ماٹا ادا وادی کو ڈھونڈ کر نکالا تھا۔

تو اٹھتا ہوں پھر کے دوشے میں نے پیل یا مرکزی آواز سنی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اوری صرف اسٹان نظر آ رہا تھا۔ پہلی یا مرکزی آواز بھی قریب آتی تھی اور کسی دوسری ہو جاتی تھی۔ وہ پیل کا بیڑا یقیناً گم شدہ ہمارے کی تلاش میں آیا ہو گا۔ میں قسطن آتا اور میری طرف اچھلنے لگا۔ وہ قریب سے گورتے وقت سے اس شکل کو دیکھ سکتے تھے۔ لیکن تقدیر جب سے ہی کا مذاق اٹانے پر تیار نہ تھی تو کوئی تدبیر کا نہیں آتی۔ آدھ گھنٹہ بلندی میں کا پڑی ادا ختم ہو گئی۔

میں نے وہ خون لور قسطن ایک طرف پھینک دی۔ میری بچہ میں نہیں آ رہا تھا کہ دو سے مسافر ہوں نے پیل یا مرکزی شکل کیوں نہیں دیا؟ پھر پیل کا پڑا لولن کو وہ دیو سیل طیارہ نظر کیوں نہیں آیا؟ پھر تمہیں جل رہا تھا کہ آریا میرا کیا ہوتا ہے؟

میری توبہ حالت تھی کہ میری کھڑا ہوا تھا۔ کبھی پتھر ہا تھا۔ اور میں کو بھی کیا سکتا تھا؟ پھر جھٹکا ہٹ ختم ہو گئی تھی۔ جنگی سے ایک بات ذہن میں تھی کہ اس گڑھے میں باؤڑ جانا ہے۔ یا پھر دو فٹ کا آخری فاصلہ کسی طرح طے کرنا ہے۔

آہستہ آہستہ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ شام ہو رہی تھی۔ اس وقت کہیں دوسرے گڑھے سے کبھی فائرنگ کی آواز سنانی دی۔ ایک طویل انتشار کے بعد اس جنگل میں انسانوں کی موجودگی کا پتہ چلا۔ لیکن آواز اتنی دور تھی کہ وہاں تک میری آواز نہیں جا سکتی تھی۔ پھر بھی میں نے جینا شروع کیا۔ میری توقع کے مطابق کسی نے میری پیچھے دیکھا نہیں سنی۔

آدھ گھنٹہ اور گزر گیا۔ تب مجھے دھب دھب کی آواز سنانی دی جیسے کوئی گھاس پر دوڑ رہا ہو۔ میں نے پیچ کر کہا: "کون ہے؟ میری آواز سنو۔ میں یہاں گڑھے میں ہوں۔ مجھے یہاں سے نکالو۔"

دھب دھب کی آواز ختم ہو گئی۔ گڑھے کے کنارے کوئی نذر نذر سے سانس لے رہا تھا۔ جھانپنے کے باعث ہانپ رہا تھا۔ پھر مجھے سیاہ اور اور سچ رنگ کا بالڈ زاسکرت نظر آیا۔ میں نے پیچ کر آواز دی: "شہانہ...."

وہ گڑھے کے کنارے گر پڑی تھی۔ اور میری طرح ناچتی ہوئی گڑھے کے اندر میری طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ انا شتا کہ رہی تھی "مجھے لینے پاس ملاؤ۔"

"نہیں شہانہ! ادھر نہ آنا۔ موصل کرو۔ تم مجھے یہاں سے نکال سکتی ہو۔"

میری بات پوری ہوئے سے پہلے ہی وہ گڑھے کے کنارے دونوں ہاتھ دکھ کر ٹنگ گئی۔ بیروں سے کوئی کچھ نہ پائی۔ میں اسے سنبھالنا ہوا گڑھے کی تہ میں بیٹھ گیا۔ وہ مجھ سے لپٹ کر پڑنے لگی۔

لیکن دائن یاد رکھیے دھوکے سے اس گروہ میں گرا کر چلا گیا۔ شانہ نے پوچھا: ”میرے وہ نہیں ہلاک کرنے دیں کیوں نہیں آیا؟“
 ”میں کیا جاؤں۔ میں تو صبح سے یہاں بیٹھا ہوں۔ اسے یہاں سے مکل سکتے ہیں۔ دیکھو میں تمہیں کارہے پر چڑھا کر دس فٹ کی بلندی تک جاسکتا ہوں۔ تمہارا قد پانچ فٹ ہے۔ تم آسانی سے باہر جا کر سیسے کے گولی رستی یا لکڑی یا کوئی آہنی چیز تلاش کر سکتی ہو۔“
 ”میں باہر نہیں جاؤں گی۔ وہ مجھے دیکھ لے گا۔“
 ”وہ جا سکتا ہے۔“

وہ بولی: ”مگر باہر اور بھی لوگ ہیں۔ وہ اسمگلر ایک ایک کوچہ پہن کر قتل کر رہے ہیں۔“
 ”قتل کیا ہے؟ آخر باہر کیا ہوا ہے؟“
 ”وہ کہنے لگی: ”تم مجھے اندھیرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ پھر بھی صہیت میں نائل ہو سکتی ہیں۔ صبح تک تمام قافلے کے لوگ چپ چاپ بیٹھے۔ سب کر قتل ہو گیا۔ گریٹار سے میں نام بر نہیں رکھا گیا ہے۔ تم سے اسٹین گولیں لینے والے نوجوان ہماری حفاظت کے لیے جاؤں طرف گھوم رہے تھے۔ جانا نہ دی وہاں سے جا کر گریٹار سے لکھانے کا سامان لے آئے۔ صبح تک نیچے دھاڑیوں کے ان نوجوانوں سے اسٹین گولیں لے کر انہیں آرام کرنے کے لیے کہا۔ شہزادہ سے پاس آکر بولا: ”تمہارا عازم جو چلنے کہاں گم ہو گیا ہے کیا تم سے تلاش نہیں کرو گی؟“
 اس لمحے سے دل کی بات ہی تھی۔ میں نے کہا: ”میں اس جنگل میں اس کی کہاں تلاش کروں گی کیا تم میرے ساتھ چلو گے؟“
 وہ تیار ہو گیا۔ اسی وقت اسٹین گول والوں نے ہم سب کو لٹکارتے ہوئے کہا: ”تم تمام لوگوں کو چھوڑ دیا جاؤ گے۔ اپنی اپنی جگہ خاموشی سے لیٹ جاؤ۔ جو حکم عدول کرے گا، اسے اسٹین گول سے بھون دیا جائے گا۔“

وہ جواؤں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پوچھا: ”یہ کیا حرکت ہے؟ کیا تم دونوں اسمگلروں سے مل گئے ہو؟“
 جواب میں اسٹین گول سے گولیاں چلیں۔ ہم سب جینٹے جوتے لیٹ گئے۔ اب کوئی سوال کرنے کی ہرأت نہیں کر سکتا تھا۔ ان نوجوانوں کی موت نے سب کو بدبخت زدہ کر دیا تھا۔ ایک اسٹین گول والے نے کہا: ”یہاں کے باشندے ہمارے فلام ہیں۔ اس وقت وہ چھائریاں کاٹ کر گریٹار کے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تم لوگوں پر بھی چھائریاں ڈال دی جائیں گی تاکہ اس طرح تمہیں کا کوئی طریقہ باقی نہ رہے۔ تم لوگوں کو زندہ دیکھ سکے۔ اور تم لوگوں کو وارنٹنگ دی جاتی ہے کہ اگر کسی نے کسی بھی طرح سگنل دینے کی کوشش کی تو اسے فوراً ہی ہلاک کر دیا جائے گا۔“

مگر تمہاری زیادہ تھے۔ لیکن اسٹین گولوں کے سامنے ان وہ آدمیوں کا کچھ نہیں رکھتا سکتے تھے۔ پھر وہ لیدو ہاں جنگلی لوگ آگے۔ وہ کئی ہوتی چھائریاں اٹھانے کو منے تھے۔ اور میرے سب پر ہلا کر ڈال رہے تھے۔ میں شہزادے کے قریب لٹی ہوئی تھی۔ اس لیے چھائریوں میں چھپنے کے باوجود ایک دوسرے کو دیکھتے اور باتیں کرتے رہے۔
 شہزادے نے کہا: ”قتل میری جو کھلبے۔ وہ لپورا ہو گا۔ تمہیں پورا حالات میں ڈنڈا نہیں چاہیے۔ اپنا دھیان شانے کے لیے پکھ بائیں کر دو۔“

میں نے کہا: ”مجھے صرف عازم کی فکر ہے۔ جانے وہ کہاں گم ہو گیا ہے؟“
 ”تمہاری شادی کب ہوئی تھی؟“
 ”تین دن پہلے۔ اور جب سے شادی ہوئی ہے۔ کوئی زندگی مصیبت آئی جا رہی ہے۔“
 وہ مسکاکر بولا: ”مجھے افسوس ہے۔ ایسا ہی کون کسی نے نہیں بنا یا ہو گا۔“
 ”تم بیل نفاق آڑا ہے جو؟“
 ”نہیں۔ تقدیر نفاق آڑا رہی ہے۔ تم نے باپ سے بغاوت کی شوہر سے بھی کچھ نہ ملا۔“
 شہزادے نے کہا: ”میں کرم بریلا ہونے لگا۔ واقعی میں نے باپ کا دل دکھایا۔ تقدیر مجھے دکھوں میں مبتلا کر دی ہے۔ میں نے ایک سوڑا ہ بھر کر شہزادے کے ہاں تم شیک کتے پر۔ مجھے نزل رہی ہے۔ باپ کو چھوڑنے کے بعد شوہر بھی پر لیا سا ہو گیا ہے۔ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔“
 ”کون؟“ شہزادے نے جانی سے پوچھا: ”کیا عازم اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے؟“
 ”میں نے کہا۔“ ہاں اس مصیبت کی گھڑی میں تم ہی میرے دکھ کو سمجھنے والے ہو۔ میں تم سے کیا چھپاؤں۔ وہ اپنا ماضی بھول گیا ہے۔ کہتا ہے میں عازم نہیں فرما ہوں۔“

میں شانہ کی باتیں سن کر پریشان ہو گیا۔ میں نے پوچھا: ”تجربہ شہزادے سے یہ باتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“
 وہ بولی: ”ضرورت میں کبھی ہوں۔ شہزادہ پر ہریان تھا۔ میں زیادہ سے زیادہ اس کی بلندی حاصل کرنا چاہتی تھی تاکہ وہاں سے نکلنے کا موقع ملے۔ تو میرے ساتھ وہ بھی نہیں تلاش کرتے۔ میں خاموش رہا۔ اب اس پر تنقید کرنا فضول تھا۔ جو کچھ اسے کہنا تھا وہ کھو چکی تھی۔ اسے خاموش دیکھ کر میں نے پوچھا: ”چپ کیوں ہو؟“ کیا میں کوشش کر رہا ہوں؟ تمہیں ہوا کہ میں خود کو فرما دیکھا ہوں۔ وہ کہنے لگی: ”ہاں اس نے تجھ سے کہا تھا۔ یہاں عازم۔“

کھونے والا ماضی کو بھول جاتا ہے۔ لیکن یہ کسی نہیں مٹا کر ایسا شخص اپنی کسی دوسری شخصیت کا اظہار کرتا ہو۔ جو سکتا ہے کہ وہ تمہارا شوہر ہو۔ تمہارے شوہر کا ہینکل ہو۔“
 یعنی وہ شہزادے کی ہینکل کی بات کر رہا تھا۔ مگر میں نہیں مان سکتی تھی۔ میں نے کہا: ”قل قلوب اپنے شوہر کو کبھی طرح پہچانتی ہوں کسی ہینکل سے دھوکہ نہیں کھا سکتی۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی اس کا ہینکل ہے تو اسے رومان نامی ایک لڑکی اپنے ساتھ لے گئی ہے۔“

”رومان؟“ شہزادے نے کہا: ”میرے شوہر کو پوچھا: ”کیا تم رومان کو جانتی ہو؟“
 ”میں نہیں جانتی۔ میں نے ڈیڑی کی کوٹھی میں یہ نام سنا تھا۔“
 ”قتل یہ ہے کہ ڈیڑی نے اپنے ڈیڑیوں کے ذریعہ عازم کو ہلاک کرنا چاہا۔ ڈیڑی کے کاتے کے غڈے عازم کو صورت شکل سے نہیں پہچانتے تھے۔ انہوں نے فرزا نامی کسی شخص کو کور لیا۔ پھر اسے ہلاک کرنے ایک دلہنے کی طرف لے جا رہے تھے کہ رومان نے راستے میں ریزا اور دکھا کر دعویٰ کیا کہ فرزا اس کا ساتھی ہے ڈیڑی کے غڈے لے فرما اور رومان سے سمجھ کر لیا۔ وہ دونوں بھری جہان کے ذریعہ ہلاک ہلاک کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کا سفر ابھی جاری ہو گا۔“

شہزادے نے دعویٰ دیا سوچنے کے بعد پوچھا: ”لیکن یہ عازم خود کو فرما دیوں کہتا ہے، کیا تم نے نہیں سوچا کہ وہ صبح فرزا ہو سکتا ہے اور تمہارا عازم رومان جیسی حسین لڑکی کے ساتھ جا سکتا ہے۔ میں نے رومان کو دیکھا ہے۔ وہ حسین بھی ہے اور ذہین بھی۔ لیکن ایک ہینکل سے وہ بھی دھوکہ کھا سکتی ہے۔“
 ”میرے شوہر! مجھے خود پر اعتماد ہے کہ میں دھوکہ نہیں کھ رہی ہوں۔“

”اچھا تو پھر عازم شراب پیتا تھا وہ اب شراب نوشی سے انکار کیوں کرتا ہے؟“
 ”اگر وہ گریٹار سے میں سمجھ کر پیتا تو پھر اسمگلروں کو ٹھکانے نہ لگاتا۔ ہر تمہارے کا خدشہ اس نے ظاہر کیا تھا۔ اسے ہر تمہیں تھا۔ لیکن ایسا ہو سکتا تھا۔ وہ دلیر بھی ہے اور ذہین بھی۔“
 شہزادے نے کہا: ”کیا وہ تم کی زبان بولتا ہے؟“
 ”میں نے کہا: ”نہیں۔ جب یادداشت گم ہو گئی ہے تو زبان بھی بھول گیا ہے۔“
 ”شانہ صاحبہ! یہ بڑی ہنکھنہ بات ہے کہ انگریزی بولتا ہے اور اپنی مادری زبان بھول جاتا ہے۔ تمہارا بوجھ کر دھوکہ کھاری ہو۔“

”عازم کو مجھ سے ملا ہے اور کیا نہیں بھولا؟ یہ بات بلا کر ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میں نے اسے اس سے یاد تک دیکھ کر شہزادے کی اور اب بھی اس کا دل ہی سرا ہو رہا ہے۔“
 ”شہزادے کی سوجھ بوجھ سے سوجھ رہا تھا اور مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ مجھے خوف آنے لگا۔ پھر وہ سخت لہجے میں بولا۔“
 ”میں اس بہرے کے تلاش میں ہوں۔ وہ میری شکل بنا کر میرے پاس پورٹ برائینڈر لیا تھا۔ اور میں نے اسے لے لیا۔ تم نے مجھے ہلاک کرنے کے ایک کالج میں قید کیا تھا۔ اب میں یقین سے کہتا ہوں کہ جسے تم عازم سمجھتی ہو۔ دراصل وہ میری بیوی ہے۔“
 ”یہ جھوٹ ہے۔“

”یہ سچ ہے۔ اس کی پہچان یہی ہے کہ وہ شراب نہیں پیتا۔“
 ”انگریزی بولتا ہے اور تم کی زبان نہیں جانتا۔ اب تمہیں کہاں ہے کر رہا ہے؟ اپنے آخری وقت میں اسے کیوں بلایا تھا۔ وہ بہرے کو پہچان گئی تھی۔ اسے جانتی تھی۔ اس لیے میرے سامنے انجان ہی رہی۔ تمہیں سیکر لیا گیا ہے کہ شخص تمہارے عازم کا ہینکل ہے۔“
 ”میں یہ تسلیم کر سکتی ہوں کہ میرے عازم کا ہینکل وہ فرزا د تھا جو رومان کے ساتھ چلا گیا۔“
 ”تم حقیقت کو لگا لڑی ہو۔ اب میں اسے ضرور تلاش کر دوں گا۔ اور تمہارے سامنے یہ ثبوت کر دوں گا کہ وہ بہرے میں ہے۔“
 ”تم میرے شوہر کے لیے مجھے کیوں بڑھے ہو؟“

”وہ تمہارا شوہر نہیں ہے۔ اس وقت تم کسی کی بیوی نہیں ہو۔ دیکھو شانہ! تم اس قدر حسین اور شراب پیو کہ میں نے یہی ہی نظریں تمہیں حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اب تک میں تمہیں براہ مال سمجھ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ تجھ کو بہانہ تمہارا کوئی دعویدار نہیں ہے۔ اس لیے میں تم سے کہوں گا کہ میری بن جاؤ۔۔۔ میں تمہارے باپ کی طرح ایک ارب پتی تاجر ہوں۔ تم تمام عیش و عشرت کو لگتی۔“

”میں عدوت کو ٹھکرا کر اور عیش و عشرت پر تنوک کر عازم... کے ساتھ آتی ہوں۔ مجھے لایح نہ دو۔ شریف آدمی کی طرح کوئی دوسری گھنگو کر دو۔“
 وہ ہنستے ہوئے ہلا۔ ہینکل میں شرافت اور ہنر میں کہاں ہوتی ہے، تم خود نہیں مانگی تو میں تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ یہ کہہ کر اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں لہٹنے لہٹنے سے مڑ کر گئی۔ اسی وقت سہیل کا پٹر کی آواز آنے لگی۔ اسٹین گول والوں نے چیخ کر کہا: ”کوئی آہنی جگہ سے حرکت نہ کرے اور نہ منہ سے آواز نکالے۔ یاد رکھو تمہاری مدد کرنے والوں سے پہلے اسٹین گول کی گولیاں تم سب کو چھین کر دیں گی۔“

فازنگ سنتے ہی کلاں، ناچھا گیا، ہم بھی خاموش تھے۔ خزا باجھ بڑھا کر پھو پھو سکتا تھا۔ منگودہ اور پڑی ہوئی جھانپوں کو دیکھتا ہوا بیل کا پیر کی کاہا زس رہا تھا۔ وہ اس لیے خاموش تھا کہ دست و داری کرنے کا تو میں اپنا بیجا دکھوں گی۔ پھر جھانپاں ہیں گی اور اس کے بعد ہم پر فارتنگ شروع ہو جائے گی۔

بہت دیر تک بیل کا پیر کی اڑا رکھی قریب آتی رہی مجھی دور جاتی رہی پھر وہی پیلے جیسا سنا پنا چھا گیا۔ بڑھانے مگر اچھوہ کیا اپنے عالم کو تلاش کرنے نہیں چاہو گی؟

”تم ہمارے ساتھ بھی نہیں جاؤ گی۔“

”دلگتا ہے؟“

”مضطبان سے سب ہی ڈرتے ہیں۔“

”شاید نہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ مضطبان ڈرنے والا ہوا کاپنے اگلا گے اور کاپے؟“

یہ کہہ کر وہ میری طرف کھٹکتے لگا۔ میں کچھ سوچے بغیر اٹھ کر کھڑی ہو گئی میرے سداغ میں صرف ہی بات تھی کہ نہیں تلاش دیا تو شرمیے کھٹکتے ہی دندے میرے پیچھے رہ جاتیں گے۔ بہت نہیں یہی ذہن میں یہ بات کیسے آئی کہ میں نے پیچھے کر ”سانپ - سانپ“ کہنا شروع کر دیا۔

میری پیچ کے ساتھ ہی تھائی ہوئی جھانپوں میں بھل بھل گئی۔ سب نے بھی سمجھا کہ سانپ ان کی طرف سے سب ہی پیچ پیچ کر اٹھتے اور بھاگنے لگے۔ اسٹین گن والوں نے لگا کر مارنے کے لیے کہا لیکن میں دوسروں کی طرح ایک سمت بھاگتی چلی گئی۔

تو انا تازہ رنگ ہونے لگی میں گھمرا کر پڑی پھر میں نے سراٹھا کر دیکھا۔ بٹرا ایک درخت کی آڑ میں بیٹھ کر کھٹکتا اور اسٹین گن والوں کی طرف تازہ کر رہا تھا۔ میں دو بار گھمرا کر بھاگنے لگی۔ میں نہیں جانتی کہ میرے پیچھے کیسی جھگڑا مچی ہوگی۔ مجھے فازنگ کی آواز کے ساتھ محووق مہول اور چون کے چیختے لڑائی سنائی دے رہی تھی۔ وہ گولوں رفتہ رفتہ دور ہوتی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد میرے چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ میں ایک درخت کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ میں بہت دور چلی آئی ہوں۔ میرے اطراف دختروں اور درجہ داروں کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں نڈر دھڑکتے تھیں۔ کارنے لگی میری پکار کے جواب میں دور کہیں سے شرمائی آواز سنائی دی۔ ”شاید اتم کہاں ہو۔ اگے تہا نہ جاؤ۔ جنگل کے دندے نہیں پھر پھاؤ کر دکھو گے؟“

مگر جنگل میں پیچ کر دو جاؤں سے زیادہ دندے بن جاتے ہیں۔ میں نفسا دندے کو اپنی آواز نہیں سنائی چپ چاپ

بھاگتی ہوئی سہاں تک پہنچی آئی۔ اگر تم آواز نہ دیتے تو میں بے شک کر دوسری طرف بھٹکتی جاتی۔۔۔۔۔

یہ کہہ کر شانہ نے میری گردن میں ہاتھیں ڈال دیں۔ ”آہ عازم! یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ میں کیسی سہاں ہوں کہ شادی کے دن سے تمہارے پیچھے بھاگتی چلی آ رہی ہوں؟“

میں سراٹھا کر دیکھنے لگا۔ آسمان روشن تھا۔ جنگل میں خاموشی چھائی ہوئی تھی اور ہر حالت کے گڑھے میں تقدیر کے فیصلے کا نظارہ کھڑے تھے۔ شانہ نے آگ لگائی ہوئی قربت بھاری تھی کہ اس یہ لمحات رہ گئے ہیں۔ انہیں رنگین میں گزار دیں یا حالات کی گھنٹی سے خوفزدہ ہوتے رہیں۔ موت ٹال ہے، مزدوری ہے۔ جوانی اٹل ہے لازمی چلی جاتی ہے۔ پھر مجھے کیا کرا چاہیے؟

شانہ نے پوچھا۔ ”تو چپ کیوں ہو؟ اتنے بے صبر کیوں بن گئے ہو؟“

”میں بے صبر نہیں ہوں۔ دیکھو تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ میں مادم کی طرح شراب نہیں پیتا۔ اس کی مادی زبان نہیں بولتا۔ پھر تم مجھے عازم سمجھنے پر آمادہ کیوں ہو؟“

”اس لیے کہ تم میرے مادم ہو۔ جب تمہاری یادداشت واپس آئے گی تو تم میرے عمامہ کو تسلیم کر لو گے۔“

”اچھا اب ایک آخری بات کہنا ہوں۔ اس کے بعد میں اپنا بول گا۔ وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کی بڑی بڑی غمناکی آنکھوں میں میری قربت کا شفق میں نے پوچھا۔ اگر وہ میں نہیں یہ معلوم ہو کر تمہارے مادم کے دھوکے میں کسی جہنمی کو پانچا تھا تو تم مجھے الزام نہیں دو گی نا؟“

”جہنم کبھی نہیں۔ بس اب کچھ نہ بولو۔“

میں پچھ نہ بولا۔ محو اب بولوں گلشن نے بہت برداشت کیا تھا۔ اسے بار بار جھانے کا فرم بھی ادا کر چکا تھا۔ اس لیے جذبوں کے فزائن ادا کرنے لگا۔ تقدیر کے منہ شانہ انسان کو بڑی عزیز ناک باہر کھاتے ہیں۔ ایک سارے ہی باپ کی جینی کو سہاگ کے چھوٹوں بھی دیکھی سیج کی بجائے ایک کھوہا لیا ہوا تھا۔ وہ جو تین دن پہلے دنیا کی ہر قسمی شہزادہ کی تھی۔ اس کی تقدیر پر کس اور کو نہ خرید سکی۔

شاید میں کو جنگل میں جنگل جیتے ہیں کہ اس جنگل میں دختروں کا خوش جاؤ رہتا ہے۔ ددر بڑی پر پر زبے اپنا گتہ سنا رہے تھے۔ سب سے بڑی زدمیں جنگل کے درخت سرگوشیاں کر رہے تھے۔ میری خوش میں سانسوں کی دھمک اور خواہشات کے دھماکے تھے۔ میں دلوں سے سہاگ کی آغوش میں کہنے والی نے مجھ کو آواز نہلا تھا میں ان لمحات میں خود کو بھول چکا تھا۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں کس طرح کاناٹا کے ایک ایک فندے کو چوتھا اور شیر کر مارا اور فزغ کے جھنڈے

کا تازہ۔

وقت کو کتنی ہی حسین ادا دکھائی جلتے۔ وہ دیکھنے کے لیے ٹھہرا نہیں مگر تازہ جلا جانے سے تب دھوپ ڈھلنے لگی۔ دوپہر کی گرمی ختم ہو چکی۔ شام کے سائے کہہ رہے تھے کہ تھوڑی دیر بعد حالات کی تازگی چھا جائے گی۔ شانہ میرے کمانڈوں میں جیسا سے منجھاری تھی۔ جیسا خندق کی تہ میں یوں رہے ہوتے تھے کہ تہذیب کی آنکھ ہمیں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اسلحہ ہونے کے عالم میں تو سب سے کہیں پوش آتے ہی میں نے سراٹھا کر دیکھا کہ گڑھے کے کنارے ایک بندر پڑی تھوڑی پر ہاتھ رکھے مچا تھا اور بڑے خوشے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

میں جھینب گیا۔ وہ ذات کمال کر کے نہ لگا۔ میں نے جلدی سے سر جھکا کر شانہ کے کان میں کہا۔ ”کوئی نہیں دیکھ رہا ہے؟“

وہ ایک دم سے سمٹ گئی۔ مجھ سے چپک کر رہ گئی۔ ”کوئی کھینچنے کی جگہ نہیں تھی میں نے سلاپنے دھوکے کے سامنے میں چھپاتے ہوئے کہا۔ ”شراؤ نہیں۔ دیکھنے والا بندہ ان سے کسی سے کچھ نہیں کہے گا۔“

وہ شوقی ہوئی بولی۔ ”تم مذاقی کر رہے ہو۔ جھلا ایسے زبان کوں ہو گا؟“

”بندر سے سراٹھا کر دیکھو۔“

اس نے بچپانے ہوتے سراٹھا یا بندہ دیکھ کر پھر اپنا منہ چھپاتی ہوئی بولی۔ ”شرم نہیں آتی۔ تماشہ کھا رہے ہو۔ اسے جھکاتے کیوں نہیں؟“

میں نے ٹھہر کر بندہ کو دھوٹوں ہاتھوں کے اشاروں سے سمجھایا کہ وہ میری ٹھہل مارنے لگا۔ میری طرح ہاتھ کے اشاروں سے تاریل کھڑک کھانے لگا۔ میں نے گڑھے کی تہ سے نیالی پتھر اٹھا کر اسے ملا۔ وہ جٹ کر بھاگا۔ دوسرے ہی لمحہ واپس آیا۔ اس کے ہاتھوں میں تاریل تھا۔ اس نے پتھر کی طرح اسے ہماری طرف پھینکا۔ میں اور شانہ دو بار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔

دوسری بار بھی میں نے پتھر مارنے کی دھمکی دی۔ اس طرح دو تین تاریل ہمارے پاس پہنچ گئے۔ میں نے شانہ سے کہا۔ ”دیکھو رزق کس طرح پہنچتا ہے۔ آؤ ہم تاریل سے پیٹ بھر لیں گے۔“

لیکن پیٹ بھر نے کا موقعہ نہیں ملا۔ اسی وقت بہت سے قدیموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس بندہ کی حرکتوں نے دوسروں کو اس گڑھے کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ میں پھر لوہار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ شانہ مجھ سے لگی کھڑی تھی۔ بہت نہیں اب کون سی حیصیت سامنے آنے والی تھی۔

گڑھے کی تہ میں دھڑک رہی ہوں۔ دالی ہلکی سی آواز بھی سننی جا سکتی ہے۔ بندر خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا تھا۔ اور میں خوفزدہ

کرنے والے دہشتوں کا رہے تھے۔ انتظار کے لمحات بڑے میرا نا تھے۔ تھوڑی دیر بعد گڑھے کے کنارے ایک جہرہ نظر آیا۔ اس کی دھنسی ہوئی آنکھوں کے گویاہ حلقے تھے۔ گالوں پر لال رنگ ٹھنسا ہوا تھا۔ جس طرح عورتیں ناک چھید کر نندہ فرہ پہنچتی ہیں اس طرح اس شخص نے ناک کے نیچے اور دونوں کے اوپر تڑی کی لائی سی تیلی بڑی ہوئی تھی۔ سر منظر ہوا تھا۔ ذات کھٹکتے ہوئے تھے وہ ایسا ڈرنا ناک رہا تھا کہ اسے دیکھتے ہی شانہ نے چیخ مار کر سر سے بانڈوں میں منہ چھپا لیا۔

وہ گڑھے کے کنارے آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اپنی زبان میں کچھ بولنے لگا۔ اس کی باتیں سن کر اوپر کھڑے لوگ اٹکے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں۔ ان کی کمر سے نیچے تہہ بند تھی۔ باقی جسم نکلا تھا۔ ان کے سروں پر بھول کھل رہے تھے۔ اور گدے میں بھی بھولوں کی بالائیں تھیں۔ مزینے تھامے ہوتے تھے۔ ہڈی کی تیلی بننے والے شخص کے ہاتھوں میں بالوں کا ایک لانا سا پاپ تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس پاپ کے اندر سے زہر پلٹے ہوئے ہیں۔ وہ پاپ کو منہ سے لگا کر لہڑے چھوٹکتے ہیں اور سامنے لائے کو زہر پلٹے تیر کا نشانہ بنا دیتے ہیں۔

وہ گڑھے کے کنارے چاروں طرف کھڑے ہوئے تھے اور آہیں میں ایسی بولیاں بول رہے تھے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی۔ البتہ یہ اشارہ ہوا کہ وہ کسی بات پر بحث کر رہے ہوں۔ میں نے شانہ کو اپنے سے الگ کرتے ہوئے ہاتھوں کے اشارے سے انہیں سمجھا کر کہیں اس گڑھے سے باہر نکالوا۔ انہوں نے ہماری طرف دیکھا مگر پھر بحث میں مصروف ہو گئے۔

پھر وہ شاید بحث کے کسی نتیجے پہنچ گئے۔ اچانک ہی ایک عورت ایک بھڑاسارا لگ اپنے لگی۔ اس کے ساتھ دھول پر لگی بلی تھا پ سنائی دینے لگی۔ میں نے پیچ کر کہا۔ ”ہماری جان پڑی ہے اور تم لوگ ساگ الاپ رہے ہو۔ میں باہر نکالوا ہر۔۔۔“

میرے پیچھے گاؤں کی آواز بڑا۔ وہ ایک مارنے میں گڑھے کے چاروں طرف ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر کھٹکتے لگے۔ دھول کی تال پر دھن کرنے لگے۔ شانہ ہم کو بولی۔ ”مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں نے تانوں میں پڑھا ہے کہ جنگلی باشندے کی کو ہلاک کرنے سے پہلے ہی طرح ناپتے لگتے ہیں۔“

میں پریشان ہو کر انہیں دیکھ رہا تھا۔ میرے دماغ نے کہا۔ مارتا ایسے ہی ہے اور میرے پیچھوں ناہیں وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی جائے۔ میں نے ایک تہہ پر سوجی بندروں کو اگر پتھر پھینک کر مار دو تو وہ تاریل پھینک کر جواں بھڑکتے ہیں۔ اگر میں جنگلیوں کو تاریل پیچ کر ماروں گا تو وہ نیزا پھینک کر مجھے ہلاک کرنا چاہیں گے۔ میں خود کو کسی

طرح بچا کر ان کا ایک نیا ماسل کر لیا گیا۔

اگرچہ اس تدبیر سے سری جان کو خطرہ تھا۔ ان کا نشانہ بڑھتا ہوا تھا۔ لیکن میں نے بچے کی موت مرنے کی بجائے مقابلہ کرتے ہوئے مرنا پسند کیا۔ ایک ناریل اٹھا کر ایک جنگلی کی طرف پروں سے اڑا دیا۔ میں نے زندگی میں کبھی ناریل کے گولے پھینکنے کی مشق نہیں کی تھی۔ اس نے نشانہ ٹھوک لگا۔ جنگلی مرد کی جیلے جنگلی عورت اس کی زد میں آکر چلتی ہوئی گر پڑی۔

زخمیں سہم گئیں۔ دوسروں کی آواز بند ہو گئی۔ سب لوگ مجھے فرخوار نمود سے دیکھتے ہوئے اپنے بیڑوں کا رُخ ہماری طرف کرنے لگے۔ شاز بھول کر باہر گر پڑا۔ مجھے یہ خبر ہوئی۔ میں نے کہا: "ذرا صبر کرو۔ مجھ سے الگ ہو۔ میں ان سے کسی کا نیا ماسل کرنا چاہتا ہوں!" لیکن میرا خیال غلط نکلا کہ وہ نیا اسپینک کر ماریں گے۔ ہوا کی تیز ہوا ان کے ہاتھوں میں ہی رہے۔ وہ لوگ چاروں طرف گڑھے کے کنارے اوندھے بیٹ گئے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ جھک کر بیڑے کی آبی ہلک پھینکا دیں۔ اس طرح پندرہ فٹ کی گہرائی تک ان کے بیڑے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میں شاز کو لے کر بیٹھا۔ وہ لوگ "ہو۔ ہو۔ ہو۔" کہتے ہوئے بیڑے یوں چلا رہے تھے جیسے پورے گارے ہو۔

میں نے شاز کو کھینچا یا کہ وہ بی خوف و خطر چلتی رہے۔ میں اٹھ کر اور ایک کرسی کے بیڑے کو گزرتی میں نینا چاہتا ہوں۔ گروہ مجھ سے اور بچک گئی۔ "ہائیں میں نہیں آتے نہیں دوں گی۔ نہیں کچھ ہو گیا تو یہ لوگ مجھے بیڑوں سے چھین کر دیں گے"

میں نے بے بسی سے سراٹھا کر دیکھا۔ نیرب سے ابھی ہماری جانب تقریباً سات فٹ کی فاصلہ تک آتے تھے۔ اور وہاں چلے جاتے تھے۔ ایسے ہی ہوتے کہ لے گئے ہیں کہ شیطاں ہلاک نہیں کرتا۔ بلکہ ان کا نشانہ ہے ان کا اٹھنا اور لچک اور تھا۔ وہ ہم دونوں کو گڑھے کی تہ میں ایک جگہ بٹھا کر آسانی سے نشانہ لگانا چاہتے تھے۔

تب میں نے دیکھا کہ وہ ہڈی کی تیلی پسینے والا جنگلی زہریلے تیر کے پانچ کو منسے لگا رہا ہے۔ ہم بیڑوں کے ڈر سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ اور دوسرے اُدھر بھاگ کر اپنی جان میں نینا چاہتے تھے۔ میں شاز سے بیٹ کر لیٹ گیا۔ تاکہ گڑھے کی تہ میں لوٹ کر بیٹ کر نشانہ کے ساتھ ذرہ در بیٹھ کر جھپکڑوں۔ تاہم یہ فائدہ کہاں کی بات ہوتی ہے کہ دشمن زہریلے تیر سے اسے اور ہر دہائی بیڑوں کے ساتھ بیڑوں کے سامنے میں بیٹھ گیا۔ مجھے بچنے لگے۔ مجھے بچنے لگنے کا یقین نہیں تھا۔ لیکن امید کے سہارے ہر انسان اپنی ہی کوشش کر لیتا ہے۔

میری نظریں زہریلے تیر کے پانچ پر جمی ہوئی تھیں کہ جیسے ہی وہ بھونک مارے گا میں شاز کے ساتھ دوسری طرف چلا جاؤں گا۔ تب مجھے ایسا لگا جیسے اس نے مجھ کو زہریلے تیر سے ہٹا دیا۔ بلکہ زہریلے تیر کی ہوا چاہا تک تھا۔ میں کی آواز آئی۔ اور میں شاز کے ساتھ لوٹتا ہوا

دوسری طرف چلا گیا۔ تقدیر نے مجھ کو تماشہ دکھایا۔ دھبہ کی آواز سے کوئی ہمارے قریب آکر گا۔ میں نے سراٹھا کر دیکھا تو وہ زہریلے تیر بھونکنے والا ہمارے قریب مزہ پڑا تھا۔

گڑھے کے اوپر جنگلی مرد اپنی طرفوں کے ساتھ چھینے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ ہمارے قریب بڑے ہوئے شخص کے سینے سے ہوا رس رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی شاز کو چھوڑ کر اس زہریلے تیر کے پانچ کو اٹھا لیا۔ اس مردہ شخص کی تلاش میں۔ اس کی کمر سے سات اونچ کا ایک گولہ نکلا جس میں پانچ عدد زہریلے تیر کے ہوتے تھے۔

اساتو کچھ میں آگیا تھا کہ کسی نے فائر کیا تھا۔ اور یہ کوئی فزوری نہیں ہے کہ فائر کرنے والا ہمارا دوست ہو۔ میں نے پہلے فرصت میں اس پانچ کے طریقہ استعمال کو سمجھنے کی کوشش کی۔ وہ میرا ساہرا سا ہتھیار تھا۔ جسے استعمال کرنے کے سلسلے میں صرف ایک بات اہم تھی۔ یعنی زہریلے تیر کو چھین کر کھینکنے والے کے سپیسرو سے میں ہلاک کی طرف ہوتی چاہیے۔ میں اس وقت تک اپنے سپیسرو سے کی قوت کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ تب تک کہ اسے کسی مارٹر پر آزمایا گیا۔

آزمائے کی نوبت نہ آئی۔ شرمائی آواز سنائی دی۔ اس پانچ کو پھینک دو۔ ورنہ کوئی مار دوں گا!"

میں نے سراٹھا کر دیکھا۔ وہ گڑھے کے کنارے دونوں ہانگیں پھیلائے کھڑا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ کمر پر تھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے بندوق تھامے انتظار کر رہا تھا کہ جیسے ہی اس پانچ کو تیر تک لے جاؤں، وہ شوٹ کر دے گا۔

شاز میری عادت کو سمجھ کر تھی کہ میں ہڈی میں ہانگیں نکالتا ہوں۔ اور وہاں اس نے فوراً ہی میرے ہاتھ سے پانچ چھین کر پھینک دیا۔ پھر وہ کھڑکی سے "میرا شاز فائر گا۔ ایک ہیں یہاں سے لگاؤ!" جنگل کے ستانے میں شرمائے قبضہ کر گئے۔ پھر وہ بیگنٹ خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے حالت میں کو کہا: "ہو۔ ہو۔ ہو۔" میں نے نظروں سے ہٹا کر اس طرح ادا کیا جیسے اپنے دانوں سے لگے مجھے کچا چار ہا ہو۔

"ہو۔ ہو۔ ہو۔" میں وہ شخص ہوں کہ جسے بڑے بڑے لوگ جھک کر سلام کرتے ہیں لیکن تم مجھے اس طرح ذلیل کیا ہے کہ میں نہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا!"

"اس نے نشانہ لیا۔ شاز دونوں ہاتھ پھیلا کر میرے سامنے ڈھال تکی ہوئی ہوئی۔" رک جاؤ۔ تم غلط نہیں کی بنا پر میرے شوہر کو نہیں مار سکتے۔ تمہارے پاس کیا ہوت ہے کہ یہ ہو گیا ہے!"

"شوٹ گا۔ گا۔ گا۔" وہ بول رہا ہے۔ وہ بول رہا ہے۔ شاز نے میری طرف پٹ کر میرے دونوں ہاتھوں کو چھوڑتی ہوئی تکی زبان میں کچھ بولنے لگی۔ شاید وہ کبرہری ہو گی کہ مجھے بھی طرح

باد کر کے اس کی زبان بولنا چاہیے۔ تب میرے ذہن میں اچانک ہی ایک تصویر آئی۔ میں جاپانی اور فاکس زبان کو گڑھے کر کے بولنے لگا۔

شاز نے جرات سے مجھے دیکھا۔ میں نے اٹھ کر ماری۔ وہ فوراً ہی خوش ہو کر سر ہلاتی ہوئی اپنی بولی بولنے لگی۔ میں جواب میں وہی زبان بولنے لگا۔ جو میری اعتراض تھی۔ وہ کہہ لیا بولی رہی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا اور میں بولی رہا تھا۔ وہ نہیں سمجھ رہی تھی۔

شرمائے گرج کر کہا: "یہ تم دونوں کیا بکواس کر رہے ہو؟" میں نے کہا: "ہم دونوں اپنی مادری زبان بول رہے ہیں۔ کیا یہ بزت کا ہی نہیں ہے؟"

وہ پریشان ہو کر مجھے ٹھوکتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر بولا: "شاز! تم نے تو کہا تھا کہ عازم اپنی یادداشت کھو دینے کے باعث مادری زبان بھول گیا ہے!"

میں نے کہا: "اس گڑھے میں گرنے کے بعد میرے ماتخ کو شدید جھٹکا پہنچا تھا۔ مجھے ماتخی کی ساری باتیں یاد آئی ہیں۔ میں نے خود کو پہچان لیا ہے!"

اس نے مجھے مایوسی سے دیکھا: "اوہ! تو تم عازم ہو؟" "ہاں! شاز نے کہا: "اب تو ہمیں یہاں سے نکالو۔ ورنہ

وہ جنگلی داہیں آ جائیں گے!"

شرما کو اچانک کچھ یاد آیا۔ وہ تپوں کی کھلی جیب پر اپنا ہاتھ لے گیا۔ پھر وہاں سے ایک نوٹڑا سا سائز کی نوٹ نکالی۔ دوسرے ہاتھوں پر لگا لیا کہ اس میں دو کپے تھے۔ اس نے کہا: "عازم تمہیں یہ بھی یاد آ گیا ہو گا کہ تم شراب پیتے ہو۔ میں یہ برتن پھینک رہا ہوں۔ ذرا مجھے دکھاؤ کہ تم کیسے نوش ہو؟"

میں بولھا گیا۔ جس چیز کو حرام سمجھتا ہوں۔ اسے میں پی نہیں سکتا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا: "تم کچھ پریشان نہ ہوئے ہو!"

میں نے کہا: "گڑھے میں اگر تم بھی پریشان ہو سکتے ہو۔ یہی ہمارا کلاؤ۔ پھر ہم دونوں ساتھ نہیں گئے!"

میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے برتن پھینک دیں۔ میں نے بان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔ تاکہ وہ پتے گڑھوں میں نہ جائے۔ اور ساری شراب بہ جائے۔ مگر تقدیر خراب تھی۔ وہ گڑھے کی تہ میں گر کر بھی ثابت و سالم رہی۔ اس کی آواز سنائی دی۔ "بول اٹھاؤ۔ اور فیصلہ کرو۔ تمہارا حق میں شراب حاصل ہے۔ لیکن تمہارے سینے میں بیٹری لگی ہوئی ہے۔ اس لیے تم نے جھک کر برتن اٹھائی۔ پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ شاز نے کہا: "عازم! ہر بیڑی کو توئی بات نہیں ہے۔ تم جیسے بولنا۔ اپنی بات

وہ ہنستے ہوئے بولا: "یہ ان سفارتنوں میں سے ہے جو شراب کھرتے ہیں۔ تم ان سفارتنوں میں سے ہو۔ یہ عازم نہیں ہے۔ یہ جانے گا۔ مگر اس بول کو تیر تک نہیں سے جائے گا!"

اس کا قبضہ چھلکے کے ستانے میں کو بچنے لگا۔ وہ درست کمر رہا تھا۔ میں شراب کو تیر تک نہیں لگا سکتا تھا۔ اور بندوق میرے سینے میں گولی اتارنے کے لئے تیار تھا۔ سخت آزمائش کی گھڑی تھی۔ کیا جان کی سلامتی کے لئے ایک حرام چیز حلال ہو سکتی ہے؟



کبھی آپ حیات نہیں بن سکتا لیکن بعض بیماریوں میں دوا کا کام کرتا ہے۔ شراب کو میں اپنے لیے زہر سمجھتا تھا۔ ایسا زہر جو مجھے نہیں میرے ایمان کو مار ڈالتا۔ اور وہ زہر پخت کرنے والا دوا تو شراب گڑھے کی بندھی پھر پڑا۔ اس تماشے کا انجام دیکھنا چاہتا تھا۔

تاشہ یہ تھا کہ اس وقت میں گڑھے کی تہ میں شاز کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ شاز مجھے اپنا شوہر مازم سمجھ رہی تھی۔ مازم شراب پیتا تھا اور اس وقت زہر مازم کی طرف شراب کی چھوٹی سی بوتل پھینکنے کے بعد یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ میں مازم نہیں بلکہ اسے دھوکا دینے والا ہر زہر مایا ہوں۔ یاں اگر عازم ہوں تو مجھے بلا جھجک کر شراب پینا چاہیے۔

میں فریاد علی شوہر شراب نہیں بن سکتا تھا۔ انکھ کی صورت میں وہ شراب مجھے گولی مل دیتا۔ اس کی ایک ہی شرط تھی کہ میرے شراب پی لینے کے بعد وہ مجھے عازم سمجھ کر زندہ چھوڑ دے گا۔ اس نے کہا: "تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ گڑھے والے ہر طرح سے ثابت کر رہے کہ تم شراب پینے والے عازم نہیں بلکہ میرے ہوئے ہو!"

میں نے کہا: "شرما! میں تمہاری جان کو سمجھ رہا ہوں۔ اگر میں نے شراب پی لی۔ تب بھی تم مجھے اس گڑھے سے نہیں نکالو گے۔ تمہاری نیت شاز پر ہے۔ تو صرف اسے یہاں سے نکال کر لے جانا چاہیے ہو!" وہ فہم نہ لگا بولا: "خوب سمجھو۔ مازم! اب میں اپنی شراب اٹھ کر بدل دیتا ہوں۔ یعنی میں تمہیں گولی نہیں ماروں گا، تمہیں زندہ ہی گڑھے میں چھوڑ جاؤں گا۔ شرط یہ ہے کہ شاز کو اوپر بھیج دو!"

میں نے اور شاز نے ایک دوسرے کو خاموش نگاہوں سے دیکھا۔ پھر وہ مجھے لپٹ کر بولی: "عازم! مجھے تمہاری زندگی عزیز ہے۔ میں اس کیلئے کے پاس پہلے جاؤں گی۔ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا!"

"نہیں شاز! وہ مجھے خائف ہے۔ تمہیں حاصل کرنے کے بعد مجھے اس خوف سے مار ڈالے گا کہ میں کبھی اس گڑھے سے نکل آیا تو اسے نقصان پہنچاؤں گا!"

"میں اوپر جا کر اسے گولی چھلنے کا موٹو نہیں دوں گی۔ میری بات مان لو عازم!"

میں نے اوپر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا: "شرما! تم نے یہاں سے

میں اپنی ہنر دکھ بھری کمانی سنانی تھی کہ کس طرح بڑھاؤں نے اس کی عزت سے کس کو اس بیخاری کو مرنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ میری بار سے یوں نے ہنس کر ہنسی آغوش میں دم توڑا تھا۔ ہمارا آئینوں بھلا جوئی ہے کہ تم اب ایسی کسی لڑکی کو ہاتھ نہیں لگاتے ہو جو پرانی امانت ہوتی ہے!

وہ ناگوار سے بولا۔ "خلافہ غمنا میرے دل میں انسانی ہمدردی پیدا نہ کر دے۔ میں بے شک ایسی لڑکیوں کو نہیں چھوڑتا، لیکن شہزاد اپنے شوہر کی امانت تھی کیا وہ امانت تم سے نہیں چھین لی۔ چھوڑیں کیوں غروم رہوں!"

شہزاد نے چیخ کر کہا: "جو اس امت کو اس میں اپنے شوہر کے پاس ہوں اور ہمارے لیے برائی ہوں تمہیں ہماری مدد کرنا چاہیے۔" "مزدوروں کو گایا۔ اس نے خدا جھک کر آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "آؤ! میں گڑھے سے تو کیا اس ہر پوچھنے کے فریب سے بھی نہیں نکال رہا ہوں!"

میں نے غرور میں شہزاد سے کہا: "یہ ایسے نہیں مانے گا تم دوڑ جانے کے لیے ہاتھ بڑھاؤ۔ وجہ وہ ہمارا ہاتھ کرے تو تم دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ کر پوری قوت سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ راضی ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ شہزاد کو خدائی طاقت صرف کر کے کھینچ لے گی کیونکہ وہ گڑھے کی جانب بھجھکارے گا اور گڑھے کے کنارے بھٹکنے والا لہریں ہمارے کلبی پوری قوت صرف نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا: "شہزاد! تمہاری یہ شرط منظور ہے۔ یہ اور پرانی پتہ ہے کہ کہ میں اکلویں بیٹھ گیا۔ شہزاد میرے کانٹے پر پاؤں رکھ کر گڑھے کی دیوار کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔ میری آہستہ آہستہ اٹھنے لگا۔ وہ میرے کانٹے پر سوار اور پکی طرف جانے لگی۔ جب میں پوری طرح کھڑا ہو گیا تو شہزاد کو گڑھے کے کنارے پہنچنے کے لیے تھک چکا تھا۔ میں تھن خٹ کا فاصلہ لگا لیا۔ اسی صورت میں وہ خود شہزادو جھکنے کی بجائے کانٹے پر چاروں ہاتھ پاؤں کے سہارے بیٹھنا پڑا۔ اب وہ پوری طرح اپنی قوت کا استعمال کر سکتا تھا۔

میں نے سراپا گروہ پوزیشن دیکھی۔ فیصلہ کیا کہ شہزاد کو واپس نیچے آؤں۔ مگر دیکھتے دیکھتے شہزاد شہزاد کے ہاتھ لگے تھک اس سے پہلے کہ میں شہزاد کی ٹانگیں پکڑ کر اپنی طرف کھینچتا۔ ترنلنے اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ ترنلنے ہی تھی شاید اپنے بدن کی تمام قوت صرف کر رہی تھی کہ ترنلنے ساتھ نہ سمی اگلی ہی میرے پاس واپس آ جلتے۔ میں اچھل کر شہزاد کے پاؤں تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کا ادھے سے زیادہ وجود اور پہنچ چکا تھا۔ ایسے ہی قوت کوئی چیز میرے سر سے نکل گئی۔ خدیہ نکلتے کا احساس ہوا۔ میں نے سر جھکا کر دیکھا۔ گڑھے کی تہ میں وہ خود شہزاد کی بیٹوں ٹرا ہوا تھا۔ وہ ترنلنے شہزاد کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھینچنے کے لیے

بیٹوں چھوڑ دیا تھا۔ میں نے اسے اٹھاتے ہی لٹکار کر کہا: "خبردار! اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ بیٹوں میرے پاس ہے۔ میں گوئی ہلاک ہو گئی۔ شہزاد اس کے جھٹکنے میں پہنچ گئی تھی اور نا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میری لٹکان کو وہ ساکت ہو گئی۔ وہ خود ترنلنے سر جھکا کر میرے ہاتھ میں پتوں کو دیکھا۔ پھر تھم لگانے کے بعد بولا۔ "میرے بچے! میں تم سے زیادہ مہار ہیں۔ بیٹوں کی آخری گوئی تو میں نے جنگیوں کو بھٹکانے کے لیے ضائع کر دی تھی۔ شہزاد کی آواز نے مجھے ادھر آنے پر مجبور کیا تھا۔ جب سب نے ہمیں یہاں دیکھا تو غیر خالی بیٹوں سے دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ دیکھیں گے کتنا کامیاب ہاں خالی بیٹوں تیرے پاس بھری جوانی میرے پاس۔ ہلتے ہلتے..."

یہ کہہ کر شہزاد کو کھینچتا ہوا وہاں سے لے گیا۔ جھکے ہی وہ دونوں میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ شہزاد کی جھپٹ سنانی دے ہی تھیں اور میں خالی بیٹوں کے کانٹے کے لڑکی طرح گڑھے میں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے جھپٹ کر بیٹوں کو زمین پر سے مارا۔ سچ وہ بہت زیادہ مکار نکلا۔ ساتی دو ترنلنگ خالی بیٹوں دکھا کر مجھے مجبوراً دوسرے لیں بنا دیا۔ شہزاد کی جھپٹیں کم ہو گئی تھیں۔ میں حیرت سے آسمان کی جانب دیکھنے لگا۔ گڑھے کے کنارے کی بلندی مجھے آسمان کی بلندی تک رہی تھی۔ جسے میں کبھی چھو نہیں سکتا تھا۔ اس جی پی میں پہنچنے کے لہ وہاں سے نکلنے کی کتنی ہی تدبیریں کو چکا تھا۔ میری اپنی تدبیروں کے علاوہ بندر جی خوراک بھیجانے آتے تھے۔ مقامی باشندے بھی اپنا رقص دکھا کر گلے گئے تھے۔ آخر میں وہ خود شہزاد کو بھیجیں کہ لے گیا۔ تقدیر بڑی طرح میرا مذاق اڑا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں صدیوں سے اس گڑھے میں پھرا ہوا ہوں۔ دنیا کی ایک خالق تیز ہوں۔ شاید میری بقید زندگی اسی... گڑھے میں گزر جانے کی رسم میں تھک باہر بیٹھ گیا۔ اگر جان نہ نکلا ہوتا تو اس رات اندر سے میں بھٹی طرح بیٹھ جاتا۔ خدا کا شکر ہے کہ جان نہ لے گیا۔ گڑھے کا کنارہ نظر آ رہا تھا لیکن جہاں میں بیٹھا ہوا تھا وہاں گہری تاریکی تھی اور وہاں دیکھنے کے لیے وہ کیا گیا تھا۔ مجھے ہاتھ کا دکھانا نہیں۔

میں نے عدنا ریل میں۔ ایک خالی بیٹوں اور ایک شراب سے بھری بوتل ہے۔ میں نے آگے کی جانب جھک کر دونوں ہاتھوں سے بیٹوں کو بیٹوں اور بوتل اٹھالی۔ پھر بیٹوں کے دستے سے بوتل کے اگلے حصے کو توڑ دیا۔

بوتل کے ٹوٹنے کی گڑھے کی عمدہ فضا میں شراب کی بو پھیل گئی۔ پتہ نہیں لوگ کس طرح اس بدبودار چیز کو پی لیتے ہیں اور ہم بھی کر لیتے ہیں۔ مجھے تو ابکانی سی آہری تھی۔ میں بیٹھتا ہوا پکڑا ہوں کہ بندر نے جس زمانہ میں میری طرف بھٹکے تھے، میں نے ان کے سخت چھینکوں سے گڑھے کی دیوار کو جگہ جگہ کھوٹا تھا۔ اس کھوٹی ہوئی بو میں ہاتھ پاؤں رکھ کر تقریباً دس گیارہ فٹ کی بلندی تک پہنچ

سکتا تھا۔ باقی بلندی کو سر کرنے کے لیے اب میرے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی بوتل تھی۔ میں نے گڑھے کو کھڑا ہو گیا۔

دو کہیں سے گھبرادوں کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پڑا۔ پڑا۔ پڑا۔... "شریش بیٹھ کر آواز سونو کوئی خاص اثر نہیں ہوتا لیکن جنگل کے کٹنٹے میں یہ آواز بڑی ہی بہت ناک گئی ہے۔ میں ایک ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی بوتل لے کر دوسرے ہاتھ سے دیوار کو ٹونٹنے لگا تاکہ کھوٹی ہوئی جگہ دریافت کر سکوں۔

میں نے کہا: "تقدیر میرا مذاق اڑانے پہلی ہوئی تھی ٹھیک اسی وقت 'فون۔ فون۔ فون...' کی جھپٹ سنانی دی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ چاندنی میں گڑھے کے کنارے ایک بڑا سا کالا لنگ پھنکا رہا تھا۔ گویا وہ میرے سر پر موجود تھا۔ بلندی پر پہنچنے کا ایک ذریعہ ہاتھ آیا تھا مگر وہاں ذہیر لانا لگ پر بارہن کو پھینکا تھا۔ جیسے کہ باہر پوزیشنوار ہمارا ہی تقدیر میں گڑھا ہے، تم دیں۔۔۔ مرو گئے۔"

میں دم سلاخے دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ پتہ نہیں اس ذہیر سے سانپ کی منزل کو کونسی تھی ہے وہ کہاں جا چکا تھا لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ گڑھے کے لیے مجھے پسند کر لیا ہے۔ وہ ہمیں کانٹے گڑھے کی طرف جھک کر فون فون کر رہا تھا، جیسے خیالی فنکار فون فون کر رہا ہو۔

تیسری بار فون فون کرتے وقت اس کے جسم کا جھکنا گڑھے کی طرف زیادہ پڑا۔ دوسرے ہی لمحہ وہ تیزی سے ڈھک کر گڑھے کی تہ میں پہنچ گیا۔ بے اختیار میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اگرچہ میں خود کو ڈرا ہی دیر بچھتا ہوں۔ اب تک موت سے آٹھیں ہلا کر زندگی لگاتا آیا ہوں۔ تاہم دشمن کے اچانک حملوں سے بے اختیار چیخ نکل ہی جاتی ہے۔ مزید خوف و ہراس کی بات ہے تھی کہ گڑھے کی تہ میں اٹھ رہا تھا۔ جان کی روشنی نہیں پہنچ رہی تھی۔ اتنا تاریکی میں پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ مجھ سے کتنے فاصلہ پر آ کر گڑھے ہے۔ میرے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا البینہ جھپٹنے لگا۔ گڑھے کا قطر تقریباً آٹھ فٹ رہا ہو گا۔ وہ مجھ سے جتنی بھی دور ہو، سات فٹ سے زیادہ دوری نہ ہوگی۔ وہ میرے قریب ہی نہیں رہے گا۔ سانپ ہر گاہ بلندی ملنے چہن کا ڈھے دنے کی تیار کر رہا ہو گا۔ میں لیا کر سکتا تھا ہاں اصل خطرناک ہونے لگا۔

اس موذی سے ٹھٹکے کے لیے میرے پاس لامٹھی نہیں تھی۔ بیٹوں خالی تھا۔ تقدیر بے رحم تھی۔ نہ وہ تاریکی میں نظر آ رہا تھا اور نہ ہی اس قریب جا کر ٹوٹی ہوئی بوتل سے اس پر حملہ کر سکتا تھا۔ سانپے سانپ بڑے پھرتیلے ہوتے ہی لکی پہلے ہی متر بڑھ کر انکی گردن پکڑ سکتا ہے۔

انتظار کے لمحات بڑے جان لیوا تھے۔ نہ موت آ رہی تھی نہ جا رہی تھی۔ خراب عملی طور کی تمام صلاحیتوں کا مذاق اڑا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اپنے پاؤں کے قریب سر مل کر ہٹ سی محسوس کی۔ میں ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ سانس روک لی۔ وہ میرے جوتوں پر سے رینگتے ہوئے گزر رہا تھا۔

یہ میری خوش قسمتی تھی کہ وہ گزر رہا ہے۔ نہیں وہ گھوم رہا تھا۔ میرے دونوں پہلوں سے لپٹ رہا تھا۔ یہ الفاظ دگر بچھے لڑکھڑپنا رہا تھا۔ موت کی زنجیر...

مجھ جیسے لوگ اس دنیا میں ہندو ہیں جنہوں نے میری طرح بت کلابی شرنگ کے قریب دیکھا ہو گا۔ وہ لوگ اس منظر کو کبھی بھولتے نہ ہوں گے۔ میں جیسا ان بے رحم لمحات کو کبھی نہیں بھلا سکتا۔ اس وقت مجھے اپنی ہراساں آنکھوں کی لگنے ہی تھی۔ میں اپنی ہاسان کے کسی بھی واقعہ کو زیادہ طول نہیں دیتا۔ لیکن اس واقعہ کو محض اس لیے طل دے رہا ہوں کہ میرے بڑھنے والے میری اس حالت زار کو میری طرح عروس کر سکیں جس فریاد کو ہمیشہ شہزاد کی طرح جھپٹنے دکھا گیا ہے وہ اس وقت ایک عیمان بت کی طرح خاموش کھڑا تھا۔ اگر وہ بھی حرکت کرتا تو وہ موذی مجھے دشمن بھگڑ دے گا۔ گویا وہ دوست بن کر گلے لگنے کی بجائے قدموں سے نگ رہا تھا۔

پھر موت کے لمحات صبر کرنے لگے۔ وہ میرے قدموں سے زنجیر کھول رہا تھا۔ آہستہ آہستہ نیکٹا ہوا کبھی جا رہا تھا۔ میں تاریکی میں آنکھیں میٹھی پکڑ کر دیکھنے لگا۔ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ٹھٹک ہے کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا لیکن کہاں گیا ہے کہ وہ جا کر کھٹھا میں بیٹھا ہے کہ میں حرکت کروں اور وہ حملہ کرے۔

کیا میں ساری رات اسی طرح کھڑا رہوں گا۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ دن نکلے گا تو ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر سکتے ہوتے خوش آمدید کہیں گے جب تک ہم ایک گڑھے میں ہیں۔ موت ہم میں سے کسی ایک کا مقدر ہے۔ گویا ہم میں سے کوئی ایک نئی زندگی یا کراس گڑھے سے نکلے گا۔

شب میں نے بڑی آہستگی سے اپنے ہاتھوں کو حرکت دی۔ بہت آہستہ آہستہ پٹن کھول کر قبض آسانی۔ قریب کی بوتل بڑی جلدی آگ پکڑتی ہے۔ ادا گد کو دیکھ کر سانپ بھٹکتے ہیں میں نے بیٹوں کی حسیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا لٹا تر نکالا۔ پھر قبض کر ایک حصے کو بوتل کے ٹوٹے ہوئے حصے میں ڈال کر لٹا تر سے منہ چھوڑ دیا۔ پلک جھپٹنے ہی بوتل اٹھ قبض نے آگ پکڑ لی۔ اس کے ساتھ ہی سانپ کے چھینکارنے کی آوازیں لگنے لگیں۔ گڑھے کا اندرونی حصہ روشن ہو گیا تھا۔ اس روشنی میں میں نے دیکھا۔ وہ ذہیر لانا لنگ ذہیر پر سوار کر

بل کھاتا ہوا اور دھار ہا تھا لیکن وہ کسی کی مدد کر کے کی جا رہی تھی۔ جو دونوں کے لیے فائدہ کارا تھے نہیں تھا۔ آگ سے انسان بھی ڈرتا ہے۔ فیض کی گگ جلتی ہوئی میرے ہاتھ کی طرف آئی تو میں نے اسے سانپ کی طرف پھینک دیا۔ وہ سری طرف بھاگنے لگا۔ وہ درختی تھوڑی دیر کی تھی، اگر تھوڑی سی مہلت میں میں اس پر کڑھ کر تاقاب کی بارود اندھیرے میں بند ڈس لیتا۔ میں نے اس کی گھبراہٹ سے فائدہ اٹھا کر اس کے سر کو ٹارگٹ بناتے ہوئے ایک پھیلا ٹنگ لگائی۔ دو مرتبے ہی لٹے اس کا سر میرے ہاتھوں کے نیچے آ گیا۔ یوں کھانا چاہیے کہ میرے ہونے دوں کی بوجھ سے آگ۔

چند ساتھوں تک میں قدم چھانے کھڑا رہا۔ وہ دم کی طرف سے بل کھانے لگا۔ میں نے ایک پاؤں اٹھا کر اس کے سر کو پھینکا شروع کر دیا۔ ہر جاہل اپنی آخری سانس تک جدوجہد کرتا ہے ایک طرف اس کا سر پھیلا جا رہا تھا دوسری طرف اس نے دم سے میری ایک ٹانگ کو پکڑ لیا۔ وہ اسے مہنہ پڑھ کر گرتی تھی کہ مجھے اپنی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں گڑبڑا میرا ہاتھ منبھی ہوئی فیض پر گیا تھا۔ میری بھر پور بھڑنا یا تو میں نے جلتی ہوئی فیض اٹھا کر اپنی ٹانگ پر ڈال دی۔ آگ نے مجھے تھوڑا سا درد جھلا کر اسے سب کے سب چھیلے پڑ گئے۔ میں دو ٹھکانا ہوا اس سے دور چلا گیا۔ تیلوں کا پانچواں تھا ہوا تھا لہذا وہ آگ کی نعرے لگائی۔

میں تھوڑی دیر تک بیٹھا ہوں یا پھر ہاے موت کے آگے بہت دیر تک بھاگتا رہا ہوں لیکن موت دوسری طرف چلی گئی تھی۔ وہ میرے سامنے مڑوہ چڑا ہوا تھا۔ میں اپنی ٹانگ کو آہستہ آہستہ سہلانے لگا۔ فیض تقریباً چل چکی تھی اسے کبھی جا رہی تھی۔ اندھیرا میرا ایک بار مسلط ہو رہا تھا۔

میں نے فوراً ہی بچتی ہوئی درختی میں لٹا ہوا تھا کہ کبھی میں لکھا۔ ٹوٹی ہوئی بوتل کو اٹھانا چاہا۔ وہ آہی گرم ہو چکی تھی کہ اسے چھوڑنا پڑا۔ میں نے سوچا غالی بوتل بھی کام آسکتی ہے اسے دکھ لینا چاہیے۔ میں بیٹھنے کے لیے اسے چھوڑنے لگا۔ اسی وقت ایک انسان کی آواز سنانی دی۔ غبردارا وہیں رک جاؤ۔ پتول اٹھاؤ گے تو فائر کروں گی۔

پھر کوئی مصیبت نازل ہو رہی تھی میرے ہی میں یا کہا اپنا سر پیٹ لوں۔ میں چند ٹوں تک اسی طرح بیٹھنے کی پوزیشن میں رہ چھکے ساکت رہا۔ آواز آئی نہ کون ہو تم جو اس گڑھے میں کیا کر رہے ہو پتے

اس بلدی نے آواز چھپائی غی خوش ہو کر سر اٹھایا گڑھے

کی بندھی پر ساڑھی پہنی ہوئی داسا کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ریلوے نظر آ رہا تھا۔ وہ مجھے نہ دیکھ کر نہ کہہ کر میرے سر اٹھانے سے پہلے ہی آگ بجھ گئی تھی۔ میں اندھیرے میں گم ہو گیا تھا۔ داسا وہی ڈونڈھرا کی کیکڑی تھی جو ایک جھوٹے سے بچے کی بھوری میں قافلے سے بچھڑ گئی تھی۔ میں اس بچے کی تلاش میں خود قافلے سے بچھڑ کر جنگل میں بھٹکتا ہوا داسا اندر کیے تک پہنچا تھا۔ وہاں بوڑھے دان آنگر کی مکاری سمجھ میں آئی تھی وہ عطیہ کے آغا کر نے داؤں کا ساتھی تھا۔ ہر حال میں اسے بڑھنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑنا ہوا اس گڑھے میں آگڑا تھا۔ یعنی میں صبح داسا سے بچھڑا تھا ادب رات کے تھوڑے میں وہ سامنے آئی تھی۔

میں نے کہا: داسا! میں وہی ہوں جس نے تمہیں اکل گڑھے دان آنگر کے جنگل سے نجات دلائی تھی۔ شاید اسی بوڑھے کا ریلوے ہمارے ہاتھ میں ہے۔

وہ برائی سے بولی: وہ مٹر عازم! یہ تم ہو۔ میں تمہارے لیے کہاں کہاں جھنگتی رہی ہوں۔

یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ تم بھنگ دی ہو گڈوڑو ہوا، اور میں اس گڑھے میں صبح سے قید ہوں۔ میں اسی بوڑھے کا قاقب کر رہا تھا۔ اس نے مکاری سے مجھے یہاں گرا دیا۔

”ادھ کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں ہو۔ یہ جنگل بھول گیا ہے۔ پتہ ہی نہیں چٹھا کہ کون کہاں گم ہو گیا ہے۔“

”کیا میں گڑھے میں بائیں کرتے اچھا لگ رہا ہوں پتے“

”وہ جھینگ کر بولی: ”سوری! میرا کو تو فرض ہے کہ پہلے تمہیں گڑھے سے نکلانے کی تدبیر کروں۔“

”چاندنی رات سے فائدہ اٹھاؤ۔ کوئی بالٹو، درخت کی کوئی ٹوٹی ہوئی شے یا رتی تلاش کرو۔“

”اچھا! میں ابھی آتی ہوں نہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔“

میرے وہی انتقال اور انتقال دیکھنے میں صدیوں سے اس گڑھے میں پڑا ہر نکلنے کی حسرت میں سانس لیتا چلا آ رہا تھا۔ پندرہ منٹ بعد وہ واپس آئی۔ اب اس کے بدن پر ساڑھی نہیں تھی صرف ایک پٹی کوٹ اور پلاٹے میں بدن کی چاندنی کھل رہی تھی۔ وہ بولی: ”اس بھیا تک جنگل میں اب ایک بھینٹے ڈر لگا ہے۔ اب تک ایک ریلوے کار کا سہارا تھا اور وہ صلیج تھا۔ جانے کون بہتیں دیکھ کر پھر ایک عورت کی طرح کہہ رہی ہوگی ہوں۔ اگر اس گڑھے میں آگ کی روشنی نظر نہ آتی تو نہ جانے اس جنگل میں رات کیسے گزرتی؟“

”کیا اسی طرح گڑھے کی گرد وہاں ادریں یہاں پتے نہیں میں نے اپنی ساڑھی کا ایک سرواڑھ سے بانہ بھیا ہے۔ یہ دو سر اسرار۔۔۔“

اس نے ساڑھی کا دو سر اسرار گڑھے کے اندر چھوڑ دیا میں بول رہی تھی کہ وہ بچہ بچہ۔ چھوڑاں ہاتھ اندر پاؤں جا کر دیوار سے ٹک کر اوپر اٹھنے لگا۔ بارہ فٹ کی بندھی تک پہنچنے ہی پر ساڑھی ہاتھ آئی۔ اس کے بعد گڑھے سے نکل آنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ باہر نکلنے کی میں چند لمحوں تک بیٹھا رہا۔ چاروں طرف کھلی فضا کو لوں دیکھا۔

”یہاں نے احسان مندی سے داسا کا ہاتھ تھام کر کہا: ”میں اب اس پر چلا تھا کہ اس گڑھے سے نہیں نکل سکوں گا۔ میں کن سے تمہارا شکر یہ ادا کروں ہے تم نے مجھے یہ آزادی دی ہے۔“

”شکر ہے کی کیا بات ہے تم نے مجھے دان آنگر کی بڑی نیت سے بچا تھا۔ آئی تو ایک دو سر سے کام آتا ہی ہے۔ میں نے پوچھا: تمہارے ساتھ جو بچہ تھا وہ کہاں ہے؟“

”وہ بائیں ماں کے پاس ہے جب تم دان آنگر کے پیچھے دوڑتے ہوئے تھے تو میں نے زمین پر گرے ہوئے کار توں اور دیوار اٹھائے۔ پھر روٹی کا ہاتھ تھام کر ادھر گئی، بعد ہر تم گئے تھے، لیکن میں یہاں کی بھول بھلیوں میں کھوئی۔ یہیں بار بار پکارا کہ شاہ میری آواز ہی تمہارے پاس پہنچ جائے۔ بھوک پیاس سے بڑا حال تھا۔“

دو ہر تک پکارنے کی بہت بھی نہ رہی۔ سہ پہر کو میں نے فائرنگ کی آواز سنی۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا۔ میں روٹی کو اٹھا کر ایک طرف بھاگنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے روٹی کی ماں کو دو سر سے لوگوں کے ساتھ دیکھا۔ وہ سب بدحواسی میں بھاگتے آ رہے تھے۔

روٹی کی ماں نے بیٹے کو دیکھتے ہی سینے سے لگالیا۔ باپتی ہوئی ٹوٹی بھاگو۔ دشمن فائر کر رہے ہیں۔“

میں بھی ان کے ساتھ دوڑنے لگی۔ کبھی ہم لوگ کو باپتے تھے۔ کبھی بھاگتے تھے۔ پھر ایک جگہ درختوں کے چھنڈ میں ہم سب بے دم ہو کر گر پڑے۔ وہاں پچھ لوگوں کے پاس پانی کی بوتلیں تھیں اور کھانے کا کچھ سامان تھا۔ بھاگ کر آنے والوں نے پہلے سے ہی اپنے اپنے بیگ میں کھانے پینے کی چیزیں دکھائی تھیں۔ وہاں مجھے کھانا نصیب ہوا۔ روٹی کی ماں نے مجھے تیار کیا عطیہ کے آغا کرنے والے سا فوں کے درمیان موجود تھے۔ جب تمام سفر ایک جگہ جمع ہو گئے تو انہوں نے آنگر کی دھاک کو حکم دیا کہ ہم سب کا پانی پھیلواؤں کے نیچے چھپ جائیں۔“

داسا کی بائیں کن ٹمٹ نے کہا: ”ماں یہ واقعہ مجھے بتا دینے بتا رہے۔ وہ دھاک پھیل گئی ہوگی میرے پاس گڑھے میں آگڑی تھی ابھی دو گھنٹے پہلے تمہارا پاس وہ فود مٹر سے گڑھے سے نکال کر لے گیا ہے۔“

”تم نے اپنی بوی کو اس کے ساتھ کیوں جلد نہ لیا پتے“

میں نے اسے فود مٹر کی مکاری تفصیل سے سنائی وہ بولی: ”وہ مکار بھی ہے اور عیاش بھی۔ تمہاری دھرم پتی اس سے نہیں بچے گی۔“

میں نے کہا: ”اسے خدا بچائے گا۔ باقی دیوے تمہیں کیسے معلوم ہے کہ عیاش ہے پتے“

داسا نے سر جھکا لیا۔ میں نے اپنے سوال کا جواب مانگنے کے لیے اصرار نہیں کیا۔ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا: ”جولو مجھے بھوک لگتی ہے۔ تاریل سے جی بھر گیا ہے۔ شاید آگے کچھ کھیں اور دقت حل جائیں۔“

اس نے اٹھ کر درخت سے ساڑھی کے دو سرے سرے کو کھولا۔ پھر اپنے سینے لگی۔ میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: ”یہ رات نہ تھمائی، کیا تمہیں اس جنگل میں ڈر نہیں لگتا تھا پتے؟“

”میں ڈر ہی تھی مگر ڈر نہ ڈرتے تھے ہی جینا پڑتا ہے یہ ریلوے نہ ہوتا تو میں شاید ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتی۔“

”تم دوبارہ قافلے سے کیسے بچھڑ گئیں؟“

اس نے اپنی بڑی بڑی ہر پتی نیسی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں چاند آ رہا تھا۔ وہ نظریں جھکا کر بولی: ”تمہیں تلاش کرنے کے لیے میں دو سر سے خود ہی بچھڑ گئی۔“

میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا: ”آؤ اب ہم شہزادہ کو تلاش کریں۔ ہو سکتا ہے کہ شہزاد کے ساتھ میں اس پاس جنگل رہا ہو۔“

”مگر ہم کھر جائیں گے پتے“

میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ چاندنی ہمارے پاس تھی۔ لیکن چاروں طرف درختوں کے سامنے میں اندھیرا نظر آ رہا تھا۔

میں داسا کے ساتھ ایک طرف چل پڑا۔ وہ بولی: ”یہاں ایسے گھٹا ہے کہ ہر درخت کے پیچھے دشمن چھپے ہوئے ہیں۔“

داسی ایسا لگا رہا تھا۔ درختوں کی شاخوں سے مندر لہر سے ادر جھلا لگیں لگتے تو ہم جھٹک جاتے۔ خوف حادی ہو جاتا کہ اچانک کہیں سے حملہ ہو رہا ہے۔ ہم آگے بڑھتے وقت بار بار مجھے پلٹ کر دیکھتے تھے۔ اس وقت چاندنی چاندنی اور ریلوے نے بڑا سہارا دیا تھا۔

ایک جگہ داسا میرا ہنڈو تھام کر کھڑی ہو گئی۔ ”میں تھک گئی ہوں۔ آخر ہم کب تک چلتے رہیں گے پتے“

میں نے داسا سے ذرا الگ ہو کر کہا: ”میں اس وقت تک چلتا رہوں گا جب تک کہ شہزاد نہ مل جائے۔ آؤ۔۔۔“

تعب میں نے ایک ہیرت اگڑ منظور کیا میرے پاؤں تلے
 کی زمین ہوسے ہوسے لڑ رہی تھی اور ادھر رگد کے نلے سے جیہ کاپے
 آہستہ آہستہ زمین میں دھلتی جا رہی تھی کہ وہ میری نغوس سے
 ادھل چکے ہوسے گی میں نے فوراً ہی ادھر دوڑ گئی۔ برگد کے قریب
 زمین کی لڑن اور بڑھی تھی۔ اس دھشت کے پاس پہنچ کر ایک
 مستطیل کو دیکھا نظر آیا۔ جو جیب کی ہیرت لٹاسٹس سے روشن تھا میں
 زمین پر بیٹھ کر رنگا بھاگھنے کے کنارے پہنچا۔ اس وقت تک میں
 کی لڑن ختم ہو چکی تھی۔ خندقی کی گرائی میں جیب ادا اس کے سواد
 نظر آ رہے تھے۔ وہ ہیرت لٹاسٹس کی روشنی میں تھے۔ اگر سڑھا کر اوپر
 دیکھتے تھے سب جگھے دو دیکھتے تھے چند لوگوں بعد جیب کے سامنے والی
 دیوار ایک طرف ہٹنے کی زمین پھولنے لگی۔ جیب اشارت ہو کر
 دیوار کے خلاف سے گزر گئی۔ جہاں جیب کھڑی ہوئی تھی، زمین کا وہ
 حصہ پھاڑ کر طرف اٹھنے لگا۔

میں کچھ بیٹھ کر برگد کے تنے سے لگ گیا۔ دواسی دیوین
 زمین کا وہ حصہ اوپر آ کر جنگل کے فرش کے برابر ہو گیا۔ میں نے
 انہیں جھاڑ جھاڑ کر دیکھا جہاں جیب کھڑی ہوئی تھی وہ جگہ
 دلہنی نظر آ رہی تھی۔ اس مستطیل حصے میں دلہل کے ٹیلے ایسے
 اٹھ رہے تھے کہ وہاں دھنس جانے کے خوف سے کوئی نہیں جا
 سکتا تھا۔

وہ جگہ انسانی ذہانت اور ٹیکنک کا بے مثال نمونہ تھی۔ اسے
 دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی تہ میں خیروں نے خفیہ
 اڈہ بنا رکھا ہے۔ میں اس دلہل کے چاروں طرف گھوم کر دیکھنے
 لگا۔ ایسے میگزین کے لیے کوئی ایسی کھلی ہوئی جگہ کے ذریعہ دیوار یا
 فرش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کرایا جاتا ہے جو گھبراہٹ سے کوئی
 کل نظر آتی۔ اس زمین دھڑاؤ سے میں پہنچنے کا طریقہ کھالیا تھا جسے
 صرف جرم ہی جانتے تھے۔

میں مایوس ہو کر وہاں سے وٹ گیا۔ راستہ بھان کو انا
 کے پاس آ گیا۔ وہ بے خبر سو رہی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔
 میری سوچ میں وہی دلہل گزرنے کو رہی تھی۔ اگر ان کی پختہ
 کا ساتھ ہوتا تو میں زمین پر بیٹھ کر زمین کی تہ میں چھپے ہوتے انسانوں
 کی شہ رگ پر انگلی رکھ دیتا۔ اب تو کوئی دوسری طرف کھلا دنیا کرنا
 تھا اس سے پہلے ضروری تھا کہ میں قافلے کے پچھڑے ہوتے لوگوں
 کو تلاش کروں۔ انسانوں کے پاس چھوٹوں، پھراس دلہل کے
 قریب کہیں چھپ کر بچیے جاؤں۔ میں اس طرح ان کے متعلق کچھ
 معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

کے پاس چھوڑ دیا جلتے پیر سے دماغ میں یہ سوالات گونجنے لگے۔
 کتنی ہی چاہنے والی ہستیاں کتنی ہی سوالات بن کر لڑتے ہیں آجباتی

تھیں۔ کتنی تھیں پہلے ہماری فکر کو۔ مونیاد اور دوما نے کے لیے ہر کوئی
 تھا کہ وہ دونوں میری پہنچ سے دور نہ جانے کہاں تھیں۔ سنے یوں
 اس دن سے یہ شخصت ہو چکی تھی۔ اب اس جنگل میں شانہ نے اپنا
 پیار دے کر نگہار پرتیا نیاں بڑھادی تھیں۔ سادسا جموید کی فرسٹ
 میں نہیں تھی لیکن جگھے گڑھے سے نکال کر ایک نئی زندگی دیکر اخلاقاً
 پابند بنا لیا تھا کہ میں فانا بدوش اور بے سرو سامانی کے عالم میں سے
 تمنا نہ چھوڑوں۔

میں تھک مار کر گھاس پر بیٹھ گیا۔ سونے کا ارادہ نہیں تھا
 لیکن شہاد کی تلاش میں آگے بڑھنے کے متعلق سوچتے سوچتے آنکھ
 لگ گئی۔ تھکن ایسی ہی ہوتی ہے۔ نیند آنے کے بعد تن بدن کا ہوش
 نہیں رہتا۔ ہم دونوں ہی ایسے سے فرسٹے کہ دوسرے دن کا کوئی
 مزہ آ گیا۔ ایسی طویل ہوسٹری کی نیند پہنچنے نہیں آتی تھی۔

جب میری آنکھ کھلی تو میرے منہ پر سادھی کا آچل تھا۔
 دانا جگھے دھوپ سے بچنے کے لیے آچل کا سایہ کے خود دھوپ
 میں بیٹھی ہوئی تھی۔ خد نے عورت کو پیار کے کسی کیسے اعزاز کھانے
 ہیں۔ مزہ کو اس کی دفاؤں کا قائل ہونا ہی پڑتا ہے۔ میں دانا
 سے متاثر ہو گیا۔ اٹھ کر بیٹھتے ہوسے بولا۔ "کیا جہنم کب سے اس طرح
 بیٹھی ہو پو؟"

ہر جگہ سے سوچ دینا تمہیں پریشان کر رہے ہیں؟
 میں نے چاروں طرف دیکھتے دیکھتے ہوتے حیرانی سے کہا تعجب
 ہے۔ میں اس جنگل میں بے ہوشی کی نیند سوتا رہا۔ مجھے سہلی بار کیا
 حماقت ہوئی ہے؟
 "شوکر کر کہ ادھر کوئی دشمن نہیں آیا۔ نہیں تو ہم ہوسے ہی
 رہ جاتے۔ چلو اٹھو جگھے جھوک لگے ہی ہے۔ میں پہلے استخوان
 (عقل) کر دوں گی؟"

"عقل کرنے کے لیے ہمیں بانی کہاں سے ملے گا؟
 میں صبح بھٹکتی ہوئی ادھر گئی تھی۔ میرے ساتھ چلو، ہم
 دریا کے قریب ہیں؟"

میں سلمان اٹھا کر اس کی راہنمائی میں چل پڑا۔ وہ بولی۔
 "کیا صرف شہاد ہی تمہاری زندگی کی پہلی عورت ہے؟
 "نہیں بہت سی تھیں میرے ساتھ وقت گزار چکی ہیں؟"
 "کیا ایسے ہی جیسے میں نے کل رات گزارا ہے؟"
 اس کے لیے میں چھپا ہوا نظر تھا میں نے کہا۔ "میں تمہارے
 ساتھ بھی یادگار لمحات گزار سکتا تھا لیکن سوچتا ہوں کہ تمہارا متنا
 میری عورت کو لے گیا ہے۔ اگر وہ اس کی عزت سے کھیلے گا تو میں
 یہ کہہ کر اس سے انتقام لے سکتا ہوں کہ میں نے اس کی سیکرٹری
 دانا کی آبرو سلامت رکھی ہے؟"

"آبرو پتوہ منینے لگی" شہلے نے مجھ سے کھٹنے کے لیے مجھے
 اپنی سیکرٹری بنایا ہے لیکن میں اب تک اس کی دست دلازی سے
 بچتی رہی۔ آخر وہی سے روانگی کے وقت میں نے وعدہ کیا کہ
 ہانک کا رنگ پہنچ کر اس کی بات مان لوں گی؟

"کیا کسی عجویدی کے تحت اس کا مطالبہ پورا کر لوں گی؟
 "ہاں" وہی میں میرے لڑھے ماں باپ ادا ایک جوان
 بہن سے۔ شہا مجھے دس ہزار روپے ہوا دے گا تو میری بہن کی
 شادی کسی اچھے گھر لے میں ہو جائے گی۔ میرے ماں باپ کا بڑھاپا
 سکھ میں سے گزر جائے گا۔ میں عورت ہوں۔ دیسے بھی مجھے کسی فن
 کسی مرد کے پاؤں کی جوتی بنا ہے اس لیے دس ہزار کا سودا بڑا
 تو نہیں ہے؟"

ہم دریا کے ساحل پر پہنچ گئے۔ وہاں گھنے درختوں کا سلسلہ
 بنیں تھا صرف نارمل کے قد اور درخت نظر آ رہے تھے۔ میں نے
 کہا "تم اس درخت سے اس درخت تک سادھی کو باز دھو۔
 پردہ ہو جائے گا۔ میں پرے سے کہ ادھر ہوں گا، تم ادھر جا کر غسل
 کر لینا؟"

وہ میرے مشورے پر عمل کرنے لگی۔ میں مزہ پر کو درخت
 کے سلتے میں ریت پر بیٹھ گیا۔ ٹھنڈی دیو لیداس کی آواز آتی،
 "چھپا میں جا رہی ہوں تم کہیں رہنا؟"
 وہ چلی گئی۔ میں نے اپنی ٹینٹن نہرٹے ناگ سے ٹھٹنے کے
 لیے جلادی تھی۔ میرے بن پر صرف ایک بیگان ایک انڈویر
 اور ایک تیلون تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ جلد ہی غسل سے فارغ ہو
 کر آجائے گی، اس لیے خود منانے کے خیال سے نیاں اور تیلون اناڑی۔
 اسی وقت مجھے دانا کی چیخ سنائی دی۔ "بچاؤ۔ بچاؤ۔ ہاتے میں
 مر گئی...."

میں تیزی سے دوڑتا ہوا گیا۔ وہ گردن تک پانی میں ڈوبی
 ہوئی با تھہ بلا رہی تھی۔ مجھے حازم کہہ کر مرد کے لیے پکار رہی تھی۔
 میں نے پانی میں جھلنا لگ گادی۔ "تو جوں اس کے قریب پہنچا
 آؤ وہ سادھی میں مجھ سے بیٹھ گئی۔ میں اس کو اٹھا کر ساحل
 پر لے آیا۔

جب ہم غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتہ کرنے
 بیٹھے تو وہ دیکھنے کے لیے پھر سو نظر آئے۔ اس میں مرد عورتیں اور
 بچے بھی تھے۔ کھانا دیکھتے ہی وہ سب دوڑے چلے آئے۔ اگر میرے
 پاس اسٹیشن گن نہ ہوتی تو وہ ہمیں مار پیٹ کر کھانا چھین لیتے۔ وہ
 پچھلی رات کے جھوکے تھے۔ اپنے اپنے ملکوں اور شہروں کے
 دولت مند افراد تھے لیکن اس وقت جھکاریوں کی طرح کھانا
 مانگ رہے تھے۔

دانا نے انہیں آرام سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر ان میں کھانے
 کی چیزیں تقسیم کرنے لگی۔ وہ کئی دنوں کے جھوکے جانوروں کی طرح
 جلدی جلدی کھانے پر مزہ مار کر کھانے لگے۔ اپنی دولت سے دنیا کی
 ہر چیز خریدنے والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کبھی وہ کسی جنگل
 یا ماں میں پہنچ کر ایک دن کے لیے ترستے رہیں گے وہ دلعلم
 میں نہیں تھے جن میں اٹھارہ مرد پانچ عورتیں اور دو بچے تھے۔

ان سب کا پھٹ تو نہیں بھرا کھنگر سکتی ہوگی۔
 میں نے ان سے کہا "میں اس جنگل میں جھپٹے گھنٹے گزرتے
 چکے ہیں۔ میں نے منہ بے کہ درختوں کی شاخوں اور جھاڑیوں کاٹ کر
 طیارے کو چھپا دیا گیا ہے۔ کل دوپہر ایک سہلی کو پڑ بھاری تلاش
 میں یہاں چکر لگا تا رہا۔ کچھ میں سے کوئی اسے سگنل نہ دے سکا۔
 کیونکہ دشمنوں نے تم سب کو جھاڑیوں سے چھپنے پر مجبور کر دیا تھا اور
 اس وقت میں ایک گڑھے میں پڑا ہوا تھا؟"

دانا نے کہا "میں آزاد تھی۔ میں نے بھی سہلی کو پڑ کر دیکھا
 تھا اگر وہ مجھ سے آتی اور تھا کہ میں سگنل نہ دے سکی۔ دیوار سے ایک
 فائر بھی کیا تھا پھر دوسرا فائر اس لیے نہیں کیا کہ میرے لیے ایک
 ایک گولی تھی تھی؟"

میں نے کہا "بہر حال ہماری امداد کو آنے والے مایوس ہو کر
 چلے گئے ہیں۔ یہ یقین سے نہیں کر سکتے کہ مگر مایوس ہو کر کوئی ٹھہرایا
 ہماری تلاش میں یہاں آئے گی لہذا ہمیں اپنے طور پر زندہ رہنے
 کے لیے کھانے پینے اور رہنے کا انتظام کرنا ہو گا۔ یہاں قریب
 ہی مقامی باشندوں کی چند جھوپڑیاں ہیں وہاں ایک انگریز بھی
 ہے کیوں نہ ہم اس جھوپڑی میں پوچھنے کو اس وقت زندہ رہنے کی کچھ
 سہولتیں حاصل ہو جائیں گی؟"

سب نے میری تاہد کی میں نے ایک قوجان کو دانا کا
 روٹ اور دے دیا۔ پھر وہاں سے جھلنا فوجی لڑا لیکن وہاں شہری
 لڑتے نہیں تھے کہ ہم جہاں چاہتے وہاں پہنچ جاتے جنگل کے
 راستوں نے ہمیں پھر بھینکا دیا۔ ادھ گھٹنے بعد ہم کسی دوسری جگہ کی
 طرف پہنچ گئے۔ میں نے کہا "تم سب وہاں نہا مانگے کے لیے جاؤ
 ہم تمہاریا لے دو بندے بعد میں آئیں گے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ
 وہاں صرف مقامی باشندے ہیں یا منڈب دشمن بھی موجود ہیں؟"
 ایک عورت نے کہا "تم ہمیں قربانی کا جانور بنا کر آگے
 دھکیل رہے ہو۔ میں نہیں جاؤں گی؟"

ایک اور شخص نے دیوار اور ادا میں گن کے نفاذ میں ہی
 چلنے سے انکار کیا۔ ان کا خوف تھا جہاں حد سے نہ کھینچی باشندوں
 کے درمیان نہیں جا سکتے تھے۔ میں نے بھی سوچا کہ اگر انہوں نے
 دوستی کے بجائے دشمنی شروع کر دی تو میں اسٹیشن گن سے انہا دھند

فاترنگ نہیں کرسکوں گا۔ ایسی فاترنگ میں اپنے لوگ بھی ہلاک ہو سکتے تھے۔

میں نے کہا: ”اچھی بات ہے۔ تم سب یہاں چھپے رہو میں آگے جا کر اس لٹی کا جان بچاؤں گا۔ انہیں دوست بنانے کی کوشش کروں گا۔“

دوستی اور راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ میں نہیں لکے نہیں جانے دوں گی۔“

”مجھے جانا ہی ہو گا اور ذرا سب بھوکے مر گئے۔“

وہ فوجوں سے ریو اور والیں کے کوئی تین تین چھپ چکی تھی۔ میں نے بجٹ نہیں کی۔ اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ بولی: ”ہم ساتھ جائیں گے تو ایک ساتھ بھینس جائیں گے۔ پہلے میں جاتی ہوں۔ تم میری مدد کے لیے کہیں چھپ کر رہو۔ ہمارے سامنے لگے ہو گئے۔ وہ سیدھی لٹی کی طرف گئی۔ میں ایک لمبا پیکر کاٹ کر کھڑکیوں کی طرف جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے جھڑکیوں کے پیچھے سے دیکھا وہ لٹی میں داخل ہو گئی تھی۔ صحافی مرد خور میں اور بچے اسے گھر لے رہے تھے۔ داتا اپنی زبان میں اور اشاروں کی زبان میں انہیں دوستی کا پیغام دے رہی تھی۔ شاید وہ نہیں سمجھ رہے تھے۔ اسے گھر میں لے کر لٹی کے اندر لجا رہے تھے۔ لٹی کردہ میری نظروں سے اڑھل ہو گئی۔

تسبب سے اس کی چیخ سنی۔ میں نے فوراً ہی اس کی نبھانے ہوتے دوڑ لگا دی۔ ایسے وقت میں بھول گیا کہ جنگوں میں بھاگتے وقت ایسی جگہ سے نہیں گزرنا چاہیے جہاں گھاس جھوس کے ڈھیر ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ایک ڈھیر سے گزرتے وقت میں گڑھے میں گر پڑا تھا۔ اس بار میں گڑھے میں نہیں گیا۔ بھلنے کے دوران گھاس جھوس کے ڈھیر میں اچانک میرے ایک پاؤں کو جھٹکا پھینکا اسٹین گن ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ کسی کی پٹی میں جانے کی بجائے آسمان کی لمندی پر بیڑی سے جا رہا تھا۔ اس طرح کھیری تانگین اور پتھیں اور مرنے والے میری ایک ٹانگ میں مضبوطی کا پھندا تھا۔ جنگوں میں جانوں یا دھنوں کا شکار کرنے کا یہ بہت پرانا طریقہ ہے۔ اٹا ٹھکنے کے بعد یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ کس طرح گھاس جھوس کی تہ میں کنبھانے کی تھی۔

تیار درخت کے سب سے اونچی شاخ سے گزرنے والی رہی تھی اور دھرے اور چھلار ہی تھی۔ کبھی میں جھڑکیوں کی طرف جا رہا تھا۔ کبھی جھولتا ہوا چھوڑنے کی جھٹکیوں پر سے گزر رہا تھا۔ لٹی کے بچے مجھے دیکھ کر خوشی سے پھینکنے لگے۔ مرد عورتیں ہنسنے لگا رہے تھے۔ میں اپنی لمندی پر جھول رہا تھا کہ وہ دن تک جنگل ادرتی نظر آ رہی تھی۔ ایک بار جھولتا ہوا لٹی کی طرف گیا تو دیکھا وہ لوگ

داتا کو گھسیٹے ہوئے ایک جھونپڑی کے اندر سے جا رہے تھے پھر جھولتا ہوا جھڑکیوں پر سے گزرتا ہوا جنگل کی طرف گیا تو ہمارے ساتھ آنے والے ٹیلے کے ساتھ ذرا سا مل کی طرف جاتے جا رہے تھے۔ انہوں نے نقاب کی دکان پر لٹے لٹے ہوتے ہوئے کورے کی طرح جھبے دیکھ لیا تھا۔ اس ایسی جان بچا کر کھا گیا ہے۔

میں نے لٹی کی طرف جھوٹے ہوئے چیخ کر کہا: ”میں نہیں دوست ہوں۔ مجھے نیچے اتار دو۔ میں نہیں نقصان پہنچانے نہیں آیا تھا۔ تم مجھے نقصان نہ پہنچاؤ۔“

میں تھوڑی دیر کے لیے بھول گیا تھا کہ وہ میری بولی نہیں سمجھ رہے ہیں۔ ان کے سامنے میری اتالی میں ایسی تھیں جیسے کوئی باؤنڈلک ہونے کے بعد لٹی زبان میں چیخ باہر ہوا۔ اب وہ لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ کوئی میری طرف نہیں دیکھ رہا تھا البتہ بچے میری طرف پتھر پھینک رہے تھے۔ چونکہ میں کافی لمندی پر بھول رہا تھا اس لیے پتھروں سے غفلت تھا۔ پھر بھی میری کیا گت بن گئی تھی کہ بچے پتھر مار رہے تھے۔ ہلے رے فریڈ علی میور!

اسی لمندی کوئی نہیں چاہتا تھا۔ پتھروں کو آدمی لڑتا ہے میں نے لٹی کی طرف سے تم کھا کر اوپر اٹھنے کی کوشش کی تاکہ پاؤں سے بندھی ہوئی لٹی کو پھولوں۔ ایسے وقت زمانہ زیادہ آئی۔ وہ میری جگہ ہوتی تو جینا ٹنگ کے کتب دھکا کر آسانی درخت کی شاخوں تک پہنچ جاتی۔ اپنی کوشش میں اس حد تک کامیاب ہوا کہ آہستہ آہستہ تم کھا لپٹنے پاؤں تک پہنچ گیا۔ پھر پاؤں سے بندھی ہوئی لٹی کو ختم کیا۔

اسے تمہارے بعد پتھر ہلا کر اس کے ذریعہ درخت کی کسی شاخ تک پہنچانا ممکن ہے۔ کیونکہ لٹی کی تیل یا چربی میں بھگو کر خشک کیا گیا تھا۔ اب اس میں ایسی جینا مٹ پیدا ہوئی تھی کہ اسے مضبوطی سے تھامتے وقت ہاتھ جھپٹ جھپٹ جاتے تھے۔ میں نے لٹی بار سے جھک کر پڑنا چاہا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ میں تھک ہار کر پھراٹ گیا۔

مرنے اور ناگھن اور.....

لٹی کے پتھر لوگ مرنے والے تھے دیکھ رہے تھے اور میری ناکامی پر ہنس رہے تھے۔ پھر میں نہیں آ رہا تھا کہ انہوں نے مجھے اٹا ٹھکا کر کوئی چھوڑ دیا ہے۔ وہ مجھے ہلاک کر سکتے تھے یا میرے اتار کر سزا دے سکتے تھے۔ لیکن وہ ایسے ملن تھے جیسے جاؤر کو بانڈھ کر چھوڑ دیا ہو کہ اب وہ کہیں نہیں جا سکتا۔

کافی وقت گزر گیا۔ اب لٹی کا جھولا ختم کیا تھا۔ میں ٹپ کر ادر ادر گھومنے لگا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ رستے کی لمبائی تک دو مری سمت ایک اور درخت نظر آیا۔ یعنی میں لٹی کی سمت بھولنے کے بجائے دوسرے درخت کی طرف جھولنا شروع کر دیتا تو

اس کی کسی شاخ تک پہنچ سکتا تھا لیکن میں ایسا نہ کر سکا۔ اس لمندی سے میں نے ایک دیکن کار بھی جو میں کی طرف آ رہی تھی۔ پہلے تو دل نے تسلی دی کہ لمادی پارٹی پہنچ گئی ہے جو کہ کھن خوش فہمی تھی۔ جب دیکن کار قریب آئی تو بس کے ہاتھ سے لے جا دوں طرف سے گھر کو کھڑے ہو گئے۔ پھر اس میں سے ہر آنے والوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے لگے۔ تمام گورے صاحب سزا تھا کہ مجھے دیکھ رہے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک گورہ صاحب میری اسٹین گن اٹھا کر دیکھنے لگا۔ میرا اسٹین لٹی کے ایک شخص سے پکڑے ہوئے میری طرف اشارہ کیا۔

صاحب کے حکم کے مطابق لٹی کے پتھر لوگ درخت کے اس تنے کے پاس گئے جہاں لٹی کا دو مریا مرنا بند ہوا تھا۔ وہ لوگ وہاں سے رسی کھول کر آہستہ آہستہ پھیل دینے لگے۔ میں آہستہ آہستہ سر کے بل نیچے آئے لگا۔ پہلے ایک چھوٹی لٹی کی چھت تک پہنچا۔ پھر اس سے نیچے ایک کھڑکی کے پاس پہنچے۔ یہ صاحب باؤر کے کھو بر رسی روک کر پکڑے تھے۔ پھر باؤر دی گئی یعنی اسٹین لٹی سے پانچ فٹ کی لمندی پر لگے ہاتھ۔

تمام صاحب ہمارے قریب آ گئے۔ ایک نے اسٹین گن دکھاتے ہوئے مجھ سے کہا: ”یہ جو زوت کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کل رات تم نے ہی اسے زخمی کیا تھا اور کھانے کا تمام سامان اٹھا کر لے گئے تھے۔“

”میں بھوک سے مرنے لگا تھا۔“

میرا جواب تھا: ”میں نے ایک نے میرے منہ پر گھر بڑھ دیا۔ ایک گھونٹے نے مجھے ادھر سے ادھر بھلانا شروع کر دیا۔ اس نے چھوٹی ہوئی رسی کے مطابق نشانہ بانڈھ کر پھر ایک گھونٹے مارنا چاہا لیکن میں نے اٹا ٹھکنے کے باوجود اس کا ہاتھ لٹکا کر ایک جھٹکا دیا۔ اس کے قدم اٹھنے کے بعد میرے ہاتھ ٹھنکا اور گھٹا ہوا دور جا کر گر پڑا۔ اس کے سامنے میں نے وقفہ کیا۔ وہ چاروں طرف سے گھونٹے اور کرٹے کے ہاتھ مارنے لگے۔ میں کسی سے بچ رہا تھا۔ کسی سے مارا کھا رہا تھا۔ بلکہ زیادہ کھا رہا تھا۔ میری گردن گرا اور بازو چھوڑنے کی طرح دکھنے لگے۔ چہرہ یوں محسوس ہوا رہا تھا جیسے نوح ج کیا ہو۔

پھر ایک نے حکم دیا کہ تمام ساتھی اپنے ہاتھ روک لیں۔ اس کا حکم مان لیا گیا۔ اس نے بوجھاؤ وہ بریفٹ کس کہاں ہے پتے میں نے کہتے ہوئے جواب دیا: ”میرے پاس کوئی بریفٹ کس نہیں ہے۔“

مجھے پھر مارنے لگی۔ ایک نے کہا: ”تم نے سوزن کے کاٹچ سے کھانا چرا یا تھا۔ وہیں سے بریفٹ کس بھی اٹھا کر لے گئے ہو۔ دو مریوں نے کہا: ”اسے واپس کر دو۔ ہم نہیں جان سے نہیں

ماریں گے۔“

وہ لوگ جان لے کر ایسا ظلم نہ کرتے جیسا کہ اب کر رہے تھے۔ اب تو آوازوں میں نے ہاتھ میں ڈنڈے سے کراہا دھڑکے مارنا شروع کر دیا تھا۔ میں جینا نہیں چاہتا تھا مگر تکلیف کی شدت سے آپ ہی آپ ملنے سے آوازیں نکل رہی تھیں۔ مار برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے انھرا چھار ہا تھا۔ یہ نہیں میرے ستر کے کون کون سے حصے کی جڑ بھٹ گئی تھی۔ کہاں کہاں سے خون بہ رہا تھا۔ مجھ پر ہوتی طاری ہو رہی تھی۔

کسی کی آواز کانوں میں آئی۔ وہ کہہ رہا تھا: ”طیارے کے کسی مسافر کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ صرف اس صورت میں جان بچائی جا سکتی ہے کہ وہ بریفٹ کس ہمارے حوالے کر دو۔“

وہ آخری آواز میں نے سنی۔ پھر میرے کان بند ہو گئے۔ میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس کے بعد وہ دنیا میرے لیے مرنے لگی۔ میری بے ہوشی نے مجھے بچا لیا۔ وہ زندہ کی بریفٹ کس کے بارے میں پوچھتے پوچھتے مجھے ماری ڈالتے۔ یوں مجھ کو پھر جیسے طیارے کے کسی بھی مسافر کو زندہ نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ کوئی نہ ہم عین شاہد تھے کہ انہوں نے طیارے کو اٹھا لیا ہے۔ وہ دوڑنے کہاں سے بریفٹ کس کا ٹنگ درمیان میں آ گیا تھا۔ میں کھانے کا چور تھا۔ وہ مجھے بریفٹ کس کا چور سمجھ رہے تھے۔ وہ بریفٹ کس لیتی آتا ابرہ تھا کہ اسے حاصل

ایک مقبول ترین نیا ایسے کتاب

دوبارہ دستیاب

دُنیا کے

جو چیزیں علم

قیمت

دو روپے

تاکسج

روپے

۱۔ ایس حد تک ہی کے گھر سے

- پانسہ بھینکنے
- قیمت کا حال معلوم کیجئے
- تاشوں کے پتوں سے قیمت شناسی
- ملاتے کی لکھیریں کی بات آتی ہیں
- خال اور دل سے کردار معلوم کیجئے
- ششخون سے سرد و خش
- خواب مستقبل کے پتہ پر
- بچے کتاب سے پچھو

مکتبہ نفسیات © پرنٹ جس ۱۹۷۷

کیے بغیر وہ مجھے جان سے نہیں مار سکتے تھے۔

بند ہو رہے تھے۔

مجھے آہستہ آہستہ ہوش آنے لگا۔ پہلے تو یوں محسوس ہوا کہ میں اندھا ہوں۔ کچھ نظر نہیں آ رہا ہے اور میں انسان کے بجائے اندھیرے میں اٹنا ٹھنکے والی چمکا ڈرین گیا ہوں۔ ان غلاموں نے مجھے سوہتی کی حالت میں بھی اسی طرح لٹکا لٹکا چھوڑ دیا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ مجھے ہوش آیا کہ میں اندھا نہیں ہوں بلکہ اندھرا ہو چکا ہے اور اب سات کو بھی اسی طرح اٹا ٹھکنے رہنا ہو گا۔

خدا کو یہی منظور تھا کہ میں اسی طرح ٹھٹھکتے ٹھٹھکتے اپنی مشکل آسان کروں۔ میری آسانی کے لیے اس مجبور کی رضائے اچانک ہی میرے سامنے ایک موم بنی آگئی۔ کئی دنوں کے بعد میری مراد خود بخود پوری ہو گئی۔ میں کھڑکی کے سامنے ٹک رہا تھا۔ کھڑکی کے ساتھ ایک مینز پر رکھ اور ایک صاحب ہمارا موم بتی روشن کر کے اس مینز پر رکھ رہا تھا۔ اس نے کھڑکی کے باہر مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا: کیا اب بھی نہیں بتاؤ گے کہ بریفٹ کس کہاں ہے؟ میں نے کچھ کہنا چاہا مگر کچھ خشک ہو رہا تھا۔ میں صرف "پانی" کہہ کر رہ گیا۔

اس نے حقارت سے کہا: تم پیلا سے مراد گے۔ تمام مرآت اسی طرح ٹھٹھکتے رہو گے۔ اگر صبح تم نے زبان نکھولی تو ہم نہیں گولی مار دیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ کسی پر بیٹھ گیا۔ پھر میرے جھک کر کھٹنے پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ موم بتی کی ذوین لگا ہوں کے سامنے تھی۔ میں نے اس پر نظر فرمایا۔ بڑی خاموشی سے اپنا جھولا ہوا ہین یاد کرنے لگا۔

میری یادداشت کمزور نہیں ہے۔ پتہ نہیں رس دیتی نے کیسی بڑی بوٹیوں کا عرف پلا یا تھا کہ میں سوچ کی پرواز بھول گیا تھا۔ اسے یاد کرنے کے لیے ارتکاز توجہ کی ضرورت تھی اور یہ توجہ شمع بتی سے ہی حاصل ہو سکتی تھی۔ میں بڑی دیر تک شمع کی فو پر نظر کر جانتے رہا۔ اپنی توجہ کو صرف سوچ کی اڑان پر مرکوز کر لیا جیسے کسی چڑیا کا بچہ پہلی بار اپنے ننھے ننھے پراٹھاتا ہے۔ ٹھٹھکتا ہے، اڑنے کے لیے اوپر اٹھ کر پھر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح میری سوچ بہکے ہی تھی۔ پر تو دل رہی تھی۔ ذرا ادنیٰ اڑتی تھی پھر گویا تھی۔ اس طرح یہ ہوا کہ سوچ کو پرواز کا سلیقہ آ گیا۔

تقریباً پندرہ منٹ تک شمع جاری رہی۔ پھر اچانک ہی صاحب ہمارے موم بتی اٹھا لی۔ میں پریشان ہو گیا۔ میری محنت رائیگاں جا رہی تھی۔ میری منزل قریب آ کر دوڑ جا رہی تھی۔ وہ موم بتی کو دور سے لگا گیا۔ ایک الماری کھول کر کچھ تلاش کرنے لگا۔ وہ کسی جھوپڑی سے موسیقی کی آواز آرہی تھی۔ ساتھ ہی شربانی لہنے

ایک منٹ بعد وہ الماری سے ایک کتاب نکال کر لے آیا۔ پھر موم بتی کو ایسی جگہ مینز پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پھر ایک منظر ڈالی۔ مجھے ایک گندی سی گالی دی۔ پھر کتاب کھول کر پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ میں مجبور تھا۔ اس کی گالی مجھ کو پڑی۔ پھر سب کچھ بھول کر میں نے شمع کی فو پر نظر فرمایا۔

دقت گزار تا نہیں بلکہ انسان اسے گزار دیتا ہے وہ صاحب ہمارا کسی خاص مقصد کے لیے کتاب پڑھ کر دقت گزار رہا تھا اور ہر لہری شہال سے آنے والی مغناطیسی ہواؤں کے دوش پر کھڑکی کے اس پار پہنچ گئیں وہ میرے ہواہرات کے متعلق ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ پھر جیسے مدتوں بعد میری سوچ نے اس کے دماغ کے ڈیپے میں داخل ہو کر کہا: ذرا مسکراؤ؟

وہ کتاب سے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ میں نے ہنسنا شروع کر دیا وہ بھی بے اختیار ہنسنے لگا۔

جو لوگ دستوں کو اٹھتی ہنسنے کا فن نہیں سیکھتے وہ میری طرح مادی زندگی گذرے کے پھندے پر لٹے اٹھتے رہتے ہیں۔ اب میرے سیدھے ہونے اور ان کے لٹے ہونے کی باری آئی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: یہ قیدی ہنس رہا ہے۔ اگر میں ہمدردی سے پیش آؤں گا تو یہ بریفٹ کس کا پتہ بتا دے گا؟

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا: پانی پیو گے؟
"میں اٹانک کہ نہیں بی سکوں گا؟"

اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی سوچ میں کہا: یہ بڑی طرح زخمی ہے۔ اس میں اتنی ہمت نہیں رہی کہ آزاد ہو کر مجھ پر حملہ کر سکے۔ میں اسے روباؤر کی زو میں رکھوں گا؟

اس نے کہا: میں ایک شرط پر ہمیں زمین پر لے آؤں گا؟ میں نے کہا: میں سمجھ گیا۔ میں نہیں اس بریفٹ کس تک پہنچاؤں گا؟

وہ کھڑکی کے پاس سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چاقو مافی ہاشدس کے ساتھ آیا۔ اس کے ہاتھوں میں روباؤر اور پانی کا جگ تھا۔ دو مافی ہاشدس نے درخت کے پاس جا کر رہتی کوئی بھٹے آہستہ آہستہ زمین پر پھینچا دیا۔ بیشک انہوں نے مجھے اتنا مارا تھا کہ اتنے زخم پھیلتے تھے کہ میں آدھ موآنظر آ رہا تھا لیکن میری توجہ برداشت اور توجہ ارادی کو وہ لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ میں اب بھی اپنے پردوں پر کھڑا ہو سکتا تھا اور ایک آدھ سے ذلت سکتا تھا مگر میں نے خود کو بہت ہی کمزور بنا رکھا۔ زمین پر پڑا کرتا رہا۔

ایک شخص نے چاقو کھول کر باؤں کی رسی کاٹ دی دوسرے نے مجھے سہارا دے کر بٹھایا اور پانی کا جگ منہ سے لگا دیا۔ اس وقت

میرے لیے پانی سے بڑی کوئی نعمت نہ تھی۔ میں نے قحط پنا شروع کر دیا۔ کچھ چندی گھونٹ کے بعد انگریز بہادر نے پانی کے جگ کو ٹھوکر مادی جبکہ اچھل کر دوڑ پھا گیا۔ اس نے پوچھا: "اب بتاؤ اسے کہاں رکھا ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "بیٹھ جاؤ۔ وہ میرے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: "ریوالوگو میں قیدی کی طرف پھینک رہا..."

اس نے ریوالوگری طرف اچھال دیا۔ پھر خود بھی میری طرف اچھل پڑا۔ میں نے ریوالو سے اس کا نشانہ نہ لیتے ہوئے حکم دیا: "چوٹ چا پ بیٹھو۔ بڑا ہار پانے آؤ۔" میں نے کہا: "میرے دوست ہیں۔"

وہ دوبارہ بیٹھ کر میری طرف سے بولا: "میرے دوست ہیں۔ آ رہا ہے کہ میں نے اپنا ریوالو میری کیوں دے دیا۔ کیا تم کا لاجب دو جانتے ہو؟"

"ہاں اپنے ان غلاموں کو بتاؤ کہ میں اولاد کو چ ڈاکٹر ہوں۔ ان کے دکھوں کا علاج بھی کر سکتا ہوں۔ انہیں جان سے مار بھی سکتا ہوں۔"

انگریز بہادر نے سوچا: یہ مقامی باشندوں کی بولی نہیں سمجھتا ہے۔ میں انہیں ان کی زبان میں حکم دوں گا کہ یہ سب اہانکس پر حملہ کر دیں...

میں نے اس سے کہا: "میں تمہاری سکاڑی کھڑی کھڑی ہوں۔ جیسے ہی یہ چھڑی چمکے گی اس میں ہمیں ٹوٹ کر دوں گا۔"

اس کی برائی بڑھی جا رہی تھی کہ میں کیسے اس کے دل کی بات سمجھ رہا تھا۔ میں نے حکم دیا: "اپنے غلاموں سے وہی بات کہو جو میں کہنا چکا ہوں۔"

وہ ان کی زبان میں کہنے لگا: جنگل کے باسی چھوٹے پریمت اہد کا لے جاؤ۔ وہ سب سے ڈرتے ہیں۔ گلاب کے جنگلی ایسی پیشانی یا گلاب پر لال رنگ نکلتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ سرخ رنگ کو کھڑکھڑ نادیدہ بلائیں۔ انہیں آتیس سا گریز بہا دینے سے انہیں بتایا کہ میں کالا باد دے جاتا ہوں تو وہ سب بھی ہوتی نظروں سے جھے دیکھنے لگے۔

میں نے انگریز بہادر سے کہا: "اپنے غلام کے ہاتھ سے چاؤ لے لو۔"

اس نے چاؤ لے لیا۔ اس کے ساتھ ہی میں اس انگریز کے داغ میں جا کر بیٹھ گیا۔ یعنی اب ظاہری جسم اس کا تھا اور داغ کی سوچ میری تھی۔ میں جو کرتا، وہی وہ بھی کرتا۔ لہذا میں نے ایک خیالی چاؤ کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے اس طرح کھڑا کر چاؤ کی نوک انگریز کے سینے کی طرف ہونے دی۔ وہ بے بس تھا۔ اس کی کھوپڑی میں میری عقل کا

کر رہی تھی۔ یکبارگی میں نے ایک جھٹکے سے خیالی چاؤ کی نوک اپنے سینے میں پھونک کر دی۔

انگریز بہادر کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ وہ بیٹھنے سے زخم پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کا لباس اچھل گیا۔ جا رہا تھا۔ دوسری جانب وہ جاہلوں مقامی باشندے اپنے سینے پر ہاتھ باندھ کر میرے سامنے جھک گئے تھے۔ انہوں نے ایک بار مر اٹھا کر بھی ہوتی نظروں سے دیکھا۔ میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں تسلی دی۔ انہیں اشاروں کی زبان سے سمجھایا: "تم سب میرے فرمانبردار ہو۔ میں ہمیں نہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

انہوں نے پھر ہنسنے ٹپک کر مہر چھلکا دیتے۔ میں کہتا رہتا ہوں وہاں سے اٹھنے لگا۔ مجھے اتنی بار پڑی تھی کہ اس کا لاجب چھوڑنے کی طرح دکھ رہا تھا۔ کئی حکمروان کی پڑیاں گرمی تھیں۔ میں نے ان سے واسطے متعلق پوچھا۔ ان کی ہنسنے نہیں آیا۔ میں نے خیالی سا دماغی پس کر انہیں بتایا۔ اس معاملے میں پوچھا کہ ایسا لاجب پہننے والی کہاں ہے؟

ان کا اشارتی جواب سمجھ کر میرے دل کو دھچکا سا لگا۔ وہ طیارے کے فرا کی صفی شاہ تھی اس لیے غلاموں نے اسے گولی دہنی تھی۔ میں نے دانت پیس کر اس انگریز کی لاش کو دیکھا۔ دوسری جھوپڑی سے اب تک موسیقی فحش اور فقروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"قاتلو! تم نے اپنے جسم پر پردہ ڈالنے کے لیے اسنا جیسی جنت کرنوالی ہستی کو مار ڈالا۔ میں تم سب کو اپنے خون کی قرضی کر دوں گا۔"

میں غصہ میں آگے بڑھا کر میرے پاؤں اڑھکڑائے۔ کمروری کے باعث سر ہلکانے لگا۔ وہ پھر سے رتی بندھی ہوئی تھی۔ اس لیے میرا ایک پاؤں نے مارا ہو گیا تھا۔ ایک مقامی باشندے کا سہارا لے کر لنگھتا ہوں۔ اس جھوپڑی کی طرف چلنے لگا، جہاں موسیقی کی آواز آ رہی تھی، اور جہاں وہ کچھ ایسی زندگی کا آخری شہنشاہ رہے تھے۔

میرے ایک مقامی وفادار نے کچھ کہا۔ میں اس کے اشاروں سے سمجھ گیا۔ وہ مجھے آرام کرنے کے لیے کہتا تھا۔ میں نے انکار کر دیا۔ جھوپڑی کی کھڑکی اور دروازے سے گلے جلانے کا شور بلند ہو رہا تھا۔ ساتھ ہی کوئی زور زور سے بول رہا تھا۔ میں اس کی آواز اور لہجے کا شور تمام کو اس کے داغ سے پہنچ گیا۔ اب جھوپڑی کے اندر جا کر صوفیا نہیں تھا۔ میں باہر ہی پلایا مار کر بیٹھ گیا۔ میرے وفادار بھی میرے آس پاس کھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔

میں نے جس انگریز کی سوچ کو گرفت میں لیا تھا، اب اس کی داغی آنکھوں سے جھوپڑی کا اندر کی نظر دیکھ رہا تھا۔ وہاں اس کے تین ہزار نام مراد اور دو عورتیں تھیں۔ ایک میز پر ٹیپ دیکھا

سے آکر کھلی آواز بند ہو رہی تھی۔ اس کے قریب ہی اسٹین گن اور ریوالو وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ دوسری میز پر شراب کی بوتلیں تھیں کے ساغر اٹھانے کی چیزیں بھی تھیں اور وہ جھوپڑی کے وسط میں کھلی جگہ پلاسٹک کر رہے تھے۔

میں نے اس کے داغ میں تھا، وہ ایک لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر قفس کرنا ہو رہی تھا۔ وہاں میں بول رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا: "جانتی ہو میرا نام..."

"ہیرا لٹھے؟" اس کی سوچ نے بات مکمل کر دی۔ لڑکی نے کہا: "میں نے تم سے نام تو نہیں پوچھا تھا۔ تمہیں نشتر جو رہا ہے؟"

"مدھی! میں پوری بول چالوں تب بھی ہوش میں رہوں گا۔ میرا نام..."

میں نے ہیرا لٹھے کی کمروری کے زمرے میں دیکھا۔ وہ جی جی مار کر آگ ہو گئی۔ غصہ کی شدت سے گلابیں پڑنے لگی۔ دوسرے جوان نے اس کی حمایت میں کچھ کہا۔ پھر لڑنے سے ایک گھونٹے میں دوسری طرف الٹا دیا۔ اس وقت ہیرا لٹھے نے اسے ہتھیار نہیں تھا۔ اس کی ذات پر میری سوچ کا سکول بول رہا تھا۔ خاص طور پر وہاں اچھا خاصہ جنگجو ہوا۔ وہ لوگ ہیرا لٹھے کو لڑنے سے سمجھانا چاہتے تھے۔ لیکن میری سوچ نے اسے اسٹین گن کے پاس پہنچا دیا۔ پہلے اس نے ٹیپ دیکھا۔ ڈھانچا ان کی طرف پھینکا۔ وہ منتشر ہو کر دوڑ پھٹ گئے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتے ہیرا لٹھے نے اسٹین گن قبضے میں لی۔ وہ اپنی طاقت اور اسلحے پر فخر نہ کرنا تھا۔ وہ ماش تھا۔

ہتھیار میرا ہوتا ہے۔ اس دن کے ہیرا لٹھے کی کھوپڑی سے فریاد بولتا ہے۔ مجھ سے بچ کر کہاں جا سکرے گا؟

ایک نے چیخ کر کہا: "ہیرا لٹھے میں ہوا۔ اسٹین گن پھینک دو۔" اس کی بات ختم ہوتے ہی ہیرا لٹھے کو گلابیاں چلنے کی آوازیں آئیں۔ انسانی جنین بلند ہو رہی تھیں۔ وہ عورتیں چینی ہوئی باہر آئیں۔ ہیرا لٹھے ان کے پیچھے دوڑتا ہوا آیا۔ پھر چیخ کر بولا: "ہالٹ! وہ دونوں رک گئیں۔ مدھی موت کے گڑھے سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کے ساتھ والی ادھیڑ عمری عورت نے گڑھا کر کہا: "ہیرا لٹھے تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ خفا کا ڈھیکہ ہو گیا ہے؟"

میں ہیرا لٹھے کے داغ سے نکل آیا۔ اس نے چونک کر کھوپڑی کے اندر دیکھا۔ وہاں تینوں ساتھیوں کی لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے ہیرا لٹھے کے اس کے ہاتھوں سے اسٹین گن چھوٹی۔ اس نے ایک نظر ہم پر ڈالی۔ ہم زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے ہمیں نظر انداز کرتے ہوئے ادھیڑ عمری عورت سے پوچھا: "میری! مجھے کیا ہو گیا تھا؟ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں خواب دیکھ رہا تھا۔ ادھیڑ عمری عورت نے کہا: "میں نے تمہیں پہچان لیا تھا۔"

گولیاں چلا رہا تھا۔" میری نے آگے بڑھ کر پوچھا: "اب تو ہوش میں آگے ہو؟ ہم پر تو گولیاں نہیں چلاؤ گے؟"

میرے دو نادراد میں سے ایک اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنی زبان میں کچھ بولنے لگا۔ میری اس کی زبان سمجھتی تھی وہ میری اور بے تعلقی سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہنے لگی: "کیا واقعی یہ کالا جاو جانا ہے؟ کیا اچھی جو کچھ ہوا یہ سب جاو کا اثر تھا؟"

میں نے کہا: "میرا ہی! تم درست سوچ رہی ہو۔ اچھی تہا سے سامنے ہیرا لٹھے اپنی جان بچے گا۔"

وہ پریشان ہو کر کچھ دیکھنے لگی۔ ہیرا لٹھے میری بات سنتے ہی فوراً اسٹین گن اٹھا کر کہا: "یو وچ ڈاکٹر! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے اسے دماغی جھٹکا پہنچایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ اسٹین گن ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھما کر آگے پیچھے جھولنے لگا۔ میں نے پھر اس کے دماغ میں اچھل چھائی۔ وہ چیخا ہوا گرا پڑا۔ زمین پر اڑھا اور تڑپنے لگا۔ میں نے بہت سی بوجھتے۔ اس ساڑھی والی ہندوستانی عورت کو کہنے لگی: "میری گولی ماری تھی؟"

وہ سامنے دہشت کے متوک نکلتے ہوئے کہنے لگی: "میں ہیرا لٹھے کا نام نہیں لوں گی۔ اس کی جان بخشی کی التجا نہیں کروں گی۔"

میں نے اپنے ریوالو کو ہیرا لٹھے کی جانب اچھال دیا۔ وہ زمین پر پڑا۔ دماغی تخلیف سے کراہ رہا تھا۔ ریوالو کو قریب دیکھتے ہی اس نے لے اٹھا۔ لیکن مجھے نشانہ نہ بنا سکا۔ جو اس کے دماغ میں موجود ہو، وہ لاجب سے کیسے مار گئی۔ ناکھٹا تھا۔ وہ خود اپنے دماغ سے اپنی کھوپڑی سے باہر تھا۔ ریوالو کی نال اس کی کھوپڑی سے لگ گئی۔

میری نے چیخ کر کہا: "میں ہیرا لٹھے نہیں...! سٹین گن کی آواز رات کے ساتھ میں گونجتی چلی گئی۔ پھر کھٹکتے ناٹھی چھائی۔ تیرق دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر نہ لگی۔ میں نے بڑی سفاکی سے کہا: "اس ہندوستانی عورت کو موت کو موت ہے۔ آواز دے دھتا۔ چُپ ہو جاؤ۔ ورنہ تمہاری موت پڑھی کو فی نہیں رہے گا!"

وہ سہم کھلی جلدی اپنے آواز دے پھینچی۔ وہ لڑتی تھی۔ دیکھ کر ستر تھر کانپ رہی تھی۔ میرے دو نادراد سے دہشت کے بار بار میرے سامنے جھک رہے تھے اور بلند آواز میں کہہ رہے تھے۔ میں نے ہیرا لٹھے سے پوچھا: "کیا تمہیں کچھ ہے؟"

وہ میرے آگے کھٹنے ٹیک کر بولی: "میں تمہیں قہر کا دونا سمجھ کر بولی کے

لوگوں کو آوازیں دے رہے ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ وہ تھہرے۔ منہ
 آ کر ٹھیکے جا رہی ہیں!

وہ دست کہہ رہی تھی، خدایا میں دین ہی کے تمام دروازے کھل گئے۔
 مرد عورتیں میرے اطراف میں مڑ کر سر جھکے۔ منہ میرے منہ سے کہا۔
 'انہیں سچاؤ اور نہ پناہ دینا، ان کے آگے سر جھکایا جائے۔ میرے سامنے کون
 نہ جھکے۔ میری عزت کرنے کے لئے آتما ہی کافی ہے کہ وہ میرے سامنے منہ
 دیکھیں!'

میری، انہیں سمجھانے لگی۔ ہنس کا تجربہ ہو گیا کہ چاروں طرف انہوں کی
 نمائش ہونے لگی تھی وہ مسکرا رہے تھے۔ فوجیان روزی بھی سبھی ہونڈیا
 رہی تھی، میں نے اُسے حکم دیا کہ میرے لئے کھلنے کا انتظام کرے۔ میری سے
 کہا کہ وہ میرے زخموں کے لئے ڈسٹ اڑا کا سامان لے آئے، آتے چھین اپنے
 رفا داروں کا سہارا لے کر ایک چھوٹی سی میں آیا۔ وہاں چھوٹی لے اپنے عین
 آرام کا تمام سامان، تہنا اور کھانا تھا، میں، ایک آرام دہ بیستر پر لیٹ گیا۔
 میں سرف اور روزی کی طرف سے ملیں نہیں تھی، وہاں باری باری
 ان کی سوریں پڑھتا جا رہا تھا۔ جیسی کہ بڑے پورے میرے بستر کے اطراف
 کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ہونڈی نے ٹوٹی ہوئی انگریزی میں
 کہا، 'صاحب! تمہارا پلڑا خون خون ہو گیا۔' دھر گیا لوگ کا بہت پکڑا،
 بدل کر دیا!

میں نے کہا، 'تم انگریزی سمجھ لیتے ہو، یہ اچھا ہی ہوا۔ اب تم میرے
 ساتھ مارو گے اور میری بائیں اپنے لوگوں کو چھایا کرو گے، اسی میرے
 لئے کھڑے منگوا دو، تمہارا نام کیا ہے؟'

'میرا نام، انگلے، یہاں کے اور بھی فوجیان انگریزی سمجھتے ہیں'
 سے تو بہت اچھا لگتا ہے، اس سے تو ادرہ آ جا!

ایک صحت مند فوجیان میرے سامنے آ کر مسکرائے لگا میں نے کہا، میرے
 لئے کھڑے آؤ۔ اور گورے لوگوں کے پر سامان کو مقل کر دو۔ میری
 اجازت کے بغیر میری اور روزی بھی کسی سامان کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ
 ہی ان دونوں کو بستر کے برابر جانے کا موقعہ دیا جائے۔ اب جاؤ!

وہ چلا گیا۔ کھڑی وہ دیر دیر کا کھڑا اڑ کا سامان لے آئی۔ چھوڑتے
 زخموں کو صاف کر کے دو این لگانے لگی۔ اس دن روزی ایک مقامی باشندہ
 کے سر پر کھنے کی بٹھی سے بڑے لڑکے کو لے آئی، اس بڑے کو میرے بستر کے
 سر پار لے والی میں نے پلکھ دیا گیا، مگر سب بڑے کے بعد روزی ایک انجینئر تیار
 کرتے لگی۔

میں نے کہا۔ روزی! اس بڑے میں جو درد کا جگ دکھا ہوا ہے،
 اس سے تم بڑی کیوں ٹھیک ہے۔ نار نہی؟

روزی کا چہرہ فق ہو گیا۔ وہ دیکھنے لگی، میں نے کہا، 'اور انجینئر
 میرے لئے تیار ہو چکا ہے، وہ تمہیں لکھیا جا بیگا کیوں ٹھیک ہے نامری؟'
 میری کا چہرہ زرد ہو گیا۔ ان دونوں نے آپس میں مشورہ نہیں کیا تھا

اپنے اپنے طور پر مجھے ملانے کے لئے ایک ٹوڈو میں زہر ملا کر لائی تھی،
 دوسری نے زہر ملا کر انجینئر تیار کیا تھا۔ میں نے ناگنگا کو صورت حال سے آگاہ
 کیا، اُس نے اپنے آدھوں سے کچھ کہا تو کتنی ہی لوگوں نے آگے بڑھ کر میری
 اور روزی کو پکڑ لیا۔ وہ دونوں کو لگا کر معافی مانگنے لگیں۔

انہیں معاف نہیں کیا جاسکتا تھا، لیکن مجھوں کے متعلق ان سے
 بہت سی معلومات حاصل کرنا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اسی انہیں کسی چکر
 قید کر دیا جائے۔ میں کل بیچ ان کی زندگی اور موت کا فیصلہ کروں گا۔ وہ لوگ
 انہیں وہاں سے لے گئے۔ سے تو میرے لئے اس نے آدھوں میں لباس تبدیل کر
 کے کھانے کے بیچ لگا اور ناگنگا اور سے تو کچھ تیار کر کے وہ کسی گورے
 آدمی سے خوف نہ لگائیں، جو بھی جیسی میں دشمن بن کر آئے گا، میں انہیں
 خاک میں ملا دوں گا!

دشمنوں کو خاک میں ملانے کا نامشردہ دیکھ چکے تھے اور میرے
 ایسے مرحوب تھے کہ میں سجدہ کرنے سے نہ لوگتا تو فوجیوں کا ہاتھ پوننا
 شروع کر دیتے۔ ناگنگا چند آدمیوں کو میرے کاتے کے باہر بیٹھ بنا کر پلا
 گیا۔ سے تو کو میں نے دوسرے کمرے میں سونے کے لئے کہا، پھر اپنے کمرے
 کا دروازہ اندر سے بند کر کے بیستر پر لیٹ گیا۔

اب اطمینان سے اپنے کی تیرہ صیت معلوم کرنے کا وقت آ گیا تھا،
 سوٹیا اور لوگتا نے کئے میں کبھی فکر نہ نہیں ہوا کیوں کہ وہ دونوں ہی
 اپنے وجود میں آتش فشاں تھیں۔ آگ اور فوجیوں کے دریا نکلنے کا
 سلیہ جانی تھیں، لہذا میں آنکھیں بند کر کے سب سے پہلے سبنا نہ کے
 دل سے بچنے لگا۔

وہ رات کے وقت کھل چکا میں ایک بڑے کمرے کے تھے، مگر جیسی تھی
 اس کے قریب و ٹوڈو شرانین پر اور اٹھائیا ہوا تکلیف سے کراہ رہا تھا ایک
 بیابنا صحت تہائی میں اپنے خود ہونے والے شہر کے متعلق سوچتی
 ہے، وہ میرے متعلق سوچ رہی تھی، میں نے اس کی سوچ میں کہا، میرے
 جیسی کی نصیب ہیں، شادی ہوتے ہی سکون براد ہو گیا، دوسری ٹوڈو
 کو کھڑیوں کی سوچ جاتی ہے مجھے کانٹوں کا یہ جینکلا مانتے!'

وہ سر آدھ بھر کر سوچنے لگی، اگر عام مل جائے تو یہ کانٹوں کی جینکلا
 پھر ایک بار جینکلوں کا مسکن بن جائیگا۔ وہ درت کہتا تھا۔ آخر
 وقت تک مجھے سمجھنا پڑا کہ وہ میرا شوہر نہیں ہے، میں نے اس کی ایک
 نہانی، جذباتی بین اندھی سوچ رہی تھی خود ہی اپنا سب کچھ اُس کے ہاتھ
 کر دیا!

میں نے اُس کی سوچ میں کہا، 'ہوسکتا ہے کہ اب میں غلط سوچ
 رہی ہوں، وہی میرا عازم ہے؟'

انہیں، وہ کوئی اور ہے، مستقل مزاج اور قدسی آدمی ہے۔ تیرا
 کی بیستول کے سامنے بھی وہ شراب پیئے سے کہ تیرا بار، عازم ہوتا تو زور
 پینا شروع کر دیتا، میں اب اچھی طرح سمجھ گئی ہوں، یہ وہی زہر ہے جسے

زہر مانہ نامی کوئی دیکھی جا چکے ہیں اور وہ زہر مانہ عازم کو زہر دیکھی کر اپنے
 ساتھ لے گئی ہے، یہی مانہ اُس نے بھی اپنا سب کچھ عازم کے حوالے کر
 دیا ہو گا؟

میں نے کہا، 'پتہ نہیں، ہم کیسے پتہ میں پڑ گئی ہیں، اب تو سب م
 کیا ہو گا؟'

'جو کیا گیا، جسے میں نے اپنے جسم کا مالک بنا دیا ہے، اب وہی میرا
 رہے گا۔ میں عازم کے سامنے نہیں ہاؤں گی، مگر زہر مانہ، زہر مانہ میں کہا
 تلاش کرو؟'

میں نے چپکے سے اس کی سوچ میں کہا، 'گورھا!'
 اس کی سوچ کتنی تھی، وہ گورھے سے نکلنے کے بعد شراب سے بچانے محال
 کرنا چاہتی تھی اور شہر آ کر کی جوانی سے کھیلنے پر لگا ہوا تھا۔ وہ بار بار اسی
 گرفت سے نکل کر کھل کر رہی تھی۔ اس عیبگ و ڈنڈن شرا کے کھوتے کا
 اگلا چھوٹ گیا، اس طرح اس کی تیرہ زہر مانہ میں فریق آ گیا تھا، نہ
 اس سے دور نکلتی ہوئی تھی۔

وہ اندھا دھند تھا، جیسی جا رہی تھی، وہ جینکلا سے بچ کر بھول گیا
 تھا۔ چکر پھری کی طرح شہر کو گھما کر میری گورھے کے پاس پہنچا دیا۔
 اُس نے گورھے کے کنارے ٹھیک کر دیکھا، میں وہاں موجود نہیں تھا۔ وہ
 بچنے بچنے کچھ آوازیں دینے لگی، اس پر سب سچ آ رہی تھی وقت آ
 پڑا تھا، شوہر پھر لگی تو میں اُسے ملا۔ یہ ساتھ اس نے سہاگ کے
 مختصر سے لمحات گزارے تو میں بھی چپ کر گیا، وہ اچھی بدلتی پر افسوس
 پہانے لگی۔

رہنے سے کئی محل نہیں ہوتے، جب تک سامنے چلتی رہتی ہے۔
 جہاں رہتا ہے۔ جہاں ہونے والوں سے دوبارہ ملنے کی آس میں آگے
 بڑھنا پڑتا ہے۔ وہ میری تلاش میں آگے بڑھ گئی۔ رات ہو چکی تھی، قدم
 قدم پر خوف اور دہشت سے دل دھڑک رہا تھا، اگر چاند کی روشنی نہ
 ہوتی تو شاید جینکلا کی تاریکی میں دہشت سے مری باقی!

بہت دیر بعد جینکلا کے ساتھ میں اُس نے کسی کے کواٹ کی آواز
 سنی، کسی انسان کے کراہنے کی آوازیں کرت، حوصلہ ہوا، وہ آواز کی بہت
 بڑھتی گئی، تب اس نے ایک درخت کی آواز دے دو شرا کو دیکھا، وہ
 گھنٹوں کے بل بیٹھا اور کہا، 'میرا تیرا بار تھا!'

اُس جینکلا جینکلا کی تہائی میں دوست نہ تھی، دشمن کا ساتھ
 بھی بڑا سہارا ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ دشمن اپنے ناکو میں رہے۔ شہر مانہ کے
 قریب ہی ایک درخت کی ایک ٹوٹی ہوئی شاخ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس نے
 شرا کو اپنے ناکو میں رکھنے کے لئے درخت کی اس ٹوٹی ہوئی شاخ اٹھا لیا، پھر
 ملا کر بونی، تیرا بہت سے قوا بھجے پڑنے آؤ!

وہ شہر مانہ کی آواز میں کوئی نہ کیا، فنا ہی پلٹ کر گھگھانے لگا۔
 مجھے معاف کر دو، میری مدد کرو، میں بڑی مصیبت میں ہوں!

وہ آگے بڑھ کر بونی، کھڑے ہو گیا!
 میرے پاؤں میں کانٹا چبھا ہوا ہے، میں کھڑا نہیں ہو سکتا!
 تو پھر کانٹا نکال لو!

انہیں، میں نے ایک کتاب میں پڑھنے کے مطابق کھیل میں ایسے
 کھلے میں جو اگر چہ جا رہی تو اس وقت تک نہ نکالے جائیں، جب تک
 آپریشن اور دواؤں کا معقول انتظام نہ ہو!
 تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ وہی کانٹا ہے؟
 میں نے کہا، میں نے رنگین تصویر دیکھی ہے، اس کانٹے کا
 رنگ اور اس کی ساخت اگلا دیتی ہے، اس کے چبھنے کے بعد جو اثر
 ہوتا ہے، وہی میں محسوس کر رہا ہوں، میں جیسی نہیں ہوتی، ورنہ نہیں
 ہوتا، بستر کھلی ہوتی ہے۔ جی ہی جی ہی.....
 وہ روتے کے انداز میں ہنسنے لگا۔ سبنا نے پوچھا، تم زہر
 جو یا سب سے ہو؟
 پتہ نہیں، کھلی جو رہی ہے؟
 میں نے زہر مانہ کو کہا ہے، بیٹھ جاؤ، میں کانٹے کو دیکھوں گی!
 میں بیٹھ بیٹھ نہیں سکتا، بیٹھنے کی جگہ بھی ایک کانٹا چبھا
 ہوا ہے ہی جی ہی.....!

میری مدد کرو، لطیارت کی
 طرف چلو۔ وہاں دو این مل جائیگی، اسے میں اپنی ٹوٹن ٹھیک چھو
 گا کہ تم زہر مانہ کا گورس کیسے؟
 'کیا تمہیں لطیارت تک جانے کا راستہ معلوم ہے؟'
 'نہیں، یہاں کے راستوں کو سمجھنا ہی جی ہی سمجھنا مشکل ہے۔
 ہم سب سے ایک سمت چلنے کے کہیں نہ کہیں اپنے جی جانے؟'
 وہ ایک سمت چلنے لگے، لیکن اس طرح کھڑے نہ انسانوں کی
 طرف دو پاؤں سے چل رہی تھی اور کھڑے مادوں بہتوں اور گھنٹوں
 بل اس کے پیچھے جا رہا تھا، اس کے وجود میں صرف ایک دم کی
 کمی ہو گئی تھی!

سبنا نے پوچھا، یہ کانٹے کیسے چبھ گئے؟
 میرا ایک چھوٹا چھوٹا کانٹا۔ میں نے تمہارا پیچھا کرنے کے لئے
 مجھ نے انا کے چھینک دیے۔ آئی وہ میں تم نظروں سے اوجھل ہو گئی
 جی ہی جی..... میں نے اندھا دھند ڈر لگاتے وقت یہ نہیں دیکھا
 کہ کہاں سے گز رہا ہوں۔ جب پاؤں میں کانٹا چبھا تو میں چپے ناک
 بیٹھ گیا۔ میرے بڑے نصیب کہوں بیٹھا، وہاں جی کا نشانہ تھا۔ اس نے
 بیٹھنے کی جگہ..... جی ہی جی.....
 جبکہ کھلی ہوئی تو وہ چپا نے کی طرح چلتے چلتے کرے پیچھے
 کی جگہ کو دایں بائیں لہاکا تو اُس وقت وہ بڑا مصیبت زدگانہ تھا۔

”تہیں تمہارے گناہوں کی سزا مل رہی ہے!“
 وہ سرتاہ صبر کر بولا: ”میں شرمندہ ہوں، مگر مجھ کو...“
 ”معتذر رہو، اس لئے انسان کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔“
 اچھی سزا دہرتے تھے، شے سٹیلن جیسے رہتے؟
 دوسرے جگہ کے چوہے کی طرح سب چپ چاپ چلتا رہا، نہ جاملے وہ
 دو فون کتنی دیر تک چلے رہے۔ آہستہ آہستہ ہانکنا ہو کر اونٹن صلیٹ
 گیا، وہ انسانوں کی طرح جانوں شانے جوت نہیں لیٹ سکتا تھا، اب
 میں آگے نہیں جی ہی ہی بڑھ سکتا، جھگڑان کے لئے کچھ کر کسی کو
 تلاش کرو، نہیں تو میں سرخاؤں گا؟

پھر وہ خود ہی زرد زرد سے چینیچنے لگا: ”ہیلپ۔ ہیلپ۔...؟“
 شبانہ بھی جھوٹا اور ٹھکان سے نکالنا ہو کر وہیں بیٹھ گئی، صبر
 کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ رات وہیں گزری، دوسری صبح وہ سینڈ
 سے بیمار ہو کر، گئے گئے گئے، بس باوہ دوپہر تک نہ مل سکتا، مقصود کے
 قریب پہنچ گئے۔ انہیں مٹوڑی اور کھٹی ہوئی شاخوں، پتوں، اور
 سجالیوں کا ایک پہاڑ سا نظر آیا۔ پتے چھتے ہیں وہ پتے لگی کو دیاں قطار سے
 کوجھا بیٹھ گئے۔ اس طیارے کے اندر فرسٹ ایئر اول کھٹنے کا سامان
 مل سکتا تھا، شبانہ نے قریب سے جا کر دیکھا تو ان سجالیوں کے اندر
 جانے کا حوصلہ نہ ہوا، گھر وہاں سے شام کھانٹنے بھی تھے!

جب وراٹھیں وہاں سے بھی آگے بڑھنا پڑا۔ یہ درست ہے کہ وہ
 میں ہو جائے تو جنگل میں بھی روزی مل جاتی ہے۔ دو میل کافی حد ملط
 کرنے کے بعد انہیں دریا نظر آیا۔ اس محل پھیل وار درت تھے، انہوں
 نے جھیل توڑ رکھا، اگرچہ وہ لذیذ نہیں تھے، تاہم جھیل مٹ گئی
 دریا کے پانی نے پاس جمادی۔ چوہہ انھیں ہونے سے پہلے انسانوں
 کی تلاش میں نہیں پڑے، نتیجہ کی بات تھی کہ دوست تو دور رہے، لیکن
 بھی نظر نہیں آتے تھے۔ پھر ایک بار بات مسالط ہونے لگی، وہ ایک
 بگڑے کے ساتھ میں صبر کرے۔

بے نشانہ کی: ”جنا بھی تمہاری تھی کہ وہی بگڑے کا درخت تھا
 جس کے ساتھ میں ہمارا اردو دلن جی بسی دت بھی مجرم اس دلن کی
 تہ سے باہر آ کر نہیں دیکھ سکتے تھے اور اپنے خنیہ آگے کو خنیہ رکھنے
 لئے انہیں ہلاک کر سکتے تھے، میں نے فوراً ہی بستر سے اٹھ کر دروازے کو
 کھولا۔ تے تو کو کھل گیا، جیسے تے ہوگروانی جگر کی تفصیل بتائی اور
 اسے حکم دیا کہ اپنے چند تہیوں کے ساتھ وہاں جا کر میرے دوست چینی
 کو عزت سے پہچانے آئے۔
 تے تو کے جانے کے بعد میں دروازے کو بند کر کے دوبارہ بستر پر
 آکر لیٹ گیا۔ ابیری سوچ ہی جن رومانہ کے دامنگ بن گئی تھی، میں
 رومانہ کے متعلق سوچتا ہے مجھے بھی بتایا تھا کہ وہ کھوے
 مقابلہ کرتے وقت انھے کوڑیوں میں گر گئی تھی جیسے پہلے ہی سے تہ

تھا کہ سونیا نے غلط بیانی سے گامایا ہے اور اسی نے رومانہ کو
 ہلاک کر دیا ہے لیکن سونیا اسی حماقت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ جانتی
 تھی کسی نہ کسی میں دوبارہ شہین چینی کا عمل کر دینا تو اسے
 رومانہ کی تاثر کی حیثیت سے پہچان لینا گا۔

بہر حال تصدق یوں ہے کہ سونیا اور رومانہ نے جب شکر کی پٹیلی کر رہی
 تھیں اس دوران شکر کا پتول سونیا کے ہاتھ آ گیا تھا اس نے پہلی نوبت
 میں شکر کو گولی ماری۔ پھر اس نے رومانہ کو رولور کی زد میں رکھ
 کھا۔ میں دشمنوں کو گامزوں کی طرح کاٹ کر پھینکتی تھی ہوں۔ میں نے کسی
 پر رحم کرنا نہیں کھلے، تہیں صرف اس لئے ذرا سی چھوڑ دئیوں گی کہ
 تم فرماؤ گے لئے بھگتی ہوئی پہاں تک آئی ہو۔ میں تہیں پہاٹی کہ فرماؤ
 مجھے تمہاری تاثر کی حیثیت سے پہچانے۔ لہذا ایک منٹ کی ہلاکت تھی بولا
 یہاں سے جاگ جاؤ۔

رومانہ نے کہا میں موت سے نہیں ڈرتی کیوں ہے موت میرا
 پسند نہیں کی تھی، آپس میں سیلیاں ہیں نہیں سکتیں۔“
 سونیا نے بڑی رفتاری سے کہا: تمہاری زندگی کا آخری ایک
 منٹ تیری سے گزر رہا ہے۔
 وہ لائے قدموں پیچھے جاتی ہوئی بولی تھی میں جا رہی ہوں اور
 جانتے جاتے پھر ایک بار دوستی کی پیشکش کر رہی ہوں میں نہیں پہاٹی کہ
 ہم آئندہ زندگی کسی موڑ پر بدترین دشمن کی طرح ملیں۔“

”وہ تو ہم ضرور ملیں گے اور وہ تمہاری زندگی کا آخری موڑ ہو گا“
 یہ کہتے ہوئے اس نے ٹٹائی سے گولی چلائی رومانہ نے
 جھنساٹک ایک ایک کرتے کہا: ”ہپ۔ ہپ۔ ہپ۔ اسے آواز کے
 ساتھ گھڑے کے ایک تون کے پچھلے گچے پھر وہاں سے چھوٹ گیا، گاروٹی
 ہوئی دیواروں کے پچھلے ہو گئی پہلے اس نے سوچا کہ گھڑے میں
 ادھر ادھر سے چھپ کر کسی طرح سونیا کے قریب پہنچے اور اس کے ہاتھ
 سے رولور گرا۔ پھر اسے کچھ دیر پہلے کی جنگ یاد آئی۔ سونیا نے
 آنکھوں پر چٹی بازو کر اس کے جوابی ملوں کو دکھاتا۔ رومانہ یہ نہیں
 جانتی تھی کہ سونیا اس کی بو پالتی سے مراد وہی گچی کو بھرت ہے آنکھوں
 پر چٹی بازو کر دشمن کی آمد کی سمت پہچان لیتی ہے وہ سب کچھ آنکھوں
 سے دیکھتی ہوئی کہ سونیا کو قریب آنے کا موقع ملے گی۔

رومانہ بھی ہلاکی مند تھی۔ کبھی اور مانا نہیں جانتی تھی لیکن
 مجھے پالیٹیک اس میں اور سونیا سے انتقام لینے کی مند۔ اس نے ملان
 چھوڑ دیا۔ وہ گھڑے سے نکل کر روٹی ہوئی اسی عمارت کی طرف گئی۔
 جہاں کس وقت تھے قید کر کے رکھا تھا لیکن اس کے پیچھے سے پہلے ہی
 وہاں سے فرار ہو گیا۔ سونیا اس سے بچ کر سونیا کا بیان سن کر صبر
 سے چھوڑتا کہ رومانہ نے سونیا میں گر لیا ہے۔
 اور وہ ہے چاری اس عمارت کی جانب پرستی ہوئی سوچ رہی

تھی کہ ان کی زمانوں کو پڑھنے والی رسی ذوقی خاموش کیوں ہے؟
 اسے گرفت میں لینے کے لئے دوامنی جھکے کیوں نہیں پہنچا رہی ہے؟
 رومانہ نہیں جانتی تھی کہ جس عمارت میں وہ پناہ لینے جا رہی ہے وہی
 رسی ذوقی کی رہائش گاہ ہے۔ گیٹ پر دربان نے اسے روک لیا، راسی
 میں کھڑے ہوئے ایک شخص نے اسے اندر لانا واجب دہرا سے میں پہنچی
 تو اس شخص نے پوچھا: ”کیا تم سونیا ہو؟“
 اچانک وہ ماڑ کو نظر سے اسے احساس ہوا وہ بولی: ”نہیں میرا نام
 سائل ہے میں اس جزیرے میں انفرج کئے آئی ہوں۔“
 اس شخص نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: ”ابھی
 تمہارے بچے اور صبر کا پتہ ملے گا، چار دیواری دمانہ میں چھپی ہوئی
 باتیں پڑھ لیتی ہیں۔“

اب رومانہ بھی طرح بھگتی تھی کہ وہ دشمنوں میں آ چکی ہے
 اس نے وہاں سے فرار ہونے کا فیصلہ کیا۔ ٹھیک سی وقت ایک سچ
 باڑی گاڑ دیا، آج اس نے اس شخص سے کہا: ”زہر ماب غیب
 ہو گیا وہ قیدی دیواری بڑی طرح زخمی کر کے فرار ہو گیا ہے۔“

یہ سنتے ہی رومانہ نے فرار ہونے کا فیصلہ بدل دیا، اسے اللہ انان
 ہو گیا کہ کس ذوقی اسی اس کی سوچ پڑے کولے پہچان نہیں کی گی۔
 فی الحال دل لڑائی جھگڑا مناسب نہیں ہے یوں بھی باڑی گاڑ ایک
 ہاتھ میں رولور پکھٹے کھڑا تھا۔ وہ دو دنوں رومانہ کو عمارت کے اندر لے
 گئے، ایک کمرے میں کس ذوقی فرس پڑے ہوئی بڑی خون میں لت پت
 نظر آئی۔ زہر ماب چھپ کر کہا: ”وہ فوراً رولور کو گاڑ۔ خون تیزی سے بہ
 رہا ہے۔ اسے یہ تو رہا جانی گئے۔“

اس نے ایک کپڑے کو کس ذوقی کے سر کے پچھلے حصے میں رکھ کر
 دبا دیا، تاکہ خون چھینے کی رفتار کم ہو جائے، پھر کس نے باڑی گاڑ کو کم
 دیا کہ فوراً ہی فرار کا تعاقب کیل جائے۔ وہ قیدی بوٹی کی طرف گیا ہو گا۔
 رومانہ نے کہا: ”زہر ماب! میسکر پاپا میرے لئے پریشان ہوں گے
 خدا کے لئے مجھے جانے دیجئے۔“

اس نے باڑی گاڑ سے کہا: ”اس کا شاشتی گاڑو یا پاسیٹ
 دفتر چیک کر دو اگر یہ سونیا یا رومانہ نہ ہوئی تو اسے چھوڑ دو۔ ورنہ اسے
 گولی مار دو۔“

رومانہ نے کہا: ”میں پاسیٹ ساتھ لے کر نہیں گھومتی۔ وہ تو
 میسکر ہونے میں ہے۔“
 ”ہلے آئی ہوئی میں جا کر چیک کر دوں گے۔“
 بہر حال رومانہ کو اس عمارت سے نکلنے کا موقع مل گیا وہ چار دیواری
 کے ساتھ ایک کابینہ بچ کر فری بوٹی کی طرف گئی وہ فرار ہو گیا، پالینا جاتی
 تھی مگر اس وقت دل ہی دل میں وہ دعا مانگے ہی تھی کہ وہ قیدی فریٹیشن
 پر نہ ملے۔ اور نہ دوبارہ کس ذوقی کے جال میں پھنسے۔ سونیا کی سوچ

زیادہ دیر نہیں ہوتی ہے وہ گولڈن یارن تک اسے پالے گی گلابا برج کے پاس سے گزرتے وقت وہ اپنے پیش میں مبتلا ہو گئی۔ گلابا کیل کے ایک کنارے آپریشن کا علاقہ تھا۔ دماغ نے سبھا یا کو فرار ہونے والا سبب پہنچے والے ساحل کی طرف جانے کا اور گولڈن یارن کا ساحل تو میلوں دُور ہے اور اسے ہی جہاز جلد موٹر بوٹ چھوڑ دینا چاہئے ہو سکتا ہے، کہ سڑک میں ڈھبے والوں کو کوئی امدادی شستی بچائے۔ پھر وہاں کی پریس موٹر بوٹ کے نام اور قبر سے اسے پچھلائی۔

تقدیر میں ابھی فریاد سے دوسری لمحہ بھی تھی اگر وہ گولڈن یارن کی طرف جاتی تو فرار اور نیا نامک پہنچ جاتی لیکن وہ آپریشن پہنچنے ہی توڑ پھوٹ کر چھوڑتے وقت پچھلی سیٹ کے نیچے لیٹا اور پڑا ہوا نظر آیا اس نے اسے شاک کر لپٹنے لباس میں چھپا لیا اور اس سے وہ ایک ٹیسی می میڈیکر ہوئی پہنچی اپنا سفری بیگ لے کر ہوٹل کا بلیو اڈا کیا پھر اپنے محبوب کی تلاش میں نکل پڑی۔

رشتہ کی تاریخی سبیل بھی تھی۔ وہ نٹ پاتہ پر پیدل چل رہی تھی ایک شخص نے اس کے قریب کارڈ کی سیٹھاں جا ڈالی۔ میں پہنچا دوں۔“

وہ بلا جھجک اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ میں اپنے ایک فریڈ کو تلاش کر رہی ہوں کیا تم میری خاطر شہر کی سڑکوں پر گھومنا پسند کرو گے۔“

وہ خوش ہو کر کارٹا رٹ کرتے ہوئے بولا۔ چلو اسی پہلنے ایک سین سامٹی کا ساتھ لے جاؤ۔“

کار آگے بڑھ گئی۔ یہ وہ وقت تھا جب فرار اور سوئیا کمال پاتا کی تلاش کا وہ یارن رات کا گھانا کھلنے کے لیے اٹھی میں خواب آؤ کا کافی پنی ہے سوتے دوسری طرف شوشان، عازم کے ساتھ اپنی کارڈ آؤ کرتی ہوئی استنبول میں داخل ہوئی تھی۔ تقریباً پینتالیس منٹ کے بعد زمانے نے عموماً کیا کار کا چلنے والا شہر کی سڑکوں پر نکل رہے اس کی آؤ سے ہی ظاہر ہو چکا تھا کہ اس کی نیت خراب ہے۔ دو سکر لفظوں میں ہی کی تقدیر خراب ہے۔

زمانے نے کہا۔ مہشخ کرنے کے لئے اور کتنی دور لے جاؤ گے کیا یہ جگہ کافی نہیں ہے؟“

وہ فوراً ہی کارٹک کر لیا۔ تم بہت ہی سمجھ دار لڑکی ہو گی اس نے اٹھتے ہی گھڑا ہوا پیچھے ہٹ گئی دروازہ کھول کر کھڑی ہو گئی۔ وہ پھر اٹھ کر بولا۔ کیوں تو پارٹی ہو۔

زمانے نے اسے سوسے اپنا اتارنے سے پیش کیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ مصنف نازک کی طرح وہ بھی نازک ہوئی۔ ایک جھٹیلے میں خوشی میں ہلکے کی۔ لیکن اپنا نامک ہی اس کے ہاتھ کو جھٹکا سا لگا۔ دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز کے ساتھ اس کے منہ سے پیچھے نکل گئی۔ شکار کیلئے

والا اٹھ دہانے سے کھین گیا تھا۔

زمانے نے دوبارہ دہانے کو کھول دیا۔ پھر دہانے کو پٹی کاٹنے دوسری طرف گھومتی ہوئی اسٹیئرنگ سیٹ کے دہانے تک آئی اسے کھول کر بولی۔ سوسا؛ اسمبول سے دروازہ بند ہو گیا تھا اور سڑک میں سہارا دی ہوئی۔

وہ گایاں دیتے ہوئے اٹھنے لگا۔ زمانے نے اس کے دوسرے ہاتھ کو تھام لیا پھر ایک جھٹیلے سے کھینچ کر دہانے کو زور سے بند کر دیا اس کی ٹھک ٹھکات چیزوں سے کار کی حرکت دھما گونے کی گہ دروازہ کھول کر بولی۔ انروس! مجھے دہانے میں لاتے وقت تم نے تو سوچا ہی ہو گا کہ یہاں نہیں سننے والا کوئی نہیں ہوتا۔“

پھر وہ ایک آلات مار کر بولی۔ چلو! اس سیٹ پر بیٹھ جاؤ یہ اس کے دونوں ہاتھ کلائی سے جھول رہے تھے وہاں سے لہو برس رہا تھا، انگلیوں کی بٹیاں بھی ٹوٹی ہوئی تھیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپتا ہوا کھٹکا ہوا پاس والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دروازہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کرتی ہوئی لولی نے دنیا کی مہرورٹ شیشے کی گولیاں نہیں ہوتی۔ میں صرف ایک ہی فرار کو مانتی ہوں اور اسی کی تلاش میں بیٹھ ہی ہوں۔ اب تم مجھ سے ساتھ بیٹھتے رہو گے پریس میں ہر پارٹ سرج کرنے کے لئے میں تمہیں آزاد نہیں چھوڑوں گی۔“

اس نے لباس کا بندے سے ریو اور نکال کر اپنی گولیاں رکھ لیا پھر بولی۔ تم رستے میں بیٹھنا چاہو گے تو اس کی ایک گولی تمہیں فائوش کر دے گی۔

اس نے کارٹا رٹ کر دی اسے بوٹرن نے کمر ہا استنبول کی طرف جانے لگی۔ وہ بے جا و ہاتھ نہ کیا بڑھاتا، دونوں ہی ہاتھ بے کار ہو چکے تھے۔ وہ تکلیف کی زیادتی سے گراہ رہا تھا۔ زمانے نے جھٹیلے پالنے سے منع کر دیا تھا اس سے زیادہ غم اور کیا ہو سکتا ہے کہ فرار کی ہو۔ اجازت نہیں تھی۔

وہ بولی۔ اب تم تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے سوچو کہ تمہارا ہاتھ ہوتے تو میں ایک کمزور عورت کی طرح چمکتی ہوئی تم سب اپنے بازوؤں پر گھنڈا کرتے ہو۔ اگر یہ بازو توڑنے سے جاؤں تو تم سب بڑے آرام سے شہزاد کی زندگی گزارو گے۔“

غصے کے لئے بھر پور ترس لگا ڈبے فوری لٹی امداد کی۔۔۔ عذرت ہے۔“

اگر تم ایک عورت کی آبرو کو زخمی کر دیتے تو اسے کون جیتی امداد پہنچاتا۔“

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ ٹریفک کے جرم میں گاڑی دکن پڑی وہ ایک تنگ سارا ساتھ مخالفت سے جھٹلنے والی گاڑیوں قریب سے گزری تھیں۔ دوسری گاڑیوں کی بیلڈ ٹیکس کی اتنی روشنی تھی کہ زمانے

کو ایک کھلی چھٹی سیٹ پر فرار د نظر آ گیا جو دراصل عازم تھا اس کے پاس دو آری بیٹھے ہوئے تھے۔ زمانے نے آواز دی مگر وہ گاڑی اسے تیزی سے اس کرتی ہوئی نکل گئی۔

اس نے یہ اپنی گاڑی کو پچھے کیا، پھر اسے موٹری ہوئی آگے جانے والی کار کے پیچھے لگ گئی۔ کار کی رفتار تیز تھی لیکن زمانے بہت دور جا کر اسے اور ٹیک کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ اور ٹیک کرتے وقت اسٹیل وہ بھی کھٹکھٹیلے سیٹ پر برسی نظر ڈالتے ہوئے دیکھا ایک شخص نے عازم کی پہلی سے پیلو اور گاڑی کا تھا اس نے اپنی گاڑی بہت آگے لے جا کر ٹیک پر توجہ کی گڑی کر دی۔

پچھے آئے الٹی کار کو رکنا پڑا۔ زمانے نے پھرتی دکھائی کار سے نکل کر اس کی آڑ میں جا کر لٹکاتی ہوئی بولی۔ فرار کو میرے حوالے کر دو۔۔۔۔۔

پچھلی کار سے دو آری ریو لڑنے باہر آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ فرار نہیں عازم ہے۔ اسی وقت عازم نے پیچ کر کہا۔ یہ جو بوتلوں ہے میں، میں فرار ہوں، فرار۔۔۔۔۔

”جو اس مت کر دو۔“ ایک نے ڈانٹ کر کہا۔ دیکھو لڑکی یہاں قریب ہی ایک پولیس چوکی ہے نازنگ کے نتیجے میں تم پکڑے جاؤ گے۔ تم اسے چھٹی طرح دیکھ لو اگر یہ ہتھیار آؤ دے تو ہم اسے تھامنے حوالے کر دیں گے۔“

عازم کو کاسے باہر نکالا گیا۔ وہ تو سر سے پاؤں تک فرار ہوئی نظر آ رہا تھا۔ زمانے نے کہا۔ یہ میری آؤ ہے۔ میں بہت عرصے سے اس کی تلاش میں بیٹھ ہی ہوں۔ تم نے اسے کیوں پکڑ لیا ہے؟“

جواب ملا۔ یہ ایک ارب پتی کی بیٹی کو ہیکر اسٹینبول لے آیا ہے یہیں اس کا طیارہ تباہ کیا تھا کسی کے مطابق تم نے اسے پکڑ لیا۔“

زمانے نے کہا۔ صرف کسی کا طیارہ زمین پر رکھ کر تم نے ایک شریف آدمی کو حرات میں رکھا ہے اسے سزا دے کر وہ دم ہانگا تنگ سے آئے ہیں۔ ایس چلے جائیں گے۔“

وہ لوگ تہذیب میں پڑ گئے یہی بات جو میں آ رہی تھی۔ کہ انہوں نے فرار کو عازم سمجھ کر پکڑ رکھا ہے وہ سب آپس میں خوشے کرنے لگے پھر ایک نے کہا۔ تم ایک شرط پر اسے پکڑتے ہو۔ تم ابھی اسے لے کر اس ملک سے چلی جاؤ۔ اگر یہ عازم بھی ہوا تو ہمیں اطمینان ہے گا کہ پالے پاس کی بیٹی کو بچانے والا یہاں سے دور جا چکا ہے۔“

”میں آج ہی نہیں جا سکتی کیونکہ فرار کا پاس پھر اور فرار نامک ہو چکا ہے۔“

دوسرے نے کہا۔ نکر نہ کرو۔ یہاں سے دو گھنٹے بعد ایک بھری جہاز جا پانے والا ہے۔ جا لے گا مگر تمہارے سامنے کو کسی امکان کے

لے جائیں گے۔ لیو نظریے۔“

منگول ہے۔ لیکن یہاں اس کار میں میرا ایک منگول ہے جس کے دونوں ہاتھ میں بے جا کر بیٹھے ہیں۔ کیا جہاز کی ڈائلیکٹی کم ٹونگ لے حرات میں رکھو گے؟“

ایک شخص نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں کے ایا بچ کو دیکھا۔ پھر کہا۔ نکر نہ کرو اس کا میں بڑا بہت ہو جائے گا۔“

پھر دونوں طرف سے معاملات طے ہوئے زمانے نے کہا کہ فرار اس کے ساتھ کار میں بیٹھے گا انہوں نے بھی دیکھا کہ اگر وہ فرار کے ساتھ فرار ہونا چاہے گی تو اس طرح قانونی گرفت میں لے آئیں گے کہ فرار بدترین پاپو بوٹ کے سبب میں آیا ہے اور زمانے نے اس ملک کے ایک شہری کو دونوں ہاتھوں سے ایا بچ بنا دیا ہے۔

زمانے نے نہیں بڑھانا چاہتی تھی اسے فرار مل گیا تھا۔ وہ اسے سونپا سے دور لے جانا چاہتی تھی اس لئے معاملات طے ہو گئے وہ سب دوستانہ نامی بندہ ایک پیچھے۔ عازم کار کو اٹارنے والے دشمن زمانے کا پاپو بوٹ اور بڑے کر گئے آگے گھنٹہ بعد اس کا اڑنا ہونے لگا تھا کہ زمانے نے کہا۔ لیکن یہ شخص ہو چکا ہے عازم کو جہاز کے ایک خصوصی کی حیثیت سے ملازم رکھ دیا گیا ہے۔ وزارت کے طبی معاملات بھی دیکھ رہے ہیں۔

اگر قانونی طور پر یہ سب کچھ ہوتا تو جتنے اور جیسے گزرتے۔ خبر قانونی کام سنوں میں ہو جاتا ہے اس کے لئے زمانے کو سب ہزار ڈالار ادا کرنے پڑے۔ جو اس کے لئے میں پیسے کے برابر ہے۔ ایک گھنٹہ بعد وہ جہاز میں اڑا ہو گئے۔ زمانے عازم کے ساتھ ریگ کے پاس خیزی دور ہوتے ہوئے ساحل کو دیکھنے لگی تھی اور سورج بھی آسمان پر اڑ رہا تھا۔ بولا ہوئے اس نے کار میں سفر کرنے کے دوران اسے گھنٹوں کی سنی مگر وہ ہر بات کے برابر ہیں ہوں ہاں ہیکر ہر خاموش ہو جاتا تھا۔

وہ بڑے دکھ سے اسے دیکھتی ہوئی بولی۔ فرار! پتیا کی زندگی میں میں نے ایک غلطی کی۔ تم برا ہمتا رہیں کیا اس ایک غلطی کے باعث تم اب تک ناراض ہو۔ تم نے نہیں دیکھے کہ میں کس قدر چھپتا ہی ہوا تھا تلاش میں کہاں کہاں پہنچتی رہی کیا تم مجھے سمجھتے ہو گے؟“

عازم نے کہا۔ س: میں فرار نہیں ہوں وہ لوگ دست کبہ لے جتے تھے یہ لڑا عازم ہے۔“

کیا مجھ سے ڈرنے کا یہ نیا ہماز اٹھ گیا ہے؟“

”میں بس کبہ ہوں۔ میں نے کار میں چھپر کر تم سے پیچ کر بنا چاہا مگر وہ ایا بچ موجود تھا اسے دشمنوں کو میری حقیقت بتا دیتا۔ اس لئے شہری باتوں کا گول ہول سا جواب دیتا رہا۔ میں اس موقع کی تاک میں بھی تھا کہ مجھے فرار ہونے کا موقع مل جائے۔ مگر مجھے ناکار کرنے والے لیے مدد مختا طے میں ہی طرح پیسے گیا ہوں میری بیوی شہنا ز ادر

مجھے تلاش کر رہی ہوگی ؟

مشق نہ نہیں سہنا سکوں۔ تم سونے سے استنبول آئے تھے ؟
تم سہ سونیا کی بات کر رہی ہو۔ میں تمہیں کیسے لفظیں دلاؤں گی کہیں
فرزاد نہیں ہوں۔ مجھے خور سے بھرا گڑھ فرزاد میرا شکل ہو گا تب بھلا
دوستان تو ملا بہت ضرور فرق ہو گا۔ ذرا بھر بیچانے والی نظر سے بھرو
زمانہ ذرا بیچھے ہٹ کر لے کر سے پاؤں تک لہجے کی جہاز میں
کافی رکشائی تھی۔ رات میں دن کا سماں تھا اس نے بار بار عازم کے پاس سے
کو گہری نظروں سے دیکھا۔ وہ ہر پہلو سے فرزاد ہی تھا۔ اگر کہیں لگا سا فرق ہی
ہو تو وہ لہجہ نہیں سکتی تھی کیونکہ ایک اولیٰ عرصہ کے بعد فرزاد کی کاربن
کاپی کو دیکھ کر ہی تھی۔

وہ اداسی سے سر ہلا کر بولی، ہمیں مجھے ایسے صورت سے نہ بھلاؤ
میں بروکٹی جو یہی لفظیں نہ کرے۔ سزا میں نہیں مجبور نہیں کروں گی
کہ تم سونیا اور سے ہوں کہ چھوڑ دو اور مجھے اپنا دل نہیں تم مجھے نہ اپناؤ جب
تک مجھ سے نفرت کر سکتے ہو۔ کہتے ہو۔ بس ایک انتہا کرتی ہوں۔
کو اپنے ساتھ لینے دو کیونکہ میں نے تمہارے لئے دنیا والوں کا ساتھ چھوڑ
دیا ہے۔ اب میں اکیلی کہاں جاؤں گی ؟

وہ حالات سے شکست کھا کر آٹھ بھانے والی لڑکی نہیں تھی بلکہ
میں کے لئے اس نے ان کے گلاب کا صندھا چھوڑ دیا تھا اپنے بھری ہوا جگر
فرزاد کو دیا تھا۔ خطرناک لڑکی سارا کے ساتھ بھرتے کرتے والی
زمانہ بن کر اس کی تلاش میں استنبول آئی تھی وہی ہے سرتوت بن گیا تھا
اسے اپنی زمانہ کہتا تو دور کی بات ہے۔ خود کو مجھ سے فریاد کرنے سے
انکار کر رہا تھا اور یہ سب صحنہ عینا چھوڑنے والی بات تھی اس کی بے وفائی
سے زمانہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

وہ آٹھ بھرتے ہوئی اپنے کیمپ میں آگئی۔ اس کا اندر کی لڑکی
سارا بول ہی تھی : ایک شکر ہے ہمارے تھے کمزور نہ پایا ہے ورنہ تو
دہی لڑکی ہے جو بھی ڈانہیں جانتی تھی دانش مندی کی ہے کہ اسے
دل سے نچ کر پھینک دے ؟

کسی کو دل سے نکال دینا آسان نہیں ہوتا۔ وہ ہاتھ دم میں
آگرا آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھنے لگی سوچنے لگی : میں اس کا پیار نہیں بھول
سکتی لیکن اس کی بے رحمی کے جواب میں بے رحمی ظاہر کر سکتی ہوں۔ میں
انتہی گئی کہ زنی تو نہیں ہوں کہ اس کی خوشامدی کرتی رہوں ؟

دوڑنے پر دستک ملتی رہی اس نے ہاتھ دھکے لگا کر دروازہ
کھولا۔ سامنے عازم کھڑا ہوا تھا اسے وہ بے بسی ہرے کی بات سوجھتی تھی
مگھو لے دیکھتے ہی دم ہر گئی۔ دل نے کہا وہ اپنی سسٹل کی کی مافی مانگنے
آیا ہے۔ عازم نے کیمپ میں داخل ہو کر کہا : مجھ سے تمہارے آنسو نہیں
چیکے جاتے۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں ؟

بہی کو دکھ اور فریب دو۔

یقین کو۔ میں فریبی نہیں ہوں ؟

تو میرے کس وقت تم نے خود کو فرزاد دیکھنے تسلیم کر لیا جب نہیں
تھیں پڑ کر لے مایہ تھے ؟

سو سو ! میں وقت اور موقع دیکھ کر گم ہونے والا آری
ہوں اس وقت تم نے دشمنوں سے فرزاد کا حالہ کیا تو اپنی جان
بچانے کے لئے فرزاد بن گیا۔ اگر تم ان کے ہٹے کا مطالعہ کریں تو میں وہ
بھی بن جاتا۔ آذیم اللہیان سے بیچ کر اپنی جان دستاں سائیں۔ اس
طرح ہم ایک دوسرے کو صحیح معنوں میں سمجھیں گے۔

میں نے تمہیں خوب سمجھا ہے تم نے کوئی نئی کہانی گھڑ لی
ہے تو سنا دو۔

میں کیا سناؤں۔ آج ہی میں نے شاز سے شادی کی بس کا
ارہ تھی باپ میرا مخالف تھا اس لئے ہم بھی من مانے استنبول گئے
مگر میرے فیصلہ میں میری دلہن نہیں تھی ان دنوں میں نے مجھے بھڑ
لایا اگر تم نہ جانتی تو وہ لوگ مجھے کسی ڈیرے میں لے جا کر مار ڈالتے
میں تمہارا احسان مند ہوں ؟

بس ختم ہو گئی کہانی۔ ؟

یہ کہانی نہیں حقیقت ہے۔ شاز استنبول میں میرے لئے
بیکے ہی رہی ؟

اگر یہ سچ ہے تو تم کیسے رو پرانی تو کیا تاحیث کو چھیننے کے
لئے چھوڑ کر یہاں آگئے ہو ؟

میں تمہارے نہیں لڑ سکتا اگر شاز کے مشق میں دلواؤ بن
کو بھاگنے کی کوشش کرنا تو وہ لوگ مجھے گولی مار دیتے۔ شاز مجھ کو نہ
ملتی۔ میں شاز کو نہ مانا خواہ غمناہ رہا۔ اب زندہ ہوں تو اس کے
پاس واپس جانے کی تدبیر کروں گا۔

تو میرے کس پاس واپس جاؤ۔ یہاں کیوں کھڑے ہو ؟
یقیناً تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا کہ میں عازم ہوں ؟
دیکھو فرزاد ! تم ایک بار کہو کہ مجھ سے نفرت ہے میں دعو
کرتی ہوں کہ اس کے بعد میرے نہیں اپنی صورت نہیں دکھاؤں گی۔

تم اتنی حسین ہو کر فرزاد تو کیا میں بھی چھوٹا ٹوٹا نفرت
نہیں کر سکتا چلاؤ اس کے میں کہ ہمدست بن جاتے ہیں میں کوشش
کروں گا کہ تمہارا فرزند بن سکوں۔

مجھے ہڑی والی دوستی نہیں چاہئے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔
وہ سر جھکا کر چلنے لگا۔ پھر دوڑنے پر گم گیا اس نے فوڈ
بھی ایک فیصلہ کیا اس کے بعد جہتہ لگاتے ہوئے ہٹ گیا اپنے دفنان
بازو پھلا کر آگے بڑھتے ہوئے بولا : میری جان زمانہ : میں اتنی دیر
سے مذاق کر رہا تھا۔ سچی میں تمہارا فرزند ہوں ؟

جیران ہرٹی پھر میرا عرصے بازوؤں نے لے سمجھایا کہ فرزاد واقعی
مذاق کر رہا تھا۔ وہ ایک بیٹھے سے الگ ہو کر بولی : یہ سچی کوئی مذاق
ہے۔ جاؤ تم سے نہیں لوں گی ؟

وہ فرط جوت سے لڑنے لگی۔ عازم نے اس کے گنہ گار بچتے ہوئے
پھر بازوؤں میں لے لیا۔ وہ آخوش میں پھیل گئی۔

اجانک دڑنے پر دستک ہونے لگی۔

وہ ہڑ بڑا کر لگ بھگتے دوڑن کو وہ دستک لڑ کر رہی تھی۔
بجور عازم نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ باہر کھینچا ڈکھرا ہوا
تھا اس نے پوچھا : کیا آپ ہی فرزاد ہیں ؟

بھی ہاں۔ فرطی ہے ؟

وہ استہجی سے بولا : آئے، آپ کی ایک ایک تصویر اتارنا
جانے گی۔ تاکہ جی باپوٹ مکمل ہو سکے ؟

زمانہ نے کہا : جاؤ فرزاد : یہ کام چھپے مکمل ہو جانا چاہئے میں تم
سے ڈانٹک مال میں ملوں گی۔

وہ ہلایا۔ زمانہ کو جیسے سبھی ہجاز میں جنت مل گئی تھی۔
وہ ظاہر فرزاد دمان گیا تھا۔ وہ خوشی سے جھومتی ہوئی، گنگنائی ہوئی

درازہ بند کر کے ہاتھ دیم میں لگی۔ وہاں سے منہ ہاتھ جو کر لیا اس بدلنے
کے لئے بیگ کھولا تو اس میں ایک پتوں اور بیان تھی۔ فرزاد اسے پتوں

کے لباس میں دیکھنا پسند کرنا تھا لیکن اس نے شرارتا پتوں پہن لی۔ یہ
دیکھنے کے لئے کہنے کے بعد فرزاد اس لباس پر اس میں کیسے گا یا نہیں ؟

جمناسک کی انکھوں سے تراشا ہوا بدن، اس پر چھت پتوں
اور بیان اسے تھیں کہ غنیمت کا شبانی حسن اظہار یا تھا۔ وہ کہیں سے باہر

آئی تو فرزاد مردوں کی نگاہیں اس سے چپک کر رہ گئیں۔ عورتیں اسے
رشک آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ ڈانٹک مال میں بڑی چہل چل

تھی۔ ایک جانب بارے کا میٹر پر لوگ شراب پی رہے تھے۔ عورتیں بند
مدوں کے ساتھ ڈانس فلور پر رقص کر رہی تھیں۔ زمانہ کو دیکھتے ہی کتنی

بھی شرابی نظریں شباب کے نشہ میں بہک گئیں۔ ایک قد آور شخص
ہاتھ میں جامے کے اس کی جانب بڑھا۔ وہ ایک میز کے پاس بیٹھ گئی تھی

اس شخص نے میز پر جام لکھتے ہوئے پوچھا : باہن من ! ساتھ
دو گی ؟

زمانہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ چہرے سے ہر خرونگ
گم ہوا تھا۔ لال لال، آنکھیں، پیلے ہوئے بیٹھے، ناک کے تھتھ لٹے

بڑے تھے جیسے آڑھے کی طرح سانس لینے کر زمانہ کو ناک کے نیچے
نعل لے گا اس کے ہاتھ پاؤں پتھر کی طرح سخت نظر آ رہے تھے۔

وہ بولی : فوسری، میں اپنے بولنے فریڈ کا انتخاب کر
رہی ہوں۔

یہ سچے ہوتے ہوئے کون مالا فریڈ بنے گا۔

عازم کی آواز سنائی دی : سچی میں ہوں۔ خواہ غمناہ لائی کر لیا
ہے ہے ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔

دو مشرابی کے ملنے آگیا لیکن پھر لے لٹے قدموں واپس
ہانا ہڑا ہڑا کر خود شرابی کا ایک الٹا تھا اس کے منہ پر پڑا تھا۔ زمانہ

جیران سے عازم کو دیکھنے لگی۔ لے یاد تھا کہ فرزاد حیرت انگیز لڑ پھر
پھر تیرا ہے دشمن کا ہاتھ چلنے سے پیلے ہی لہنے بچاؤ کی تدبیر کر

لیتا تھا پھر آج فرزاد کیسے مارا گیا ؟

عازم نے اپنے پیسے کو بھلائے ہوئے کہا : دیکھو شرابی !
میرا غصہ بہت خراب ہے۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دوں
گا۔

شرابی نے کہا : آؤ بیٹے ! میں دم کا بنا ہوں۔ مجھے توڑ دو
عازم نے اجانک اچھل کر فلائنگ تک ماری، شرابی میز پر

جھک گیا نتیجہ یہ ہوا کہ عازم اس کے اوپر سے گزرا ہوا نڈر فرش پر
جاگا۔ زمانہ کا دل دھکے لگا گیا۔ پہلی بار اس کے ماتھے میں یہ سوال پیدا

ہوا : کیا ہے۔۔۔ یہ فریڈ ہے ؟

عازم اپنی کمر کو بھلائے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر نتیجہ کے
انداز میں اٹھی دکھاتے ہوئے بولا : دیکھو میری عادت ہے پہلے دیکھ

مارا کھاتا ہوں، پھر تیسری بار شرابی فرسٹ کر دیتا ہوں ؟
شرابی نے کہا : تیرے ماتھے کا بھی یاد دہاؤ ہے ہی کرتا ہے گا ؟

وہ آگے بڑھ کر گھومنے دکھاتے ہوئے بولا : ماراؤ گا مگر میرا
ملن سوکھا ہے۔ توڑی ہی دہی دو۔

شرابی نے اپنا جام بڑھا کر پیتے ہوئے کہا : تومی کیا یاد
کوے گا کہ ڈراؤن نے اپنا جھوٹا بچے پینے والا تھا ؟

زمانہ تو بین کلا محسوس سے تھلا ہی تھی۔ وہ بہت پیسے ہی
ڈراؤن سے ابھرتی تھی۔ مگر جسے فرزاد بھرتی تھی اسے تو ہی تھی عاتق

اس سے شراب کا جام لیتے کہ لیسر جو کا شکر یہ ادا کر رہا تھا پھر
اس نے سر اٹھتے ہی جاکے شراب کو ڈراؤن کے آنکھوں پر پھینک دیا۔

وہ بیچ مار کر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا ہوا پیسے ہٹ گیا نہایت
اس کی آنکھوں میں آگ کی طرح مل ہی تھی عازم نے اس کے ہٹ پر

ایک لات مار دی۔ ڈراؤن بیٹ پکڑ کر جھکا تو اس نے منہ پر گھومنے
کسید کیا وہ ڈراؤن ہوا پیسے ایک ایک میز سے شکارا لٹ گیا عازم آگے

بڑھ کر اسے منور کون پر کھٹا جا رہا تھا۔ کیمپ زمانہ درمیان میں لگی۔
"ہٹ جاؤ زمانہ : اس وقت میں بہت غصے میں ہوں ؟

"میں جانتی ہوں لیکن حیرت دشمن جالی حکم کرنے کے قابل نہ
ہو اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے۔ جھلاؤ صبر بیٹو !"

وہ دوڑوں ایک میز کے اطراف آکر بیٹھے اس وقت تک
ڈانٹک مال میں ابھی خامی پھیر لگ گئی تھی دو دیم ششم کے کادی

ڈراگون کو سہارا لے کے لے جائے تھے کیونکہ اس کی آنکھیں بیکسٹور بند تھیں عازم نے فخر سے کہا: تم لڑائی جونا، مار پیٹ سے گھرا لیکن کوئی بات نہیں۔ اب وہ آئے گا تو تم کہیں میں پہلی جانا۔

زمانہ بولی تے میں فرزد! تم تو جلتے ہو کہ میں بہت ہی کمزور دل کی لڑائی ہوں کوئی آنکھ دکھانا ہے تو ڈر جاتی ہوں۔

وہ ہنستے ہوئے نیز پر ہاتھ مار کر بولا: اب ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے جب تک فرزد تہہ کے ساتھ ہے کوئی نہیں آنکھ نہیں دکھا سکتا۔

زمانہ ابھی بگ سے اٹھ کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ فرزد میں اس لباس میں کیسی لگتی ہوں؟

وہ چاروں طرف گھوم کر خود کو ہر زاویے سے دیکھنے لگی۔ عازم نے کہا: اس پتلون اور بنیاد میں غیب ڈھارہی ہو۔ بس ایسے ہی لباس پہنا کر۔

لیکن تم لیڈی سارا کو ایسے لباس میں پسند نہیں کرتے تھے؟
 ایسے وہ، وہ لیڈی سارا کو مار ڈالوں گی، اس کا حکم کیسا ابتدا سا تھا پتلون پہن کر کارڈن لگتی تھی۔ تم اپنی بات کرو۔

زمانہ ایک گہری سانس لے کر بیٹھ گئی۔ پھر وہ بیرے کو ہلا کر کھانے کا آرڈر دیتی ہوئی بار بار عازم کو دیکھتی رہی۔ وہ حیران تھی۔ کیا ایسے ہی ہم شکل ہوتے ہیں کہ ان میں ذرا سی فرق نہیں ہوتا۔ اس کی عادت مختلف ہوتی تو میں اسے فرزد سمجھ کر اپنا سب کچھ ڈرجائی کم قیمت مجھے امتی ناکر مجھے ہلا کر ناچا ہوتا تھا۔ مگر نہیں، میں خود ہی دھوکا کھا رہی تھی اس نے تو پہلے ہی فرزد نے سے انکار کیا تھا۔

اس کے سرچنے کے دوران جہاز کا کہیں ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ وہ بہت گھبرا ہوا تھا اس نے کہا: مشر فرزد! آپ نہیں جانتے کہ مشر ڈراگون کتنے خطرناک ہیں مجھ جیسا ذمہ دار اس فخر میں آپ کو ان کے قہر سے نہیں بچا سکتے گا۔

عازم نے پوچھا: اچھا اس جینے سے ڈرنے کی کوئی سی ایسی بات ہے؟

”مشر! آپ نے آنکھوں سے مجھ کو دیا۔ ابھی وہ ڈاکٹر کے پاس گیا ہے واپس آ کر خود ہی بتائے گا کہ کس طرح ڈی پسیاں توڑنا چاہئے۔“

زمانہ نے کہا: یہ مشر سرخندہ گوری ہے آپ کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو قاتل کے حوالے کریں۔

مخبرہ: آپ کے فرزد صاحب فیر تانوفی طور پر سفر کر رہے ہیں۔ اس لئے ایک غیر تانوفی بات اور تباہی کا مشر ڈراگون ایک بڑا نام، مگر اب اس جہاز کے مالک کو اپنی دولت اور طاقت سے فریہ رکھا ہے۔ سمندر کے سینے پر جب تک جہاز چلتا رہتا ہے، یہاں

مشر ڈراگون کی حکومت رہتی ہے۔ مشر فرزد! وہ آپ کو سزا میں پھینکے گا اور کسی کو خبر نہ ہوگی۔ جنہیں خبر ہوگی وہ خوف سے زبان نہیں کھولیں گے۔

عازم نے کہا: پھر تو اس سے فٹنے کی کوئی تدبیر کرنی ہوگی۔ کیپٹن نے کہا: صرف ایک ہی تدبیر ہے آپ تو ڈی ڈی کے لئے کہیں چھپ جائیں۔ وہ یہاں آئیں گے تو زمانہ صاحبان سے صفائی مانگ لیں گی مشر ڈراگون حسن پرست ہیں۔ یہ ایر مطلب آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے اب میں جاتا ہوں۔

وہ چلا گیا۔ عازم نے متھیاں بیچنے کر کہا: نان سنس اچھے کھانا لگ گیا ہے کہ میں نہیں رشوت کے طور پر پیش کروں۔ میں بے غیرت نہیں ہوں اس کا سر توڑ دوں گا۔

زمانہ نے کہا: ڈراگون کا سر بہت مضبوط ہے۔
 بیڑا میرا ہو کر کھانے کی دشمنی کتنے لگا عازم نے کہا: تم مجھے تباہ کر رہی ہو۔

میں نہیں تباہی ٹوٹ بھوٹ دیکھنا پسند نہیں کروں گی۔ مددی سے کھانے کے اجازت سے کہیں میں جا کر آرام کرو میں ڈراگون سے صفائی مانگ لوں گی۔

میں نہیں تنہا نہیں چھڑوں گا۔ ورنہ وہ تمہیں معاف کرنے کے لئے اپنے کہیں میں لے جائے گا۔

مگر اس مت کرو۔ چپ چاپ کھلتے رہو۔
 لیکن اسے کھانا نصیب نہیں ہوا۔ ڈانگ ہل میں اچانک بگڑ پھٹ گئی۔ ہل کے داخلی راستے پر ڈراگون ایک پہاڑی طرح کھڑا ہوا تھا۔

اس کے آس پاس اس کے چند حواری موجود تھے دیکھتے ہی دیکھتے... ڈانگ ہل خالی ہو گیا۔ ڈراگون کے حواری آگے بڑھ کر میزوں پر کیا ایک طرف ہٹا کر میدان صاف کرنے لگے۔

عازم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ زمانہ بیٹھی رہی۔ ڈراگون نے آگے بڑھ کر عازم کو سرخ انگاروں میں جیسی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں یا میرے ساتھی تمہیں ہتھ لگا کر اپنی توہین سمجھتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ تم خود ہی مر جاؤ۔“

اس کے حواریوں نے اشارہ یا کر شراب کی چار بوتلیں لاکر عازم کے سامنے میز پر رکھ دیں ڈراگون نے کہا: تم نے دھوکا دے کر میری آنکھوں میں شراب پیچھی تھی۔ اب تم بوتلیں کھول کر اس وقت تک پیتے رہو، جب تک کہ تباہی قائم نہ عمل جائے۔ تنہا سے پینے کے لئے میدان صاف کر دیا گیا ہے۔

زمانہ جانتی تھی کہ فرزد شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگا تا ہے لیکن اس نے دیکھا عازم نے بوتلیں کھول کر پینا شروع کر دیا تھا۔ چند گھنٹے پینے کے بعد وہ بولا: مشر ڈراگون یہ نہ سمجھا کریں دھونس

طرت - اچھلتے ہو یا سو تیا کے عاشق بن کر زندہ رہنے کا ایک پلنس لینا پابت ہو۔

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا - انسان امیر جیسا ہے میں فرادون کو ریاضوں کا شاہ سو تیا مجھے رشمنوں سے جیلے ڈراؤگے نے کہا! اب عقل آئی ہے - عمر سے سٹو، سو تیا کے ملا۔ ہونے کے بعد یہ بھی ہن سے تمہارا سامنا ہو گا، میرے سچ آدھی کہیں نہ کہیں موجود رہیں گے۔ جیسے تم سو تیا کو اپنی حقیقت بتاؤ گے، وہ تیریں کو قتل دین گے!

”میں کبھی اپنی اصلیت ظاہر نہیں کروں گا!“ ٹھیک ہے؛ ڈراؤگے نے اپنے ایک ماتحت کو اشارت سے بلایا۔ پھر اس سے کہا - مہل فرادون کو جاؤ اور اس کے سونے کا نظام کوڑا عازم نہ کہا؛ اگر سو تیا نے بوجھا، میں کہاں تھا؛ اور اس جہان میں کیسے پہنچ گیا تو میں کیا تازوں گا؟ ٹھیک ہے کہ میں اپنی یادداشت کروں گا تو ان کا کینا یادداشت ابھی بھی کرو رہیں، ہونے کو میں آج تمام کی بات بھول جاؤں۔“

وہ ایک ہم نگر بیان کر رہا تھا۔ رومانہ اور ڈراؤگے سوچ میں پڑ گئے۔ رومانہ نے کہا ”مجھے یہ نہیں معلوم ہے کہ مجھے کھنڈرات سے جھک گئے کیوں سو تیا فرادون سے مل سکتی تھی یا نہیں، جب تک یہ معلوم ہو، اس وقت تک عازم کو قتل معقول جواب نہ دے سکے گا؛ ڈراؤگے نے کہا ”مجھے سیدھی سیدھی بات سے یہ بدانت کا پتہ چھوڑو۔ اس بنا پہنی فرادون کو پاگل بنا دو!“

پاگل؟ عازم کبھی فرادون سے نہیں پوچھے، پاگل نہ بناؤ؟ ”میں تمہیں سچ پوچھ پاگل نہیں بنا رہے ہوں؟“ رومانہ بولیں ”پتیا یہ پاگل کی ایک ٹنگ کے کہ تو جہان کے دوسرے مسافر یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج ستم تک بے شہنشاہ تھا، اچانک یہ تبدیلی کیسے آئی؟ بہتر ہے کہ یہ بالکل یادداشت کم ہونے کی بات کرتے ہیں، یہ اتنا بھی نہیں بتا سکتے کہ اس جہان میں کیسے پہنچا، جب تک یہ ہم سے پوچھنے کی توہین اُسے جواب دے دوں گی؟“

”ٹھیک ہے؛ ڈراؤگے نے کہا - عازم اب تمہارا ڈراؤگے وہ ڈراؤگے کے ماتحت کے ساتھ چلا گیا۔ رومانہ اُسے جانتے ہوئے دلچسپی دے رہی تھی۔ وہ سر سے پاؤں تک فرادون ہی نظر آتا تھا۔ وہ بوش - قدرت کے عجیب ماتھے میں، ایک فرادون وہ بھید کیسے جو ذہن، ذہیر اور باصلاحیت ہے۔ ایک یہ فرادون بھید کیسے جو بے زور اور عقل سے پیدل ہے، چارے اشاروں پر کچھ پتلی کی طرح ناچ رہا ہے؟ ڈراؤگے نے چہلے ہوئے کہا - سارا! میں تہااری جہاں کبھی تم چاہیں جو کہ سو تیا اس لفظی فرادون کو پاگل مغلین ہو جیلے اور تمہارے فرادون کے راستے میں نہ آئے۔“

”ہاں پتیا! سو تیا میری طرح ایک اچھی غائب ہے، اگر وہ فرادون کے لئے لڑنے ہوئے مجھے شکست دے دیتی تو مجھے اتنا دکھ نہ ہوتا۔ میں انتقام لینے کی بجائے اس کی طراری کی قدر کرتی، لیکن اس نے مجھے فرادون کی راہ سے ہٹانے کے لئے دیا اور کاسہا لیا۔ کیا اصول یہ غلط نہیں ہے؟“

”بالکل۔ اگر وہ فرادون کے ماتحت لڑنے والوں میں سے ایک شکست سے بچنے کے لئے فرادون نکال لے تو یہ بالکل اصول کے خلاف ہے؛ سو تیا یہ سمجھتی ہے کہ حجت اور تک میں سب کچھ جائز ہے، تو پھر یہ بھی جائز ہے کہ میں ایک لفظی فرادون پیش کرے اُسے دھوکہ دوں۔ وہ اس فرادون کو بیک وقت سونے کے چھتے چھلڑا دے گی۔ یا اس فرادون کے ساتھ مر جائے گی یا پھر زندہ ہی تو اسے لے کر مجھ سے دور چلی جائے گی!“

ڈراؤگے نے ایک ماتحت نے کہا کہ باس! ہم تیریاں کے تمام مسافروں کو چیک کیا ہے، کوئی بھی میک اب میں نہیں ہے! ”ٹھیک ہے؛ ڈراؤگے نے جیسے پانی نکال کر اُسے دینے سے منع کیا۔ ناگن کے کینا کا دروازہ کھول دو۔ جب وہ بیارہو تو اسے قوی ہونے کا شہ نہ ہو۔ تم ڈوری سے اس کی کھڑکی کر دے کہ کوئی مسکند و پیش ہو تو مجھے خبر نہ کرنا میں۔۔۔ سونے جا رہی ہوں؛

وہ سخت چلا گیا۔ رومانہ اور ڈراؤگے باتیں کرتے ہوئے وہی فرادون کینوں کے پاس آئے۔ ڈراؤگے نے ایک کین کا دروازہ کھول کر کہا ”اسپیشل کین میری بیٹی کے لئے ہے۔ تمہارا سامان یہاں پہنچا، ایک گتہ وہ اپنے پتیا کے ساتھ کینوں میں داخل ہو گئی۔ وہ پلٹ آ رہا۔ آسائش کا ہر کام موجود تھا۔ وہ چکھے ہوئے امان میں برقعہ پہن کر پڑی۔ اتنے میں ایک ماتحت نے کم ڈراؤگے سے کہا؛ جناب! وہ فرادون صاحبہ جسکی طلب کر رہے ہیں، کیا انہیں شراب دے دی جائے؛ ڈراؤگے نے فرادون پر نظر کرنا دیکھا۔ اس کی شراب نوشی سارا کھیل بگاڑ دے گی، فرادون شراب نہیں پیتا ہے؛

ڈراؤگے نے کہا ”تجربے سے فرادون کو جیسا ٹیڑھا بنا جا رہا ہے، ایسے شخص کو ٹولنا زیادہ بہتر ہے۔ وہ پتے پتے کیسے لڑتا ہو گا؟ اس کی ایک فرادون یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ ہوش و حواس میں رہتا ہے۔ وہ ماتحتوں سے چھلنے والا تو اپنے ماتحت کو لے کر غلام نہیں بناتا؛ میری خواہش یہ ہے کہ میں کبھی اُسے قریب سے دیکھوں یا ڈراؤگے اب تم آ رہا کرو، میں عازم کو ٹھانڈے ڈرپے کر شراب نوشی سے باز رکھوں گا۔ اوکے سو فار۔۔۔“

وہ چلا گیا۔ رومانہ نے اٹھ کر دروازے کا ہند سے بند کر لیا پھر لباس اتار کر باغیچہ ٹوم میں گئی۔ جب وہ اپنے جہاز پر پہنچی تو فرادون صبح جعفر سے لباس میں

ورزش کر رہی تھی۔ فرادون کی فرادون نے اُس کے ہوش اٹھاتے تھے کئی ماہ سے اُس نے جسمانی ورزش کی طرف توجہ نہیں دی تھی، اس کے باوجود اس کے تڑپا ہونے کا ہر زاویہ ایسا واضح اور اتنا دلکش تھا کہ اُسے دیکھ کر چھوٹے کو اور چھوڑ کر چھیننے کو بھی چاہتا تھا!

وہ باغیچہ ٹوم سے آ کر برقعہ پر لیٹ گیا۔ وہ ٹومسکون نہیں تھی اس کے اندر اضطراب تھا کہ کبھی صبح ہوگی؟ سو تیا آگے بیارہو ہوگی؟ اور کب عازم کو فرادون بھیج کر اپنا لے گی؟ ایک بات کا اُسے پتا نہ تھا کہ فرادون سو تیا کی جوڑی دیتا ہے وہیں مشہور تھی۔ چہرہ بدعاشی، قاتل، اسمگلر اور سیاست کے بازیگر غرضیکہ دینا کی جیسے شاپراؤں خطرناک لوگ ہیں، ان دونوں کو ناگ اور ناگن کہتے ہیں۔ ڈراؤگے اندر حسد کی آگ جھلک رہی تھی کہ سو تیا، فرادون کے نام سے پہنچی باقی ہے اور فرادون کا پتہ اگر سو تیا کے لفظی قدم سے ملتا ہے!

خود کو کشتی دینے لگی، غلطی یہی ہے کہ میں نے فرادون کی قدر نہیں کی تھی۔ لیکن اب اس نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ ایک ماہ آئندوں میں اس نے واقعی رابطہ قائم کیا تھا اور جانا تھا کہ مجھ سے دور رہنے کے باوجود وہ میری سوچ کو پھنسا رہا ہے اور میرے پھنسانے کے کھت لایا ہے۔ اُس نے اپنی ولی حجت کا لقیقن دلایا اور کسی وقت ملاقات کا وعدہ بھی کیا تھا۔ لیکن اُس شہنشاہ دہلی سے نہیں پھر نہ کر دیا۔ فرادون کی صلاحیتیں چھپن ہیں، اور نہ وہ اس وقت۔۔۔ میرے ماتحت میں حاضر ہو کر مجھے اپنا پتہ نہ دیتا تھا۔ خدا کرے اس کی صلاحیتیں اُسے واقعی مل جائیں اور وہ مجھے سوچ کے ذریعے اپنا پتہ بتا دے!

ایسا سوچتے وقت اُسے خیال آیا کہ وہ دوبارہ ٹیڑھی کا غلام بن کرے گا تو سو تیا سے بھی واقعی رابطہ قائم کرے گا، اس وقت وہ فرادون سمجھ کر اس پر اپنا حق من سچا دے کر بھی ہوگی۔ پھر فرادون اس کے بے وفائی سے بدظن ہو کر صرف رومانہ کا ہو جائیگا!

لیکن نہیں، وہ سوچنے لگی۔ فرادون سوچیں پڑھنے کے بعد یہ سمجھ لے گا کہ میں نے ہی سو تیا کو لفظی فرادون کے جال میں پھنسا دیا ہے، پھر وہ مجھ سے سزا دے گی، لیکن کبھی نہ خدشہ کرے گا۔ لیکن کیوں؟ سو تیا نے جو میرے خلاف سازش کی تھی۔ فرادون کی لاعلمی میں مجھے اُس کے راستے سے ہٹا دیا تھا۔ مکاری کی ایسا سو تیا نے ہی، تہمت میں کر دی ہوں۔ کو انصاف کون ہو گا، اُسے دونوں کو سزا دینا ہو گا یا دونوں کو معاف کرنا ہو گا!

بڑی دیر تک رومانہ کا دل نہیں اچھٹا رہا۔ وہ سوچتی رہی پھر وہ سوچتے سوچتے سو گئی۔ چون کہ دل و دماغ میں تجسس پھرا رہا تھا اس نے صبح صبح صبح ایک کنگی لٹی اور دھڑ سے نارتھ ہو کر لباس بدلنے کے بعد وہ کینوں سے باہر آئی۔ دو مشرقی افق پر جہاں آسمان اور سمندر مل رہے تھے، وہاں سے شہر اسوچ طلوع ہو رہا تھا۔ نیلے آسمان پر دو رنگ

کجا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟ آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک متناظری قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے یہی سی پستی اور سپنا نرم کی طرح متشنق نہیں کرنا پڑتیں!

ہدیہ اور اسٹینٹیک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب



آپ کی شخصیت میں اونٹا نکھ پیدا کر دیں آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

اس کتاب کا مطالعہ کیجئے اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت ۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات جوسٹ ٹیکس ۴۴۴ وکراچی

شرعی و دین پروردگار کے ہاں جیسی لائی چھائی ہوئی تھی۔ منظرِ نواہ
 کھنسا کی عین میں، رونما نہ کر اُس سے رنجی نہیں ہو سکتی تھی!
 اُس نے سوئیا کے کیمین کے پاس باکر ڈرا کوٹن کے ماتحت سے
 پوچھا۔ کیا مانگ بیلاد ہو گئی ہے؟

”ہیں، دام! وہ ابھی تک سو رہی ہیں؟“
 ”رُو مانہ ناشتہ کرنے کے لئے ڈائیننگ ہال میں آگئی۔ اسی جہاز
 میں مسافروں کی پہلی پہلی نہیں تھی، بہت کم مسافر نظر آ رہے تھے۔ باقی
 خواب جگر گوش کے مزے لے رہے تھے۔ عازم کس کس پاس باکر مینڈا گیا۔ رُو مانہ
 مجھ پر ظلم و جبر سے بھری رات گھٹے پینے کے لئے ایک کنوٹ شراب نہیں
 دئی تھی۔ میں باکر ڈرا کوٹن اور کسکا ہوں لیکن شراب ضروری ہے؟“
 وہ ناشتہ شروع کرتے ہوئے بولی۔ ”کھاؤ اور تھیلی چیزوں کو بھول
 جاؤ۔ مندر کے گوتے کے آدی تہیں سمندر میں چھینک دیں گے
 اور میں چپ چاپ غماشہ دیکھتی رہوں گی!“

وہ ایک مسلمان اٹھا کر کھن لگائے ہوئے بولا۔ ”میری سچ
 میں نہیں آتا، کہ میں تہیں کیسے کھن لگاؤں کہ پینے کے اہل بنت جائے۔
 میں بچ بھرتا ہوں اس کے بغیر مردانہ کام نہیں کرے گا!“

”یہ تو اچھی بات ہے کہ آج سے تمہارا دلغ کام نہ کرے، پھر شراب
 میرے دماغ سے کام کر دیتی ہے تو یاد کاروں اور کوجن کی یاد آ
 گم ہو چکی ہے، تمہارا نام کیا ہے؟“
 ”عازم، عازم بیگ...“
 ”او۔ کرے... وہ غصہ سے بولی۔

”یہ نام مجھے پسند نہیں ہے، اب مجھ کو اور نہ بنانا
 یوشٹ اپ! میں تہیں سمجھا چکی ہوں کہ عازم کو بھول جاؤ معلم
 سہا ہے تم سمندر میں ڈوب کر مرؤ گے؟“

”بالکل ٹھیک... اگر سوئیا پوچھے تو کہہ دینا کہ کل رات جسند
 بد معاش تہیں بیلو کہیں نے جا رہے تھے۔ رُو مانہ نامی ایک لڑکی تہیں
 ان سے جھگڑا کہ ہاں نے آئی۔ اب وہ بچا ہے کہ میں تمہاری سجدہ ہو۔
 لیکن تہیں یاد نہیں آتا کہ تم نے رُو مانہ کو کہیں دیکھا ہے؟“

”مجھ کو، میں بھی نہیں جانتا؟“
 ”اگر ڈرا کوٹن بھی بھول ہوئی تو کہیں سے ایک مستحق ہوئی گولی
 آئے گی اور تمہاری زندگی کو حیات کر کے رہائے گی؟“
 ”چاٹ کی بات نہ کرو، مجھے پینے پلانے کی باتیں لیاہے حیاقی ہیں؟
 وہ اسے انکار سے دیکھ کر کافی پینے لگی۔ ”معدی سے کافی نہ کر
 سوئیا کے کیمین کی طرف ٹھیلے ہوئے جاؤ، کسی سے اُس کے متعلق کچھ
 نہ پوچھنا۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ ضروری تہیں دیکھ کہ تمہاری طرف
 بڑھے...“
 وہ کافی کی چمک لیا۔ رُو مانہ وہاں ایک کھنڈہ تک پہنچی رہی۔ عازم

نے بھی واپس آکر ہی کہا کہ کس کے کیمین کا دروازہ بند ہے۔ شاید وہ سو
 چھا ہے رُو مانہ کی بے چینی بڑھ گئی۔ وہ وقت گزارنے کے لئے وہاں سے اٹھ
 کر جہاز کی کمر کھینچی۔ دن کے دس بجے ہی جب یہ خبر ملی کہ وہ ابھی تک
 سو رہی ہے تو رُو مانہ کا ہالہ چڑھ گیا۔ وہ گالوں کے سر سے لگی لہزار لگا
 شہزادیوں کی طرح بے تکبر سے سو رہی ہے۔ میں بیٹھے اس کی باندی
 ہوں کہ جاگنے کا انتظار کر رہی ہوں!“

ڈرا کوٹن نے کہا۔ ”بیٹی! میں خود حیران ہوں کہ وہ اب تک کیسے کھری
 نیند سو رہی ہے۔ میں ابھی جا کر اُسے بیلاد کر گا ہوں!“

وہ دعا مانگا کہ... جہاز کے عرش پر چھوڑ کر تہیں سے بیلاد ہوا
 کیمین کی طرف آیا۔ پھر اُس کیمین کے دروازے پر پہنچ کر دستک
 دی۔ اگر موت کہیں آرام سے سو رہی ہو تو اُس سے کہو کہ نکل جانا
 چاہتا ہوں۔ مگر کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ہمیشہ زخمہ رہنے کی خوش نہیں ہیں
 اپنے پیروں پر پھیل گئے تہیں اور اپنے ہاتھوں سے موت کے دروازے
 پر دستک دیتے ہیں۔

وہ دستک دے رہا تھا!



سوئیا نیند میں کھسکتی لگی۔ اُسے محسوس ہوا جیسے غائبہ ذہن
 پر کوئی سحر ڈالے ہوسا۔ ”کھٹ... کھٹ... کھٹ... کھٹ...“
 وہ آنکھیں بند کر پڑا۔ ”اس شاپ بانگنگ ہو قول...“

لیکن کھٹ کھٹ کی آواز آتی رہی۔ اُس نے آہستہ آہستہ آنکھیں
 کھول دیں۔ پہلے تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں ہے یہ بھی خواب
 ہے یا حقیقت؟ وہ کیمین کی جن بڑھ پڑی ہوئی تھی، وہ بڑھتے ہی
 آہستہ آہستہ جھکتا تھا، پھر کبھی آہستہ آہستہ اٹھتا تھا۔ وہ فوراً ہی کھینچی
 کہ کسی جہاز کے کیمین میں ہے۔

وہ بڑبڑا کر اٹھا۔ بیٹی چشم زدن میں بڑا لگا کہ کہاں پاشانے ہے
 اور فریاد کو دھک سے خواب اور کافی پلائی تھی۔ اگر وہ کہاں پاشانے
 گھس رہی ہیں۔ جو حیات تو ان کی موت یعنی تھی، وہ انہیں نیند کی حالت
 میں ماسٹروں کی تنظیم میں پہنچا دیتا۔ مگر... مگر اب میں کہاں ہوں؟
 وہ بڑھتے سے اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ کہا میں ماسٹروں کے
 بیچے پڑھ گئی ہوں؟ کل رات میں کمرے میں میں اور فریاد نیند سے اٹھ
 رہے تھے، وہاں کی ایک کھڑکی سے میں نے جھلنا تک نگار تھی میرا
 ارادہ تھا کہ نیند کا غلبہ ختم کرنے کے لئے کہیں جا کر کھینچتے کھانڈ
 گی یا میں اسکو لائن میں لگی، پھر تڑو دم ہو کر فریاد کی مدد کے لئے
 واپس آؤں گی اور کہاں پاشانہ اس کے فریب کی سناؤوں گی؟
 کھڑکی سے باہر جھلنا تک لگنے کے بعد کہاں پاشانے کہا آؤی
 سے لگرا ہوا تھا۔ لیکن میں اُسے جھلنا تک لگا کر پوچھنے والی کو
 جھلنا لگی ہوئی تھا کھینچی گئی۔ ”رہ نیند کی گویاں اپنا اثر دکھا دی

آ رہی ہے!

سوٹیا چلتے چلتے رک گئی۔ پھر یہ کہتی ہوئی راستہ بدل دیا کہ وہ ادھر سے آ رہی ہے۔ ڈراگوٹ اور عازم کھڑے رہے۔ وہ دوسری طرف جا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ چند لمحوں کے بعد ڈومانہ وہاں پہنچ گئی۔ واقعی اس کے ہاتھ میں لٹا اور تھا۔ اس نے پوچھا: "پاپا! وہ کونسا گھٹی ہے؟"

ڈراگوٹ نے شدید حیرانی سے کہا: "بیٹی! میں نے چچاں بہن کی زندگی میں ایسی یاد دیکھی نہ تھی، وہ تمہیں دیکھتے بغیر سمجھ لیتی ہے کہ تم کہاں ہو اور کدھر سے آ رہی ہو اور اس نے واقعی درست کہا تھا کہ تمہارے پاس لٹا اور ہے۔ اسے بارڈو کی بول رہی تھی۔"

تب ڈومانہ کو یاد آیا ایک بالرائیو میں وہ ماسٹروں کی تعلیم والوں کے ہتھے پڑھ گئی تھی۔ وہیں پہلی بار اسے معلوم ہوا کہ فریاد ملی پھرتی ہے۔ اسے اور سوٹیا سوٹیا کی عزت الگ کر دیا گئی تھی! عازم نے کہا: "وہ مجھے سونگھ کر کہہ رہی تھی کہ میرے جسم سے فریاد کی پونہیں آ رہی ہے؟"

"آں؟ ڈومانہ پریشان ہو کر بولی، کیا اس نے تمہیں فریاد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے؟"

"انکار تو نہیں کیا ہے، لیکن اسے کچھ شبہ ہو رہا ہے؟ وہ ذرا مغیبن ہو کر بولی: "اودھ پھر تو کوئی بات نہیں، صرف فریاد کی بونہے سے وہ فرانتیہ نوکر سے کی مگر تمہارے ساتھ ضرور لگی رہے گی۔ تاکہ تم چھ مہینوں میں واپس نہ آ سکو۔"

پھر وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی: "وہ کس طرف گئی ہے؟ اپنے کینین میں..."

ڈومانہ نے کہا: "تم لوگ غلطو، میں ابھی آتی ہوں۔"

سکوگی! ڈومانہ دروازے کو بیٹھتے ہوئے بولی: "چڑیل! دروازہ کھول دے۔ ٹوٹے یہ دوسری پارہ مکاری سے مجھے لے بس کیا ہے۔ سچ میں تہمت ہے تو مجھ سے وہ رو ہاتھ کرے؟"

"تیری یہ حسرت مزور پوری کرو گی، مگر ابھی نہیں، ابھی میں فریاد کی یادداشت واپس لانے کی کوشش کرو گی۔ ہاں، یہ تو میں قبولی جا گی۔ یہ ہمای، فریاد تمہیں کہاں ملتا تھا؟"

"پہلے دروازہ کھولو! دیکھو، میں فریاد کے لئے پریشان ہوں۔ اس کے متعلق کچھ معلوم کرنے کے لئے دروازہ ضرور کھولیں گی۔ لیکن یہ جو فریاد ہے نا... اس نے بات ادھر سے چھوڑ دی۔ ڈومانہ نے پوچھا: "ہاں کیا ہوا، تم تڑپ کیوں ہو گئیں؟"

سوٹیا نے آہستگی سے کہا: "میں زور سے این بول سکتی۔ بات ہی کچھ ایسی ہے، آہستگی سے بول رہی ہوں خود سے سونیا! ڈومانہ زور سے سننے کے لئے دروازے سے لگ گئی۔ سونیا نے کہا: "میں نے کچھ معلوم کر لیا، کوشکار بالکل قریب آ گیا ہے، آتے نہ خالی نہیں جائے گا۔ اس نے ہی پھر سے لاک میں چابی گھما کر دروازے پر ایک ذور کی لٹ ماری۔ ڈومانہ کی چیخ سنائی دی۔ کھلنے والے دروازے سے نکل آیا، وہ کینین کے اندر دو سجا کر گڑی تھی۔ دریا اور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔"

سوٹیا جھانک کر فریاد اور تک پہنچی مگر وہ کھول گئی تھی کہ ڈومانہ جتنا سنگ کے آسمان کی بجلی ہے۔ آسمان سے آنے والی بجلی کو بہت کم نہیں پوگرتے دیکھا گیا ہے۔ ڈومانہ کی برق رفتاری سے بھی نہ نہیں چلتا تھا کہ کب کرتی ہے اور کب ختم ہوتی ہے سوٹیا دریا اور آٹھانے کے لئے چبھی تو اس کے منہ پر ایک ٹھوک پڑی۔ وہ کہہ رہی ہوئی سیارھی ہوئی۔ ڈومانہ نے گھوم کر دوسری لٹ ماری۔ سوٹیا لڑکھڑاتی ہوئی چھپے دیوار سے لگ گئی۔"

دیوار سے لگ کر اس نے ناک پونجھی کیونکہ وہاں سے لہو بہ رہا تھا، ڈومانہ کا مسٹر ٹنگ پوائنٹ ہی ہو سکتا ہے پہلے چہرے میں مقابل کی ناک سے لہو کے آئینہ چمکتے ہیں۔ وہ دونوں ہاتھ کر رہی ہوئی بولی: "سوٹیا! فریاد کونجھ سے جلا کرنے والی چڑیل، میں نے بے یقینی کہہ دیا تھا کہ آئندہ ڈنگ کے کسی مول پر جہاز ملانے کا بہترین وقتوں کی طرح ہوگی۔"



اسے دلچسپت... دستاویز کے بقایا واقعات چوتھے حصے سے ملاحظہ فرمائیں

تہذیبوں کے لئے یہ پیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پیرانا نہیں ہوگا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پیرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔

انسان جو بادشاہ تھے وزیر تھے، امیر تھے، فاتح تھے، ظالم تھے، رحم دل تھے، انسانی جذبات، احساسات، فطرت اور جبلت جو آدم میں تھی، وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ جس ماحول حالات، معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقہ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایساں سیتا پوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے۔ حسد، رشک، شہادت، رقابت، دوستی، دشمنی، جفاکاری، وفات، شکاری، سادگی، ریاکاری، ایشار، غدااری، تشریح، انکساری، بہادری اور بزدلی۔

انسانوں کی اشرافیگی کی کہانیوں کے مجموعے



دس کتابوں کے سہڈ کی رعایتی قیمت ۲۰۰ روپے مع ڈاک خرچ

آج ہی اپنا آرڈر بھیج دیکے کیوں کہ یہ کتابیں معاً و تداد میں شائع ہو رہی ہیں

کتابیات پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ کراچی